

اوست نامی کہ تقد حاکمان اوست گویند کہ ان منظر
 سیم اکل فدیہ سرایہ خیال این ریشہ ابرار کی پائی

المختصر الکبریٰ

فی معجزات خیر الوری

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم شیخ مفتی محمد معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ



سیر فی السیرۃ النبی ﷺ پر ایک مستند اور جامع کتاب



فہم فی السیرۃ النبی ﷺ
فہم فی السیرۃ النبی ﷺ
فہم فی السیرۃ النبی ﷺ
فہم فی السیرۃ النبی ﷺ
فہم فی السیرۃ النبی ﷺ
فہم فی السیرۃ النبی ﷺ
فہم فی السیرۃ النبی ﷺ
فہم فی السیرۃ النبی ﷺ
فہم فی السیرۃ النبی ﷺ
فہم فی السیرۃ النبی ﷺ

جائزہ اول

الحمد للہ العالی

فی مختارات خطیر الوری

السیرۃ العظمیٰ

فی سیرۃ النبی ﷺ

عبدالرحمن بن ابی بکر المرفع امام جلال الدین سیوطی شافعی

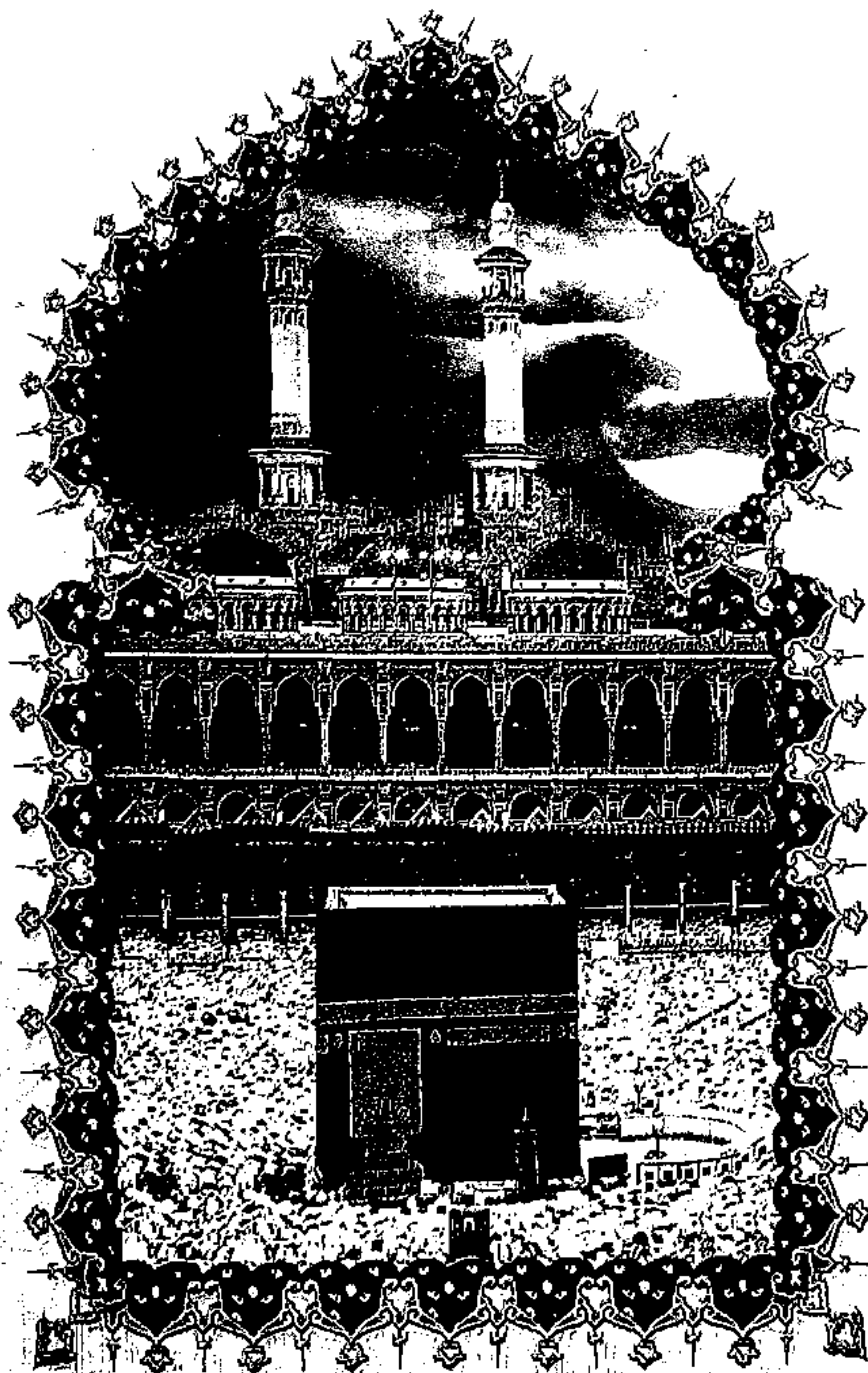
سید محمد سعید مدظلہ العالی

مکتبہ علی حضرت

در بار مارکیٹ لاہور

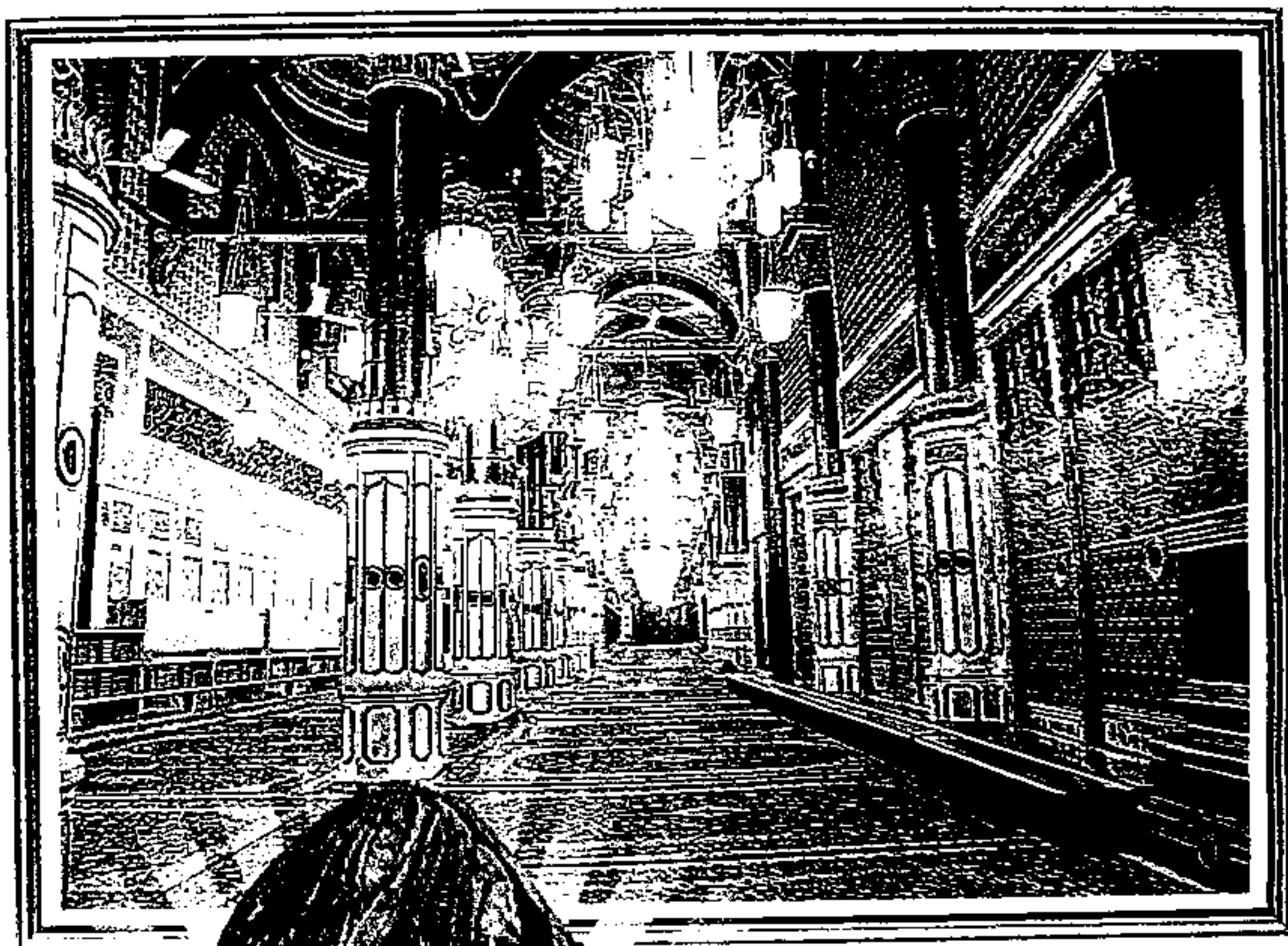
Ph: 7247301





کعبۃ اللہ شریف

Kābatullah



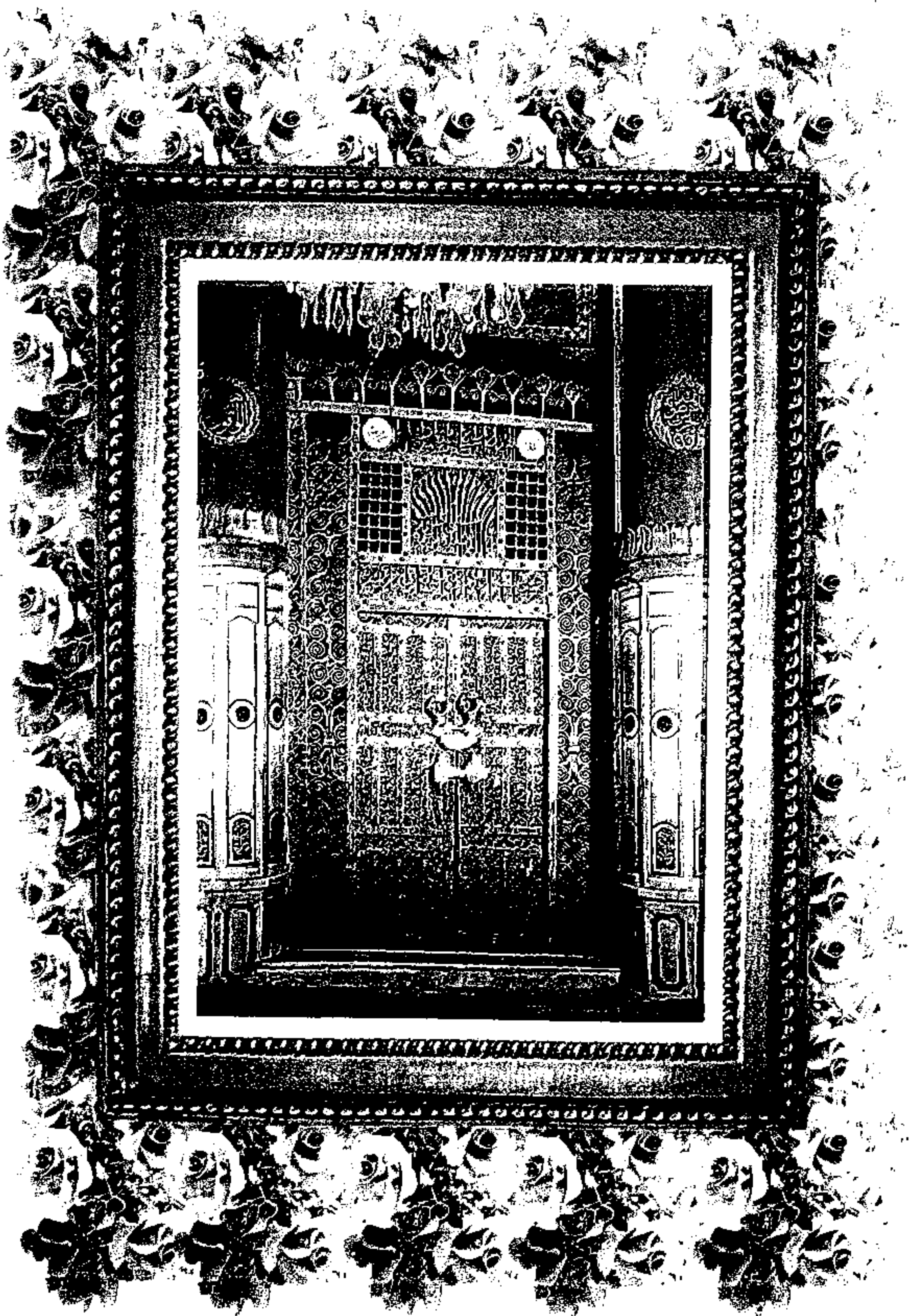
❶ رِیَازُ الْجَنَّةِ (❷) عَمَّارِ شَرِیفِ مَسُوبِ بِرَسُولِ اللہ ﷺ

❸ پیکتہ المیتین کی شاندار جہاد والی تصویر کے کئی کئی تصویروں نے سترہویں صدی میں ٹیپو پر حملہ کیا

❶ Riaz-ul-Jannah

❷ Imama Sharif Attributed to the Holy Prophet

❸ Picture of Jannat-ul-Baqee Exposed by Polaroid Camera in 1806, which has been Coloured on computer in 2000



Hujrah-e-Ayesha Siddiqa

حُجْرَةُ عَائِشَةَ صَدِيقَةِ رَسُوْلِ اللَّهِ عِنْدَهَا

حَبِيبٌ مَنصُورٌ تَرَازِي نَاصِرٌ جَافِظٌ جِجَارِي خَاتَمُ الْإِنْبِيَاءِ حَفِيٌّ حَوِيٌّ

صَادِقٌ قَوِيٌّ مُقْتَصِدٌ رَسُولُ الرَّاحَةِ مُطِيعٌ صَفِيُّ اللَّهِ أَمِينٌ مُبِينٌ

فَاتِحٌ نَشَاءُ نَذِيرٌ عَاقِبٌ بَشِيرٌ نَبِيُّ التَّوْبَةِ

ظَاهِرٌ يَتِيمٌ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ بَاطِنٌ سَيِّدٌ عَبْدُ اللَّهِ

مُنِيرٌ خَاتَمُ الرُّسُلِ مَذْكُورٌ مُبَشِّرٌ فَتْرِي

سِرَاجٌ خَاتِمٌ عَادِلٌ شَهِيدٌ مُطَهَّرٌ

جَوَادٌ أَحْمَدٌ حَامِدٌ مُحَمَّدٌ رَسُولٌ

حَاشِرٌ رَشِيدٌ مَشْهُودٌ قَاسِمٌ

دَاعِيٌ شَهِيدٌ هَادٍ مَهْدٍ مَنَاجٍ

بَنِي أُمِّي تَهَامِي عَزِيزٌ

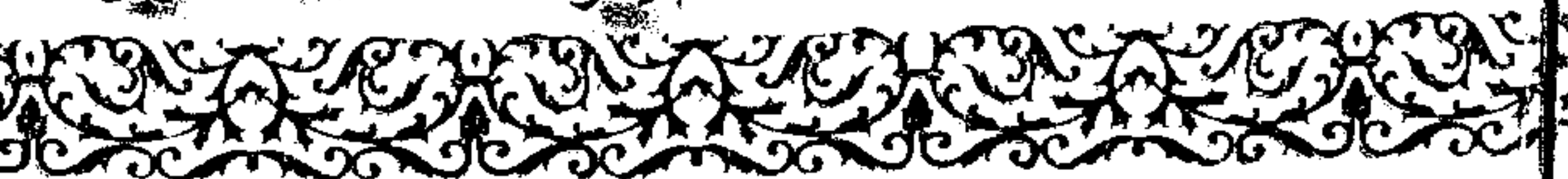
رُؤُوفٌ رَحِيمٌ طَلَسَ مُرْتَضَى

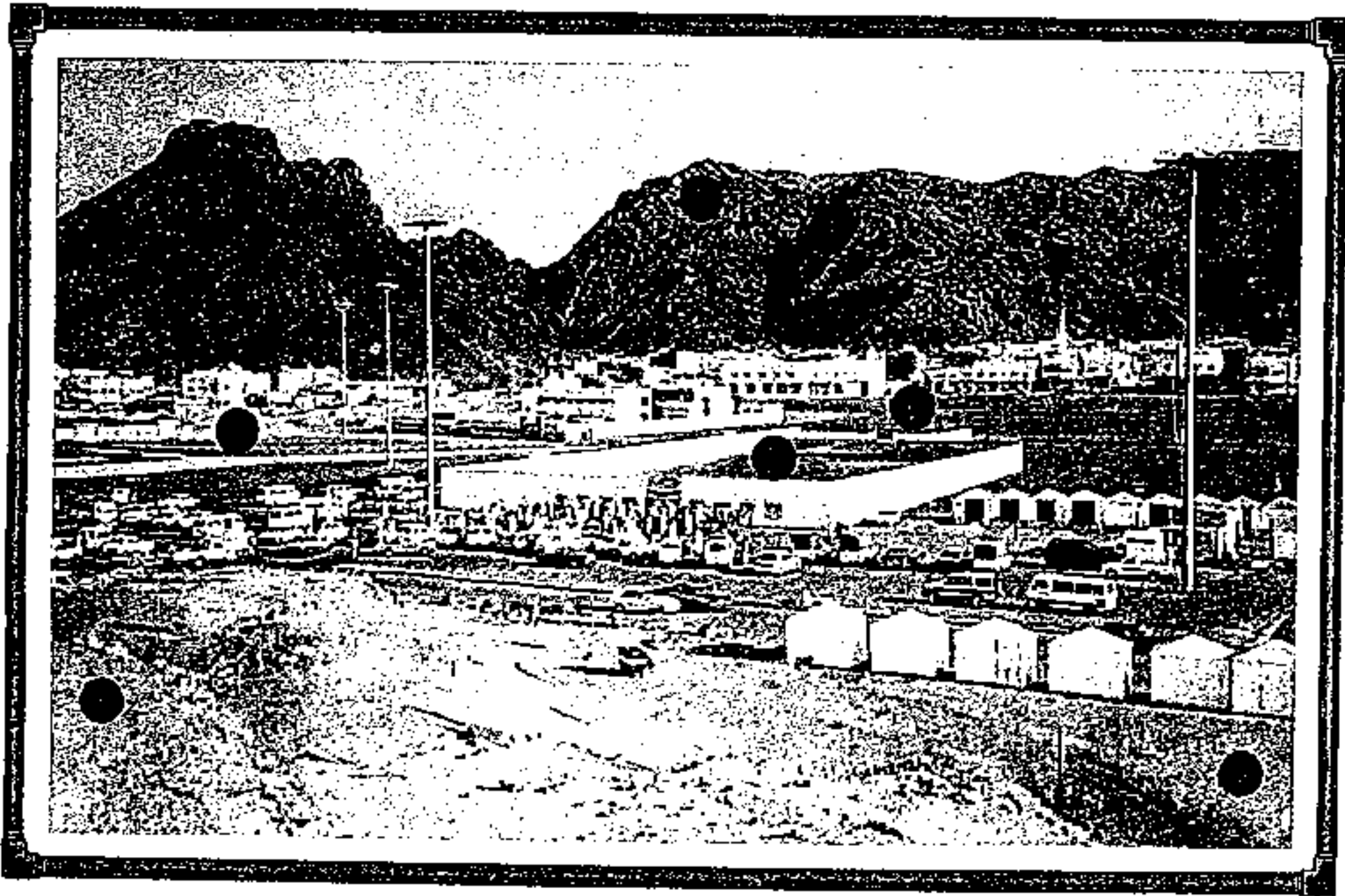
مُزَمِّلٌ وَلِيٌّ مَذْشَرٌ مَشِينٌ

كَامِلٌ مَدْعُوٌّ مُجَرَّدٌ مُكْرَمٌ

شَكْرٌ حَبِيلٌ كَرِيمٌ أَوَّلٌ

مُحْتَبٌ كَلِمَةُ اللَّهِ مُجْتَبَى أَوَّلٌ





میدانِ اُحد ① جبلِ رماۃ ② جائے شہادت حضرت حمزہؓ ③ اُحد پہاڑ ④ وہ مقام جہاں رسول اللہؐ کے دندانِ مبارک شہید ہوئے تھے
 ⑤ شہداء اُحد کی قبریں ⑥ میدانِ خسروۃ اُحد ⑦ غرس کا کنواں جس سے رسول اللہؐ نے پانی پیا، وضو فرمایا اور اس میں لعابِ دین ڈالا۔

The Battlefield of Uhud: (1) Archer's hill. (2) The place where Huzrat Hamzaؓ was killed. (3) The Mountain of Uhud. (4) The place where the Prophet'sؐ broken tooth fell. (5) The graves of the Martyrs. (6) The battlefield. (7) The Well of Ghars: From which the Prophetؐ drank and his ablution. He also spat in it once.

سیرۃ النبی ﷺ پر ایک مستند اور جامع کتاب

الحضرت اکبرؑ

فی مخبرات خیر الوری

جلد اول

المکتبہ
الشیعۃ العظمیٰ
فی ترجمۃ الافصا لقص اکبری

مصنف

عبدالرحمن بن ابی بکر المعروف امام جلال الدین سیوطی شافعی

ترجمہ و تفسیر
حضرت علامہ محمد عابدین نعیمی



مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور

042-7247301-0300-8842540

بسم الله الرحمن الرحيم جملہ حقوق محفوظ ہیں

موضوع کتاب	سیرت رسول ﷺ و بیان معجزات
نام کتاب	الخصائص الكبرى في معجزات خير الوری
نام اردو ترجمہ	النعمة العظمیٰ فی ترجمۃ الخصائص الكبرى
نام مصنف	عبدالرحمن بن ابی بکر المعروف امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
نام مترجم	حضرت الحاج مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
مقدمہ	حضرت علامہ شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
نظر ثانی (جلد اول)	حضرت علامہ شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
پروف ریڈنگ اردو	حافظ احمد رضا عطاری دامت برکاتہم العالیہ
تصحیح عربی عبارات	حافظ شاہد اقبال دامت برکاتہم العالیہ
کمپوزنگ جدید	سبحان گرافکس اینڈ کمپوزنگ سنٹر لاہور
سن اشاعت	(بارِ سوم) جمادی الثانی 1426 ہجری بمطابق 2006ء
صفحات	536
ہدیہ مکمل سیٹ	1200 روپے
ناشر	مکتبہ اعلیٰ حضرت مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور

042-7247301-0300-8842540

E-MAIL: maktabalahazrat@hotmail.com

Our books are also available at:

MAKTABA ALA HAZRAT

Darbar Market, Lahore

PATH TO KNOWLEDGE

706-Alam Rock Road, Birmingham

UK B8 3ND

Phone: 01213273563

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان
11	1. پہلے اسے پڑھئے
14	2. دیباچہ
34	3. خصائص کبریٰ کا علمی و ادبی مقام اور تذکرہ مصنف علام
41	4. کچھ تذکرہ مترجم
	آغاز کتاب
44	5. حضرت خاتم النبیین ﷺ کی تقدیم رسالت و نبوت
46	6. عموم رسالت ﷺ
51	7. ملأ اعلیٰ پر حضور ﷺ کا اسم گرامی
53	8. مظاہر عالم میں آیات قدرت
54	9. عہد آدم علیہ السلام اور ملأ اعلیٰ میں اذان کے اندر حضور ﷺ کا نام نامی
55	10. انبیاء علیہم السلام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد و پیمان
57	11. آپ دعائے خلیل علیہ السلام و نوید عیسیٰ علیہ السلام ہیں
57	12. حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اولاد ابراہیم علیہم السلام کو بشارت
58	13. حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ کے ظہور کی بشارت
59	14. کتب سماویہ میں حضور ﷺ کا تذکرہ
71	15. مزید شہادت
79	16. قبل بخت سرور دو عالم ﷺ اخبار راہین
108	17. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام
110	18. کتب سماویہ میں حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر
110	19. امت محمدیہ رضی اللہ عنہا کا ذکر

110	حضرت صدیق اکبر ؓ کا تذکرہ	20
111	حضرت عمر فاروق ؓ کا تذکرہ	21
112	حضور عمر ؓ نے دستاویز تحریر فرمادی	22
114	حضرت عثمان ذوالنورین ؓ کا تذکرہ	23
117	مشاجرت صحابہ ؓ کا تذکرہ	24
117	حجاج کے ظلم کا تذکرہ	25
118	حضرت عمر بن عبدالعزیز ؓ کا تذکرہ	26
119	حضور ؓ کے بارے میں کاہنوں کی پیشین گوئیاں	27
126	قدیم پتھروں پر حضور ؓ کا اسم گرامی	28
128	حضور ؓ کے نسب و نژاد کی عصمت و عظمت	29
129	بنی ہاشم کی فضیلت	30
133	حضرت عبدالمطلب کا خواب	31
134	ایام حمل کی نشانیاں	32
141	حضور ؓ کے والد ماجد کا وصال	33
142	اصحابِ قبل کی بیت اللہ پر چڑھائی اور اللہ ﷻ کی نصرت و تائید	34
144	حضرت عبدالمطلب اور چاہ زمزم	35
148	حضور ؓ کے خصائص ولادت	36
165	حضور ؓ کی بعض طبعی و جسمانی خصوصیات	37
166	حضور ؓ کا گہوارہ میں چاند سے باتیں کرنا	38
166	حضور ؓ کا گہوارہ میں کلام فرمانا	39
166	حضور ؓ کے ایام رضاعت	40
168	شق صدر اور اس سلسلہ میں متعدد روایات	41
179	حلیہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی پرکیف و پُر اثر لوری	42
179	مہر نبوت ؓ کا بیان	43
183	سراپائے رسول اکرم ؓ	44
183	چشم ہائے مبارک	45

184	حضور ﷺ کے دہن اور لعاب دہن کا اعجاز	.46
186	حضور ﷺ کے دندان مبارک	.47
186	حضور ﷺ کے پُر نور چہرے کا اعجاز	.48
187	حضور ﷺ کی بغل شریف کا ذکر	.49
187	حضور ﷺ کے کلام کی لطافت و بلاغت	.50
188	کیفیت شرح صدر	.51
192	حضور ﷺ طبعی طور پر جماعتی سے منزہ تھے	.52
193	حضور ﷺ کی سماعت کا اعجاز	.53
193	حضور ﷺ کی آواز کا اعجاز	.54
194	حضور ﷺ کی عقلی برتری	.55
194	حضور ﷺ کے پاکیزہ پینہ کی عطربیزی	.56
196	قدِ زیباؑ محمد ﷺ	.57
196	حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا	.58
197	حضور ﷺ کے جسم اقدس اور لباس مطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی	.59
197	حضور ﷺ کے موئے مبارک	.60
197	حضور ﷺ کے خون اقدس کا اعجاز	.61
198	حضور ﷺ کا نقش قدم مبارک	.62
198	حضور ﷺ کی رفتار کا اعجاز	.63
198	حضور ﷺ کے سونے کی کیفیت	.64
199	حضور ﷺ کی قوتِ باہ اور مجامعت کا ذکر	.65
200	حضور ﷺ احلام سے محفوظ تھے	.66
201	حضور ﷺ کے بول و براز کا اعجاز	.67
202	حضور ﷺ کے بول سے انسدادِ مرض	.68
203	حضور ﷺ بڑے صاحبِ جمال تھے	.69
212	حضور ﷺ کے اسمائے صفائی	.70
214	حضور ﷺ کے ناموں کا اسمائے خداوندی ﷻ سے انتساب	.71

- 214 حضور ﷺ کے اسمائے مبارک کا اسمائے خداوندی ﷻ سے اشتقاق 72
- 215 مدینہ منورہ میں کمسنی کے عالم میں رونما ہونے والے آثار 73
- 216 حضور ﷺ کی والدہ رضی اللہ عنہا کی وفات 74
- 218 اہل مکہ کی طلب سے بارش کے لئے حضور ﷺ کے دادا کے وسیلے سے دعا 75
- 220 حضور ﷺ حضرت عبدالمطلب کے جس کام کو ہاتھ میں لیتے وہ پورا ہو جاتا 76
- 220 حضرت عبدالمطلب کو معرفتِ رسول اللہ ﷺ حاصل تھی 77
- 223 حضور ﷺ کا اعجاز ابوطالب کی کفالت کے زمانے میں 78
- 224 حضور ﷺ کے بارے میں بحیراراہب کی پیشینگوئی اور چچا کو مشورہ 79
- 231 حضور ﷺ کے وسیلے سے ابوطالب کا بارش کی دعا مانگنا 80
- 231 حضور ﷺ کو دیکھ کر ابوطالب کے پاس سے یہود کا فرار 81
- 232 ابولہب کے دل میں حضور ﷺ کی طرف سے کینہ پیدا ہونے کی ابتداء 82
- 232 ابوطالب کی وفات اور آخرت میں ان کا انجام 83
- 233 حضور ﷺ کو ابوطالب کے لئے استغفار کی ممانعت 84
- 233 ابوطالب نے قریش کی گستاخی کو روکا 85
- 233 حضور ﷺ قبل بعثت بھی تمام نازیبا اور جاہلانہ رسوم و روایات سے محفوظ تھے 86
- 238 حضور ﷺ کی بعثت اور اعلانِ نبوت سے قبل آپ کی تکریم کی جاتی تھی 87
- 239 حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ شام کا سفر 88
- 241 حضور ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا غیبی حکم 89
- 241 رسول اللہ ﷺ کے معجزات قبل بعثت 90
- 255 ورقہ بن نوفل کے اشعار نبوتِ رسول اللہ ﷺ میں 91
- 256 پتھر کا رسول خدا ﷺ پر سلام بھیجنا 92
- 263 غیبی آوازوں اور کاہنوں کی زبانوں سے بعثتِ محمدی ﷺ کی شہادت 93
- 264 سواد کے اپنے جن کی زبانی بعثتِ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق 94
- 273 حابس بن دغنه کا تصدیق رسالت کرنے کا عجیب واقعہ 95
- 281 حضور ﷺ کی بعثت پر بتوں کی کیفیت اور شاہ ایران کسریٰ کی حالت 96
- 282 حضور ﷺ کی بعثت کے بعد جنات کا آسمان پر پہنچنا بند ہو گیا 97

287	98.	مشرکین شعراء فصحاء اور زبان دانوں کا اعجاز قرآن کو تسلیم کرنا
296	99.	وجوہ اعجاز قرآنی
297	100.	پہلی دلیل اعجاز
297	101.	دیگر وجوہ اعجاز
300	102.	نزول وحی کے موقع پر ظہور معجزات
302	103.	رسالت مآب ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا
303	104.	نبوت کے مکی دور سے متعلق معجزات
303	105.	بکری کے بچے سے دودھ دہنا
304	106.	حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کا خواب
305	107.	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خواب
306	108.	حضور ﷺ کا ایک صاع طعام سے چالیس افراد کو شکم سیر ہو کہ کھانا کھلانا
306	109.	پانی کا زمین سے جوش زن ہونا
306	110.	ابوطالب کی صحت کے لئے حضور ﷺ کا دعا کرنا
307	111.	حضور ﷺ کے وسیلہ سے ابوطالب کا دعائے استقا کرنا
308	112.	حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا
308	113.	حضور ﷺ کا معجزہ شق القمر
309	114.	اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا
309	115.	ابوجہل کی بداندیشیوں سے معجزانہ طور پر حضور ﷺ کی حفاظت
311	116.	حضور ﷺ کا غورابنت حرب کی نظروں سے پوشیدہ ہو جانا
312	117.	اللہ ﷻ کا حضور ﷺ کو بنی مخزوم کے شر سے بچانا
312	118.	حضور ﷺ کو نضر کے شر سے بچانا
312	119.	حضور ﷺ کو حکم کے شر سے بچانا
313	120.	حضور ﷺ نے معجزانہ طور پر رکانہ پہلوان کو زیر کر دیا
314	121.	وہ واقعات جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے وقت ظاہر ہوئے
316	122.	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے وقت ظاہر ہوئے
321	123.	حضرت ضمادہ رضی اللہ عنہ کا بغرض علان رسول اللہ ﷺ کے پاس آنا اور متاثر ہو کر اسلام لانا

124. حضور ﷺ کی خدمت میں عمرو بن عبد القیس ؓ کا آنا اور اسلام قبول کرنا 322
125. طفیل بن عمرو سی ؓ کا حضور ﷺ کی خدمت میں آنا اور اسلام لانا 322
126. حضرت عثمان بن مظعون ؓ کو متاثر کرنے والا واقعہ 324
127. جنات کا قبول اسلام اور اس سلسلہ میں معجزات کا ظہور 325
128. غلبہ روم کے بارے میں حضور ﷺ کے معجزانہ ارشادات 330
129. مشرکوں کا سوالات کے ذریعے امتحان لینا 331
130. کفار کی ایذا رسانی اور ظہور معجزات 333
131. قریش کی سب و شتم اور مذمت خود ان پر پلٹ جاتی 336
132. ابولہب کے بیٹے کیلئے حضور ﷺ کی بددعا 337
133. عرب میں قحط اور پھر نزول باران کیلئے حضور ﷺ کی دعائیں 339
134. ایک مسلمان نابینا عورت کی بینائی کا لوٹ آنا 340
135. وہ نشانیاں جو ہجرت حبشہ کے وقت ظہور میں آئیں 341
136. مسلمانوں کا مقاطعہ اور بنو ہاشم کا شعب ابوطالب میں پہنچنا 342
137. واقعہ معراج اور حضور ﷺ کا ملأ اعلیٰ میں پہنچنا 343
138. حدیث اسرائیlian کردہ اُبی بن کعب ؓ 347
139. حضرت جابر ؓ کی ایک حدیث بیت المقدس کے سلسلہ میں 348
140. حضرت حذیفہ بن الیمان ؓ کی حدیث معراج کے بارے 348
141. حضرت سمرہ بن جندب ؓ کی حدیث 348
142. حضور ﷺ کا نام نامی عرش پر تحریر تھا 349
143. حضرت بریدہ ؓ کی روایت صحرہ کے شق ہونے کے بارے میں 349
144. حضرت صہیب بن سرفان ؓ سے مروی حدیث 349
145. حضرت ابن عباس ؓ سے مروی حدیث اذان بلال ؓ کے بارے 349
146. طبرانی ؓ کی حضرت عباس ؓ سے روایت الہی کے بارے ایک حدیث 355
147. حضرت ابن عمر ؓ کی حدیث اذان کے بارے 356
148. حضرت ابن عمر ؓ سے مروی حدیث تاریخ معراج کے بارے 356
149. حدیث عبد اللہ ابن سعد بن زرارہ ؓ القاب و قیام گاہ حضور ﷺ 357

150. فرشتہ کو اذان کا حکم
357
151. حدیث حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ صلوٰۃ اندرون بیت المقدس کے بارے
358
152. حدیث حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے
360
153. حدیث حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ معراج کے بارے میں
360
154. حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اور سفارت روم
362
155. حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث بہ سلسلہ معراج
367
156. حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث معراج کے بارے
368
157. احادیث مرسل بہ سلسلہ معراج
374
158. واقعہ اسراء و معراج پر مزید بحث
376
159. حضور ﷺ کا حضرت اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح
378
160. حضور ﷺ کا اُم المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے نکاح
378
161. حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہا کا مکہ پہنچنا اور اسلام لانا
379
162. مکی عہد میں حضور ﷺ کی تبلیغ اور اس کے نتائج
380
163. ہجرت کے موقع پر معجزات کا ظہور
386
164. حضور ﷺ کا مدینہ طیبہ میں ورود
393
165. حضور ﷺ کی دعاؤں سے مدینہ شہر و باؤں سے مامون بن گیا
398
166. حضور ﷺ کی مدینہ اور ملکات کے لئے برکت کی دعا
400
167. وہ معجزات جو تعمیر مسجد کے وقت ظہور میں آئے
400
168. وہ خصائص جو تحویل قبلہ میں واقع ہوئے
401
169. اقامت صلوٰۃ کے اعلان کے لئے اذان کا طریقہ
402
170. غزوات میں نصرت خداوندی ﷻ اور معجزات کا ظہور
403
171. عمیر رضی اللہ عنہ کا دشمنی کے ارادے سے مدینہ پہنچنا لیکن حضور رسالت مآب ﷺ میں پہنچ کر اسلام قبول کرنا
418
172. حضور ﷺ کے وہ معجزات جو غزوہ غطفان کے موقع پر ظہور میں آئے
420
173. یہود کی عہد شکنی اور مسلمانوں سے مغلوب ہونے کے بعد جلا وطنی
422
174. غزوہ احد میں جو معجزات ظہور میں آئے
425
175. حضور ﷺ کا وہ معجزہ جو حمر الاسد میں واقع ہوا
437

- 438 176. مسلمانوں کی جماعت پر بنی ہذیل کے حملہ کے وقت معجزہ کا ظہور
- 443 177. ابوہر اعماری کی قیادت میں ایک وفد دربار رسالت ﷺ میں
- 445 178. وہ معجزات جو غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر رونما ہوئے
- 462 179. غزوہ بنی قریظہ کے موقع پر حضور ﷺ کے معجزات کا ظہور
- 467 180. حضور ﷺ کا ایک معجزہ جو ابورافع کے قتل پر ظاہر ہوا
- 468 181. سفیان بن یحییٰ ہذلی کے قتل میں معجزہ کا ظہور
- 468 182. غزوہ بنی مصطلق کے سلسلہ میں معجزات مصطفوی ﷺ
- 471 183. حدیث افک
- 478 184. قبائل عرنیہ اور غسکل قبیلوں کا قبول اسلام
- 478 185. حضور ﷺ نے سریہ رومۃ الجندل کیلئے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو سردار بنایا
- 479 186. وہ معجزات جو واقعہ حدیبیہ میں ظاہر ہوئے
- 499 187. حضرت خالد بن ولیدؓ کا قبول اسلام
- 503 188. وہ معجزات جو غزوہ خیبر میں ظاہر ہوئے
- 511 189. یسیر بن زرام یہودی کے پاس حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی روانگی
- 512 190. ان معجزات کا ظہور جو عمرہ قضاء میں رونما ہوئے
- 512 191. حضور ﷺ کا غالب لیشی کو بنی ملوح پر تاخت کے لئے بھیجنا
- 513 192. ام فرقہ کا حضور ﷺ کے قتل کا اقدام
- 513 193. لشکر اسلام سے بارہ مجاہدین کی شہادت اور جنت الفردوس میں داخل ہونا
- 514 194. سریہ موتہ کے موقع پر معجزات کا ظہور
- 519 195. فتح مکہ اور معجزات نبوی کا ظہور
- 533 196. غزوہ تبوک اور سلسلہ غزوات میں اس کی اہمیت اور معجزات سرور کونین ﷺ

چال اول ختم شد

پہلے اسے پڑھئے

کچھ عرصہ قبل دل میں بڑی شدت سے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ”سیرت مبارکہ“ کے موضوع پر لکھی گئی کوئی کتاب اپنے مکتبہ سے شائع کی جائے۔

اس سلسلے میں کتب سیرت پر نظر ڈالی تو اکثر وہ کتب نظر سے گزریں جو کئی اداروں کی طرف سے شائع ہو چکی تھیں یقیناً ان میں سے کسی کا انتخاب کر لینا بھی سعادت مندی تھی۔ لیکن چونکہ ہماری خواہش تھی کہ کسی ایسی کتاب کو منظر عام پر لایا جائے جو پہلے سے دستیاب نہ ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ ابھی کسی ایسی ہی کتاب کی جستجو جاری تھی کہ کسی سے پتہ چلا کہ امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”الخصائص الکبریٰ فی معجزات خیر الوریؑ“ کا اردو ترجمہ حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا جو کہ اب دستیاب نہیں۔

بس اس خبر کا کانوں میں پڑنا تھا کہ شدتِ خواہش میں مزید اضافہ ہو گیا کیونکہ ایک تو امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ کی کتاب اور پھر اس کا ترجمہ فرمانے والے حضرت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت ہوں تو کس کا جی چاہے گا کہ اس عظیم سعادت کے حصول سے محروم رہے۔ بس ان صاحب سے کتاب کا نسخہ فراہم کرنے کو عرض کیا۔ انہوں نے شفقت فرماتے ہوئے اسی دن کتاب فراہم کی۔ ہم نے بھی اسی دن اس پر کام شروع کر دیا۔

اس عظیم الشان کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے ناشر مدینہ پبلشنگ فرماتے ہیں کہ یہ امر کچھ محتاج تعارف نہیں کہ الخصائص الکبریٰ جلد اول و دوم معجزات خیر الوریؑ پر ایک مبسوط و مدلل و بے نظیر کتاب ہے۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے کئی سال کی کوشش اور صد ہا کتب کی ورق گردانی کے بعد اس بے نظیر و بے عدیل مجموعہ کو مرتب فرمایا۔ باعثِ کونین فخرِ عالم و عالمیاں ﷺ کے صد ہا معجزات کو حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث شریفہ سے مستنبط کیا۔ ان احادیث شریفہ کے تفحص و تلاش میں جو کاوش آپ نے کی اس کی صراحت و وضاحت کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ بس یوں سمجھئے کہ ایک عاشقِ رسول ﷺ نے پیارے حبیب ﷺ کے معجزات کے بیان میں

نامعلوم کتنے ماہ و سال صرف کیے تب یہ مجموعہ مرتب ہو سکا۔ دنیا نے آپ کی ان مساعی کا صلہ بھی دیا۔ دسویں صدی ہجری سے آج تک انحصارِ الکتبری مخطوطات کی شکل اور پھر مطبوعہ صورت میں خدا ہی جانے کتنی بار عشقِ رسالت مآب ﷺ میں سرشار حضرات کے ہاتھوں میں پہنچی اور عقیدت و احترام سے انہوں نے اپنی آنکھوں سے لگایا۔

جبکہ ترجمہ کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ

اپنے قارئین کرام کی اس نعمتِ خاص سے سعادت اندوزی کے لیے ہم نے اس کا اردو ترجمہ پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم مسرور ہیں کہ آج ہم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ پیش نظر ترجمہ ”مدارج النبوت“ کے مشہور مترجم مولانا حکیم غلام معین الدین نعیمی کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔ ترجمہ میں وہی والہانہ محبت کا انداز اور پیرایہ بیان میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے آداب ہر سطر میں فاضل مترجم کے پیش نظر رہے۔

یہ ترجمہ کئی سال قبل کروایا گیا لیکن کتابت ہونے کے بعد اس کی تصحیح و تبویب کے بعد اشاعت کی نوبت نہ آ سکی۔

الحمد للہ ﷻ کہ اب ہماری استدعا پر حضرت شمس بریلوی (مترجم غنیۃ الطالبین و تاریخ الخلفاء) اور جناب مولانا محمد اطہر نعیمی مراد آبادی خطیب جامع مسجد آرام باغ کراچی نے اس ترجمہ کو حک و اصلاح سے آراستہ کر کے مزید دلنشین اور دلکش بنایا اور وہ تمام خامیاں اس بلند مرتبہ کتاب کے ترجمہ سے دور کر دیں جو کاتبِ مسودہ نے ”بزعم خود“ اپنا ایک علمی کارنامہ سمجھ کر اس میں پیدا کر دی تھیں۔

حضرت شمس بریلوی نے جلد اول کی ذمہ داری قبول فرمائی اور جس طرح غنیۃ الطالبین اور تاریخ الخلفاء کے تراجم پر انہوں نے فاضلانہ مقدمات تحریر فرما کر ان تراجم میں دلچسپی اور مزید کشش پیدا کر دی تھی، انحصارِ کبریٰ پر بھی ایک مقدمہ تحریر فرمایا جو سیرت نگاری کی ایک مختصر تاریخ ہے مگر بڑی بصیرت افروز اور دلنشین۔ جلد دوم کی تزئین و اصلاح کا کام جناب مولانا محمد اطہر نعیمی صاحب نے قبول فرما کر ہمارے ساتھ بھرپور تعاون فرمایا اور بڑی کاوش اور دیدہ وری سے اس کام کو انجام دیا۔ ادارہ ان دونوں حضرات کا شکر گزار ہے اور ہمیں امید ہے کہ قارئین کرام ہماری اس کوشش کو حسن قبولیت سے نوازیں گے۔

الحمد للہ ﷻ اب مکتبہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے پرنٹ کراتے وقت اس کتاب کو آپ لوگوں کے دینی ذوق کے مطابق بنانے کے لیے ادارہ نے انتہائی کوشش کی ہے۔ مثلاً

(1) کوشش کی گئی ہے کہ ہر بزرگ کے نام کے ساتھ ”رحمۃ اللہ علیہ“ اور صحابی کے نام کے ساتھ ”رضی اللہ عنہ“۔ انبیاء کرام کے ناموں کے ساتھ ”علیہ السلام“ نبی کریم ﷺ کے نام مبارک کے آگے ”صلی اللہ علیہ وسلم“ اور جہاں کسی نے آپ کو مخاطب کیا وہاں موقع کے مطابق ”صلی اللہ علیہ وسلم“ جبکہ اللہ کے نام کے ساتھ ”عزوجل“ کا اضافہ کیا گیا۔ اور پھر ان کو بڑے خوبصورت انداز میں لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(2) قارئین کی سہولت کے لیے پیرا گراف پر بھی انتہائی توجہ دی گئی ہے تاکہ ان کو پڑھنے میں سہولت رہے۔

(3) اس کے علاوہ کمپیوزنگ کا سائز بھی مناسب رکھا گیا اس کے علاوہ پروف ریڈنگ، بانڈنگ اور ٹائٹل کی طرف بھی خصوصی توجہ دی گئی۔

(4) قرآن پاک کی آیات کے مکمل حوالہ جات اور ترجمہ کنز الایمان لکھنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

(5) مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر سا تعارف بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اور یہاں ضمناً آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ ہمارا ادارہ حضرت غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب پرنٹ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور کچھ پر کام بھی جاری ہے۔ انشاء اللہ ﷻ رفتہ رفتہ وہ کتب منظر عام پر آئیں گی (انشاء اللہ ﷻ)

آخر میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ہم نے تو حتی الوسع اس کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی خامی آپ محسوس فرمائیں یا کوئی مشورہ عطا فرمانا چاہیں تو ہمیں ضرور یاد فرمائیں۔ ان شاء اللہ ﷻ اس معاملے میں آپ لوگ ہمارے دل کے دروازے ہمیشہ کھلے پائیں گے۔

ہمیں اللہ ﷻ کی ذات پاک سے قوی امید ہے کہ آپ کو ہماری یہ کاوش ضرور پسند آئے گی۔ ہماری اللہ ﷻ سے دعا ہے کہ وہ تمام امت مسلمہ کو اس کتاب سے فیضیاب فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین ﷺ

خادم مکتبہ اعلیٰ حضرت

محمد اجمل قادری

۱۵ جمادی الاول ۱۴۲۳ھ

بمطابق 16 جولائی 2003ء بروز بدھ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ ط

دیباچہ

ما طفل کم سواد سبق قصہ ہائے دوست صد بار خواندہ و دگراز سرگرفتہ ایم
عباسی دور کے تابندہ ماہ و سال ہارون الرشید کے نامور فرزند مامون الرشید کی سلطنت کے
ماہ و سال ہیں۔ بلکہ یہ کہنے میں ایک مورخ حق بجانب ہوگا کہ دور عباسیہ کی تمام شان و شوکت اور اس کا
تمام تر طمطراق مامون ہی کے دم سے تھا مامون نے بغداد میں بیت الحکمت کے قیام سے جن علوم و
فنون سے عربوں کو روشناس کرایا ان سے اب تک وہ ناواقف محض تھے۔ ہر چند کہ منصور اور ہارون کا
دور بھی علمی ترقی کا دور ہے اور ان دونوں اُمراء المسلمین کے دور میں علوم اسلامیہ کو بے حد فروغ حاصل
ہوا، تفسیر، فقہ، حدیث، اسماء الرجال، علم جدل، علم تاریخ اور علم الکلام پر متعدد کتب تصنیف ہوئیں اور عظیم
تربات یہ کہ فقہ اسلامی کے چاروں ائمہ یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ (نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ) امام
ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ عباسیوں کے اسی
ابتدائی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر ان حضرات کے تلامذہ ارشد کہ ان میں سے ہر ایک ایک بلند
پاگاہ کا حامل تھا اور ان حضرات سے صد ہا علماً و فضلاً ملت نے فیض حاصل کیا۔ ان کے بیشتر شاگرد
مامون کے دور میں دینی خدمات میں مشغول و مصروف تھے۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ مامون کے عہد
میں قاضی القضاۃ کے اہم ترین منصب پر فائز تھے اور تاریخ کے قارئین جانتے ہیں کہ امام یوسف رحمۃ
اللہ علیہ کے علاوہ مامون کی زرپاشیاں کسی اور محقق و محدث کو اپنی جانب نہیں کھینچ سکیں اور آسمانِ علم و فضل
کے بہت سے درخشندہ ستارے مامون اور مقتسم کی زرپاشیوں کی دسترس سے بہت دور نکل گئے تھے۔

علوم دین کے یہ متوالے رسول خدا ﷺ کی محبت سے سرشار یہ ہستیاں، الگ تھلگ گوشوں میں گمنامی اور ناشناسی کے زاویوں میں بیٹھے ہوئے دینی خدمات میں منہمک تھے۔ ہاں مامون کے بیت الحکمت سے بہت سے دنیا پرست، زرپاشیوں سے مرعوب ہونے والے حضرات عبرانی، سریانی، یونانی، سنسکرت اور فارسی زبانوں میں لکھی جانے والی کتابوں کو عربی میں منتقل کر کے خوب خوب دنیا کا رہے تھے۔ باایں ہمہ ان کا علم و ادب کے سر پر احسان عظیم ہے شاید میرے ان الفاظ سے عصر حاصل کے بعض ارباب علم و فضل اتفاق نہ کریں لیکن تاریخ کا یہی متفقہ فیصلہ ہے کہ خلق قرآن کے مسئلہ پر جب مامون کی ضد نے اپنے غیظ و غضب کی تلوار کو بے نیام کیا تو اس وقت حق گوئی کی جسارت کرنے والے صرف چار حضرات تھے جن کے سرخیل، ملت اسلامیہ کے رجل عظیم، صداقت دینی کی گود میں پرورش پانے والے، علم کی لاج رکھنے والے سطوت شاہی اور جبروت سلطانی کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرنے والے حضرت محی دین و ملت امام ہمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تھے اور آپ کے تین ساتھی، ورنہ مامون کے غضب شاہی نے ہزاروں صاحبان جبہ و دستار کو سرنگوں کر دیا۔

مختصر یہ کہ عباسی دور کی مذہبی تاریخ ایسے ہی سرفروشوں اور بے لوث پاک دامن حضرات کے نفوس قدسیہ اور فکری کاوشوں کا صدقہ ہے کہ انہوں نے تاریخ اسلام میں بنی عباس کے دور کو اسلامی تاریخ کا ایک ورق زریں بنادیا جس کی چمک دمک نے امراء عباسیہ کی رنگین محفلوں، عیش کوشیوں، تخت و تاج سے محبت کے افسانوں، باہمی رقابتوں، خانہ جنگیوں اور خونِ مسلم کی ارزانی کو ہماری نگاہوں سے بہت حد تک چھپا دیا۔ میں بڑے وثوق کے ساتھ یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر ان حضرات کے یہ علمی اور مذہبی کارنامے اس دور کی تخلیق نہ ہوتے تو دورِ عباسیہ کے اوراق زریں بالکل سادہ پڑے ہوتے۔ پھر اس پر برا مکہ کا بذل اور سخاوت، عجمی تمدن کی لطافت و نفاست اور عجمی معاشرہ کی بوقلمونیوں نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا اور اس کی بدولت وہ بھی اپنے خداوندانِ نعمت کے تذکروں کے ساتھ تاریخ اسلام میں زندہ جاوید بن گئے۔ آپ ذرا اس داد و دہش کے ورق کو الٹ دیجئے پھر تیغ عریاں کی کاٹ ملاحظہ کیجئے جس کی زد میں عراق، عجم، مصر و شام اور ماورالنہر کے سارے ہی علاقے تھے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ عباسی دور کے بعد مسلمانوں کی ادبی خدمات اور ان کے مذہبی شغف یعنی مذہبیات پر کام کرنے میں فرق آگیا، ایسا نہیں ہے۔ عباسیوں کے عروج کے بعد سلجوقی، ایوبی اور غزنوی دور میں بھی اکابرین ملت اپنی تحقیق و تلاش کے نتیجے ارباب علم کے سامنے پیش کرتے رہے لیکن آپ کو حیرت ہوگی کہ اس دور میں بھی عباسی دور کی طرح یہ خدمات عربوں سے زیادہ عجمیوں نے سرانجام دیں۔ تفسیر و تدوین حدیث و فقہ پر علمائے عجم نے جو کام کیا ہے حقیقت تو یہ ہے کہ تیغ تابعین

رحمہم اللہ کے بعد ایسی خدمت اہل عرب بھی نہ کر سکے۔ یہاں اس کے اسباب و علل بیان کرنے کا موقع نہیں انشاء اللہ ﷻ کسی اور موقع پر آپ کے سامنے ان اسباب و علل کو بھی پیش کروں گا اور بتاؤں گا کہ صحاح ستہ کی تدوین فقہ کی عظیم الشان کتب کی ترتیب اور تفسیر پر گرانمایہ سرمایہ عجمی حضرات کے ہاتھوں کیوں سرانجام پایا۔

پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں عراق، مصر و شام میں جو علمی ذخیرہ علمائے کرام اپنی یادگار چھوڑ گئے وہ حیرت خیز بھی ہے اور ہمارے لئے موجب فخر و مباہات بھی۔ مذہبیات و عقلیات میں وہ کونسا موضوع ہے جس پر علمائے عجم نے قلم نہیں اٹھایا، تاریخ اسلام اور تاریخ تمدن کا واقع سرمایہ انہی حضرات کا شرمندہ احسان ہے اور ان حضرات کی ان فکری کاوشوں کا یہ سلسلہ ہر صدی میں جاری و ساری رہا۔

نویں صدی ہجری میں ابوالغازی سلطان حسین باسقر شاہ ہرات کا دور بھی علم و فضل کی سرپرستی میں ایک ناقابل فراموش دور ہے۔ سلطان حسین شاہ ہرات کے دور میں ہرات دوسرا بغداد تھا۔ حضرت مولانا عبدالرحمن جامی صاحب شرح جامی، تہذبات الانس، شواہد النبوت، ملا حسین واعظ کاشفی صاحب تفسیر حسینی، میرخوند، میرعلی شیرنوائی، ملا معین ہروی صاحب معارج النبوت، جیسے ارباب علم و فضل اس کے دربار سے وابستہ تھے۔ وہ خود بھی ایک صاحب طرز انشاء پرداز تھا چنانچہ اس کی یادگار ”مجالس العشاق“ آج بھی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہے۔ سلطان حسین کے سلسلے میں تو زک بابری کا یہ فقرہ پڑھے آپ کو اندازہ ہوگا کہ علماً و فضلاً کی قدردانی میں وہ کس حد تک بڑھ گیا تھا۔

”زمانے سلطان حسین مرزا عجب زمانے بود از اہل فضل مردم بے نظیر خراسان بہ خصوصی شہر ہری مملو بود“۔

ہرات کی طرح نیشاپور، اصفہان (اصفہان)، دمشق، حلب اور مصر بھی علم و فضل کے مرکز تھے۔ اب میں مختصراً آپ کے سامنے ان چار صدیوں میں جو کچھ مذہبی و ادبی سرمایہ ہمارے سامنے آیا اس کو موضوع وار پیش کرتا ہوں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ یہ گرانقدر سرمایہ کن تصانیف پر مشتمل ہے۔ ہر چند کہ تمام کتابوں یعنی ان چار قرونوں کی تصانیف کا احاطہ اور استقصا ایک امر دشوار ہے لیکن میں آپ کے سامنے بغیر کسی تبصرہ کے صرف ان کتب کے نام مع مصنف پیش کر دوں گا۔

علم تفسیر

دوسری صدی ہجری اور تیسری صدی ہجری میں تفسیر پر بہت کچھ کام ہوا۔ دوسری صدی ہجری

کے اواخر میں اس موضوع پر قلم اٹھایا گیا اور سب سے پہلی تفسیر حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی۔ تیسری صدی ہجری کی مشہور تفاسیر میں تفسیر ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور تفسیر ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ تفسیر تستری بھی قابل ذکر ہیں۔ اب پانچویں صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک کے تفسیری سرمایہ پر نظر ڈالنے تو آپ کو یہ گراں مایہ تفاسیر ملیں گی:

معالم التنزیل بغوی	امام بغوی ابو محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ	۵۱۶ھ
الجامع	حافظ ابوالقاسم اسماعیل اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ	۵۳۵ھ
تفسیر کشاف	علامہ محمود زحشری رحمۃ اللہ علیہ	۵۳۸ھ
زاد المسیر	ابوالفرج عبدالرحمن المعروف بہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ	۵۹۷ھ
تفسیر کبیر (مفتاح الغیب)	امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ	۶۰۶ھ
التبصرہ	امام موفق الدین کواشی موصلی رحمۃ اللہ علیہ	۶۸۰ھ
انوار التنزیل	قاضی امام ناصر الدین بیضاوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ	۶۸۵ھ
مدارک التنزیل	امام عبداللہ بن احمد نسفی رحمۃ اللہ علیہ	۷۱۰ھ
تبصرة الرحمن	شیخ زین الدین علی رحمۃ اللہ علیہ	۷۱۰ھ
غرائب القرآن	علامہ نظام الدین حسن قسیمی نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ	۷۵۰ھ
لباب التاویل فی معانی التنزیل	شیخ علاؤ الدین علی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۷۷۱ھ
تاویلات قرآن (تاویلات کاشانی)	شیخ کمال الدین کاشی سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ	۸۸۷ھ
تفسیر اصبہانی	شمس الدین الوائلی شافعی الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ	۷۷۹ھ
تفسیر ابن کثیر	امام حافظ ابوالفدا اسماعیل قرشی دمشقی رحمۃ اللہ علیہ	۷۷۳ھ
تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ	۸۱۷ھ
نظم الدرر	شیخ برہان الدین بقاعی رحمۃ اللہ علیہ	۸۸۵ھ
الدر المنثور و تفسیر جلالین	حافظ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	۹۹۱ھ

ان تفاسیر میں میں نے مصنفین و علمائے اندلس کی تفاسیر کو شامل نہیں کیا ہے۔ مندرجہ بالا مفسرین میں اکثریت فضلاء و علمائے عجم کی ہے اور اس کے بعد شامی و عراقی حضرات ہیں۔ یہ تمام تفاسیر جو میں نے ذکر کی ہیں پانچویں صدی ہجری سے نویں صدی ہجری تک لکھی جانے والی تفاسیر ہیں۔ یہ نہیں کہ یہ سلسلہ بس یہیں ختم ہو گیا بلکہ بحمد اللہ کہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اس برصغیر پاک و ہند میں بھی اس فن شریف پر بہت کچھ کام ہوا ہے۔

تدوین حدیث شریف اور مشہور مدوّنین

فن تفسیر کی طرح فن حدیث پر بھی بنی عباس کے دور میں اور اس کے زوال کے بعد بھی خوب خوب لکھا گیا۔ اگرچہ تدوین حدیث کے سلسلہ میں تیسری صدی میں جو کچھ کام ہوا اور اس کو جو شہرت حاصل ہوئی ویسی شہرت اور کسی زمانے کو میسر نہ آ سکی چنانچہ صحاح ستہ کے عظیم الشان مجموعے تیسری صدی ہجری میں مدوّن ہوئے۔ چوتھی پانچویں، چھٹی ساتویں، آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں بھی اس فن شریف پر خوب کام ہوا (ہر چند کہ یہ صدیاں اپنی آغوش میں ہزاروں فتنے لئے ہوئے تھیں) بایں ہمہ

محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۱۱ھ

عبدالرحمن بن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ ۳۷۱ھ

علی بن عمر دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۵ھ

احمد بن قانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۲۵ھ

احمد بن عبداللہ ابونعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ ۴۳۰ھ

علی بن احمد بن حوم رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۷ھ

احمد بن حسین بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۸ھ

احمد بن ثابت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۴ھ

عبدالرحمن بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ ۴۷۰ھ

حسین بن مسعود البغوی رحمۃ اللہ علیہ ۵۱۶ھ

ابوالقاسم علی بن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ۵۷۱ھ

عبدالرحمن الجوزی البکری رحمۃ اللہ علیہ ۵۹۷ھ

عبدالرحمن ابوشامہ رحمۃ اللہ علیہ ۶۶۵ھ

ابوالحسن علی بن احمد النخعی رحمۃ اللہ علیہ ۶۹۰ھ

عبدالمومن بن خلف الدمیاطی رحمۃ اللہ علیہ ۷۰۵ھ

محمد بن احمد الذہبی رحمۃ اللہ علیہ ۷۴۸ھ

مغلطائی بن قلیج رحمۃ اللہ علیہ ۷۶۲ھ

سراج الدین عمر بلقنی رحمۃ اللہ علیہ ۸۰۵ھ

شمس الدین محمد بن محمد الجزری رحمۃ اللہ علیہ ۸۲۳ھ

الشہاب احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ۸۵۲ھ

محمد بن عبدالرحمن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ ۹۰۲ھ

عبدالرحمن جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ۹۱۱ھ

احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ۹۲۳ھ

عبدالرحمن بن علی الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ ۹۴۲ھ

شہرت کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکے۔

اسی طرح فقہ پر ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے بعد بہت سے حضرات نے ان قرن ہائے مابعد میں کام کیا اور ان کے کارنامے آج تک زندہ ہیں۔ فقہ اصول فقہ اور اصول حدیث پر ان کی تصانیف ہمارے لئے مشعل راہ ہیں (میں نے یہاں فلسفہ منطق ادب علم الکلام وغیرہ کا ذکر قصداً نہیں کیا ہے کہ اس عظیم الشان ذخیرے کا بطور اختصار بھی ذکر کرنا تفصیل طلب ہوگا)۔ میں ان موضوعات پر جو کچھ کام ہوا ان کتب کے نام مع مصنفین بھی اگر اختصار کے ساتھ پیش کروں تو مقدمہ کے یہ محدود صفحات اس کی تاب نہ لاسکیں گے اس لئے میں یہاں صرف تاریخ اسلام اور سیرۃ النبی ﷺ پر ذرا کھل کر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

تاریخ اسلام

جیسا کہ موضوع سے ظاہر ہے ابتدائے اسلام یا قرن ہائے قریب الاسلام میں اس موضوع سے صرف صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تذکرہ اور ان کے وہ محاربات مراد لئے جاتے ہیں جو اسلامی سلطنت کی توسیع میں ان کو پیش آئے۔ سیرۃ النبی ﷺ ایک علیحدہ اور جداگانہ موضوع تھا اسی کے ساتھ مغازی رسول اکرم ﷺ کو بیان کر دیا جاتا تھا۔ مدتوں یہ موضوع انہی حدود میں محدود رہا، دوسری تیسری صدی ہجری کے بعد جب اسلامی حکومت کے حدود وسعت پذیر ہوئے اور اسلامی تمدن اور معاشرہ نے ایک ہمہ گیر رنگ پیدا کر لیا۔ اس وقت تاریخ اسلام کا دامن بھی وسیع ہو گیا اور پھر جو اس موضوع پر تالیفات کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کثرت سے اس پر لکھا گیا کہ تاریخ کے دامن کو ہمارے مصنفین نے اس طرح بھر دیا کہ اس میں کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔ صرف یہی نہیں کہ ہمارے اسلاف نے تاریخ تمدن پر قلم اٹھانے کو بس سمجھا بلکہ انہوں نے تاریخ کے تقریباً ۴۰۰ موضوعات پر قلم اٹھایا۔ آپ اگر اس کی وضاحت کے خواستگار ہیں تو علامہ راغب طباخ رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ الآراء تصنیف ”الثقافة الاسلامیہ“ یا اس کا بہترین شستہ ترجمہ ”تاریخ افکار و علوم اسلامی“ ملاحظہ کیجئے۔ آپ حیران رہ جائیں گے کہ ہمارے اسلاف نے اس موضوع پر کس قدر حیرت انگیز کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے سب سے پہلے سیرۃ النبی ﷺ پر لکھی جانے والی کتابوں کا ذکر کرنا ہے کہ ہمارے اسلاف کرام نے سب سے پہلے تاریخ کے تحت اسی موضوع پر قلم اٹھایا تھا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے جو کچھ لکھا گیا وہ ”مغازی“ پر لکھا گیا۔ حضور سرور کائنات ﷺ کے غزوات ان کے اسباب اور نتائج کو تفصیل کے ساتھ جن کتب میں پیش کیا گیا ہے وہ کتب تاریخ ادب میں ”مغازی“ کے نام سے مشہور ہیں اور پہلی صدی ہجری میں سیرۃ النبی ﷺ کے اس پہلو پر کچھ لکھنا ہی سیرت نگاری سمجھا جاتا تھا۔

”مغازی“ پر سب سے پہلی کتاب محمد اسحاق مطہری رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) کی ہے۔ یہ دوسری صدی ہجری کی تصنیف ہے۔ آپ کے نام کے ساتھ ہی ابو معز بنیح رحمۃ اللہ علیہ سندھی المتوفی ۵۰۰ھ کا نام بھی لیا جاتا ہے لیکن آپ کی کوئی تصنیف اس موضوع پر محفوظ نہیں ہے۔ جناب اسحاق مطہری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مشہور سیرت نگار امام محمد بن عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۱۸ھ المعروف بہ ابن ہشام ہیں۔ آپ کی تصنیف ”سیرت ابن ہشام“ نہ صرف اپنے تقدم کے اعتبار سے بلکہ جامعیت کے اعتبار سے بھی بہت

۱۔ گیارہویں صدی ہجری کے مشہور مورخ اور عالم حاجی خلیفہ صاحب کشف الظنون کہتے ہیں کہ ہم نے تیرہ سو تک تاریخی کتب شمار کی ہیں۔ اسی طرح علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی تاریخ ”بحر المحیط“ میں اگر تاریخ کی تمام انواع کو سمیٹ لیتا تو میری تاریخ چھ سو جلدوں پر محیط ہوتی۔ (تاریخ افکار و علوم اسلامی)

مشہور ہے اور اس کی شہرت آج تک قائم ہے۔ اردو میں بھی اس کے متعدد تراجم ہو چکے ہیں۔ سیرۃ ابن ہشام کے بعد بہت سی کتابیں سیرۃ النبی ﷺ پر لکھی گئیں۔ سیرت مبارکہ پر تصنیف کا کام چوتھی صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک بہت کچھ ہوا اور اس پانچ سو سال کی مدت میں صد ہا کتب صرف سیرت مبارکہ پر لکھی گئیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے پہلے سیرت پر کچھ کام نہیں ہوا۔ بہت سے حضرات نے سیرت پر کتابیں تصنیف کیں۔ ایک ان میں ابو بکر عبدالرزاق بن الحمام الحمری رحمۃ اللہ علیہ ہیں متوفی ۲۲۱ھ دوسرے ابو العباس قرشی الاشقی رحمۃ اللہ علیہ ہیں متوفی ۱۹۵ھ لیکن چوتھی صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک سیرت نگاری پر عربی زبان میں بہت کام ہوا۔

قارئین کرام یہ بات ملحوظ رکھیں کہ میں یہاں تاریخ اسلام سے بحث نہیں کر رہا ہوں ورنہ ابن اثیر طبری ابوالفداء واقدی ابن خلدون رحمہم اللہ وغیرہ کا ضرور ذکر کرتا۔ ان کا تذکرہ میں حسب موقع کروں گا یہاں صرف سیرت نگاروں سے بحث کر رہا ہوں۔ چوتھی یا پانچویں صدی ہجری سے اگر آٹھویں صدی ہجری تک کے سیرۃ نگاروں کا فرداً فرداً تذکرہ کروں تو یہ تعداد بھی سینکڑوں سے متجاوز ہو جائے گی ان حضرات میں ابن حبان ابن عبدالبر ابو محمد بن حزم دمیاطی مقدسی مغلطائی گلہائے سرسبد رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ حضرات تو وہ ہیں جنہوں نے رسول اکرم نبی محترم ﷺ کی سیرت طیبہ کے تمام پہلوؤں کو ایک یاد و مجلد میں پیش کر دیا ہے۔ دلدادگان سرور ذیشان نے تو شامل نبوی ﷺ پر سیرت النبی سے بھی زیادہ بڑھ چڑھ کر لکھا ہے۔ خصائص نبوت بعثت و اعلام نبوت پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ خلق نبی ﷺ و فضائل نبوت پر دل کھول کر لکھا گیا اور سراپائے اقدس پر قلم اٹھایا گیا۔ ابوالخثری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف اس سلسلہ میں قابل ذکر ہے۔ حقوق المصطفیٰ ﷺ کے نام سے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ایک شاہکار ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کے سراپائے جمال پر شامل ترمذی مشہور زمانہ کتاب ہے۔ خطبات نبوی مکاتیب نبوی ﷺ پر قلم اٹھایا گیا۔ معراج شریف پر مستقل کتابیں لکھی گئیں اور چند اہل قلم حضرات نے معجزات سرور کائنات ﷺ کو اپنی سیرت نگاری کا موضوع بنایا۔ ان میں حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محترم علامہ جلال الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کو دنیا ان کی تصنیف معجزات النبی ﷺ کے باعث نہیں بھول سکتی اور خود علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ”الخصائص الکبریٰ فی المعجزات خیر الوری“ کے مصنف ہیں اور اس موضوع پر ان کی کتاب سیرۃ کی کتابوں میں ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔ الغرض حیات طیبہ و مقدسہ کے ہر نورانی پہلو پر قلم اٹھایا گیا۔ اس سیرت نگاری کے سلسلے میں ایک شبہ کا ازالہ کر دوں کہ اگر مجموعہ ہائے حدیث رسول مکرم ﷺ کو

بھی اس موضوع کے تحت شامل کر لیا جائے یعنی اخبار و آثار کو تو اس صورت میں کتب سیرۃ مبارکہ کا شمار ناممکن ہے کہ تمام ترجموے ہائے حدیث درحقیقت سیرۃ النبی ﷺ کے مجموعے ہی تو ہیں۔ بعض مجموعہ ہائے حدیث میں شامل نبوی کا تو ایک جداگانہ باب ہے چنانچہ صحاح ستہ ہی کو لے لیجئے ان میں سے بعض مجموعوں میں شامل نبوی ﷺ کا ایک ایک باب موجود ہے اس طرح تمام مسانید، معاجم اور مؤلفات میں بھی آپ سیرۃ النبی ﷺ کا عنوان موجود پائیں گے۔

چنانچہ اکثر مورخین اسلام نے سیرۃ النبی ﷺ پر لکھنے والوں میں تمام ایسے محدثین کرام کو شامل کر لیا ہے جنہوں نے تدوین حدیث (کلام رسول اللہ ﷺ) پر کام کیا ہے۔ مگر میری مراد ان مجموعہ ہائے حدیث مبارکہ سے نہیں ہے بلکہ میں جہاں سیرت نگاری یا سیرت نبوی کہتا ہوں وہاں میری مراد اس سے ایسی تصنیفات ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ کی سیرۃ طیبہ کو صرف موضوع بنایا گیا اور آپ کی حیات طیبہ کو زیر بحث لایا گیا ہے اور مقدس زندگی کے پاک واقعات کو بقید ماہ و سال رقم کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ میں اس موضوع پر لکھنے والوں میں صرف چند حضرات کے نام ہی لے سکا ہوں۔

آٹھویں، نویں اور دسویں صدی ہجری میں امام ابوالفتح محمد بن محمد اندلسی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۴۲ھ المعروف ابن سید الناس کی ایک جامع کتاب سیرۃ النبی ﷺ پر ”عُيُونُ الْأَشْرَفِي فُنُونُ الْمَغَازِي وَالسِّيَرِ“ ہے اس کے بعد متاخرین میں علامہ نور الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرۃ موسوم بہ ”إِنْسَانُ الْعُيُونِ فِي السِّيَرَةِ الْأَمِينِ الْمَأْمُونِ“ ہے۔

یہ تو وہ مصنفین سیرت تھے جنہوں نے عربی زبان میں سیرۃ مقدسہ پر قلم اٹھایا اب رہے فارسی زبان میں سیرت النبی ﷺ پر لکھنے والے۔ تو میرے قارئین اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ عہد فاروقی میں جنگ قادسیہ کے بعد ایرانی پرچم اسلامی پرچم کے سامنے سرنگوں ہو گیا تھا اور اسلامی حکومت کی جانب سے یہاں مختلف صوبوں میں عاملوں کا تقرر ہونے لگا۔ بادشاہت کا چراغ گل ہو گیا، یزد جرد مارا گیا اور شاہی خاندان کی ایک دختر شہر بانو حضرت امام حسین ﷺ کے عقد میں آئیں۔ عربوں کے تسلط کے بعد ایران کے مختلف صوبوں میں عربی زبان کا اس تیز رفتاری کے ساتھ قدم بڑھا کہ عقل حیران ہے۔ دور عباسیہ کے فروغ کی پہلی اور دوسری صدی میں ایران میں مذہبیات پر جو کام ہوا اس کی نظیر دنیائے اسلام میں نہیں ملتی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم الکلام پر جو کراں قدر ذخیرہ اس زمانے کی یادگار ہے اس کا پچھتر فیصد حصہ عجمی حضرات کی نگارشات (تصنیفات) پر مشتمل ہے اور صرف پچیس فیصد غیر عجمی یعنی مصری، شامی، عراقی اور حجازی مصنفین کی نگارشات پر مبنی ہے۔ اس کے اسباب و علل پر یہاں بحث کرنا میرے موضوع مقدمہ سے خارج ہے۔ یہ صورت حال تو منقولات کی تھی۔ معقولات

اور دیگر فنون پر اگر نظر ڈالنا مقصود ہو تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ امام رازی اور البیرونی رحمہما اللہ کی تصانیف کا سرسری جائزہ ہی لے لیجئے۔ ان عجمی حضرات کے تبحر علمی نے عربی زبان میں مذہبیات کے خزانے کو جس طرح مالا مال کیا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ ملک شاہ سلجوقی اور نظام الملک کی علم دوستی کی بدولت ہزاروں علماء عباسیوں کے پر آشوب ماحول سے کھنچ کھنچ کر ترکی اور عجمی سلاطین کے دامن دولت سے وابستہ ہو کر پوری آسودگی کے ساتھ علمی خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ ایران کی سرزمین ایک مدت تک طوائف الملوکی کی آماجگاہ بنی رہی اور پھر اس کے بہت سے ٹکڑے ہو گئے اور خود مختار سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ انہی خود مختار سلطنتوں میں ہرات کی سلطنت تھی جس کا علم دوست بادشاہ ابوالغازی سلطان حسین فضلاء اور علماء کی قدردانی میں اپنی آنکھیں بچھاتا تھا۔ اس کے دربار سے نامور علماء وابستہ تھے حضرت مولانا عبدالرحمن جامی ملا حسین واعظ کاشفی (صاحب تفسیر حسینی) میر علی شیر نوائی، خواند میر میر خوند رحمہما اللہ جیسے مصنفین اس کے دربار سے وابستہ تھے۔ حضرت جامی کی شہرت کا موجب صرف ان کی شاعری ہی نہیں بلکہ عربی زبان میں ”شرح جامی“ ان کا ایک لافانی شاہکار ہے جو آج بھی درس نظامی میں ایک قابل قدر تصنیف شمار ہوتی ہے۔ ان کا خمسہ ”خمسہ نظامی“ کے جواب میں اپنی جگہ ایک یادگار کارنامہ ہے۔ میں نے ہرات کے دربار کا ذکر بے وجہ نہیں چھیڑا میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ جس طرح عجمی علمائے عظام نے دینیات و مذہبیات پر عربی اور فارسی زبان میں گراں بہا اضافہ کیا اسی طرح سیرت مقدسہ کے موضوع پر بھی قلم اٹھایا گیا۔ سب سے پہلے مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کو لیجئے کہ قطع نظر ان کی عربی تصانیف کے صوفیائے کرام کا تذکرہ ”نفحات الانس“ ان کا ایک نہ مٹنے والا کارنامہ ہے۔ اسی طرح سیرت نبوی ﷺ پر شواہد النبوت (فارسی زبان میں) ان کی مبسوط تو نہیں بلکہ متوسط درجہ کی تصنیف ہے۔ دربار ہرات کے ایک دوسری قاضی ملا معین ہروی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے ”معارج النبوت“ سیرت مقدس پر فارسی زبان میں اپنی یادگار چھوڑی ہے لیکن ”شواہد نبوت“ کے برخلاف ”معارج النبوت“ کی نثر مسجع و مقشع ہے اور اسلوب بیان بھی پیچیدہ اور الجھا ہوا ہے لیکن شواہد نبوت سے ضخامت میں معارج النبوت زیادہ دقیق اور مہتمم بالشان ہے۔

اب ذرا اس برصغیر کی طرف آئیے تو اس برصغیر میں غزنوی اور غوریوں کے دم قدم سے علمائے کرام کی آمد و رفت شروع ہو گئی اور لاہور اس زمانے میں علم و فن کا گہوارہ بن گیا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے ایک مشہور صاحب قلم عجمی صوفی بزرگ ہیں اور آپ کی کشف المحجوب یادگار زمانہ ہے۔ حضرت حسن صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی مشارق الانوار عربی زبان میں اس دور کا ایک یادگار

اور دقع مجموعہ حدیث ہے۔ مذکورہ شاہی خانوادے علم دوستی اور قدردانی میں بہت پیش پیش تھے۔ سراج عقیف، تعلق خاندان سے وابستہ تھا اور تاریخی فیروز شاہی اس کی یادگار ہے لیکن یہ تسلیم کرنے میں کچھ باک نہیں اور نہ یہ اقرار بیجا ہوگا کہ ان خاندانوں کے دامن سے وابستہ ادیب و انشا پرداز مذہبیات پر کوئی دقع تصنیف اپنی یادگار نہیں چھوڑ گئے۔ فقہ کی مشہور اور جامع تالیف ”فتاویٰ تاتارخانیہ“ خانوادہ غزنویہ یا غوری کی یادگار نہیں بلکہ وہ عہد فیروزی کی یادگار ہے۔ دکن میں حضرت گیسو دراز بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ نے رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ قلم بھی اٹھایا۔ لیکن ان کی تصانیف کا ذخیرہ ”تصوف“ کا گرانقدر سرمایہ ہے۔ اسی طرح بزرگان چشت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات !!

لودھیوں کے بعد جب مغلیہ سلطنت کا یہاں قیام ہوا اور پانی پت کا میدان بابر کے ہاتھ رہا تو اس کی تمام تر توجہ استحکام سلطنت کی طرف مبذول رہی اور علم و ادب کو کچھ ترقی نہ مل سکی۔ دینی کتب پر بھی بہت کم قلم اٹھایا گیا۔ بجز اس کے کہ تصوف کو کافی ترقی ہوئی اور تصوف میں نئے نئے نظریات قائم ہو کر اشاعت پذیر ہوئے۔ بابر کی خودنوشت سوانح کا یہاں ذکر نہ کرنا نا انصافی ہوگی۔ اس نے ترک بابر کی لکھ کر یہ ثابت کیا کہ تلوار کی طرح وہ قلم کا بھی دھنی ہے۔ بابر کے بعد ہمایوں کا عہد علمی ترقی سے بالکل خالی ہے۔ خود ہمایوں کو پرسکون زندگی گزارنا میسر نہ ہو سکا اور اس کی بد نصیبی اس کو ادھر ادھر پریشانی حال کے ساتھ لئے پھرتی رہی۔

البتہ اس کی تلافی اس کے نامور ناخواندہ فرزندہ شہنشاہ اکبر نے کردی اور فارسی ادب کے ساتھ ساتھ سنسکرت اور برج بھاشا کو اس کی سرپرستی میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ متعدد تصانیف و تالیفات کے ساتھ ساتھ تراجم پر بھی کام ہوا۔ ہندوؤں نے فارسی سیکھ کر دربار کی نگاہ میں عزت حاصل کی اور مسلمانوں نے ہندی اور سنسکرت سے فارسی زبان میں تراجم کر کے رواداری کا ثبوت مہیا کیا۔ جیسے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے تراجم میں شیخ حاجی سلطان تھانیسی رحمۃ اللہ علیہ نے مہا بھارت کا فارسی ترجمہ کیا، عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے منتخب التواریخ لکھی، ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر نامہ اور آئین اکبری، نظام الدین بخشی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات اکبری فارسی زبان میں تصنیف کیں۔ یہ تمام تر کام ادبی حیثیت رکھتے ہیں۔ مذہبی حیثیت سے اس کو پیش نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ علامہ فیضی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بے نقط یعنی ”سواطع الالہام“ جو از اول تا آخر صنعت مہملہ میں لکھی گئی ہے مذہبیات میں ایک شاندار کارنامہ اور ایک مثالی تفسیر ہے۔

اکبری دور میں علم و ادب کی ترقی میں معقولات کا فروغ ناقابل فراموش ہے۔ علمی اور تعلق خانوادوں کے زمانے میں فقہ اور اصول فقہ کو فروغ حاصل ہوا ہے اور فتاویٰ تاتارخانیہ اس عہد کا ایک

لازوال فقہی کارنامہ ہے۔ اسی طرح فلسفہ و منطق کو اکبری عہد میں فروغ حاصل ہوا اور حکیم فتح اللہ شیرازی کی معقولاتی کوششوں کو نہیں بھلایا جاسکتا۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا منقولات (قرآن تفسیر، حدیث شریف وغیرہ) پر توجہ نہیں کی گئی۔ علماء و فضلاء کی تمام تر توجہ اسی طرف تھی یا پھر ملکی تاریخ اور فنون لطیفہ کے فروغ کی طرف جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں۔ منقولات میں صرف ”سواطع الالہام“ کو پیش کیا جاسکتا ہے اور بس! اس لئے سیرت النبی ﷺ پر عہد اکبری میں کسی عالم نے قلم نہیں اٹھایا۔ تصوف کو حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت فروغ حاصل ہوا لیکن حضرت نے احیاء دین کے لئے جو کچھ کیا وہ تقریری تھا تحریری نہ تھا۔

اکبر کے بعد جہانگیر کا دور شروع ہوا تو اس دور میں بھی فنون لطیفہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ مدرسوں میں وہی درس نظامی رائج تھا جس میں منقولات کے بجائے معقولات کی کثرت تھی۔ جہانگیر بھی صاحب قلم تھا اور شعر و شاعری کا دلدادہ تھا۔ اس کی تزک آج بھی خودنوشت سوانح میں ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ اس دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ کوششیں قابل ذکر ہیں جو تزکیہ نفوس کے لئے انہوں نے اپنے انفاس قدسیہ یا مکتوبات کے ذریعہ پیش کی ہیں یا چند رسائل تحریر فرمائے جن کا عمومی موضوع تصوف ہے!

عہد جہانگیری میں صرف ایک ہستی محدث علامہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جن کی ذات والا سے علوم دینی کا نیا دور شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے اس برصغیر میں حدیث شریف کے موضوع کا احیاء کیا اور اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ اس وقت کی ملکی زبان یعنی فارسی میں تحریر فرمائی۔ اسی مشکوٰۃ شریف کی شرح عربی زبان میں ان کے قلم سے چھ سال کی مسلسل محنت و کاوش سے ”لمعات“ کے نام سے آج بھی یادگار ہے۔ تاریخ مدینہ یعنی ”جذب القلوب فی دیار المحبوب“ فارسی زبان میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین کے تراجم پیش کئے۔ اور آپ کی سب سے قدیم سوانح حیات بہجت الاسرار کی فارسی میں تلخیص زبدۃ الآثار کے نام سے ہے (یہ دارالشکوہ کی فرمائش پر آخر عمر میں لکھی گئی)۔ صوفیائے ہند کا تذکرہ اخبار الالاخیار کے نام سے پیش کیا۔ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر تصانیف کا ذکر یہاں مقصود نہیں ہے ان کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہے۔ میں یہاں آپ کی اس عظیم الشان کتاب کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس برصغیر ہندو پاک میں سب سے پہلے محبت رسول اکرم ﷺ میں آپ کے قلم سے نکلی اور آج بھی عقیدت کی نگاہیں احترام سے اس کو دیکھتی ہیں اور وہ ہے مدارج النبوت (دو جلد) جلد اول میں خصائص نبوت کو پیش کیا ہے اور سراپائے حضور اکرم ﷺ پر بڑے اہتمام و احترام کے ساتھ قلم اٹھایا ہے اور جلد دوم میں آپ کی ولادت

باسعادت سے جمیع غزوات و وصال تک کے تمام حالات بکمال تحقیق و حوالہ جات بیان کئے ہیں۔^۱ اور سیرت طیبہ کے ان پہلوؤں کو بھی نمایاں کیا ہے جن کو عام طور پر سیرت نگار حضرات معرض وجود میں نہیں لاتے۔

وثوق کے ساتھ یہ کہنا دشوار ہے کہ مدارج النبوت کا سال تحریر آغاز و اختتام کیا ہے۔ یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ۱۶۰۰ء کے بعد ہی مدارج النبوت لکھی گئی۔ آپ ایک عاشق رسول ﷺ تھے اسی عشق رسول نے آپ سے لمعات اشعة اللمعات جذب القلوب اور مدارج النبوت لکھوائی۔ چنانچہ مدارج النبوت کی وجہ تصنیف کے سلسلہ میں رقمطراز آپ حضرت محدث دہلوی قدس سرہ کے اس ارشاد کو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ دسویں صدی ہجری میں رفعت مقام رسالت سے گریز و عدم اعتنا کا کیا عالم تھا۔ دسویں صدی ہجری میں ایسے باغی اذہان موجود تھے جن پر خاتم النبیین ﷺ کے مقام ارفع و اعلیٰ کے تذکرے بارتھے۔ جب خواص کا یہ عالم تھا تو عوام کا کیا حال ہوگا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

چوں از فسادِ زماں انحرافے در مزاج وقت بعضے از
درویشان مغرور این روزگار راہ یافتہ و از تنگی حوصلہ
ادراک پایۂ ارفع و اعلیٰ و مقام محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) را کہ ہیچ
کس را یدرک و دریافت آن راہ نیست۔ نشاختہ، تقصیرے در
ادائے حق نمودہ و از جادۂ دین و صراط مستقیم برافتادہ
بودند، لازم حق مسلمانی آن نمود کہ احوال و صفات
قدسیہ نگارش نمایند این بے خبراں راز از حقیقت حال
آگاہ گردانند۔
مقدمہ: (مدارج النبوت فارسی)

زمانے کے فتنہ و فساد (بدعقیدگی) کے باعث اس عہد کے بعض مغرور درویشوں کے مزاج میں کج روی پیدا ہو گئی ہے اور اپنی کم ظرفی کے باعث وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام ارفع و اعلیٰ کا ادراک نہیں کر سکتے (کہ حقیقتاً اس مقام کی معرفت ہر ایک کے لئے ناممکن ہے) اور اس سلسلہ میں ان سے کوتاہی سرزد ہوئی ہے اور ادائے حق میں قاصر رہے ہیں چنانچہ صراط مستقیم سے بہک کر دین کے راستے سے ہٹ گئے

۱۔ راقم الحروف نے جلد دوم کا ترجمہ ۱۹۶۵ء میں پیش کیا تھا اور ۱۹۷۰ء میں مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے دونوں جلدوں کا ترجمہ بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی کا ۱۶۳۲ء میں انتقال ہوا۔

ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر میں نے اپنے حق مسلمانی کی ادائیگی کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ میں حضور ﷺ کی صفات و احوال قدسیہ کو تحریر کروں اور ان بے خبروں کو حقیقت حال سے باخبر بناؤں۔

آپ اس سے سے اندازہ کر لیجئے کہ اس وقت خواص کا کیا عالم تھا اور مقام رسالت ﷺ سے بے اعتنائی کی رُو کس قدر تند و تیز تھی۔

یوں تو عہد اکبری میں مختلف موضوعات پر متعدد کتابیں لکھی گئیں لیکن سیرت نبوی ﷺ پر سوائے مدارج النبوت کے اور کوئی کتاب کسی صاحب قلم نے پیش نہیں کی۔ میں بہت ہی اختصار کے ساتھ عہد مغلیہ میں لکھی جانے والی کتابوں کا ایک سرسری سا جائزہ پیش کر رہا ہوں تاکہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ اکبر جہانگیر شاہجہاں اور اورنگزیب کے عہد میں کس موضوع پر قلم اٹھایا گیا اور کس کو نظر انداز کیا گیا۔

دور اکبری

نام مصنف	کتاب	موضوع
۱۔ ابوالفضل	اکبرنامہ	تاریخ ملکی
ابوالفضل	آئین اکبری	آئین سلطنت
۲۔ عبدالقادر بدایونی	منتخب التواریخ	تاریخ ملکی و امراء سلطنت
۳۔ علامہ فیضی	سواطع الالہام	تفسیر قرآن
۴۔ حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	مدارج النبوت	سیرت النبی ﷺ
حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	لمعات (شرح مشکوٰۃ)	حدیث شریف
حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	اشعۃ اللمعات	حدیث شریف
حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	جذب القلوب فی دیار المحبوب	تاریخ مدینۃ النبی ﷺ
حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	شرح فتوح الغیب	تصوف
حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	اخبار الاخیار	تذکرہ صوفیا
حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	زاد المتقین	تذکرہ شیوخ و اساتذہ
حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	ترجمہ غنیۃ الطالبین	تصوف

(فارسی میں)

- حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زبدۃ الآثار سوانح حیات حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ حقی یا ذکر ملوک تاریخ سلاطین
- حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مجموعہ مکاتیب و رسائل مکتوبات
- ۵۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ معارف لدنیہ تصوف
- حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ مبدا و معاد تصوف
- حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ در اثبات نبوت نبوت
- حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ تہلیلہ تصوف
- حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات تین دفتر تصوف
- ۶۔ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ شروح و حواشی پر کتب مختلفہ معقولات و حاشیہ خیالی
- ۷۔ ملا محمود جوپوری شمس بازغہ فلسفہ (حکمت)
- ۸۔ ملا محمود جوپوری کتاب الفرائد علم معانی
- ۸۔ شیخ محمد طاہر عظیم آبادی مجمع البحار مجموعہ حدیث شریف
- عهد جهانگیری**
- ۹۔ نور الدین جهانگیر بادشاہ غازی توزک جهانگیری خودنوشت سوانح حیات
- عهد شاہجہانی**
- ۱۰۔ محمد صالح کنبوہ عمل صالح تاریخ (سیاست و ملکی)
- ۱۱۔ عبد الحمید لاہور بادشاہ نامہ تاریخ (سیاست و ملکی)
- ۱۲۔ خانی خان منتخب اللباب تاریخ ملکی
- ۱۳۔ داراشکوہ سفینۃ الاولیاء تصوف
- داراشکوہ سفینۃ الاولیاء تذکرہ صوفیہ
- داراشکوہ مجمع البحرین حسانات تصوف
- العارفین
- ۱۴۔ محسن خان فانی دبستان مذاہب مذاہب عالم
- ۱۵۔ شیخ محبت اللہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ سرائخواص تصوف

تصوف	شرح فصوص الحکم	شیخ محبت اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ
تصوف	سعادۃ الخواص	شیخ محبت اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ
تصوف	رسالہ وجود مطلق	شیخ محبت اللہ الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

عہد عالمگیری

مجموعہ رقعات و خطوط	رقعات عالمگیری	۱۶۔ اورنگ زیب عالمگیر
فقہ	فتاویٰ عالمگیری	۱۷۔ چند مصنفین
تاریخ	ماثر عالمگیری	۱۸۔ محمد ساقی
تاریخ	آداب عالمگیری	۱۹۔ عاقل خاں رازی
کتب درس نظامیہ بر حواشی	کتب درس نظامیہ بر حواشی	۲۰۔ میر محمد زاہد
تفسیر	تفسیر احمدی	۲۱۔ شیخ احمد المعروف بہ
		ملا جیون
اصول فقہ	نور الانوار	شیخ احمد المعروف بہ

ملا جیون

آپ نے غور فرمایا اکبری جہانگیری شاہجہانی اور عالمگیری طور کے مشاہیر مصنفین اور ان کی تصانیف کا ایک مختصر سا جائزہ میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ غور کیجئے کہ ان علم پرور سلاطین کے دور میں خصوصاً شاہجہان کے زمانے میں بھی سیرت النبی ﷺ پر قلم اٹھانے والے صرف حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو نتیجہ تھا ان کی اس شیفتگی کا جو ان کو ذات رسالت ﷺ سے تھی۔ اس کے بعد عالمگیر کا دور آیا جس کی دین پروری اور زہد و اتقا کی لوگ آج بھی قسم کھاتے ہیں لیکن ان محی السنۃ سلطان غازی نے بھی صاحب سنت و شریعت کی سوانح مبارکہ کی طرف کوئی توجہ نہیں کی ورنہ ان کے عہد کے علماء اس طرف ضرور توجہ کرتے۔ اس کو فقہ کی ترویج کا دور کہنا چاہئے۔ فتاویٰ عالمگیری اس کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ درس نظامی کی ترویج نے کتب درسیہ پر تعلیقات لکھنے پر علماء کو متوجہ کیا اور اورنگزیب کے بعد اس کے نامور فرزندانوں کے ہاتھوں اس برصغیر پر جو کچھ گزری وہ گزری آخری دور میں ولی اللہی خاندان نے احیاء دین و تجدید شریعت کے لئے بڑا کام کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک کا فارسی ترجمہ کر کے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا اور ان کے فرزندان گرامی شاہ عبدالقادر اور رفیع الدین صاحبان نے قرآن کریم کے اردو ترجمے پیش کر کے اس کام کی تکمیل کردی جو ان کے پدر گرامی نے شروع کیا تھا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر پر قلم اٹھایا

چنانچہ تفسیر عزیزی جو چند پاروں کی تفسیر ہے آپ کی یادگار ہے لیکن سیرت نگاری پر آپ نے بھی غور نہیں کیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ انہوں نے اسلامیات کے اکثر موضوعات پر قلم اٹھایا لیکن خود انہوں نے اور نہ ان کے دور میں کسی اور بزرگ نے سیرت النبی ﷺ پر قلم اٹھایا۔ ان کے کافی عرصہ بعد ہم کو سرسید احمد خاں کا نام اس موضوع پر قلم اٹھانے والوں میں سرفہرست نظر آتا ہے لیکن ان کی (سیرت احمدیہ) خطبات احمدیہ صرف ایسے چند جوابات پر مشتمل ہے جو ایک دریدہ دہن مغربی مصنف سر ولیم میور نے حضور پر نور احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات گرامی پر کئے تھے ورنہ اٹھارویں صدی عیسوی تک فارسی اور اردو کا دامن اس اہم موضوع سے خالی ہے۔

انیسویں صدی میں یہ شرف علامہ قاضی سلیمان منصور پوری علامہ شبلی نعمانی اور ان کے گراں پایہ شاگرد حضرت مولانا سلیمان ندوی کو بحیثیت تکمیل کنندہ سیرت میسر آیا کہ انہوں نے چھ جلدوں میں سیرت النبی ﷺ کو بڑی شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا۔^۱ میں یہاں تاریخ اسلام کا ذکر نہیں کر رہا ہوں ورنہ مولانا عبدالحلیم شرر کے نام نامی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اور اسی طرح علامہ شبلی مرحوم سے قبل علامہ عنایت رسول چڑیا کوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ذکر ضروری تھا کہ انہوں نے اپنی تمام زندگی کا علمی و ادبی سرمایہ ”بشری“ کی شکل میں پیش کیا۔ افسوس کہ اب یہ کتاب نایاب ہے۔ بشری میں فاضل مصنف نے ان کتب سماوی کی بشارتوں کو بڑی کاوش سے اصل زبان (عبرانی) میں جمع کیا ہے جو سرکار رسالت مآب ﷺ کے سلسلہ میں ان کتب سماویہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اس اہم کام کے لئے ان کو عبرانی زبان سیکھنے کے لئے زندگی کا ایک بڑا حصہ صرف کرنا پڑا اسی لئے کتاب کی لوح پر انہوں نے اپنے حسب حال یہ شعر لکھا ہے۔

حاصل عمر ثار ترہ یارے کردم شادم از زندگی خویش کہ کامے کردم
بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مولانا قاضی سلیمان اور مولانا شبلی مرحوم شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد پہلے صاحب قلم ہیں جنہوں نے سیرت نگاری کو اپنا موضوع بنایا۔ اسی زمانے کی ایک اور سیرت قابل ذکر ہے یعنی ”تاریخ حبیب الہ“ جو قاضی صاحب اور علامہ شبلی کی تصانیف کی طرح مبسوط و ضخیم تو نہیں لیکن اختصار کے باوجود بڑی جامعیت رکھتی ہے۔

اٹھارویں صدی کے اواخر میں اردو زبان اس قابل بن گئی تھی کہ اس سے علمی و ادبی اور

۱۔ علامہ مرحوم یہاں تاریخی حوالے سے بات کر رہے ہیں اور ان کا مقصد یہاں سیرت رسول اکرم ﷺ پر جن لوگوں نے کام کیا ہے ان کا ذکر کرنا ہے اس وجہ سے چند ایسے اشخاص بھی آگئے ہیں جن سے مذہبی اختلاف ہے۔ (ادارہ)

تاریخی کام لیا جاسکے اور انیسویں صدی میں تو اردو زبان اس قدر صاف و شستہ ہو گئی تھی کہ اس کے ذریعہ ہر قسم کے موضوعات کو پیش کیا گیا۔ سرسید اور ان کے رفقاء کی اردو میں خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا لیکن ان حضرات (آزاد۔ ذکاء اللہ۔ نذیر احمد۔ حالی اور شبلی) میں صرف شبلی نے اس طرف توجہ کی۔ نذیر احمد نے اپنا سارا زور قلم اصلاحی ناولوں پر صرف کر دیا۔ ذکاء اللہ تاریخ ہندوستان کے مکملہ میں مصروف رہے۔ آزاد سے بھی سیرت نگاری کا اہتمام و سرانجام نہ ہو سکا۔ رہے حالی تو سرسید کی سوانح حیات جاوید لکھی اور خوب لکھی۔ یادگار غالب لکھ کر حق شاگردی ادا کیا۔ جیسا کہ میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ سرسید نے سرولیم میور کی حیات رسول اکرم ﷺ کے جواب میں ”سیرت احمدیہ“ لکھی لیکن عوام میں مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ مختصر یہ کہ سرسید اور ان کے رفقاء کی ادبی خدمات تسلیم لیکن دینی خدمات کے یہ حضرات مرد میدان نہیں تھے۔

مولانا عبدالحلیم شرر بھی اس دور کے ایک مشہور صاحب قلم ہیں۔ کاش انہوں نے جس قدر زور قلم رسالہ ”دلگداز“ کی بقا کے لئے تاریخی ناولوں پر صرف کیا وہ سیرت نگاری پر صرف کرتے! ان کے اسلامی تاریخی ناولوں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی نگاہ بڑی دور رس تھی۔ ان کے مشہور ناول ”ایام عرب“ ”حسن بن صباح“ اور ”فردوس بریں“ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی تاریخ پر ان کی نظر بہت گہری تھی۔ کاش وہ تاریخ اسلام جس کا پہلا حصہ سیرت النبی ﷺ پر مشتمل اور محیط ہے کے بجائے ایک مستقل ضخیم کتاب سیرت النبی ﷺ پر تحریر فرماتے۔ مولانا شرر نے تاریخ اسلام میں عربی مورخین اسلام کی پیروی کر کے اردو میں تاریخ اسلام کے ایک خاص اسلوب اور نہج کی بنیاد رکھ دی۔ عربی زبان میں جس قدر کتابیں تاریخ اسلام پر لکھی گئی ہیں مثلاً تاریخ امام محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) تاریخ مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ) علامہ ابن مسویہ کی تاریخ ”مختار بلام“ تاریخ ابن اثیر (تاریخ کامل) شیخ عزالدین علی بن محمد جزری (المتوفی ۶۳۰ھ) تاریخ ابن خلدون، امام ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) کی ”تاریخ اسلام“۔ ان تاریخوں کے علاوہ بھی اور بہت سی تواریخ اسلام عربی زبان میں اس طرح لکھی گئیں کہ ان کا آغاز یا تو حضرت آدم علیہ السلام سے کیا گیا یا خیر البشر رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے کیا گیا۔ ان میں سے اکثر تاریخیں بہت ضخیم ہیں اور متعدد جلدوں پر مشتمل ہیں۔ ان تاریخوں کی جلد اول سیرۃ النبی ﷺ پر مشتمل ہے۔ اکثر ارباب قلم نے عربی میں زیادہ اور فارسی زبان میں کمتر خلاص نبوت یعنی اخلاق نبوی۔ فلسفہ نبوت، معراج شریف، ازواج مطہرات، سراپائے نبوی ﷺ کو اپنی تصنیف کا موضوع بنایا۔ اردو زبان میں تو سیرت النبی ﷺ پر لکھا ہی بہت کم کیا۔ صرف محدث اعظم حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ نے مدارج النبوت جلد اول (فارسی) میں اس موضوع کو ایجاز کے

ساتھ اپنایا ہے اور عصر حاضر میں بعض حضرات نے سراپائے رسول اکرم ﷺ کے بیان میں حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا بلکہ ان کی فارسی عبارت کو اردو کا جامہ پہنا دیا ہے اور بس۔ اور بزعم خود اس کو اپنی تصنیف قرار دیا ہے۔

سرور کائنات ﷺ کے خصائص نبوت اور سراپائے اقدس پر جتنا وقیع سرمایہ عربی زبان میں ہے وہ اور کسی زبان میں نہیں ہے اس مختصر مقدمہ میں اتنی گنجائش نہیں کہ میں بقید سنن و موضوع ان تمام تصانیف کی فہرست پیش کروں البتہ یہاں نویں صدی ہجری کی ایک مشہور کتاب ”الخصائص الکبریٰ“ کو آپ کے سامنے پیش کرنا ہی میری اس مقدمہ نگاری کا مقصد اصلی ہے اور یہ ہی اس امر کا محرک ہوا کہ میں مختصر اسیرت نگاری کی تاریخ آپ کے سامنے پیش کروں۔ ”الخصائص الکبریٰ“ نویں صدی ہجری کے مشہور مفسر و محدث و مورخ حضرت علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لافانی شاہکار ہے جس میں حضرت علامہ نے صرف معجزات خیر البشر ﷺ کو بڑی تحقیق و تلاش کے بعد مرتب کیا ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ فہام نے اس کی تالیف میں ۲۰ سال صرف کئے جیسا کہ الخصائص الکبریٰ کے دیباچے میں حضرت مصنف نے خود اس کا اظہار کیا ہے۔

شاید آپ کو حیرت ہو کہ تقریباً 1100 صفحات کی ضخیم کتاب اور 20 سال میں تصنیف کی گئی تو اس کی صراحت یہ ہے کہ امام جلال الدین عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف تھے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد ۴۵۰ کے قریب ہے۔ خود آپ نے اپنی تصنیفات و تالیفات کی فہرست ”حسن المحاضرہ“ میں ۳۵۰ بتائی ہے اور ”حسن المحاضرہ“ کی تالیف کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ پس صورت حال یہ تھی کہ آپ بیک وقت کئی کئی کتابوں کی تصنیف و تالیف شروع فرما دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کی مشہور زمانہ کتاب جس کا موضوع علوم القرآن ہے یعنی ”الإتقان“ آپ کی ضخیم تفسیر الذر المنثور نیز جامع النجوع مجموعہ مسانید و صحاح ستہ (جس میں بجائے سنن نسائی کے موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو شامل کیا گیا ہے) ہزاروں صفحات پر مشتمل ہیں اور مندرجہ بالا تصنیفات میں سے ہر ایک تصنیف کے تکملہ میں برسوں صرف ہوئے ہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ ”الخصائص الکبریٰ“ میں آپ نے ایک ہزار سے زیادہ خصائص نبی الوری ﷺ کے عظیم الشان ذخیرہ سے تلاش و تجسس کے بعد جس قدر بھی احادیث بطرق مختلف آپ کو دستیاب ہو سکی ہیں ان سب کو بحوالہ راویاں پیش کیا ہے۔ اب آپ انداز کیجئے کہ ایک ہزار معجزات خیر الوری ﷺ کے تمام ماخذوں کا حصول کتنا عظیم کارنامہ ہے جب کہ آٹھویں اور نویں صدی ہجری تک تصنیفات و تالیفات شرمندہ طباعت نہیں ہوئی تھیں بلکہ ان کی اشاعت صرف نقول کے ذریعہ ہوئی تھی اور جو

تصنیف جس قدر گراں مایہ اور موضوع کے لحاظ سے بلند پایہ ہوتی تھی اتنی ہی اس کی نقول زیادہ ہوتی تھیں۔ اس صورت میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ان کاوشوں اور کوششوں کا اندازہ کیجئے کہ کتنا وقت کتنا پیسہ اور کس قدر زحمات جسمانی سے ان کو دو چار ہونا پڑا ہوگا تب کہیں صد ہا مجموعہ ہائے حدیث سے یہ احادیث مطلوبہ برائے اسناد ان کو دستیاب ہوئی ہوں گی اور کس قدر منازل ان اسناد کے حصول کے لئے ان کو طے کرنا پڑی ہوں گی۔ ان کے دور میں تو یہ کتب خانے (لائبریریاں) بھی نہیں تھے کہ جب ضرورت ہوئی بغرض استفادہ وہاں پہنچ گئے اور مطلوبہ مواد کو تلاش کر لیا۔ کتابوں کے ذخیرے ضرور ہوتے تھے لیکن وہ شخصی ملکیت ہوتے تھے یا شاہی و سلطانی اثاثہ۔ ایسی صورت میں کتابوں سے استفادہ کس قدر دشوار کام تھا لہذا ”الخصائص الکبریٰ“ کی تصنیف میں بیس سال کی مدت کا صرف ہو جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔

اسی طرح کی کاوشوں کی مثال میری نظر سے گزری ہے اور وہ بلند پایہ شخصیت حضرت مولانا عنایت رسول کی کہ انہوں نے کتب سماوی توریت و زبور اور انجیل میں پائی جانے والی ان بشارتوں کو جو سرور کونین ﷺ کے سلسلہ میں ان کتب سماویہ میں وارد ہیں جمع کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے موجودہ تراجم اردو فارسی اور عربی پر اعتماد نہیں کیا بلکہ انہوں نے ان کتب سماوی کی اصل زبان عبرانی سے ان کو حاصل کرنے کے لئے کلکتہ کے ایک یہودی کے پاس نجی ملازم کی حیثیت سے مدتوں تک اس کی خدمات انجام دے کر عبرانی زبان حاصل کی اور اس میں تبحر پیدا کیا۔ پھر فن کتابت سیکھا اس وقت ان تمام بشارتوں کو متن کے ساتھ ”بشری“ کے نام سے اردو زبان میں پیش کیا اور چونکہ اس کا مقدس اور امر خطیر کی انجام دہی میں اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ صرف کر دیا تھا اس لئے دیباچہ میں بڑے فخر کے ساتھ یہ مصرعہ رقم کیا ہے۔ ”شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم“۔

افسوس کہ آج یہ کتاب نایاب ہے اور ہماری بے توجہی کے باعث اس کی اشاعت عام نہ ہو سکی۔ ممکن ہے کہ بعض کتب خانوں میں اس کے نسخے موجود ہوں۔ افسوس کہ میرے پاس سے بھی یہ نسخہ ضائع ہو گیا۔ بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقدس و محترم موضوع پر زندگی عزیز کے بیس سال صرف کر دیئے تب یہ کارنامہ انجام پذیر ہوا۔

الخصائص الکبریٰ کا ادبی اور تحقیقی مقام

مجھ ہچمز رو ہیچد ان کے قلم میں یہ تاب و طاقت نہیں کہ میں ”الخصائص الکبریٰ“ پر ناقدانہ نظر ڈالوں یا اس پر تنقیدی نقطہ نظر سے کچھ لکھوں۔ صرف اتنا عرض کروں گا کہ علامہ نے آیات و معجزات

کے سلسلہ میں جن ماخذوں (احادیث) کو پیش کیا ہے اس میں اصول حدیث کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ایک معجزہ کے سلسلہ میں جس قدر احادیث جتنے طرق سے ان کو مل سکی ہیں انہوں نے بغیر تبصرہ سب کو پیش کر دیا ہے۔ اس طرح بہت سی ضعیف احادیث بھی پیش کر دی ہیں۔ ایک اور امر کا لحاظ بھی علامہ نے نہیں رکھا ہے وہ یہ کہ ان کے یہاں واقعات کی ترتیب میں تسلسل نہیں ہے۔ آپ ترجمہ میں اکثر مقامات پر اس امر کا مشاہدہ کریں گے۔ اور میں نے حاشیہ میں بعض مقامات پر اس کی صراحت بھی کر دی ہے۔ خدا نخواستہ اس سے میری مراد فاضل مصنف کی تنقیص نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے۔

اب رہا اس کا ادبی اور تحقیقی مقام! بلاشبہ یہ علامہ موصوف کا ایک عظیم کارنامہ ہے اور اس سے اس محبت و شیفتگی کا اظہار ہوتا ہے جو ذات سرور کوئین ﷺ کے ساتھ آپ کو تھی اور شاید اس کی وجہ تالیف بھی وہی جذبہ ہو جس نے حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو ”مدارج النبوت“ کی تصنیف پر ابھارا تھا۔ جس طرح حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں مقام رسالت کے ترفع اور علو شان سے لوگوں میں بے خبری راسخ ہوتی جا رہی تھی اسی طرح علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا عہد دنیا پرستی کا زریں دور بن کر رہ گیا تھا۔ سلاطین مصر جو خلفائے مصر کہلاتے تھے امراء کے ہاتھوں میں کھلونوں سے زیادہ نہ تھے۔ اگر ان کو شاہ شطرنج کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس وقت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اکرم ﷺ کی ارفع ذات سے بے خبر رہنے والوں کو بتایا ہے کہ ”مقام مصطفیٰ ﷺ“ کیا ہے۔ یہاں ایک بات ضرور عرض کر دوں کہ معجزات نبی الوری ﷺ پر قلم اٹھانے والوں میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ منفرد نہیں آپ کے معاصرین اور پیشرو حضرات نے بھی اس موضوع پر لکھا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں علامہ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۰۳ھ اور جلال الدین بن عبد الرحمن بن عمر البلقینی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۲۲ھ۔ قطب شفیعی یوسف بن موسیٰ الجذامی رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور زمانہ محدث علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خصائص نبوت میں کتب تالیف کی ہیں لیکن جامعیت کا شرف صرف ”الخصائص الکبریٰ“ کو حاصل ہے۔

الخصائص الکبریٰ کی ادبی حیثیت کے بارے میں کیا لکھوں کہ میں یہ دیباچہ الخصائص الکبریٰ کے اردو ترجمہ ”خصائص کبریٰ“ کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ اردو ترجمہ کے ساتھ عربی زبان کی خصوصیات پر کچھ لکھنا نمل بے جوڑی بات ہے۔ اگر یہ کتاب عربی متن کے ساتھ پیش کی جاتی تو

۱۔ علامہ سیوطی کی تاریخ ”تاریخ الخلفاء“ کا ترجمہ اس ناچیز کے قلم سے ملاحظہ فرمائیے۔

نوٹ..... ادارہ پر آپ کا ترجمہ دستیاب ہے (ادارہ)

ضرور طرز انشاء پر بھی لکھا جاتا اور کسی ترجمہ کے ساتھ اس کا متن پیش کرنا ایک سعی بے حاصل ہے اس لئے کہ جو متن سے استفادہ کر سکتے ہیں وہ ترجمہ پر نظر کیا ڈالیں گے۔ بلکہ ترجمہ پڑھنا تفسیر اوقات سمجھیں گے اور جن کو ترجمہ درکار ہے وہ متن کے سمجھنے سے قاصر ہیں ان کے لئے متن کا کیا فائدہ اور ان کو متن سے کیا سروکار! ہاں یہ ضرور ہے کہ ترجمہ کے ساتھ فاضل مصنف کی سوانح حیات اور اس موضوع کے سلسلہ میں کچھ صراحت ایک پسندیدہ کام ہے۔ چنانچہ موضوع کے سلسلہ میں کچھ صراحت کرنے اور کتاب کے بارے میں کچھ عرض کر دینے کے بعد میں آپ کو مختصر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور ان کی ادبی سرگرمیوں سے آگاہ کرنا ایک ادبی فرض سمجھتا ہوں۔

علامہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف الخصائص الکبریٰ وتاریخ الخلفاء والاتقان تفسیر جلالین وغیرہ

نام نامی عبدالرحمن ہے لیکن اپنے لقب جلال الدین سے دنیائے علم و ادب میں مشہور ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے: عبدالرحمن جلال الدین بن ابوبکر محمد کمال الدین محمد سابق الدین۔ دریائے نیل کے مغربی کنارے پر عہد قدیم میں ایک قصبہ سیوط کے نام سے مشہور تھا۔ علامہ عبدالرحمن جلال الدین یکم رجب ۸۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ مصر میں اس وقت سلاطین عباسیہ مصر کا اقتدار تھا اور علامہ کے والد مرحوم سلطان المستجد کے دامن سے وابستہ تھے۔ اس کی اتالیقی کے فرائض چونکہ انجام دے چکے تھے اس بناء پر وہ آپ کی بہت قدر کرتا تھا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بذکر امیر المسلمین قائم بامر اللہ بیان کیا ہے کہ میرے والد خلیفہ المستقلی کے انتقال کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہیں رہے صرف چالیس دن کے بعد بعہد القائم بامر اللہ انہوں نے انتقال فرمایا۔ گویا محرم ۸۵۵ھ میں۔ جب کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف ۶ سال تھی۔ علامہ سیوطی نے المتوکل علی اللہ ابوالعز کے عہد تک کے حالات تاریخ الخلفاء میں لکھے ہیں اور خود لکھا ہے کہ ”یہ آخری حال ہے جو میں اس تاریخ میں تحریر کر رہا ہوں۔“ المتوکل علی اللہ کے بعد اس کا فرزند یعقوب تخت نشین ہوا جس کو المتوکل نے اپنی زندگی میں ہی المستمسک باللہ کا خطاب دے کر ولی عہد بنا دیا تھا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس امیر المسلمین کے عہد میں ۹۱۱ھ میں وفات پائی۔ المستمسک باللہ کا انتقال ۹۲۰ھ میں ہوا۔ اس کے تین سال بعد متوکل علی اللہ ثالث متوفی ۹۲۳ھ پر حکومت عباسیہ مصر کا خاتمہ ہو گیا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صغیر سن ہی تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ لہذا تحصیل علم کے لئے شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب کیا اور آٹھ سال کی عمر ہی میں حفظ قرآن کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ شیخ شمس سیرامی اور شیخ شمس فرومانی حنفی رحمہما اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ بہت سی کتابیں پڑھیں۔ شیخ کے اساتذہ میں شیخ شہاب الدین الشارحی شیخ الاسلام علم الدین بلقینی۔ علامہ شرف الدین الغاوی اور علامہ محی الدین کافجی رحمہم اللہ کے نام سرفہرست ہیں۔ آخر الذکر علامہ کافجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چودہ سال تک مسلسل حاضر رہے۔

تحصیل و تکمیل کے بعد ۸۷۱ھ میں (۲۲ سال کی عمر میں) انشاء کا کام شروع کیا اور ۸۷۲ھ سے املا حدیث کا بھی شرف آپ کو حاصل ہوا۔ علامہ ”حسن المحاضرہ“ میں خود فرماتے ہیں کہ حق ﷺ نے مجھے سات علوم یعنی تفسیر و حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان اور بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے۔ آپ نے خود اپنی اس دعا کے بارے میں لکھا ہے کہ ”میں نے حج کے موقع پر آب زم زم پیا اور یہ نیت کی کہ فقہ میں مجھے شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کا اور حدیث میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا رتبہ مل جائے۔“

قوتِ حافظہ

آپ کی قوتِ حافظہ نہایت قوی تھی چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے کہ مجھے دولاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر مجھے اس سے زیادہ احادیث اور ملتیں تو ان کو بھی یاد کر لیتا۔ جب آپ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپ نے درس و تدریس، افتاء، قضا وغیرہ کی مصروفیات ترک کر دیں۔ تہجد اور گوشہ نشینی کو اختیار کر لیا۔ تصنیف و تالیف، ریاضت و عبادت اور رشد و ہدایت میں باقی زندگی گزار دی۔ آپ کی دینی خدمت جس میں آپ کے شب و روز گزرتے تھے بارگاہ نبوی ﷺ میں قبولیت سے مشرف ہوئی اور حضور ﷺ نے عالم رویا میں آپ کو یا شیخ السنہ یا شیخ الحدیث کہہ کر مخاطب فرمایا۔ شیخ شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ سے جب دریافت کیا گیا کہ ”آپ سرورِ دیشان ﷺ کے دیدار بہجت آثار سے کتنی بار مشرف ہوئے“ تو آپ نے فرمایا ستر مرتبہ سے زیادہ۔

آپ نے ۶۳ سال کی عمر پائی اور ۹۱۱ھ میں ایک معمولی مرض یعنی ہاتھ کے ورم نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ اسی مرض میں آپ کا انتقال ہوا اور ”طبقات الخلفاء“ یا ”تاریخ خلفاء“ میں حق ﷺ سے جو دعا کی تھی وہ پوری ہو گئی اور سیوطی ہی میں دفن کئے گئے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ درباری الجھنوں اور ریشہ دوانیوں سے ہمیشہ الگ تھلگ رہے۔ چونکہ آپ کی پرورش سلطان وقت کے زیرِ عاطفت ہوئی اس لئے آپ ذریعہ معاش کی فکروں سے آزاد

رہے۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے متاہل زندگی گزاری یا نہیں!

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی مرتبہ

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ایک جامع علوم شخصیت تھے۔ آپ مفسر بھی تھے اور محدث بھی۔ ایک بالغ نگاہ فقیہہ بھی تھے اور ایک متبحر عالم علوم قرآن اور طبقات نگار و مورخ۔

آپ کثیر التصانیف بزرگ تھے جس کی صراحت آئندہ کی جائے گی۔ آپ کے والد ماجد ابو بکر کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ عباسیان مصر میں امیر المسلمین الممشکفی باللہ کے دربار سے وابستہ تھے اور وہ ان کا بڑا قدر دان تھا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں بیان کیا ہے کہ القائم بامر اللہ کے عہد میں جب ان کا انتقال ہوا تو امیر المسلمین قبرستان تک ان کے جنازے کے ساتھ ساتھ گئے اور کئی بار جنازے کو کندھا دیا۔ اس درباری تعلق کی بناء پر آپ کو بھی دربار سے وابستہ ہونا چاہئے تھا لیکن حصول علم کے شوق نے آپ کو اتنا وقت ہی نہیں ملنے دیا۔ اور اطمینان کے ایسے ماہ و سال میسر نہیں آئے کہ آپ کسی دربار سے تعلق پیدا کرتے۔ عمر کا بیشتر حصہ تحصیل علم میں صرف کر دیا۔ کئی کئی سال تک ایک ایک استاد کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر رہے۔ ان کے اساتذہ و شیوخ کی فہرست بہت طویل ہے۔ حسن المحاضرہ میں صرف ایسے اساتذہ اور شیوخ کا ذکر کیا ہے جن کے ساتھ برسوں رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ جس طرح ان کے اساتذہ کرام مشہور زمانہ بزرگ تھے اسی طرح علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں نے بھی بہت شہرت پائی۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ان میں سرفہرست ہیں۔

تصنیف و تالیف کا آغاز

حسن المحاضرہ میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری عمر آٹھ سال کی تھی تب میں نے قرآن شریف حفظ کیا۔ اس کے بعد میں نے کتاب العمدہ منہاج الفقہ اور الفیہ ابن مالک کو حفظ کیا۔ میری علمی مشغولیت کا آغاز ۸۶۴ھ (پندرہ سال کی عمر) سے ہوا۔ فقہ اور نحو کی کتابیں ایک جماعت شیوخ سے پڑھیں۔ علم فرائض شیخ شہاب الدین الشارحی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ ۸۶۶ھ کے آغاز میں مجھے عربی کی تدریس کی اجازت ملی اور اس سال میں نے تالیف و تصنیف کا آغاز کیا۔ سب سے اول میں نے شرح استعاذہ و بسم اللہ تالیف کی۔ یہ میری پہلی ادبی اور مذہبی تالیف ہے۔ اس کی اطلاع میں نے اپنے استاد شیخ عالم الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کو دی اور انہوں نے اس پر تقریظ لکھی۔ شیخ بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر میں نے مزید علم فقہ حاصل کیا اور جب تک وہ حیات رہے میں ان کی صحبت میں رہا۔ شیخ کی وفات کے بعد میں ان کے فرزند کی صحبت میں رہا اور علامہ بلقینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب

”مذریب“ میں نے ان ہی سے پڑھی۔ ۸۷۶ھ میں مجھ کو فتویٰ نویسی کی اجازت مل گئی۔ حدیث شریف اور عربی ادب کی شیخ امام تقی الدین الشبلی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر چار سال تک مواظبت کی۔ اس عرصہ میں میں نے شرح الفیہ اور جمع الجوامع مرتب کی اور علامہ تقی الدین الشبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر تقریظ لکھی۔ شیخ جب تک بقید حیات رہے میں ان سے استفادہ کرتا رہا۔ شیخ کی وفات کے بعد میں استاد محی الدین الکاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ۱۴ سال تک رہا اور ان سے تفسیر عربی ادب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد میں شیخ عقیف الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہاں تفسیر کشاف کے بہت سے درس دیئے۔ توضیح تلویح، تلخیص المعتقدات اور عضد (مواقف) پر حاشیے لکھے۔ ۸۶۶ھ میں تصنیف و تالیف کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا تھا۔ اس وقت (عکلمہ حسن الحاضرہ کی تالیف) تک میری تالیفات تین سو ہیں اور یہ تین سو کتابیں ان کتابوں کے علاوہ ہیں جن کو میں نے تالیف کے بعد قلمزد کر دیا۔ ۸۷۲ھ سے املا حدیث کا کام شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سات علوم میں مجھ کو تبحر عطا فرمایا ہے۔ (۱) تفسیر (۲) حدیث (۳) فقہ (۴) نحو (۵) معانی (۶) بیان (۷) بدیع۔

تحدیثِ نعمت

ان علوم میں مجھ کو عرب اور بلغائے عرب کے طریقے پر تبحر حاصل ہوا ہے، عجم اور اہل فلسفہ کے طریقہ پر نہیں۔ میں یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ سوائے فقہ کے مجھ کو ان علوم میں جس طرح رسائی حاصل ہوئی ہے میرے شیوخ میں کسی کو یہ رسائی حاصل نہیں ہوئی اور ان میں سے کوئی بھی میری طرح مطلع نہیں ہوا دوسرے لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف

جیسا کہ میں شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بہت سے علوم و فنون کی جامع تھی۔ بہت سے علوم عقلی و نقلی پر ان کو کامل دست گاہ حاصل تھی۔ صرف منطق اور ریاضی سے گھبراتے تھے۔ مذہبیات کے اکثر موضوعات پر انہوں نے قلم اٹھایا ہے اور حق یہ ہے کہ جو یادگار اپنے چھوڑ گئے ہیں وہ بہت ہی بلند پایا اور گرانمایہ ہے۔ سب سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بے مثال تصنیف کا ذکر کیا جائے۔ اور وہ ہے ”الْإِتْقَانُ فِيْ عُلُوْمِ الْقُرْآنِ“۔ ہر چند کہ یہ کتاب ان کی مشہور و مبسوط اور ضخیم تفسیر مجمع البحرین، مطلع البدرین کا مقدمہ ہے جس کا سال تصنیف ۸۷۲ھ ہے لیکن اللہ اللہ اس شان کا مقدمہ کہ بجائے خود علوم قرآن پر ایک جامع اور مبسوط تصنیف کی حیثیت سے مشہور ہے اور قبولیت کا شرف حاصل ہے۔ علامہ نے اس میں وہ داد تحقیق دی ہے کہ حق ادا کر دیا ہے۔

علامہ نے اس مقدمہ کو از سر نو مرتب کر کے ایک مستقل تصنیف کی صورت میں ۸۷۸ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچایا۔ تمام مفسرین و محدثین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ علوم قرآن پر سب سے زیادہ جامع کتاب ”الاتقان“ ہے لیکن علامہ زرکشی کی اس موضوع پر ”کتاب البرہان“ کا جو مقام ہے وہ اس سے چھینا نہیں جاسکتا جبکہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس کا اقرار کیا ہے کہ انہوں نے ”الاتقان“ کی تصنیف میں ”البرہان“ سے استفادہ کیا ہے۔

تفسیر

الاتقان یا انواع علوم القرآن کے بعد علامہ کی تفاسیر کا تذکرہ ضروری ہے۔ جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا کہ یہ علامہ کی تفسیر مجمع البحرین و مطلع البدرین کا مقدمہ تھا لیکن پہلے علامہ نے اس کو ”التجیر فی علوم التفسیر“ کے نام سے موسوم کیا تھا لیکن علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف البرہان جب نظر سے گزری تو انہوں نے اس پر نظر ثانی کی اور بہت سے تغیر و تبدل کے بعد الاتقان کے نام سے موسوم کیا۔ بہر حال تفسیر قرآن پر ان کی تصانیف کی تعداد ۳۲ بتائی جاتی ہے لیکن ان کی مشہور تصانیف صرف یہ ہیں: الدر المنثور فی تفسیر ما ثور، ترجمان القرآن (پانچ جلدوں میں)، الاکلیل فی استنباط التزیل، لباب المنقول فی اسباب النزول، النسخ والمسنوخ، مفہمات القرآن فی مہمات القرآن، اسرار التزیل (سورہ برآۃ تک)، علامہ جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ کی نا تمام تفسیر کا تکملہ یعنی تفسیر جلالین (نصف اول)۔

حدیث شریف: علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو نویں اور دسویں صدی ہجری کے مشہور محدثین میں شمار کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف کے موضوع پر ان کی مبسوط و ضخیم تالیف جامع الجوامع ہے۔ صحاح ستہ اور دس مسانید پر مشتمل ہے۔ خبر متواتر پر ان کی تالیف ”الازہار الممتاثرہ فی الاخبار المتواترہ“ ہے۔ صحیح بخاری پر ان کی تعلیق ”التوشیح علی الجامع الصحیح“ ہے۔ صحاح ستہ میں بعض کتب کی شرح بھی لکھی ہے۔ موطا امام مالک رحمہ اللہ کی شرح کشف الغطا کے نام سے لکھی۔ طبقات پر ان کی مشہور کتاب ذیل ”تذکرۃ الحفاظ“ ہے۔

طبقات المفسرین: یہ طبقات المفسرین کے نام سے مشہور ہے۔ مفسرین پر ان کی ایک اور کتاب ”فوائد الابکار“ ہے۔ یہ قدمائے مفسرین کے حالات پر مشتمل ہے۔

طبقات الخلفاء: تاریخ الخلفاء اس موضوع پر علامہ کی بہت ہی مشہور کتاب ہے۔ اس کے علاوہ طبقات پر آپ نے بہت سی کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن کی صراحت علامہ نے ”تاریخ

الخلفاء“ کے مقدمہ میں خود کردی ہے۔

سیرۃ النبی (ﷺ) الخصائص الکبریٰ: سیرت النبی ﷺ پر آپ کی یہی ایک کتاب ہے اور اس میں آپ نے صرف معجزات خیر الوری ﷺ کو کمال تفحص و تحقیق کے ساتھ بقید سنین پیش کیا ہے۔ اسناد کی تلاش میں سخت کاوش و کاوش کی ہے۔ یہ اوراق اس بلند پایہ کتاب کے ترجمہ کے تعارف یاد پہنچانے کے طور پر آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ میں آغاز کلام میں عرض کر چکا ہوں اس موضوع پر لکھنے والے صرف علامہ سیوطی ہی نہیں بلکہ آپ کے پیشرو حضرات اور بعض معاصرین نے بھی قلم اٹھایا ہے لیکن علامہ کی اس کتاب کو خاص شہرت حاصل ہوئی جس کا باعث سرور کوئین ﷺ سے شیفتگی اور والہانہ محبت ہے۔ یہ کتاب کافی ضخیم ہے اس کا اردو ترجمہ آپ کے سامنے دو جلدوں میں پیش کیا جا رہا ہے۔ الخصائص الکبریٰ میں بھی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب بیان قریب قریب وہی ہے جو ”تاریخ الخلفاء“ کا ہے یعنی الفاظ قلیل و معانی کثیر وہ جس واقعہ کو بیان کرتے ہیں اس کی سند آثار و اخبار سے پیش کرتے ہیں تاکہ قاری کا ذہن تشکیک سے محفوظ رہے۔ خصائص کبریٰ میں علامہ مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور تلاش و تفحص قابل ذکر اور قابل ستائش ہے کہ انہوں نے صد ہا کتب کی ورق گردانی کے بعد اس نعتیہ کلام کا انتخاب کیا ہے جو آپ کے ظہور مسعود کی بشارتوں کے سلسلہ میں مشاہیر عرب کی زبان سے ادا ہوئے ہیں اور اس نعتیہ کلام کا بیشتر حصہ شعرائے قبل اسلام کا ہے۔ ان نعت گو حضرات میں خاندان بنی ہاشم کے افراد ہی شامل نہیں ہیں بلکہ غیر ہاشمی افراد اخبار و قسین بھی شامل ہیں۔ الخصائص الکبریٰ کی ایک یہ بھی اہم خصوصیت ہے۔ سید خیر البشر ﷺ کے خصائص اور ہر معجزہ کے سلسلہ میں جو اسناد احادیث آپ نے پیش کی ہیں وہ علامہ کی دقت نظر اور ان کے تفحص اور ذہنی کاوش کی ایک روشن دلیل ہے اور ان کا یہ کارنامہ ہمیشہ تاباں اور باقی رہنے والا ہے جہاں ہر قدم پر احترام و عقیدت حضور رسالت ﷺ میں اپنا سر جھکاتے ہیں اور محبت اسے اپنی آنکھوں سے لگاتی ہے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔

ترجمہ خصائص کبریٰ

اس سے قبل آپ کے مطالعہ سے غنیۃ الطالبین اور تاریخ الخلفاء کے تراجم گزرے ہوں گے جو اس ہیچمدان کی فکر و کاوش کا نتیجہ ہیں۔ لیکن میں یہاں بڑی صفائی سے یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ اس ترجمہ میں آپ کو میرا اسلوب اس آن بان سے نظر نہیں آئے گا جس کو آپ کی پسند اور قبول خاطر کی سند حاصل ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جناب ناشر کی جانب سے علامہ حکیم غلام معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا

ترجمہ خصائص کبریٰ مجھے اصلاح زبان و بیان کے لئے دیا گیا تھا اور وہ بھی کتابت شدہ اور اصرار یہ تھا کہ اسی کتابت شدہ نسخہ کی تزئین زبان و بیان کی جائے اور کاتب نے اس ترجمہ کی جو صورت بگاڑی تھی وہ ناقابل بیان ہے۔ ہر صفحہ پر حاشیہ اور ترجمہ کی عبارت میں کانٹ چھانٹ جا بجا حواشی وہ بھی کوئی مفید تعلیق یا تشریح نہیں بلکہ فرہنگ الفاظ مشکل گویا ترجمہ کیا تھا ایک لغت کی کتاب تھی۔ بہر حال میں اور مولانا اطہر نعیمی صاحب ہر دو جلد کا ترجمہ جہاں تک ممکن ہو سکا حکم و اصلاح سے آراستہ کر کے پیش کر رہے ہیں۔ ممکن ہے آپ کی نگاہیں بعض خامیوں سے دو چار ہوں اس کے لئے مجھے معذور سمجھیں اور میری معذرت قبول فرمائیں۔ **لَا وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ**

ارپورٹ کراچی: ۳۱ مارچ ۱۹۷۶ء

شمس بریلوی

۱۔ ادارہ نے چونکہ کتاب کی از سر نو کمپیوٹر کمپوزنگ کروائی ہے اس پر امید ہے کہ اب آپ کی نگاہ ان بعض خامیوں سے دو چار نہ ہوگی
(ان شاء اللہ)۔ (ادارہ)

کچھ تذکرہ مترجم

اسم گرامی: غلام معین الدین نعیمی ابن سید صابر اللہ شاہ چشتی صابری اشرفی نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ ولادت: 10 ربیع الثانی 1342ھ بمطابق 23 دسمبر 1923ء
جائے ولادت: مراد آباد۔ انڈیا

تعلیم و تربیت: مراد آباد کی مشہور دینی درسگاہ ”جامعہ نعیمیہ“ میں تاج العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عمر نعیمی اور صدر الفاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمہما اللہ کے زیر سایہ آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔ جبکہ اسی زمانہ میں فن طب کو بھی پڑھا اور 1943ء کو دہاجیہ طبیہ کالج لکھنؤ سے ”الحکیم الفاضل“ کی سند حاصل کی۔
1945ء میں آپ تحصیل علوم سے فارغ ہوئے۔

پاکستان آمد اور دینی خدمات: علوم دینیہ کے حصول کے بعد صدر الفاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں تحریک پاکستان کے لیے بڑی گرم جوشی سے کام کیا۔ ایک عرصہ تک آل انڈیائی کانفرنس کے منصرم رہے۔ 1950ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ غازی کشمیر حضرت مولانا ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو جمعیت کا نائب ناظم مقرر فرمایا۔ آپ نے کافی عرصہ جمعیت کا ترجمان رسالہ ”جمعیت“ نکالنے کا اہتمام کیا اور بڑی تندہی سے اس کے لیے کام کیا۔ پھر اپنے استاد محترم حضرت صدر الفاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ہفت روزہ رسالہ ”سواد اعظم“ لال کھوہ اندرون موچی دروازہ لاہور سے نکالا اور بڑی استقامت کے ساتھ جب تک زندہ رہے اس کو شائع فرماتے رہے۔ اس جریدے کی خصوصیت یہ تھی کہ مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لئے حتی الامکان کوشش فرماتے رہے اور اسی کے ذریعے مخالفین کی فتنہ سامانیوں کا سختی سے نوٹس لیا جاتا رہا۔

تصنیف و تالیف: قبلہ مفتی صاحب نے انتہائی مشکل اور کٹھن حالات میں تقریباً پچاس کے قریب کتب تحریر کیں یا ان کے ترجمے فرماتے رہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1. مدارج النبوت 2 جلد شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
2. الخصائص الکبریٰ 2 جلد امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
3. الشفاء 2 جلد قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
4. ما ثبت من السنۃ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
5. کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
6. بشری الکتب بقاء الحبيب امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
7. اردو ترجمہ بنام دیدار حبیب
8. الذور المنشرہ فی احادیث المشترکہ امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
9. الصواعق الہیہ الرعدی الوبیہ علامہ الشیخ محمد سلمان رحمۃ اللہ علیہ
10. نغیم العرفان (اردو ترجمہ بنام تکمیل الایمان) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
11. نغیم رسالت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
12. فتاویٰ صد الفاضل مرتبہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
13. نغیم البیان پہلا پارہ (تفسیر قرآن پاک) مرتبہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
14. احقاق حق مرتبہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
15. حیات صدر الفاضل مفتی سید غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
16. فتوح الغیب (ترجمہ بنام شروح الغیب) شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
17. مسالک الخفاء (ترجمہ بنام والدین مصطفیٰ ﷺ) امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
18. غنیۃ الطالبین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
19. مناقب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
20. قرۃ العیون (ترجمہ بنام سرور خاطر) فقیہہ ابولیت سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ
21. مواعظ حسنہ حضرت علامہ امام صفوری رحمۃ اللہ علیہ
22. المیلاد نبوی ﷺ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ
23. شواہد النبوة حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ
24. اصول السماع (ترجمہ بنام مسئلۃ السماع) حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

25. العقائد (ترجمہ فقہ اکبر) 26. وصایا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

27. قصیدہ بدء الامالی 28. کتاب العقائد

ان کے علاوہ بھی آپ کی کئی تحریریں ہیں جو کہ اب لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو چکی ہیں اور ان مذکورہ کتب میں سے بھی کچھ ہی ابھی زیور طباعت سے آراستہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ مکتبہ اعلیٰ حضرت کو ان کی تمام کتب پرنٹ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
 وصال پر ملال: 12 جمادی الاخریٰ 1391ھ بمطابق 14 اگست 1971ء بروز بدھ آپ نے وصال فرمایا (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور لاہور میں میانی صاحب کے قبرستان میں بہاولپور روڈ پر مولانا غلام محمد ترنم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس آسودہ خاک ہوئے۔

نماز جنازہ: نماز جنازہ حضرت علامہ مفتی محمد اعجاز ولی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔
 اللہ رب العزت کی بارگاہ جلا و علا میں دعا ہے کہ وہ مولانا موصوف کی خدماتِ دینیہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ آپ کے فیض کو تاقیامت عام فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

۱۔ حضرت علامہ موصوف کے تفصیلی حالات زندگی کا مطالعہ فرمانا چاہیں تو مکتبہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے شائع ہونے والی کتاب ”الشفاء شریف“ جس کا ترجمہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے کا مطالعہ فرمائیں (ادارہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ (پکا انجم ۲)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگرو جی جو انہیں کی جاتی ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

آفرینش میں تمام انبیاء (علیہم السلام) سے اول ہیں

اور آپ کی نبوت تمام انبیاء کی نبوت پر مقدم ہے

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”الدلائل“ میں بہ طرق متعددہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس آیت کریمہ ”وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ“ (پکا الاحزاب ۷) کی تفسیر کے تحت روایت کی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”میں آفرینش میں ”اول النبیین“ اور بعثت میں ان کے بعد ہوں مگر میرے منصب نبوت کو ان سے پہلے ظاہر فرمایا گیا۔“ ۱

ابو سہل قطان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”امالی“ میں حضرت سہل بن صالح ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور اکرم ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے کس طرح مقدم ہیں حالانکہ آپ ﷺ سب کے بعد مبعوث ہوئے؟ تو انہوں نے جواب دیا اللہ ﷻ نے جب بنی آدم کو ان کی پشتوں سے نکال کر ان سے عہد لیا اور ایک کو دوسرے پر گواہ بنا کے فرمایا ”أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ“ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) اس وقت رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے جواب میں کہا ”بَلٰی“ (ہاں) ایک وجہ انبیاء علیہم السلام پر تقدیم کی یہ بھی

۱۔ اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا (ترجمہ کنز الایمان)

۲۔ اس سلسلہ میں متعدد احادیث وارد ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کُنْتُ نَبِيًّا وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ
ایک اور حدیث میں آیا ہے۔ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَآدَمُ لَمُنْجِدِلٍ فِي ظِلِّي (بے شک میں اللہ کا بندہ اور آخری نبی
اس وقت تھا جب کہ آدم اپنے ضمیر میں تھے۔

ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ آپ ﷺ ان سب کے بعد مبعوث ہوئے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں اور حاکم و بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”میسرة الفجر“ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ہنوز روح و جسم کے درمیان تھے۔“

امام احمد و حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عرباض رضی اللہ عنہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اللہ ﷻ کے حضور ام الکتاب (لوح محفوظ) میں یقیناً اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے۔

حاکم و بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیک وسلم! کے لئے نبوت کب لازم کی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس وقت جب کہ اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی اور ان کے پتلے میں روح پھونکی۔“

بزار اور طبرانی رحمہما اللہ نے ”اوسط“ میں اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق شعی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کسی نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان تھے۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے صناعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو نبوت کب عطا فرمائی گئی؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا: ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں ہی تھے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن ابی الجعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کی نبوت کا انعقاد کب ہوا؟ فرمایا: ”اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ حضور آپ صلی اللہ علیک وسلم! کی رسالت کا انعقاد کب ہوا؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ”اس وقت جب ابوالبشر روح اور مٹی کے درمیان تھے۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کو کس وقت نبوت دی گئی؟ فرمایا: ”جب کہ آدم علیہ السلام روح و جسد کے

۱۔ یہ جتنے پیشوا آئے یہ جتنے انبیاء آئے خبر لے کر انہیں آتا تھا بن کر مبتدا آئے

درمیان تھے جس وقت کہ مجھ سے میثاق لیا گیا۔“

طبرانی و ابونعیم رحمہما اللہ نے ابی مریم غسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سب سے پہلی بات کون سی تھی؟ فرمایا: ”اللہ ﷻ نے مجھ سے میثاق لیا جس طرح کہ تمام نبیوں سے ان کا میثاق لیا۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری ولادت سے قبل میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم سے ایک نور نمایاں ہوا ہے جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔“

عموم رسالت

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”التَّعْظِيمُ وَالْمَنَّةُ فِي لُتُومِنَ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ“ میں اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت و توقیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اعلیٰ کے بیان میں اس قدر واضح ہے کہ اس میں قطعاً تعقید و ابہام نہیں۔ بایں ہمہ اس تقدیر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ نبیوں کے زمانے میں تشریف لے آئیں تو آپ ﷺ ان سب کی طرف رسول ہوں گے تو گویا آپ ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی رسالت حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے قیامت تک کی تمام مخلوق کے لئے عام ہے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی ساری امتیں آپ ﷺ کی امت ہیں اور حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ ”بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً“ یعنی میں تمام نوع انسانی کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ یہ ارشاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد رسالت سے زمانہ قیامت تک کے لوگوں کے لئے خاص نہیں بلکہ آپ ﷺ سے قبل کے لوگوں کے لئے بھی محیط ہے اور یہی بات حضور ﷺ کے اس ارشاد سے عیاں ہے۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَ اَدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدم روح و جسم خاکی کے درمیان تھے۔ (حدیث)

اور اگر کوئی اس کی یہ تفسیر کرے کہ ”اللہ ﷻ جانتا ہے کہ آپ مستقبل میں نبی ہوں گے۔“ تو یہ تفسیر مناسب نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں اس حقیقت ثابتہ تک رسائی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ علم خداوندی تمام اشیاء کو محیط ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی نبوت کی جو حقیقت بیان فرمائی اس کا مفہوم یہ متعین ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت اس وقت میں بھی تھی۔ یہی وجہ تو ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آنکھ کھولتے ہی حضور اکرم ﷺ کا اسم مبارک عرش الہی پر ”محمد رسول اللہ“ لکھا دیکھا۔ لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ کی نبوت تکمیل و تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے تھی۔

اور اگر صرف علم الہی میں آپ ﷺ کا نبی ہونا مانا جائے یعنی یہ کہ آپ آئندہ ایک وقت مقررہ

پر نبی ہوں گے۔ تو یہ معنی مراد لینے سے رسول اللہ ﷺ کی کوئی خصوصیت ثابت نہیں ہوتی حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: ”میں نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح و جسد کے درمیان تھے۔“ اس لئے کہ علم الہی میں تو تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں اس وقت بھی تھیں اور اس سے پہلے بھی تھیں۔ اس میں حضور ﷺ ہی کی کیا تخصیص ہے؟ حالانکہ حضور ﷺ نے اس کا تذکرہ اسی لئے فرمایا کہ آپ ﷺ کی امت کو پتہ چل جائے کہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو کس قدر مرتبہ اعلیٰ سے نوازا ہے اور آپ ﷺ کی نبوت تمام نبیوں کی آفرینش سے بھی پہلے موجود اور متعین تھی۔

حضرت شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اب اگر تم یہ اعتراض کرو کہ میں اس خصوصی قدر و منزلت کو سمجھنا چاہتا ہوں تو اس کی تفہیم یہ ہے کہ نبوت ایک وصف ہے اور وصف کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے موصوف کے ساتھ موجود ہو۔ حالانکہ وصف نبوت کا بیان ولادت کے چالیس سال بعد ہوا ہے تو پھر اس سے ماقبل یا بعثت سے پہلے کے زمانہ کو اس کے ساتھ کیسے متصف کر سکتے ہیں اور اگر یہ بات آپ کے لئے صحیح و درست ہے تو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی یہ بات صحیح و درست ہوگی؟

اس اعتراض کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ ﷻ نے ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا پس قرین صواب ہے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ ”کُنْتُ نَبِيًّا“ (میں نبی تھا) اپنی روح یا اپنی حقیقت کی طرف اشارہ ہو اور حقائق کے ادراک سے ہماری عقلیں عاجز و قاصر ہیں۔ بلاشبہ کلی حقائق کو اللہ ﷻ ہی جانتا ہے یا پھر مشیت خداوندی کے تحت جزوی طور پر کچھ ان کو بھی بتا دیا جاتا ہے جن کی نور الہی سے مدد کی جاتی ہے۔

پھر ان حقائق کے انکشاف و اظہار میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جس حقیقت کو جس وقت اور جس قدر مناسب ہوتا ہے ظاہر فرما دیتا ہے۔ لہذا نبی کریم ﷺ کی حقیقت کو ممکن ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش سے پہلے ہی یہ وصف اس طرح عطا فرما دیا ہو کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کی تخلیق ہی اس کے ساتھ فرمائی ہو اور آپ نبی ہو گئے ہوں اور آپ ﷺ کا اسم مبارک عرش پر لکھا ہو اور رسالت و بعثت آپ ﷺ کو دے دی گئی ہوتا کہ تمام فرشتے اور مخلوق جان لے کہ خدا کے نزدیک آپ ﷺ کی کیسی عزت ہے۔ لہذا آپ کی حقیقت اس وصف کے ساتھ اس وقت موجود تھی اگرچہ آپ کا وہ جسم اقدس جو اس صفت سے متصف ہے متاخر ہے۔

اس میں شک و شبہ نہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت آپ ﷺ کے خصائص نبوت اور آپ ﷺ کا منصب رسالت اس عالم آب و گل جسے عالم الانفس سے تعبیر کیا جاتا ہے تمام انبیاء سے متاخر ہے لیکن

عالم غیب و عالم ارواح میں آپ سب سے مقدم ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ جو لوگ اہل کرامت سے ہیں اللہ ﷻ نے ان میں کرامت کا فیضان اس عالم مادی میں ان کے وجود میں آنے کے بعد کیا ہو۔ بہر حال اس میں شبہ نہیں کہ ہر ظہور پذیر شے کا کلی اور تفصیلی علم رب العالمین کو ازل سے ہے اور ہم اللہ ﷻ کے اس علم کے بارے میں بہت ہی کم زورہ اور کائنات کی نسبت کے مطابق جانتے ہیں اور اسی کے لحاظ سے انسان کو مکلف بنایا گیا تا کہ ہم بساط بھر معرفت حاصل کر کے خالق و مخلوق سے اپنے تعلق کو سمجھ کر عدل و اعتدال کے ساتھ دونوں کے حقوق ادا کرتے رہیں۔

اکتساب علم کے دو ذریعے ہیں۔

ایک ذریعہ تو یہ ہے کہ ہم کو دلائل و براہین کے ذریعہ کچھ معلوم ہو یعنی معلوم سے علت کو جانیں۔ اور دوسرا ذریعہ یہ ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل و براہان کی ضرورت پیش نہ آئے بلکہ وہ ظاہر و عیاں ہو لیکن ان دونوں ذریعوں کے مابین اللہ ﷻ کے عمل تکوینی یا تخلیقی کے کچھ واسطے ہیں۔ ان میں سے کچھ واسطے افعال الہیہ کے ظہور کے بعد مخلوق پر ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ ایسے واسطے ہیں جو اس محل فعل کو کمال تک پہنچاتے ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ یہ افعال کسی مخلوق پر ظاہر ہوں لیکن ہر فعل الہی محل افعال کو ان کمالات تک پہنچاتے ہیں جو اس محل میں اس کی خلقت کے اعتبار سے اس میں ودیعت کر دیئے گئے ہیں اور آخر کار محل فعل (مفعول) کو وہ کمال حاصل ہو جاتا ہے جو اس کی تخلیق میں ودیعت کر دیا گیا ہے لیکن یہ واسطے علمی انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے مخصوص ہیں۔ عوام ان کے حصول سے محروم ہیں۔ جس طرح حضور اکرم ﷺ کی نبوت کا علم قوموں کو جہی ہوا جب کہ آپ پر قرآن کریم نازل ہوا اور پہلی مرتبہ جبریل علیہ السلام قرآن (پہلی وحی) لے کر آئے۔ یہ بات اللہ ﷻ کے افعال سے ایک فعل ہے جو اس کی معلومات کا ایک جز ہے اور اس کی قدرت کے آثار اس کے ارادے اور اس کے اختیار جو کسی خاص فعل کے ساتھ وابستہ ہوں اس کا ایک حصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ ﷺ ”خیر المخلوق“ ہیں لہذا کسی مخلوق کا کمال آپ ﷺ کے کمال سے برتر نہیں اور نہ کسی کا مقام آپ ﷺ کے مقام سے اعلیٰ تر۔

یہ بات ہم نے صحیح حدیث کے ذریعہ جانی کہ یہ کمال آپ ﷺ کو تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے حاصل تھا جسے حق تعالیٰ ﷻ نے اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد و پیمان لئے تا کہ وہ سب جان لیں کہ آپ ﷺ ان پر مقدم ہیں اور آپ ان کے بھی نبی اور رسول ہیں اور اللہ ﷻ نے جو عہد اور میثاق لیا ہے اس میں آپ ہی کا خلیفہ بنانا صلیٰ کیا گیا ہے اور اس کا مقصود آپ ہی کی ذات ہے۔ اسی بناء پر آ یہ کریمہ ”لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ“

(پال عمران ۸۱) میں لام قسم کے لئے آیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام سے جو عہد و پیمان لیا گیا۔ گویا وہ اس بیعت کی مانند ہے جو خلفاء کے نائبوں سے بوقت استقرار خلافت لی جاتی ہے اور عین ممکن ہے کہ نائبین سے جو حلف لیا جاتا ہے وہ اسی کی اصل بھی ہو۔

اب حضور اکرم ﷺ کی عظمت شان اور رفعت مقام پر غور کیجئے جو بارگاہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ غور و تدبر کے بعد آپ کی سمجھ میں آ جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ 'سردارِ انبیاء' اور 'امام الرسل' ہیں اور اس کا ظہور آخرت میں ہوگا کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے علم کے نیچے ہوں گے جس طرح شب معراج میں حضور ﷺ نے ان کی امامت فرمائی تھی۔

مسئلہ کی وضاحت اور زیر بحث گفتگو مزید ذہن نشین کرنے کے لئے فرض کیجئے کہ اگر آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانوں میں سے کسی کے زمانے میں اس دنیا میں تشریف لے آتے تو ان پر اور ان کی امتوں پر واجب ہو جاتا کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور اتباع کریں۔ اسی لئے اللہ ﷻ نے ارواح انبیاء علیہم السلام سے عہد و پیمان لیا کہ آپ ﷺ کی نبوت سب پر محیط اور آپ ﷺ کی بالادستی سب پر قائم ہے۔ یہ حیثیت آپ ﷺ کو معنوی طور پر حاصل ہے۔ بلاشبہ یہ بات آپ ﷺ کے ساتھ ان کے اجتماع پر موقوف ہے اور اس بات میں تاخیر ان کے وجود کی طرف راجع ہے نہ کہ ان کے عدم اتصاف کی جانب۔ جیسا کہ اس کا اقتضاء ہے کیونکہ یہ دو باتیں الگ الگ ہیں۔

ایک یہ کہ فعل کا اس بات پر موقوف ہونا کہ فعل کے محل میں قبول فعل کی صلاحیت ہے یا نہیں اور دوسری بات یہ کہ فاعل میں یہ اہلیت ہے کہ نہیں کہ وہ محل فعل میں صلاحیت قبول فعل پیدا کرے۔ ان دونوں باتوں کے مابین ایک عظیم فرق ہے۔ لہذا اس جگہ نہ تو فاعل کی جہت سے توقف ہے اور نہ نبی کریم ﷺ کی ذات شریفہ کی جہت سے توقف ہے بلکہ وجود زمانہ کی جہت سے کہ وہ فعل اس پر مشتمل ہے موقوف ہے۔ اب اگر یہ بات ان کے زمانے میں پائی جائے تو بلاشبہ آپ ﷺ کا اتباع ان پر لازم آتا ہے۔ اسی بنا پر آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کی شریعت پر آئیں گے اگرچہ آپ ﷺ اپنے حال پر نبی و رسول ہوں گے۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت کے ایک امتی بن کر آئیں گے۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کی امت کے ایک فرد ہیں۔ جیسا کہ ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کا اتباع کریں گے اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت پر قرآن و سنت کے تحت حکم فرمائیں گے اور اؤامر و نواہی سے ہر اس

چیز کا حکم فرمائیں گے جو حضور ﷺ کی امت سے متعلق ہے۔ جس طرح کہ تمام امتوں سے متعلق ہوتا ہے۔ بایں ہمہ وہ علیٰ حالہ با عظمت نبی ہیں اور ان کی نبوت اور شرف نبوت سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر حضور ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یا حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت ابراہیم علیہ السلام یا حضرت نوح علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام کے زمانوں میں مبعوث ہوتے تو وہ تمام انبیاء کرام اپنی اپنی نبوت و رسالت پر جو ان کی امتوں کی طرف ہے برقرار رہتے اور ہمارے نبی کریم ﷺ ان سب کے اوپر نبی ہوتے اور آپ کی رسالت انبیاء کرام اور ان کی امتوں سب پر ہوتی۔

لہذا حضور ﷺ کی نبوت و رسالت عام تر، شامل تر اور عظیم تر ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کے ساتھ اصول میں حضور ﷺ کی شریعت متفق ہے۔ اسی لئے شرائع کے اصول میں اختلاف نہیں ہوتا ہے۔

اب رہا حضور اکرم ﷺ کی شریعت مطہرہ کا تقدم ان مسائل میں جو فروعات سے تعلق رکھتے ہیں اور جن میں اختلاف کا وقوع ہے خواہ یہ اختلاف بر سبیل تخصیص ہو یا بر سبیل نسخ، تو یہ نسخ ہے نہ تخصیص، بلکہ ان اوقات میں ان امتوں کی نسبت سے جن میں ان کے انبیاء احکام لائے در حقیقت حضور اکرم ﷺ کی ہی شریعت تھی اور اس زمانے میں ان امتوں کی طرف منسوب ہونے سے ان کی شریعت کہلائی گئی۔ لہذا اختلاف اشخاص و زمانہ کے اعتبار سے فروعی احکام میں اختلاف ہے۔ اس تقریر سے ہمیں ان دونوں حدیثوں کا مطلب واضح طور پر معلوم ہو گیا۔ اس سے پہلے ہم پر اس کا مفہوم مخفی تھا۔

ایک یہ حدیث کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔“ اس کا مطلب ہم نے بیشک یہ لیا تھا کہ اس سے مراد وہ امت ہے جو آپ ﷺ کے زمانے سے قیامت تک ہوگی، مگر اب یہ علم ہوا کہ تمام نوع انسانی آپ کے حلقہ رسالت میں شامل ہے، قطع نظر اس سے کہ عہد ماقبل میں گزر چکی ہے یا زمانہ بعد میں آئے۔

دوسری یہ حدیث کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز روح و جسم کے درمیانی مرحلہ میں تھے۔

اس کا مطلب ہم یہ سمجھے ہوئے تھے کہ علم و ارادہ الہی میں آپ ﷺ نبی تھے مگر اب یہ ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد مزید فضل و کمال اور عالمگیر رسالت اور ہمہ وقتی نبوت اور مطلق و بے قید ازمہ (زمانے) کے لئے پیغمبری کا حامل ہونا ہے۔

اور بلا شک یہی فرق اس حال کے مابین ہے جو حضور اکرم ﷺ کے عالم اجسام میں جلوہ فرما

ہونے اور خاکدانِ عالم کی ظلمتوں کو جمالِ جہاں آرا کی تابشوں سے منور فرماتے اور شیرِ خوارگی و طفلی کے مراحل سے گزر کر جوان ہونے تک اور اس کے بعد عمر شریف کے چالیس سال پورے ہونے پر آپ کی بعثت اور اس کے ابلاغ کے درمیان نسبت ہے۔ تو یہ نسبت نہ رسول اکرم ﷺ کی طرف ہے نہ لوگوں کی طرف۔ اگر لوگ اس سے پہلے سننے کے قابل ہوتے۔ بلکہ شرائط پر احکام کو معلق کرنا کبھی محلِ قبولیت کے اعتبار سے ہوتا ہے اور کبھی فاعلِ مجرئی کے سبب سے۔ تو اس جگہ محلِ قبولیت کے لحاظ سے تعلیق ہے اور وہ آپ ﷺ کی نوعِ انسانی کی طرف بعثت اور ان پر ابلاغ کرنا ہے اور حضور ﷺ کے جسمانی وجود کا ان کی نظروں کے سامنے ہونا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک باپ کسی شخص کو اپنی لڑکی کے نکاح کے لئے اس شرط کے ساتھ وکیل بنائے کہ جب کوئی کفو ملے تو نکاح کر دینا اور وکیل کفو ملنے پر اس لڑکی کا نکاح کر دے تو یہ وکالت صحیح ہے اور وہ شخص ایسی وکالت کا اہل ہے اور کبھی فاعلِ مجرئی کا وقوف کفو کے وجود پر ہوتا ہے اور کفو ایک عرصہ کے بعد میسر آتا ہے تو ایسی صورت میں جو کچھ توقف و تاخیر ہوئی اس سے وکالت کی صحت اور وکیل کی اہلیت میں حرج نہیں آتا۔
(علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ)

مَلَأَ اَعْلٰی پر حضور ﷺ کا اسم مبارک

حاکم، بیہقی اور طبرانی رحمہم اللہ نے ”صغیر“ میں اور ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب خطا سرزد ہو گئی تو انہوں نے التجا کی: ”اے رب! بہ حق محمد ﷺ مجھے بخش دے۔“

اللہ تعالیٰ ﷻ نے ارشاد فرمایا: ”تم نے محمد ﷺ کو کس طرح جانا؟“

عرض کیا: ”جب تو نے میرے پتلے کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جانِ آفرینی کی میں نے سراٹھایا تو دیکھا کہ عرشِ اعلیٰ کے ستونوں پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا ہے۔ تو میں نے جان لیا کہ جس ذاتِ اقدس کا نام نامی تیرے اسمِ گرامی کے ساتھ مکتوب ہے یقیناً وہ تیری بارگاہ میں دیگر ساری مخلوق سے اعلیٰ و محترم ہوگا۔“

ربِ عظیم نے فرمایا: ”اے آدم! تم نے ٹھیک سمجھا۔ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں نہ تم کو پیدا کرتا نہ کائنات کو۔“ حدیثِ قدسی ہے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے: لَوْلَاكَ لَمَّا خَلَقْتُ إِلَّا فَلَآكَ۔ اس حدیثِ قدسی کے یہی معنی ہیں یعنی یہ تمام کائنات اور عالمِ اجساد صدقہ ہے وجودِ باجوہ جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کا۔

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے کعب احبار ؓ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے حضرت آدم ؑ کو انبیاء و مرسلین کی گنتی کے برابر لائیں دیں۔ یہ تعین نہیں کیا جاسکتا کہ وہ لائیں کتنی اور کیسی تھیں۔ (واللہ اعلم بالصواب) بعد ازاں حضرت آدم ؑ اپنے فرزند حضرت شیث ؑ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”اے میرے فرزند! جب میرے بعد تم میرے قائم مقام ہو تو اس منصب و خلافت کو عمارۃ التقویٰ اور غرۃ الوثقیٰ کے ساتھ لو اور جب تم حق تبارک و تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ہی نام نامی مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ کا لیا کرو۔ کیونکہ میں نے عرش الہی کے ستونوں پر آپ ﷺ کا نام نامی اس وقت لکھا دیکھا جبکہ میں روح و مٹی کے درمیانی مرحلہ میں تھا۔ اس کے بعد مجھے آسمانوں پر پھرایا گیا تو میں نے آسمان میں ہر جگہ اور ہر مقام پر محمد ﷺ لکھا دیکھا۔ پھر میرے رب نے مجھے جنت میں ٹھہرایا تو میں نے جنت میں ہر محل اور ہر دریچہ پر اسم محمد ﷺ تحریر دیکھا۔ نیز میں نے نام محمد ﷺ کو حورالعین کی پیشانیوں پر اور جنت کے بردرختان سبز پر اور درخت طوبیٰ کے ہر پتہ پر اور سدرة المنتہیٰ کے ہر ورق پر اور پردوں کے ہر گوشے پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا دیکھا ہے تو تم اس اسم گرامی کا کثرت سے ذکر کرو کیونکہ فرشتے اس کا ورد کرتے ہیں۔

ابن عدی اور ابن عسا کر رحمہما اللہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”شب معراج جب مجھے لے جایا گیا تو میں نے عرش اعلیٰ کے ستونوں پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ أَيْدُهُ بَعْلٰی یعنی ”خدا کے سوا کوئی معبود نہیں“ محمد اللہ کے رسول ہیں“ بے شک ان کی سر بلندی کے ساتھ تائید کی“ لکھا دیکھا۔

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”معراج کی شب مجھے سیر کرائی گئی تو میں نے عرش پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّیقُ عَمْرُ الْفَارُوقُ عُثْمَانُ ذُو النُّوْرَيْنِ“ لکھا دیکھا۔

ابو یعلیٰ طبرانی رحمہما اللہ صاحب اوسط ابن عسا کر اور حسن بن عرفہ رحمہما اللہ نے اپنی کتاب ”مرویات ابو ہریرہ“ میں روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”معراج کی شب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو ہر آسمان پر ”محمد اللہ کے رسول اور ابو بکر صدیق میرے خلیفہ ہیں“ میں نے لکھا دیکھا۔ بزار رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب مجھے معراج کی شب آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے ہر آسمان پر اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔“

دارقطنی ابن عسا کر حاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ وغیرہ جیسے اجلہ اکابر محدثین نے بڑی صراحت و

وضاحت کے ساتھ اپنی اپنی تصانیف میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج شریف کی سیر میں اپنا اسم گرامی عالم بالا میں ہر مقام پر تحریر پایا۔

چنانچہ محدث دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الافراد“ میں اور خطیب و ابن عساکر رحمہما اللہ نے بروایت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ سے روایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”شب معراج مجھے سیر کراتے ہوئے عرش پر لے گئے تو وہاں کے سبز پردوں پر سفید نورانی حروف سے میں نے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ عُمَرُ الْفَارُوقُ عُثْمَانُ ذُو النُّورَيْنِ“ لکھا دیکھا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے دروازوں پر ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ لکھا ہوا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیہ“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت میں کوئی درخت ایسا نہیں جس کے پتوں پر ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ نہ لکھا ہوا ہو۔“

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت کو صحیح کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور تمہاری امت میں سے جو کوئی ان کو پائے اسے حکم دو کہ ان پر ایمان لائے کیونکہ اگر محمد ﷺ کی جلوہ گری نہ ہوتی تو نہ آدم ہوتے اور نہ جنت و دوزخ ہوتی۔ اور میں نے عرش کو پانی پر مقیم کیا تو وہ متحرک تھا۔ پھر میں نے اس پر لکھا ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ تو وہ ٹھہر گیا۔“

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان ”محمد رسول اللہ خاتم النبیین“ لکھا ہوا تھا۔

مظاہر عالم میں آیات قدرت

بزار رحمۃ اللہ علیہ نے ابوزر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ وہ خزانہ جس کا ذکر اللہ ﷻ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے وہ سونے کی تختی ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں اس شخص سے تعجب کرتا ہوں کہ جو قدرت پر یقین رکھتا ہے پھر وہ غمگین بھی ہوتا ہے۔ نیز میں اس شخص پر حیرت کرتا ہوں جو جہنم کی ہولناکیوں کو یاد رکھتا ہے پھر وہ ہنستا ہے اور مجھے اس شخص پر بھی حیرت اور تعجب ہوتا ہے جو موت کو یاد رکھنے کے باوجود پھر اس سے غافل

رہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“

تقریباً اسی مضمون کی حدیث حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے بھی مروی ہے جس کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے جس کو خراطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ”فتح المحرص“ میں روایت کیا ہے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حضرت سلیمان بن داؤد علیہا السلام کی انگشتی کے نگین کا رنگ آسمانی تھا۔ یہ نگین ان کو اللہ ﷻ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ انہوں نے یہ نگین اپنی انگشتی کے حلقہ نگین میں جڑوا لیا تھا اس نگین پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کندہ تھا۔“

عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الضعفاء“ میں اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”حضرت سلیمان بن داؤد علیہا السلام کی انگوٹھی کے نگینہ میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ نقش کیا ہوا تھا۔“

ابن عساکر و ابن نجار رحمہما اللہ نے اپنی اپنی تاریخوں میں ابوالحسن علی بن عبد اللہ ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ میں بلاد ہند گیا تو میں نے ایک گاؤں میں سیاہ رنگ کے پھول کا ایک درخت دیکھا۔ وہ سیاہ پھول ایک بڑے پھول میں کھلتا تھا۔ نہایت پاکیزہ خوشبو اس کی پنکھڑیوں کا رنگ سیاہ تھا اور ان پتیوں پر سفید حروف میں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ عُمَرُ الْفَارُوقُ“ لکھا تھا۔ مجھے شبہ ہوا اور میں نے گمان کیا کہ شاید یہ پھول مصنوعی ہے۔ اس کے بعد میری نظر ایک اور کلی پر پڑی۔ میں نے ہاتھ سے اسے کھولا تو دیکھا اس میں بھی ویسا ہی لکھا ہوا تھا۔ اس بستی میں ایسے پھول بکثرت تھے حالانکہ اس بستی کے باشندے بت پرست تھے وہ اللہ ﷻ کو جانتے بھی نہیں تھے۔

عہدِ آدم ﷺ اور ملا اعلیٰ میں اذان کے اندر حضور ﷺ کا نام

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیہ“ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت عطاءؓ ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام پر اندیپ میں اتارے گئے تو انہیں وحشت و پریشانی لاحق ہوئی۔ جبریل علیہ السلام کا نزول ہوا اور اذان دینی شروع کر دی۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ

۱۔ بعض مورخین نے ارض ہبوط آدم علیہ السلام جزائر سراندپ کو بتایا ہے لیکن مورخین اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ جزیرہ لٹکا موجودہ مملکت سری لنکا ہے یعنی حضرت ابوالبشر جنت سے ہبوط کے بعد لٹکا میں پہنچے اور حضرت خوارب بن یثیم۔ مولانا آزاد بلگرامی نے اس سلسلہ میں بہت ہی روایتوں کو یکجا کیا ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ لٹکا کے پہاڑ جبلِ آدم کی شہرت اسی باعث ہے۔

اَكْبَرُ. اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ دو مرتبہ۔ حضرت آدم
 علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا:
 ”محمد (ﷺ) کون ہیں؟“

جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: ”یہ تمہارے ایک فرزند انبیاء علیہم السلام میں سے ہیں۔“
 بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ
 فرمایا کہ اپنے رسول ﷺ کو اذان سکھائے تو جبریل علیہ السلام ایک براق لے کر پہنچے۔ جب آپ ﷺ نے
 سوار ہونے کا قصد کیا تو براق نے شوخی کی۔ اس وقت جبریل علیہ السلام نے فرمایا۔ اطاعت کے لئے ٹھہر
 جا! خدا کی قسم محمد ﷺ خدا کے برگزیدہ ترین بندے تجھ پر سوار ہوں گے۔ سکوت براق کے بعد آپ ﷺ
 اس پر سوار ہوئے یہاں تک کہ اس حجاب عظمت تک آئے جو بارگاہ رحمن کے نزدیک ہے۔ اسی دوران
 اس حجاب کی پشت سے ایک فرشتہ باہر آیا اور اس نے کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ حجاب کے پیچھے سے
 آواز آئی۔ میرے بندے نے سچ کہا میں اکبر ہوں میں اکبر ہوں۔ اس کے بعد فرشتے نے کہا اَشْهَدُ
 اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ حجاب کی پشت سے کہا گیا میرے بندے نے سچ کہا میں اکبر ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔
 پھر فرشتے نے کہا اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ اور پردہ حجاب کے پیچھے سے آواز آئی۔ میرے
 بندے نے سچ کہا میں نے محمد ﷺ کو رسول بنایا۔ اس کے بعد فرشتے نے کہا حِیِّ عَلَى الصَّلٰوۃ حِیِّ
 عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ اس کے بعد کہا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پس عقب پردہ سے کہا
 گیا۔ میرے بندے نے سچ کہا۔ میں اکبر ہوں میں اکبر ہوں۔ فرشتے نے پھر کہا لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ پس
 پردہ سے کہا گیا۔ میرے بندے نے سچ کہا میں اکبر ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اس کے بعد فرشتے نے حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا۔ آسمان والوں میں حضرت آدم
 علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام بھی تھے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے لئے آسمان وزمین والوں
 پر اشرف و کمال اور برتری کو کامل فرمادیا۔

انبیاء علیہم السلام سے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا عہد و پیمان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیِّیْنَ لَمَّا اَتٰیْکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَ حِکْمَةٍ ثُمَّ جَآءَ
 کُمْ رَّسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُوْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہُ ط قَالَ ؕ

أَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا اقْرَرْنَا وَقَالَ فَاشْهَدُوا ۖ
 أَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشَّاهِدِينَ ۝

(پسورہ آل عمران ۷۹)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ سدی رحمۃ اللہ علیہ سے آیت مذکورہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا کہ اللہ ﷻ نے اس سے یہ عہد و پیمان نہ لیا ہو کہ محمد ﷺ پر ضرور ایمان لانا اور آپ ﷺ کی مدد کرنا بشرطیکہ وہ تمہارے زمانہ حیات میں ظہور پذیر ہو جائیں ورنہ اپنی امت سے عہد و میثاق کر لینا کہ وہ سب ان ﷺ پر ایمان لائیں اور مدد کریں بشرطیکہ ان کے زمانہ حیات میں وہ مبعوث ہو جائیں۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند کریب رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اللہ ﷻ حضور ﷺ کا مذکور (ذکر) حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد میں مبعوث ہونے والے انبیاء کرام علیہم السلام سے فرماتا رہا۔ تمام سابقہ امتیں اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام سے بشارت ظہور سنتی رہیں اور آپ کے وسیلہ سے دعائے فتح و ظفر مانگتی رہیں حتیٰ کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو بہترین امت، بہترین عہد، بہترین صحابہ رضی اللہ عنہم اور بہترین شہر میں مبعوث فرمایا۔ آپ نے اس شہر میں جب تک اللہ نے چاہا قیام فرمایا۔ یہ شہر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حرم تھا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہجرت مدینہ کے لئے حکم فرما دیا۔ اس لئے وہ شہر حضور ﷺ کا حرم ہے تو گویا مقام بعثت اور مقام ہجرت دونوں حرمین ہیں۔

۱۔ علامہ شبلی اور قاضی سلمان منصور پوری سیرۃ النبی اور رحمۃ للعالمین میں تحقیق و دلیل کے بعد رسول اکرم ﷺ کی ولادت کی تاریخ ۹ ربیع الاول سنہ ۱۲۰۰ مطابق ۱۲ اپریل ۵۷۰ء یوم دوشنبہ وقت صبح صادق تحریر کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں نزول کی تاریخ ۸ ربیع الاول سنہ ۱۲۰۰ء ہے۔ یعنی سنہ ۱۳ نبوت ہے جب آپ نے نماز ادا فرما کر وہاں مسجد کی بنیاد ڈالی۔ مکہ مکرمہ سے روانگی کے وقت آپ کی عمر شریف ۵۳ سال تھی اور ۱۳ سال آپ کی بعثت کو ہو چکے تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ کے قیام کی مدت ۸ ربیع الاول ۱۳ نبوت مطابق سنہ ۱۲۰۱ء تا ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۲۰۲ء یوم دوشنبہ ہے یعنی کامل ۱۰ سال۔ اس طرح عمر شریف ۶۳ سال ہوتی ہے۔ آپ کی ولادت شریف ہجرت اور وصال مبارک میں یوم دوشنبہ مشترک ہے۔

آپ دعائے خلیل ﷺ اور نوید عیسیٰ ﷺ ہیں

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دعا کی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ۔ تو ان سے فرمایا گیا کہ ہم نے تمہاری درخواست قبول کر لی اور وہ ختم الانبیاء سب کے بعد جلوہ افروز ہوں گے۔

امام احمد حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے عرباض بن ساریہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔“

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عبادہ بن صامت رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ کسی نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں اپنے بارے میں کچھ بتائیے۔“ ارشاد فرمایا: ”ضرور۔ میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور جن لوگوں نے میرے ظہور کی بشارت دی تھی ان میں آخری بشارت دینے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں میں ان کی بشارت ہوں۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق جویر از ضحاک رحمۃ اللہ علیہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ انہوں نے اس وقت دعا مانگی جب وہ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مجھے ظاہر فرمایا۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اڈا و ابراہیم کو بشارت

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیوی ہاجرہ کے رخصت کرنے کے لئے حکم فرمایا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام براق پر سوار ہوئے۔ جب آپ کا گزر نرم و شاداب علاقہ پر ہوتا تو فرماتے ”اے جبریل علیہ السلام! یہاں اتروں؟“ مگر جبریل علیہ السلام منع کرتے رہے حتیٰ کہ مکہ آ گئے۔ اب جبریل علیہ السلام نے کہا ”سیدنا ابراہیم علیہ السلام! یہاں پر اتر جائیے۔“ آپ نے کہا ”اس مقام پر نہ دودھ دینے والے جانور ہیں اور نہ کھیتی ہے۔“ انہوں نے کہا ”ہاں یہاں اتر جائیں۔ اسی جگہ اللہ ﷻ آپ کے فرزند کی نسل سے اس نبی امی ﷺ کو

اول رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (پ البقرہ ۱۲۹) ترجمہ: اے رب! ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول اٹھا جو ان کو تیری آیات سنائے ان کو کتاب حکمت کی تعلیم دے اور ان کی رعم گمیاں سنوارے تو بڑا مقدر اور حکیم ہے۔

مبعوث فرمائے گا جس کے ذریعہ کلمہ دین حق کی تشریح و تکمیل فرمائے گا۔“

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب ہاجرہ اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ نکلیں تو کسی شخص نے ان سے کہا: ”اے ہاجرہ! تمہارا یہ فرزند کثیر خاندانوں کا باپ ہے اور انہیں کی نسل سے نبی اُمی پیدا ہوں گے جو حرم کے بسانے والے ہوں گے۔“

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے ہی مروی ہے کہ فرمایا اللہ علیہ نے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ میں تمہاری نسل سے بادشاہ اور انبیاء پیدا کروں گا اور اس نبی تہامی کو مبعوث فرماؤں گا جس کی امت بیت المقدس کے ہیکل کو مسجد بنائے گی وہ نبی خاتم الانبیاء ہوگا اور اس کا نام نامی احمد علیہ السلام ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور ﷺ کے ظہور کی بشارت

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو امامہ باہلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب معد بن عدنان کی اولاد چالیس ۴۰ مردوں پر پہنچی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور ان میں لوٹ مار مچادی۔ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کی۔ اللہ علیہ نے بذریعہ وحی فرمایا: ”اے موسیٰ! ان کے لئے بددعا نہ کرو۔ اس لئے کہ ان لوگوں کی نسل سے نبی اُمی، بشیر و نذیر پیدا ہوں گے۔ نیز ان میں امت محمدیہ پیدا ہوگی۔“

یہ لوگ خدا کے تھوڑے رزق پر راضی ہوں گے اور خدا ان کے تھوڑے عمل سے راضی ہوگا اور وہ امت لا الہ الا اللہ کہتی ہوئی داخل فردوس ہوگی۔ ان کے نبی محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں۔ جو اپنی وضع قطع میں متواضع ہوں گے۔ ان کا سکوت، حکمت و دانائی کی وجہ سے ہوگا۔ ان کی گفتگو حکمت و دقائق پر مبنی ہوگی، حلم اور سنجیدگی ان کی خصلت ہوگی۔ میں اہل قریش کے

۱۔ کعبہ شریف کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دست مبارک سے ہوئی۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ (پ البقرہ ۱۲۷) جس زمین پر کعبہ کی تعمیر ہوئی وہ ایک بے آب و گیاہ میدان تھا۔ جس کو قرآن حکیم نے بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ (پ ابراہیم ۳۷) فرمایا ہے یعنی ایسی وادی جو قابل زراعت نہ ہو۔ بنائے کعبہ کے وقت یہ جگہ آبادی سے بالکل خالی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی لئے اس کی آبادی کی دعا فرمائی تھی جو بارگاہ خداوندی میں قبول ہوئی۔

حضرت عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے براق پر سوار ہو کر شام سے مکہ تشریف لاتے اسی روز واپس ہو جاتے ایک مدت مدید کے بعد حق تعالیٰ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا۔

بہترین گھرانے میں ان کو پیدا کروں گا وہ قریش کے منتخب روزگار فرد ہوں گے۔ تو وہ بہتر ہیں اور بہتر لوگوں کی طرف مبعوث ہیں اور ان کے متبعین اچھائی اور خیر کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

کتاب سماویہ میں حضور ﷺ کا تذکرہ

اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جیسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ.

(کنز الایمان)

(پ ۱۵۷ اعراف)

اللہ ﷻ کا مزید ارشاد چھ بیسویں پارہ میں اس طرح ہے:

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔ اس کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں ہے جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھان کالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیرز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔ (کنز الایمان)

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ط وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۝ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ط ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ج وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ج كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْئَهُ فَازْرَعَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ (پ ۱۶ الفتح آخری ۴)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عطار بن یسار رحمہ اللہ نے روایت کرتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص رحمہ اللہ سے ملا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کی کوئی خاص بات بتائیے تو انہوں نے کہا ہاں! خدا کی قسم آپ ﷺ توریت میں بیان کردہ اوصاف سے متصف ہیں اور آپ ﷺ کی بہت کچھ صفتیں قرآن میں ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے: ”اے نبی ﷺ! بے شک ہم نے آپ ﷺ کو شاہد مبشر نذیر اور اُمیوں کا کر کے رسول بنایا۔ آپ ﷺ میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کا نام التوکل رکھا۔ نہ آپ ﷺ بدخلق ہیں اور نہ سخت مزاج اور نہ درشت خو۔ نہ آپ ﷺ بازاروں میں زور سے بولنے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں بلکہ عفو و درگزر آپ ﷺ کی

خصلت ہے۔ اللہ ﷻ آپ ﷺ کی روح مبارک اس وقت تک قبض نہ فرمائے گا جب تک کہ گجرو سیدھے نہ ہو جائیں اور وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نہ کہہ لیں۔ آپ ﷺ کے ذریعہ اندھی آنکھیں بہرے کان اور دلوں کے پردے کھولے گا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں بہ طریق محمد بن حمزہ بن عبد اللہ بن سلام رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن سلام ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی ہجرت مکہ کی خبر کو سنا تو وہ حضور ﷺ کی زیارت کو آئے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

”اے ابن سلام تم اہل مدینہ کے عالم ہو؟“

انہوں نے عرض کیا: ”ہاں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا:

”میں تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے توریت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا۔ کیا

تم میری صفت اللہ کی کتاب (توریت) میں پاتے ہو؟“

عبد اللہ بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: ”اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے رب کا نسب

بیان کیجئے؟“

یہ سن کر حضور اکرم ﷺ پر ارتعاش کی کیفیت طاری ہو گئی۔ عین اسی وقت حضرت

جبریل علیہ السلام نے آ کر وحی سنائی:

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝
تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ
اس کی کوئی اولاد نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی اس
کے جوڑ کا کوئی (پہلا خلاص) (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت عبد اللہ بن سلام ﷺ نے یہ ”دل نشین و دل کشا“ کلام سن کر عرض کیا: ”میں گواہی

دیتا ہوں کہ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں اور بلاشبہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے دین کو

تمام دینوں پر غالب فرمائے گا۔ اور بلاشبہ میں نے خدا کی کتاب (توریت) میں یہ پڑھا ہے کہ ”اے

نبی! بے شک ہم نے آپ کو شاہد مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔

میں نے آپ کا نام متوکل رکھا۔ آپ نہ سخت مزاج، دُشست خواہر بدگو ہیں اور نہ بازاروں میں چیخنے

چلانے والے ہیں اور نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیں گے بلکہ غفور درگزر سے کام لیں گے اور اللہ ﷻ اس

وقت تک آپ کی روح کو قبض نہ فرمائے گا جب تک کہ گجرو لوگ سیدھی راہ پر نہ آ جائیں اور وہ

دل کے اخلاص کے ساتھ نہ کہنے لگیں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ ان کے ذریعہ اللہ ﷻ اندھی آنکھیں بہرے

کان اور دلوں کے پردے کھولے گا۔“

اس کے بعد بہ طریق زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن سلام ؑ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی تعریف تو ریت میں اس طرح ہے: اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَ مُبَشِّرًا وَ نَذِيرًا۔ (پہلا حزب ۴۶) آخر تک اس آیت قرآن کو پڑھا۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن سلام ؑ سے اسی کی مانند حدیث بیان کی۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے کعب ؑ سے روایت کی کہ پہلی سطر میں ہے:

”محمد ﷺ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ نہ وہ بد خلق و سخت مزاج اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں۔ مگر بہت زیادہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ ان کی ولادت کا مقام مکہ مکرمہ اور ہجرت کا مقام مدینہ طیبہ اور ان کی مملکت شام میں ہے۔“ اور دوسری سطر میں ہے:

”محمد ﷺ کے رسول ہیں ان کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہے وہ ہر خوشی اور غم میں اللہ ﷻ کی حمد کریں گے اور ہر جگہ اللہ ﷻ کی حمد کریں گے اور ہر بلندی پر اس کی کبریائی بیان کریں گے۔ سورج پر نگہداشت کرتے ہوئے نمازیں پڑھیں گے۔ اگرچہ وہ سواری پر سوار ہوں اور وہ لوگ اپنی کمروں پر تہ بند باندھیں گے ان کے اعضاء و ضوروش ہوں گے اور رات کے وقت ان کی آوازیں فضائے آسمانی میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند گونجتی ہوں گی۔“

(یہ حدیث اصحاب طریقت کے لئے حجت ہے)

دارمی ابن سعد اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بہ روایت ابی فروہ رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس ؑ سے روایت کی کہ انہوں نے کعب احبار ؑ سے دریافت کیا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف تو ریت میں کس طرح پائی؟ حضرت کعب ؑ نے بتایا۔ ہم نے تو ریت میں پڑھا ہے کہ محمد بن عبد اللہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے جائیں گے اور ان کا ملک شام ہوگا۔ نہ وہ ”بے ہودہ گو“ ہوں گے اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں گے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد کرے گی وہ ہر رنج و راحت میں حمد کرے

۱۔ کعب بن سلام ؑ نے رسول اکرم ﷺ کے جو اوصاف والا بیان کئے ہیں اور کتب سماوی کی جو پیشگوئیاں پیش کی ہیں وہ ان کے اپنے الفاظ ہیں۔ عبرانی زبان سے عربی میں آئے۔ تارکین کرام ملحوظ رکھیں کہ آیات قرآنی ان کتب سماوی کی آیات کے مترادف ہیں۔ یعنی ان مفہیم کو پیش کرتی ہیں جو کتب سماوی میں بزبان عبرانی بیان کئے گئے ہیں۔

گی اور ہر بلندی پر اللہ ﷻ کی کبریائی بیان کرنے گی اور اپنے اعضاء کا وضو کرنے گی اور کمر پر تہبند باندھے گی اور اپنی نمازوں میں اس طرح صف بستہ ہوگی جس طرح میدان جنگ میں صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں ان کی مساجد میں گونج ہوگی۔ جس طرح شہد کی مکھیاں بھنھناتی ہیں۔ ان کی اذانوں کی آواز فضائے آسمانی میں سنی جائے گی۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ”اخبار مدینہ“ میں اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری علامات اور اوصاف میں (سابقہ کتب ساوی) میں بیان ہوا ہے کہ:

”احمد ﷺ متوکل ہیں ان کی جائے ولادت مکہ اور ان کا مقام ہجرت مدینہ ہے نہ وہ بد خلق اور سخت مزاج ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے بلکہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دینے والے ہیں۔ ان کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی اور نصف کمر پر تہبند باندھنے والی ہے وہ اپنے اعضاء جسمانی پر وضو کریں گے اور ان کے سینوں میں کتاب الہی ہوگی وہ نمازوں کے لئے اس طرح صفیں باندھیں گے جس طرح میدان جنگ میں صفیں باندھی جاتی ہیں اور ان کی قربانیاں ایسی ہوں گی جس سے میرا قرب حاصل ہوگا۔ راتوں میں عبادت کریں گے اور دنوں میں وہ شیر دل (اللہ کے دین کے سپاہی) جنگ کریں گے۔“

ابن سعد اور حاکم رحمہما اللہ نے صحت کے ساتھ اور بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف انجیل میں اس طرح ہیں کہ وہ بد خلق ہیں نہ سخت مزاج نہ سوقيانہ اور بازاری انداز سے شور و غوغا کرنے والے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہوں گے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیں گے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ:

”آپ توریت میں رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کس طرح پاتے ہیں؟“ تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

”ہم نے توریت میں حضور ﷺ کی یہ صفتیں پائیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کا نام متوکل ہے۔ وہ نہ بد خلق ہیں نہ سخت مزاج اور نہ سوقيانہ و بازاری فقرے اور آوازے کتے ہیں اور انہیں کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں تاکہ اللہ ﷻ ان کے ذریعہ اندھی آنکھوں کو بینائی دے اور بہرے کانوں کو

۱۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ الفاظ عبرانی عبارات کا ترجمہ ہے۔ جس کو مترجم نے عربی سے اردو میں منتقل کیا ہے۔

شنوائی بخشے اور ٹیڑھی زبانیں حضور ﷺ کے ذریعہ سیدھی ہوں گی یہاں تک کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ“ کی وہ گواہی دیں گے۔ وہ مظلوموں کی دستگیری فرمائیں گے اور کمزوروں کو زورداروں سے بچالیں گے۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب توریت نازل ہوئی اور انہوں نے اسے پڑھا تو اس امت کا تذکرہ اس میں پایا۔ انہوں نے عرض کیا۔

اے رب! میں توریت کی تختیوں میں اس امت کا ذکر پاتا ہوں جن کا زمانہ تو آخری زمانہ ہو گا مگر ان کا داخلہ جنت میں پہلے ہو گا۔ تو ایسے لوگوں کو میری امت میں شامل فرما دے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وہ امت تو احمد مجتبیٰ نبی آخر الزماں ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار! میں نے ان تختیوں سے یہ جانا ہے کہ وہ امت فرمانبردار ہوگی اور اس کی دعائیں مستجاب ہوں گی، تو اسے میری امت بنا دے۔ رب عظیم نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا۔ اے پروردگار عالم! میں نے ان الواح میں پڑھا ہے کہ وہ ایسی امت ہے کہ جس کے سینوں میں کتاب الہی ہے جس کو وہ پڑھیں گے تو اظہار ہوگا، تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ حق تعالیٰ نے پھر فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار کائنات! میں نے ان الواح میں پایا ہے کہ وہ امت غنائم سے تمتع کرے گی، تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ وہ امت صدقات کے اموال کھائے گی اور پھر اس پر انہیں اجر و ثواب بھی دیا جائے گا، تو اس کو میری امت بنا دے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا وہ امت احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب! میں نے ان الواح میں دیکھا ہے کہ اس امت

۱۔ توریت کے اصل الفاظ عبرانی زبان میں ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ترجمہ عربی میں پیش فرما دیا ہے اور یہاں انہی عربی الفاظ کو اردو میں پیش کیا جا رہا ہے۔ قارئین یہ نہ سمجھیں کہ توریت کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت الواح کی صورت میں اللہ ﷻ نے عطا فرمائی تھی الواح کی تعداد میں اختلاف ہے اکثریت کا قول یہ ہے کہ یہ تعداد دس الواح ہے اور اسی پر اجماع ہے۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ یہ تعداد آٹھ یا دس الواح ہے۔

کا کوئی شخص اگر نیکی کرنے کا ارادہ کرے اور وہ کسی بے بسی کی بنا پر اس نیکی کو نہ کر سکے تب بھی وہ نیکی اس کے حساب میں تحریر کر لی جائے گی اور اگر وہ اس نیکی کو عمل میں لے آئے تو اس کے لئے دس نیکیاں درج کی جائیں گی تو اس امت کو میری امت بنادے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ کی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب قدر! میں نے الواح مقدسہ میں دیکھا ہے کہ جب اس امت میں سے کوئی شخص بدی کرنے کا ارادہ کرے اور پھر خوف خداوندی سے باز رہے تو کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر ارتکاب کر لے تو ایک ہی بدی لکھی جائے گی تو اس امت کو میری امت بنا دے۔ فرمایا وہ تو احمد مجتبیٰ کی ہی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے رب! میں نے ان الواح میں تحریر پایا ہے کہ وہ امت علم اولین و آخرین کی وارث ہوگی اور گرم راہ پیشواؤں اور مسیح دجال کو ہلاک کرے گی اس کو میری امت بنادے۔ ارشاد فرمایا وہ احمد مجتبیٰ کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے مہربان پروردگار! پھر تو مجھے احمد مجتبیٰ کی امت میں شامل فرما دے۔ اس کے جواب میں ان کو دو خصلتیں عطا فرمائی گئیں اور حق تعالیٰ نے فرمایا:

يَا مُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ
بِرِسَالَتِي وَبِكَلَامِي فَخُذْ مَا آتَيْتُكَ
وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝

اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے تو نے جو میں نے تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں سے ہو

(پ ۹ الاعراف ۱۲۴)

(کنز الایمان)

اس ارشاد پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! میں راضی ہو گیا۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمن معافری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ کعب احبار رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عالم کو روتے ہوئے دیکھا تو اس سے پوچھا کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ مجھے کچھ باتیں یاد آ گئی ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: خدا کی قسم اگر میں تجھے بتا دوں کہ تو کن باتوں کو یاد کر کے رویا ہے تو کیا تو میری تصدیق کرے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔

انہوں نے اس سے کہا: ”میں تجھے اللہ کا واسطہ اور قسم دیتا ہوں“ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب میں یہ واقعہ نہیں پاتا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت پر نظر ڈالی تو بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! میں توریت میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو ایک بہترین امت ہے وہ لوگوں کی ہدایت کے لئے پیدا کی گئی ہے جو نیکیوں کا حکم کرتی اور برائیوں سے

روکتی ہے اور وہ کتاب اول اور کتاب آخر پر ایمان رکھتی ہے اور وہ گم کردہ راہ افراد اور قوموں سے قتال کرے گی حتیٰ کہ شیطان دجال کو ہلاک کرے گی۔ اے میرے رب! ان لوگوں کو میری امت میں شامل کر دے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی ہے۔

اس عالم یہود نے کہا: ”درست ہے!“

پھر حضرت کعب ﷺ نے فرمایا: ”میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں، کیا تو کتاب موسیٰ علیہ السلام میں نہیں پاتا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت کو پڑھا تو عرض کیا: اے الہ العالمین! میں اس میں ایک امت کا تذکرہ پاتا ہوں کہ وہ بہت حمد و ثنا کرنے والی اور سورج کی نگہبانی کرنے والی ہوگی اور جب وہ کسی بات کا ارادہ کرے گی تو اس میں استحکام ہوگا اور انشاء اللہ ﷻ سے آغاز کرے گی، تو ان لوگوں کو میری امت میں شامل کر دے۔ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: وہ امت تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔“

اس یہودی عالم نے کہا: ”تمہارا کہنا درست ہے۔“

حضرت کعب ﷺ نے کہا: ”میں تجھے قسم دیتا ہوں، کیا تو نے کتاب آسمانی میں یہ نہیں پڑھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صحیفہ آسمانی کے مطالعہ کے بعد التجا کی۔ اے خالق کائنات! میں مطلع ہوا ہوں کہ ایک امت ایسی ہے کہ جب ان میں سے کوئی بلندی پر چڑھتا ہے تو خدا کی کبریائی بیان کرتا ہے اور جب نیچے اترتا ہے تو تحمید کرتا ہے ان کے لئے روئے زمین کی تمام سطح سجدہ گاہ اور مٹی پاک و طاہر کر دی گئی ہے جسے وہ رفع نجاست و جنابت کے لئے استعمال کریں گے۔ ان کے اعضاء و ضرورشن اور چمکدار ہوں گے، تو انہیں میری امت بنا دے۔“ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: ”وہ تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔“

یہودی عالم نے کہا: ”بالکل صحیح ہے۔“

حضرت کعب ﷺ نے کہا: ”میں پھر تجھے قسم دیتا ہوں کہ کیا تو نے خدا کی نازل کردہ کتاب میں نہیں پڑھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب توریت کو پڑھا تو عرض کیا: ”اے رب قدر! میں ایسی امت مرحومہ کا ذکر پاتا ہوں جو اپنی کمزوری کے باوجود کتاب اللہ کی وارث ہے اور ان کو تو نے

۱۔ اللہ ﷻ نے اپنے کلام مجید میں اس امت کا تعارف اس طرح کرایا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (پہلے آل عمران ۱۱۰)

تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو (ترجمہ کنز الایمان)

۲۔ امت مرحومہ سے مراد ملت اسلامیہ ہے۔

برگزیدہ کیا ہے مگر کچھ تو ان میں اپنی جانوں پر زیادتی کریں گے اور کچھ لوگ راہ اعتدال پر چلیں گے اور کچھ لوگ ان میں سے نیکیوں میں سبقت لے جائیں گے۔

پس اے صاحبِ جود و عطا! ان سب کو میری امت بنادے۔“ اللہ ﷻ نے فرمایا: ”وہ تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔“

یہودی عالم نے کہا: ”تم نے حقیقت بیان کی۔“

حضرت کعب ﷺ نے کہا: ”میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جواب دے کہ کیا تو نے کتابِ مُنزَل میں یہ نہیں پایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تلاوتِ توریت کے بعد دعا کی: ”اے کارسازِ عالم! میں الہامی کتاب میں ایک ایسی امت کا تذکرہ پاتا ہوں جن کے سینوں میں کتابِ خداوندی منقوش ہے اور وہ لوگ عالمِ آخرت میں اہل جنت کے رنگارنگ لباس زیب تن کریں گے اور اپنی نمازوں میں ایسی صف بندی کریں گے جیسی فرشتے کرتے ہیں۔ مسجدوں میں ان کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی بھنھناہٹ کی مانند گونجیں گی۔ ان لوگوں میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔ بجز اس کے جو نیکیوں سے بالکل تہی دامن ہو جس طرح خزاں کا درخت ننگا ہوتا ہے پس اے مجیب! ان لوگوں کو میری امت میں شامل فرمادے۔“ باری تعالیٰ نے فرمایا: ”وہ تو احمد مجتبیٰ ﷺ کی امت ہے۔“

یہودی عالم نے کہا: ”تم نے صداقت کا اظہار کیا۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اس فضیلت کا علم ہوا جو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مرحمت فرمائی ہے تو احساسِ فضیلت و برتری کی بنا پر خواہش کی کہ کاش میں بھی امتِ محمدیہ میں شامل ہو سکتا۔ اس حالتِ تاثر میں اللہ ﷻ نے ان پر تین آیتیں نازل فرمائیں اور ان کے ذریعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مسرت و انبساط بخشا گیا۔ ان آیات مبارکہ کے مضمون کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

يَا مُوسَىٰ اِنِّیْ اصْطَفٰیْتُكَ عَلٰی النَّاسِ بِرِسَالَتِیْ وَبِكَلَامِیْ. (پ ۹ الاعراف ۱۴۴)

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طمانیتِ قلب حاصل ہو گئی اور وہ خوش ہو گئے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن ابی ہلال رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ نے

حضرت کعب ﷺ سے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے بارے میں بتائیے۔ انہوں نے کہا میں خدا کی کتابِ توریت میں اس کا تذکرہ اس طرح پاتا ہوں کہ:

”حضور احمد مجتبیٰ ﷺ اور ان کی امت بہت زیادہ حمد الہی میں مصروف رہنے والی ہے جو مساعد

اور نامساعد ہر حال میں اللہ کی حمد کرے گی۔ ہر بلندی پر کبریائی اور ہر پستی پر تسبیح بجالائے گی۔ ان کی

اذا نیں فضاء آسمانی میں گونجیں گی اور ان کی نمازوں میں بھی اس طرح گونج ہوگی جیسے درخت پر شہد کی مکھیوں کی گونج ہوتی ہے۔ وہ فرشتوں کی صفوں کی مانند اپنی نمازوں میں صفیں بنائیں گے اور میدان جہاد میں بھی مثل نمازوں کے صف بندی کریں گے۔ فرشتے ان کے آگے اور پیچھے تیز پریکاں والے تیر لئے کھڑے ہوں گے اور جب وہ راہ خدا میں صف بستہ ہوں گے تو حق تعالیٰ ان پر سایہ کناں ہوگا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ جس طرح شاہین اپنے آشیانہ پر سایہ کرتا ہے اسی طرح یہ لوگ میدان جنگ میں قائم رہیں گے تا وقتیکہ جبریل علیہ السلام نہ آ جائیں۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیہ“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ جو شخص مجھ سے اس حال میں ملے کہ وہ احمد مجتبیٰ علیہ السلام کا منکر ہے تو میں اسے جہنم میں داخل کروں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے رب! احمد کون ہے؟ فرمایا:

”میں نے کسی مخلوق کو ان سے بڑھ کر مکرم نہیں بنایا اور میں نے ان کا نام تخلیق آسمان و زمین سے پہلے عرش پر لکھا۔ بلاشبہ میری تمام مخلوق پر جنت حرام ہے جب تک وہ ان کی امت میں داخل نہ ہو۔“

موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان کی امت کیسی ہے؟ فرمایا وہ بہت زیادہ حمد کرنے والی امت ہے جو چڑھتے اور اترتے ہر حال میں خدا کی حمد کرنے والی ہے۔ وہ اپنی کمریں باندھیں گے اور اعضا کو پاک کریں گے۔ وہ دن میں روزہ دار اور شب میں ذکر و اذکار اور عبادت گزار ہوں گے۔ ان کے قلیل عمل کو قبول کروں گا اور لا اِلهَ اِلَّا اللہ کی شہادت پر ان کو جنت میں داخل کروں گا۔“

عرض کیا اس امت کا نبی مجھے بنادے؟ فرمایا اس امت کا نبی انہیں میں سے ہوگا۔ عرض کیا مجھے اس نبی کا امتی بنادے؟ فرمایا تمہارا زمانہ پہلے ہے اور ان کا زمانہ آخر میں، لیکن بہت جلد میں تم کو اور ان کو بیت الجلیل میں یکجا کر دوں گا۔

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اشعیا علیہ السلام پر وحی فرمائی کہ:

”میں نبی اُمی کو مبعوث کرنے والا ہوں جس کے ذریعے بہرے کان، محبوب دل اور اندھی آنکھیں کھولوں گا۔ اس کی جائے ولادت مکہ اور مقام ہجرت مدینہ اور اس کا ملک شام ہے۔ یہ میرا بندہ متوکل، مصطفیٰ، مرفوع، حبیب، محبوب اور مختار ہے۔ جو برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا بلکہ عفو و درگزر

یعنی وضو کیا کریں گے۔

اور بخشش سے کام لے گا۔ ایماندار لوگوں کے ساتھ رحمہ لی برتے گا اور قوت سے زیادہ لدے ہوئے اور بوجھل جانور کو دیکھ کر درد مند ہو جائے گا اور بے سہارا عورت کی گود میں یتیم بچوں کے لئے وہ دل گرفتہ ہو گا نہ وہ بد خلق ہو گا نہ سخت مزاج۔ نہ بازاروں میں شور مچاتا پھرے گا نہ فحش کے ذریعہ زینت کو پسند کرے گا نہ وہ یا وہ گو ہے نہ بری بات کہنے والا۔ اگر وہ چراغ کے قریب سے گزرے گا تو سکون و وقار سے تاکہ چراغ گل نہ کر دے اور اگر وہ طویل و سخت میدان پر بھی رواں ہو گا تو اس کی رفتار پر وقار اور بے آواز ہوگی۔ وہ مبشر و نذیر ہے۔ میں اس کے اعمال میں توازن اور اخلاق میں حسن و عظمت دوں گا۔ طمانیت و وقار کو اس کا لباس بناؤں گا اور نیکی کو اس کا شعار، تقویٰ کو اس کا ضمیر اور حکمت کو اس کی فراست بناؤں گا اور صدق و وفا اس کی طبیعت ہوگی اور عفو و بخشش اور بھلائی اس کی عادت ہوگی عدل و انصاف اس کی سیرت، حق اس کی شریعت، ہدایت اس کا امام اور اسلام اس کی ملت ہوگی۔ اس کا نام گرامی احمد ہے۔ میں اس کے ذریعہ گمراہی سے لوگوں کو نجات دوں گا اور اس کے ذریعہ جہالت سے لوگوں کو علم عطا کروں گا اور اس کے ذریعہ گنہگاروں کے بعد سر بلندی عطا کروں گا اور ناواقفیت کے بعد اس کے ذریعہ لوگوں کو معرفت دوں گا اور قلت کے بعد اس کے ذریعہ کثرت دوں گا اور مفلسی کے بعد اس کے ذریعہ تو نگر بناؤں گا اور انتشار و تفریق کے بعد اس کے ذریعہ مجتمع کروں گا اور دلوں میں اس کے ذریعہ الفت پیدا کروں گا اور پراگندہ خیالات مختلف گروہوں کے درمیان اتحاد فکر اور خیر سگالی پیدا کروں گا اور اس کی امت کو خیر امت یعنی بہترین امت بناؤں گا۔ جو لوگوں کی ہدایت کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ وہ امت نیکی کا حکم دے گی اور برائی سے منع کرے گی۔ وہ لوگ میری وحدانیت کا چرچا کریں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے میرے ساتھ عقیدہ اور محبت میں اخلاص ہو گا اور میرے تمام انبیاء علیہم السلام اور رسول جو الہام و ہدایت لائے ہیں وہ ان سب کی تصدیق کریں گے اور وہ لوگ

۱۔ قرآن حکیم نے حضرت رسول اکرم ﷺ کے یہ تمام اوصاف جگہ جگہ بیان فرمائے ہیں۔ وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلِقْتَ عَظِيْمٌ ۝ (پ ۲۹ القلم ۴)
آپ رؤف الرحیم بھی ہیں اور بشیر و نذیر بھی۔ آپ کا وجود گرامی ان تمام خصائص اور کمالات کا آئینہ دار تھا۔ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْنُ ۝ (پ ۳۱ الکون ۱) اس پر دال ہے۔

۲۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (پ ۲ آل عمران ۱۱۵)
اس سورہ میں ایک اور جگہ فرمایا:

مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَانِمَةٌ ۙ يَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِنَّا الْيَلِ وَ هُمْ يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ يُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (پ ۲ آل عمران ۱۱۴)
(ترجمہ) کہتا ہوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں (ترجمہ کنز الایمان)

نمازوں کے اوقات کے لئے سورج کے طلوع و غروب پر نظر رکھیں گے۔ ایسے دموں، ایسے چہروں اور ایسی روحوں کو خوشخبری ہو جو میرے ساتھ مخلص ہوں گے۔ میں ان کو مسجدوں میں، مجلسوں میں، ان کے کاروباری اداروں میں، ان کی گزرگاہوں میں اور ان کی آرام گاہوں میں تسبیح و تکبیر اور تحمید و توحید کرنے کی توفیق دوں گا۔ وہ اپنی مساجد میں اس طرح صفیں بنائیں گے جس طرح عرش کے گرد فرشتے صف بناتے ہیں۔ وہ میرے محبوب و محسن اور مددگار ہیں۔ میں ان کے ذریعے اپنے دشمنوں سے بدلہ لوں گا۔ وہ میرے لئے قیام و قعود اور رکوع و سجود کے ساتھ نمازیں پڑھیں گے۔ وہ میری رضا و خوشنودی کی خاطر اپنے دیار و اعصار اور جائیدادوں سے دست کش ہوں گے، وہ قتل کریں گے اور شہید بھی ہوں گے۔ ان کی جماعت مجاہدین میں بڑی تعداد ہوگی۔ میں ان کی کتاب کے ذریعہ دوسری کتابوں کو اور ان کے نظام زندگی کے ذریعہ دوسرے باطل نظاموں کو اور ان کے قانون شریعت کے ذریعہ دوسرے خلاف عدل سیاہ قوانین کو ختم کر دوں گا۔ پس جو کوئی بھی ان کے زمانہ کو پائے پھر بھی ان کی کتاب کو نہ مانے اور ان کے دین یعنی نظام حیات اور قانون شریعت کو نہ اپنائے، تو وہ میرا نہیں اور مجھ سے بری ہے۔ میں نے ان کو تمام امتوں پر افضل بنایا اور نیز ان کو ”امت وسط“ لے اور تمام لوگوں پر گواہ بنایا۔ جب وہ غضبناک ہوتے ہیں تو میری تکبیر کہتے ہیں اور جب وہ لاچار ہوتے ہیں تو میری کبریائی بیان کرتے ہیں اور جب جھگڑتے ہیں تو میری تسبیح کرتے ہیں۔ وہ اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو وضو کے ساتھ پاک و صاف کرتے ہیں اور نصف کمر پر تہبند باندھتے ہیں اور ہر نشیب و فراز پر تہلیل و تکبیر کرتے ہیں۔ ان کی قربانیاں ان کا خون بہانا ہے۔ کتاب اللہ ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ رات کو عبادت کرتے اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ ان کا منادی یعنی مؤذن اپنی آواز سے فضاء آسمانی میں گونج پیدا کر دیتا ہے جس طرح شہد کی مکھی کی بھنھناٹ ہوتی ہے خوشخبری ہو اسے جو ان کے ساتھ ہے اور ان کے دین، ان کے طریقہ اور ان کی شریعت پر ہے۔ یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں اور میں ہی صاحب فضل عظیم ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور ﷺ کی خدمت میں جا رو اور بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ آئے اور اسلام قبول کیا۔ پھر کہا قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ بلاشبہ میں نے انجیل میں آپ کی صفت پائی ہے اور یقیناً آپ ﷺ کی بشارت ابن مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرُّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (پ البقرہ ۱۴۳)

(ترجمہ) اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کرتے لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ (ترجمہ کنز الایمان)

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت عباس ؓ نے کعب احبار ؓ سے کہا کہ تم عہد رسالت ؐ اور زمانہ خلافت ابو بکر ؓ میں ایمان نہیں لائے اب امارت فاروقی میں اسلام لائے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا

”میرے والد نے میرے لئے ایک کتاب جو توریت سے ماخوذ تھی لکھی اور میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا اس کے بموجب عمل کرنا نیز حقوق ابوت کا احساس دلاتے ہوئے مجھ سے عہد لیا کہ میں اس کتاب کی مہر کو نہ توڑوں کیونکہ انہوں نے اپنی تمام کتابوں پر مہر لگا دی تھیں۔ پھر جب میں نے اسلامی تحریک کو دیکھا تو اس میں ازسرتاپا بھلائی اور اس کی اشاعت میں ارتقا اور غلبہ پایا تو مجھے خیال ہوا کہ شاید اس کتاب میں میرے باپ نے کچھ ضروری علم میرے لئے مخفی کر رکھا ہے لہذا میں نے مہر کو ہٹایا تو اس میں حضور ؐ کی اور آپ ؐ کی امت یعنی پیروان رسول ؐ کی توصیف پائی۔ بہر حال میں اب آیا اور اسلام لایا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کعب ؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میرا باپ تمام لوگوں میں حضرت موسیٰ ؑ پر نازل شدہ کتاب کا بہت بڑا عالم تھا۔ وہ علم کو مجھ سے چھپاتا بھی نہ تھا۔ اس نے اپنی موت کے وقت مجھے بلایا اور کہا ”اے بیٹے! تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے علم کو تم سے پوشیدہ نہیں رکھا ہے بجز دو ورقوں کے۔ ان اوراق میں ایک نبی ؐ کا ذکر ہے جن کی بعثت کا زمانہ بہت قریب ہے لہذا میں نے مناسب سمجھا کہ میں تمہیں اس کی اطلاع کر دوں اس لئے کہ مجھے خطرہ ہے کہ بعض نبوت کے جھوٹے مدعی ظاہر ہوں اور تم ان کی اطاعت کرنے لگو۔ لہذا میں نے ان دونوں ورقوں کو تمہارے سامنے کے روزن میں رکھ دیا ہے اور ان پر مہر لگا دی ہے۔ تم ان اوراق کو ابھی نہ دیکھنا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ ﷻ تمہارے لئے بھلائی کا ارادہ فرمائے اور وہ نبی مذکور آ جائے تم اس کی پیروی کرنا۔ اس کے بعد وہ فوت ہو گئے اور ہم نے ان کو دفن کر دیا۔ اس کے بعد میرے لئے کوئی شے اس سے زیادہ محبوب نہ تھی کہ میں ان اوراق کو دیکھوں۔ بالآخر میں نے اس روزن کو کھولا اور ان ورقوں کو نکالا۔ ان میں لکھا تھا:

”مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) خَاتَمُ النَّبِيِّينَ ہُنَّ اُنْ كِي جَائے وِلَادَتِ مَكَّةَ اَوْر اُنْ كَا مَقَامِ ہِجْرَتِ مَدِيْنَةِ ہِے۔ وَہْ نَبِيٌّ بَدِ خَلْقِ ہِے نَبِيٌّ نَبِيٌّ مَزَاجِ نَبِيٌّ بَا زَارُوں مِی شَوْر مَچَانے وَا لے ہِے اَوْر نَبِيٌّ كَا بَدَلِہِ بَرَا ئِ سے دینے وَا لے ہِے۔ وَہْ عَفْوٌ وَا دَر گَز ر سے كَا م لیں گے۔ اُنْ كِي اَمْتِ بہت زیادہ حَمْد كرنے وَا لِے ہوگی۔ وَہْ لوگ ایسے ہوں گے كہ ہر حَالَتِ مِی اللہ كِي حَمْد كریں گے۔ اُنْ كِي زَبَانِیْنِ حَمْد و سِپَاس مِی سَر گَر م۔ وَہْ دُشْمَانِ دین كے مَقَابِلے مِی اپنے نبی ؐ كِي مدد كریں گے۔ وَہْ اپنی شَرْم كَا ہوں كُو دھوئیں گے اَوْر نِصْف

کمر پر تہبند باندھیں گے۔ خدا کی کتاب ان کے سینوں میں ہوگی اور وہ باہم اتنے رحیم و کریم ہوں گے جس طرح ماں جائے بھائی باہم رفیق و شفیق ہوتے ہیں اور وہ لوگ قیامت کے دن تمام لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔“

مزید شہادت

کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اس کے بعد جب تک خدا نے چاہا میں ٹھہرا رہا۔ پھر مجھے اطلاع ملی کہ نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔ میں انتظار کرنے لگا کہ آپ ﷺ کی نبوت پر یقین کرنے کے لئے ثبوت مل جائے۔ اس کے بعد مجھے خبر ملی کہ آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی ہے اور آپ ﷺ کے خلیفہ منتخب ہو گئے ہیں اور ان کا لشکر ہمارے علاقہ کی طرف آ رہا ہے۔ میں نے دل میں کہا۔ میں ان کے دین کو اس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک میں ان کے اقوال و اعمال کو نہ دیکھ لوں۔ بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ عامل ہماری طرف آئے اور میں نے ان کے اندر وفائے عہد اور وہ جملہ علامات دیکھ لیں تو جان لیا کہ یہ وہی امت اور وہی لوگ ہیں جن کا میں انتظار کر رہا تھا۔

اللہ گواہ ہے ایک رات میں اپنے مکان کی چھت پر تھا تو میں نے دیکھا کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص کلام الہی کی یہ آیت تلاوت کر رہا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا
نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ
نَطْمِسَ وُجُوهًا
اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا
تمہارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا قبل
اس کے کہ ہم بگاڑیں کچھ مونہوں کو

(ترجمہ کنز الایمان)

(پہ النساء ۴۷)

جب میں نے اس آیت کو سنا تو میں ڈر گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ صبح ہونے سے پہلے اللہ ﷻ میرے منہ کو میری گدھی کی طرح بنا دے۔ اس وقت میری بس ایک خواہش تھی کہ کسی صورت سورج طلوع ہو کر آئے اور کاش ابھی صبح ہو جائے۔

پھر جب صبح ہوئی تو میں مسلمانوں کے پاس گیا۔ (اس روایت کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق مستب بن رافع رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے)۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ اللہ ﷻ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی فرمائی: ”اے داؤد علیہ السلام! تمہارے بعد جلد ہی ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد محمد اور صادق ہے (ﷺ)۔ نہ اس پر میرا کبھی غضب ہوگا اور نہ کبھی وہ میری نافرمانی کرے گا۔ میں اس کے سبب اس

سے اگلے اور پچھلے لوگوں کے گناہ معاف کروں گا۔ اس کی امت امت مرحومہ ہے میری بخشش ان پر بہت ہوگی ان میں سے بعضوں پر بعض بخششیں انبیاء علیہم السلام کی مانند ہوں گی۔ میں ان پر ایسے فرائض لازم کروں گا جو انبیاء علیہم السلام پر کئے ہیں۔ وہ امت قیامت کے دن اس شان سے آئے گی کہ ان کا نور انبیاء علیہم السلام کے نور کے مانند ہوگا اور یہ نور اس عائد کردہ فرض کی وجہ سے ہوگا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح ہر نماز کے لئے طہارت کریں گے اور مثل انبیاء علیہم السلام کے غسل جنابت کریں گے اور انبیاء علیہم السلام کی طرح حج کریں گے اور مثل انبیاء کے دین حق کی مدافعت اور اشاعت کے لئے جہاد کریں گے۔ اے داؤد الطین! میں نے محمد ﷺ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے۔ نیز میں ان کو ایسی چھ خصلتیں دوں گا جو میں نے دیگر کسی امت کو نہیں دی ہیں اور ان کی خطا و نسیان پر مواخذہ نہ کروں گا۔

طبرانی، بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے فلتان بن عاصم ؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ ایک شخص آیا تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تم نے توریت پڑھی ہے؟ اس نے کہا ”ہاں۔“ پھر ارشاد فرمایا ”کیا انجیل بھی؟“ اس نے کہا ”جی ہاں۔“ حضور ﷺ نے اس کو قسم دے کر کہا:

”کیا تم نے توریت اور انجیل میں میری صفت پڑھی ہے؟“

اس نے کہا ”آپ ﷺ کے اوصاف کے مانند اوصاف آپ ﷺ کی ہیئت کی مانند ہیئت اور آپ ﷺ کے ظہور کے مانند ظہور ہونے کا حال ہم نے پڑھا ہے۔ مگر ہمیں امید ہے کہ وہ نبی ہم میں سے ہوگا۔ جب آپ نے ظہور فرمایا تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ وہ نبی موعود شاید آپ ہی ہوں پھر جب ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا تو ہم سمجھ گئے کہ وہ آپ ﷺ نہیں ہیں۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم نے یہ کیسے جانا؟“

اس نے کہا کہ ”ان کے ساتھ ان کی امت میں سے ستر ہزار ایسے لوگ ہوں گے جن پر کچھ حساب و کتاب اور عذاب نہ ہوگا اور آپ ﷺ کا حال یہ ہے کہ تھوڑے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً میں ہی وہ نبی ہوں اور جس امت کی تم نے تعریف بیان کی ہے وہ میری ہی امت ہے اور وہ ستر ہزار سے بہت زیادہ ہے۔“

طبرانی، ابن حبان، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن سلام ؓ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے جب زید بن سعنہ ؓ کی ہدایت کا ارادہ فرمایا تو زید بن سعنہ ؓ کہتے ہیں کہ جس

وقت میں نے حضور اکرم ﷺ کے چہرے پر نظر ڈالی تو علامات نبوت میں سے کوئی علامت باقی نہ رہی جس کو میں نے حضور ﷺ کے روئے انور میں نہ دیکھ لیا ہو۔ صرف دو باتیں ایسی رہیں جن کو میں چہرہ انور سے نہ پہچان سکا۔

ایک یہ کہ آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے جہل پر غالب ہوگا۔
دوسرے یہ کہ دوسروں کے جہل کی بناء پر آپ ﷺ پر شدت کرنے سے آپ ﷺ کا حلم ہی زیادہ ہوگا۔

چنانچہ اس کی پہچان کے لئے میں نے حضور ﷺ سے نرمی کا برتاؤ اختیار کر کے ایک معاملہ کیا تاکہ میں بعد میں طے شدہ معاملہ کے خلاف کر کے آپ کے حلم اور جہل کو پہچان سکوں۔ لہذا میں نے ایک خاص مدت مقرر کر کے ایک متعین کھجور کی مقدار خریدنے کا معاملہ کیا اور آپ ﷺ کو قیمت دی۔ پھر اس مدت مقررہ سے دو یا تین دن پہلے میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کی قمیص اور چادر کے ایک گوشہ کو پکڑ کر غضبناک جذباتی ہیجان کے عالم میں کہا:

”اے محمد ﷺ! تم میرا حق ادا نہ کرو گے۔ واللہ تم سب آلِ مطلب بد معاملگی کرنے والے لوگ ہو اور بے شک تمہارے اس معاملہ میں لا پرواہی کو میں خوب جانتا ہوں۔“

میری یہ یا وہ گوئی سن کر حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا: ”اے دشمن خدا تو رسول اللہ ﷺ سے ایسی بات کہتا ہے اور پھر میں موجود سن رہا ہوں خدا کی قسم اگر مجھے حضور ﷺ کا اس درجہ احترام نہ ہوتا تو میں اپنی تلوار سے اب تک تیرا سراڑا چکا ہوتا۔“

رسول اللہ ﷺ غیر معمولی سکون اور وقار کے ساتھ حضرت عمرؓ کی طرف دیکھ کر تبسم فرما رہے تھے۔ اس کے بعد فرمایا:

”اے عمرؓ! میں اور (میری جانب اشارہ کرتے ہوئے) یہ تمہاری اس درشت بات کے علاوہ کسی اور ہی چیز کے متمنی تھے۔ اے عمرؓ تم مجھ سے حُسنِ اَدَا کو کہتے اور ان کو مہذب طریقہ کے تحت مطالبہ کرنے کی تلقین کرتے۔ جاؤ اے عمرؓ! انہیں لے جاؤ ان کا مطالبہ پورا کرنے کے بعد مزید بیس صاع لے کھجوریں ان کی خوش دلی حاصل کرنے کے لئے دینا کیونکہ تم نے ان کو رنج دیا ہے امید ہے یہ بدل نہ ہوں گے۔“

انہوں نے تعمیل کی۔ اس کے بعد میں نے کہا:

”اے عمرؓ! نبوت کی تمام علامتیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے پر نور چہرے میں دیکھ لی

۱۔ ”صاع“ ایک عربی وزن ہے۔ ایک صاع میں چار مَد اور ایک مَد عربی ۵۶ تو لے کا ہوتا ہے۔

تھیں۔ صرف دو علامتیں ایسی تھیں جن کو میں جاننا چاہتا تھا۔ ایک یہ کہ ان کا حلم ان کے غیظ پر غالب رہے گا۔ دوسرے یہ کہ جاہلوں کی ان کے ساتھ جس درجے کی شدت ہوگی اسی قدر ان کا حلم و انضباط ان کے ساتھ بڑھے گا۔ تو میں نے یہ دونوں نشانیاں پہچان لیں۔ لہذا اب میں اقرار کرتا ہوں کہ:

”میں اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو گیا۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک یہودی نے کہا ”توریت میں مذکور تمام صفتوں کو میں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی میں مجتمع اور موجود پایا، صرف صفت حلم باقی تھی۔ اس صفت کو دریافت کرنے کے لئے ایک مقررہ مدت سے پیشگی تین دینار کھجوروں کی قیمت میں نے حضور ﷺ کو دے دی۔“ اس نے مذکورہ بالا واقعہ آخر تک بیان کیا۔ مگر اس کے آخر میں یہ زائد ہے کہ:

”اس یہودی نے کہا۔ اے عمرؓ! جو بے ادبی مجھ سے سرزد ہوئی ہے اس کے لئے مجھے کسی اور بات نے نہیں ابھارا تھا بجز اس کے کہ میں حضور ﷺ کی ذات میں توریت میں مذکور تمام صفتیں پاتا تھا مگر ایک صفت حلم کی مجھے آزمائش مقصود تھی جسے آج میں نے آزمایا اور ویسا ہی پایا جیسا کہ توریت میں مذکور تھا۔ اس کے بعد وہ یہودی اور اس کے تمام گھروالے مسلمان ہو گئے۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق یوسف بن عبد اللہ بن سلام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے جتنی کتابیں پڑھی ہیں ان میں سے ہر ایک میں تھا کہ ایک علم صاحب علم کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور اس کے ساتھ اللہ ہوگا اور صاحب علم کو اللہ ﷻ تمام قوموں پر غالب فرمائے گا۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بطریق موسیٰ بن یعقوب زمعی رحمۃ اللہ علیہ سہل مولیٰ نعیمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اہل مرلیس کا نصرانی تھا، یتیم تھا اور اپنے چچا کی کفالت میں تھا۔ اس نے بتایا کہ میں نے انجیل کو پڑھا مطالعہ کے دوران مجھے ایک ورق گوند سے چسپاں ملا۔ میں نے اس کو کھولا تو اس میں محمد ﷺ کے اوصاف حمیدہ اس طرح تحریر تھے کہ:

”آپ ﷺ نہ کوتاہ قدم ہوں گے نہ طویل القامت، گورا رنگ ہوگا۔ دوزخیں ہوں گی، دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، اجنباءؑ کی ہیئت میں اکثر بیٹھیں گے، صدقہ کو قبول نہ کریں گے، دراز گوش اور اونٹ پر سواری کریں گے، بکری کا دودھ دوہیں گے، پیوند لگا لباس زیب تن فرمائیں گے۔ جو شخص اپنی خصلت میں ایسا ہو وہ ظاہر ہے کہ غرور و تکبر سے پاک ہوگا۔ آپ میں یہ تمام اوصاف ہوں گے، اولاد اسماعیلؑ سے ہوں گے اور اسم گرامی احمد ﷺ ہوگا۔“

۱۔ دونوں پاؤں کو کھڑے کر کے پھر ہاتھوں کو ان کے آگے سے پکڑ کر بیٹھنے کو اجنباء کہتے ہیں (ادارہ)

سہل رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب حضور ﷺ کا تذکرہ یہاں تک پڑھ چکا تو میرا چچا آگیا جب اس نے اس ورق کو دیکھا تو مجھے مارا اور کہا کہ تو نے اس ورق کو کیوں کھولا اور پڑھا؟ میں نے جواب دیا کہ میں نے اس میں نبی موعود (ﷺ) کی نعت پڑھی ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ وہ نبی ابھی نہیں آیا ہے۔

بیہقی نے بطریق عمر بن حکم بن رافع بن سنان رحمہ اللہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے میرے چچا اور دوسرے بزرگوں نے بتایا ہے کہ ان کے پاس ایک ورق قدیم زمانہ جاہلیت سے بطور میراث چلا آ رہا تھا۔ پھر اسلامی تحریک شروع ہوئی اور اس کے قائد محترم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو وہ ورق لایا گیا۔ اس میں لکھا تھا:

”بِسْمِ اللَّهِ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ وَقَوْلُ الظَّالِمِينَ فِي ثِيَابٍ. اللَّهُ کے نام سے شروع“ اس کا قول حق ہے اور ظالموں کی باتیں کپڑوں میں ہیں۔ یہ ذکر اس امت کا ہے جو آخر زمانہ میں آئے گی وہ لوگ اپنے دامنوں کو لٹکائیں گے اور اپنی کمروں پر تہبند باندھیں گے اور دریاؤں کو عبور کر کے اپنے دشمنوں کی طرف جائیں گے۔ ان میں ایسی نماز ہوگی کہ اگر وہ نماز قوم نوح علیہ السلام میں ہوتی تو وہ طوفان سے ہلاک نہ ہوتی اور قوم عاد میں ہوتی تو وہ ہوا سے برباد نہ ہوتی اور ثمود میں ہوتی تو وہ چیخ سے ہلاک نہ ہوتے۔“

رسول اللہ ﷺ کے حضور جب اس ورق کو پڑھا گیا تو آپ ﷺ نے تعجب فرمایا۔

ابن مندہ رحمہ اللہ نے ”کتاب الصحابہ“ میں حضرت انس رحمہ اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ ﷻ نے مجھے سارے جہان کے لئے ہدایت اور رحمت کر کے بھیجا اور مجھے اس لئے مبعوث فرمایا کہ میں مزامیر اور معارف کو مٹاؤں۔ اس موقع پر اوس بن سمعان رحمہ اللہ نے کہا۔ قسم ہے اس ذات گرامی کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ پیدا کیا بلاشبہ میں نے توریت میں ایسا ہی پایا ہے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے کعب احبار رحمہ اللہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”میں نے خواب میں دیکھا“ تمام لوگ حساب گاہ میں ہیں پھر انبیاء علیہم السلام کو ان کی امتوں کے ہمراہ لایا گیا اس طرح کہ ہر نبی کے ساتھ دو اور ان کے ہر قبیح کے ساتھ ایک نور چل رہا تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو بلایا گیا تو آپ کے سر مبارک اور چہرہ انور کے ہر بال کے ساتھ جدا جدا نور تھا اور آپ ﷺ کے ہر قبیح کے ساتھ دو نور مثل انوار انبیاء علیہم السلام کے تھے۔“

۱۔ مزامیر و معارف عربوں کے پسندیدہ ساز تھے۔ اب تمام سازوں کے لئے لفظ مزامیر استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ سن کر حضرت کعب ؓ نے کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں کیا واقعتاً تو نے خواب میں ایسا ہی دیکھا ہے؟ اس نے کہا ”ہاں۔“ تو کعب ؓ نے کہا قسم سے کہتا ہوں یہ محمد ؐ اور ان کی امت ہے اور انبیاء کرام اور ان کی امتوں کی یہی صفت ہے جو کتاب الہی میں مذکور ہے۔

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ جن کی بشارت اللہ نے ان کی پیدائش سے پہلے دی ہے۔

ایک حضرت اسحاق ؑ دوسرے حضرت یعقوب ؑ۔ چنانچہ فرمایا ”قَبَشْرُنَا هَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ“ (پا اھوداے) تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی (ترجمہ کنز الایمان) اور

تیسرے حضرت یحییٰ ؑ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ”إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى“ (پا ال عمران ۳۹) یعنی بے شک اللہ آپ مرثوہ دیتا ہے یحییٰ علیہ السلام کا۔ (ترجمہ کنز الایمان) اور

چوتھے حضرت عیسیٰ ؑ۔ چنانچہ فرمایا ”إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ“ (پا ال عمران ۴۵) اللہ مجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی۔ (ترجمہ کنز الایمان) اور

پانچویں حضرت محمد ؐ۔ آپ ؐ کی تشریف آوری کی بشارت سورہ القف میں اس طرح دی گئی ہے ”وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ“ (پا القف ۶) اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے (ترجمہ کنز الایمان) یہ ہیں وہ انبیاء علیہم السلام جن کی بشارت قبل پیدائش دی گئی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیہ“ میں وہب ؓ سے روایت کی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو سال تک خدا کی نافرمانی کی۔ پھر وہ مر گیا تو بنی اسرائیل نے اسے کوڑے گھر (گندگی ڈالنے کی جگہ) پر ڈال دیا۔ اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ ؑ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ جاؤ وہاں سے اٹھا کر اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت موسیٰ ؑ نے عرض کیا۔ اے رب! بنی اسرائیل گواہی دیتے ہیں کہ اس نے دو سو سال تک تیری نافرمانی کی ہے۔ حق تعالیٰ نے دوبارہ وحی فرمائی واقعتاً وہ ایسا ہی شخص تھا لیکن وہ جب بھی توریت کو تلاوت کے لئے کھولتا اور اسم گرامی احمد مجتبیٰ ؑ پر نظر پڑتی تو ”وہ اسے بوسہ دیتا اور اسے اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگاتا اور آپ ؑ پر درود بھیجتا تھا“ تو میں نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ میں نے اس کے گناہوں کو بخش دیا اور ستر حوروں سے اس مشہور نافرمان کا نکاح کر دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول

اللہ ﷻ اہل کتاب کے ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا:
 ”میرے پاس اپنے سب سے بڑے استاد اور عالم کو لاؤ۔“ تو انہوں نے کہا:
 ”یہ ہیں عبد اللہ بن صوریہ۔“

حضور ﷺ ان کو خلوت میں لے گئے اور ان کو ان کے دین، جملہ انعامات الہیہ، من اور سلویٰ
 اور ان پر ایک خاص وقت میں سایہ ابر ہوا تھا۔ ان سب کی قسم دی اور کہا:
 ”تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

انہوں نے جواب دیا ”خدا شاہد ہے“ میں جانتا ہوں آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جملہ
 اہل کتاب واقف ہیں چونکہ توریت میں واضح طور پر آپ کے اوصاف مذکور ہیں۔ مگر میرے ہم
 مذہب حسد اور عصبیت کی بنا پر انکار کرتے ہیں۔“

حضور ﷺ نے پھر سوال کیا: ”تم کو اقرار اور اعتراف سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟“
 انہوں نے عرض کیا کہ ”میں اپنی قوم کے خلاف کرنا پسند نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے عنقریب یہ
 لوگ دعوت اسلام قبول کر لیں گے اس وقت میں بھی اسلام لے آؤں گا۔“

امام احمد و ابن سعد رحمہما اللہ نے ابی صخر عقیلی ؓ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ
 سے ایک بدوی عرب نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ کا گزر اس یہودی کے پاس سے ہوا جو ایک بستر پر
 توریت رکھے بیمار لڑکے کے آگے پڑھ رہا تھا۔

حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: ”میں تجھ کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ
 علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی، کیا تو اس توریت میں میرا اور میرے مقام ہجرت کا ذکر پاتا ہے؟“
 اس یہودی نے اپنے سر کے اشارے سے کہا: ”نہیں۔“ مگر اس کے بیٹے نے کہا: ”میں
 اس ذات کو گواہ بنا کر کہتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی کہ توریت میں آپ ﷺ کا اور
 آپ ﷺ کے مقام ہجرت کا بیان موجود ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ

۱. وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ۝ كُلُوا مِن طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (پ ۹ الاعراف ۱۶۰) اور ہم نے
 ان پر ابرسا بان کیا اور ان پر من و سلویٰ اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں (ترجمہ کنز الایمان) لیکن اس انعام الہی سے وہ بہت
 جلد سیر ہو گئے اور نافرمانی کرتے ہو کہنے لگے۔

وَإِذْ قُلْتُمْ یٰمُؤْمِنٰی اِنَّ نَصِیْرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاجِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبِّکَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِئُ الْاَرْضُ مِنْۢ بِقْلِهَا وَقِثَآءَ هَا و
 قُومِہَا وَغَدِیْہَا وَبَصْلِہَا ۝ (پ ۱ البقرہ ۶۱) اور جب تم نے کہا ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا
 کیجئے کہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہمارے لئے نکالے کچھ ساگ اور گڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز (ترجمہ کنز الایمان)

کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔“

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ”اس یہودی کو اس کے ساتھی کے پاس سے علیحدہ کر دو۔“ اس کے بعد وہ جوان فوت ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کی مانند حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق کلبی رضی اللہ عنہ ابو صالح رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ قریش مکہ نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھیجا کہ وہ محمد ﷺ کے بارے میں دریافت کریں۔ تو یہ لوگ مدینہ میں آئے اور کہا کہ ہمیں ایک معاملہ درپیش ہے۔ وہ یہ کہ ہم لوگوں میں ایک شخص یتیم و حقیر ہونے کے باوجود بہت بڑا دعویٰ کرتا ہے وہ کہتا میں کہ میں رحمن کا رسول ہوں۔

یہودیوں نے کہا: ”ہمیں اس کے اوصاف سے آگاہ کرو۔“ تو انہوں نے حضور ﷺ کے اوصاف بیان کئے۔

یہودیوں نے پوچھا: ”کون لوگ اس کا اتباع کر رہے ہیں؟“

انہوں نے جواب دیا: ”ادنیٰ لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں۔“

اس جواب کو سن کر یہودیوں کا پیشوا ہنسا اور اس نے کہا: ”یہ وہی نبی ہے جس کا وصف ہماری کتابوں میں موجود ہے کہ اس کی اپنی قوم عداوت میں دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ شدید ہوگی۔“ حاکم و بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ ایک یہودی کے کچھ دینا رہتے۔ یہودی نے حضور ﷺ سے تقاضا کیا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: ”اس وقت تو میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے جو میں تم کو ادا کروں۔“ یہ جواب سن کر یہودی نے کہا: ”اے محمد ﷺ! میں آپ کے پاس سے ہرگز نہ ٹلوں گا جب تک کہ اپنا مطالبہ نہ لے لوں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہارے پاس بیٹھا رہوں گا۔“ اور حضور ﷺ اس کے پاس بیٹھ گئے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں۔ اس دوران میں حضور ﷺ کے صحابہ کرام اس یہودی کو دھمکاتے رہے۔ پھر صحابہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا یہ یہودی آپ ﷺ کو یونہی روکے رکھے گا؟“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”مجھ کو میرے رب نے معاہد اور غیر معاہد پر ظلم کرنے سے منع فرمایا

ہے۔“ پھر ایک پہر دن گزرنے کے بعد یہودی مسلمان ہو گیا اور اس نے کہا: ”میرا آدھا مال خدا کی راہ میں ہے۔ لب میں عرض کرتا ہوں کہ میرا یہ رویہ آپ ﷺ کے ساتھ صرف اس وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ کے ان اوصاف کی جو توریت میں مذکور ہیں آزمائش کر سکوں۔ توریت میں ہے کہ محمد بن عبد اللہ ﷺ کی جائے ولادت مکہ اور مقام ہجرت مدینہ اور ان کا ملک شام ہے نہ وہ بد خلق ہوں گے نہ سخت مزاج اور نہ بازاروں میں آوازیں بکنے والے اور نہ فحش کردار اور نہ بے حیا۔“

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن سلام ﷺ سے روایت کر کے اسے حسن کہا ہے۔ انہوں نے کہا: ”توریت میں حضور ﷺ کی صفت موجود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے۔“

ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں سعید بن جبیر ﷺ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نجاشی شاہ حبشہ کے چند مصاحبین نے کہا: ”ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں کیونکہ صحیفہ آسمانی میں ہم ان کے اوصاف پڑھ چکے ہیں۔“ لہذا وہ جو یان حق غزوہ احد کے موقع پر آئے اور دین حق میں داخل ہوئے۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ”اخبار مدینہ“ میں کعب ﷺ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ”کتاب موسیٰ“ میں مدینہ طیبہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اے طیبہ! اے طابہ! اے مسکینہ!! تو خزانوں کو قبول نہ کرنا میں تیری سطح کو تمام بستیوں کی سطح پر رفعت و بلندی عطا کروں گا۔“

بہ روایت قسم بن محمد ﷺ مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ توریت میں مدینہ کے چالیس نام بیان کئے گئے ہیں۔“

قبل بعثت سرور دو عالم ﷺ اخبارِ راہبین

حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت سلمان فارسی ﷺ سے روایت کی کہ ان سے لوگوں نے پوچھا: ”آپ کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے میں پہلے کون سا واقعہ محرک ہوا؟“

انہوں نے بتایا کہ میں یتیم تھا اور ”رام ہرمز“ میں سکونت تھی۔ میرا باپ ایک کسان تھا اور وہ ایک معلم کے پاس جا کر پڑھا کرتا۔ میں نے مزید حصول علم و دانش کے لئے اس معلم کی صحبت و رہائش اختیار کر لی۔ میرا ایک بڑا بھائی مجھ سے الگ رہتا تھا اور میں کم سن اور بے سہارا تھا۔

معلم کی عادت تھی کہ جب اس کی مجلس درس سے شاگرد رخصت ہو جاتے تو وہ اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا تا کہ لوگ نہ جان سکیں کہ پہاڑی پر روزانہ جانے والا یہ استاد اور معلم

ہے۔ ایک روز میں نے اس سے کہا:

”آپ روزانہ جہاں جاتے ہیں وہاں مجھے لے کر نہیں جاتے؟“

انہوں نے کہا: ”تم بچے ہو! اندیشہ ہے کہ دوسروں سے کہہ دو گے۔“ میں نے کہا:

”اس کا خوف نہ کیجئے ایسا نہیں ہو سکتا۔“ انہوں نے بتایا:

”اس پہاڑ پر ایک قوم رہتی ہے جس کی عبادت و ترکیہ کا ایک خاص طریقہ ہے وہ لوگ اللہ

اور آخرت کو یاد کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ ہم لوگ آتش پرست اور بت پرست ہیں، صحیح راہ

سے بھٹکے ہوئے۔“ میں نے کہا: ”مجھ کو ان کی خدمت میں لے چلئے۔“ عالم استاد نے کہا: ”میں اللہ

والوں سے اجازت لے لوں۔“

پھر عالم نے ان سے اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دے دی اور میں عالم کے ساتھ

روانہ ہو کر ان کے پاس پہنچا۔ وہ چھ یا سات آدمی تھے اور حالت ان کی یہ تھی کہ کثرت ریاضت و

عبادت سے نیم جان دن میں روزہ اور رات میں قیام۔ غذا کے لئے درختوں کے پتے کھا لیتے۔

ہم ان کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ انہوں نے اللہ کی حمد و ثنا کی اور کچھ انبیاء و سابقین علیہم السلام کا

ذکر کیا حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر تک پہنچے۔ بتایا کہ اللہ نے انہیں بغیر مرد کے پیدا فرمایا اور خدا

نے ان کو منصب رسالت عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسیح یعنی مردوں کو زندہ اور بیماروں کو شفا دینے

والا بنایا۔ مگر کچھ لوگوں نے ان کے معاملے میں کفر اور بعض نے پیروی اختیار کی۔ اس کے بعد انہوں

نے مجھے مخاطب کیا اور کہا:

”اے برخوردار! بے شک سب کا رب ایک ہے سب کو آخرت درپیش ہے اور سب کا انجام

طرفین سے کسی ایک طرف ہوگا۔ جنت کی طرف یا دوزخ کی جانب۔ جو لوگ آگ کی پرستش کرتے

ہیں، لاریب وہ کفر و ضلالت میں مبتلا ہیں۔ ان سے ان کے اعمال کی بنا پر اللہ بیزار ہے اور وہ دین حق

سے برگشتہ اور گم کردہ راہ ہیں۔

پھر ہم لوٹ آئے۔ دوسرے دن پھر گئے۔ انہوں نے پھر خطاب کیا اور خوب اچھی طرح ہم

کو سمجھایا۔ چنانچہ میں اب مستقلاً ان کی خدمت میں رہنے لگا۔ مجھ کو ہمہ وقت حاضر پا کر انہوں نے

مشفقانہ انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا:

”اے سلیمان! تم ابھی بچے ہو، تم اتنا زہد و ریاضت نہ کر سکو گے۔ لہذا جو میسر ہو کھاؤ پیو اور

عبادت کر کے سو جایا کرو۔“

کچھ ہی عرصہ بعد بادشاہ کو خبر ہو گئی اور اس نے ان کو جلاوطنی کا حکم دے دیا۔ میں نے راہوں

سے کہا: ”وطن چھوڑ تو سکتا ہوں پر آپ سے جدا نہیں ہو سکتا۔“

چنانچہ میں ان کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔ غرٹے کر کے موصول پہنچے۔ وہاں لوگوں نے ان کو گھیر لیا۔ اس کے بعد غار سے ایک شخص باہر آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ سب لوگ ادب و احترام کے جذبات کے ساتھ اس کے روبرو مودب تھے کہ اس نے میرے ساتھی راہبوں سے سوال کیا:

”اب تک تم لوگ کہاں تھے؟“

انہوں نے سارے حالات بتائے۔ اس نے دریافت کیا: ”یہ بچہ کون ہے؟“ انہوں نے میری خوب تعریف کی اور بتایا پوری طرح ہدایت لیتا اور عمل کرتا ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے اللہ ﷻ کی حمد و ثنائی کی اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا ذکر کیا اور حق تعالیٰ نے ان پر جو اکرام و انعام فرمائے۔ ان کو بیان کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ ﷺ کا ذکر آیا۔ بعد ازاں سامعین کو نصیحت کی اور کہا: ”اللہ سے درو اور جو کچھ حضرت عیسیٰ ﷺ لائے ہیں اسے اپنے لئے لازم کر لو ان کی مخالفت نہ کرو ورنہ اللہ ﷻ تمہاری مخالفت کرے گا۔“

اس کے بعد اس نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا: ”میں اب تم سے جدا نہیں ہوں گا۔“ اس نے جواب دیا: ”اے بچے! تم اتنی برداشت نہیں رکھتے کہ میرے ساتھ رہ سکو۔ میں اپنے اس غار سے علاوہ اتوار کے باہر نہیں آتا۔“

میں نے کہا: ”میں تم سے جدا نہیں ہوں گا۔“ میری دوبارہ درخواست پر اس نے مجھے ساتھ لے لیا اور غار میں داخل ہو گیا۔ میں نے غار نشین راہب کو سوتے اور کھاتے پیتے نہیں دیکھا۔ وہ تمام وقت رکوع و سجود میں رہتا یہاں تک کہ دوسرا اتوار آ گیا۔ پھر جب صبح ہوئی تو ہم نکلے۔ لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس کے بعد حسب سابق اس نے لوگوں سے خطاب کیا۔ پھر وہ اپنے غار میں چلا گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ ہی چلا گیا۔ جب تک خدا نے چاہا میں اس کے ساتھ رہا۔ وہ ہر اتوار کو نکلتا، لوگوں کا اجتماع ہوتا پھر وہ ان کو وعظ و نصیحت کرتا۔ ایک اتوار کو وہ نکلا اور معمول کے مطابق تقریر کر کے اس نے کہا:

”اے لوگو! میری عمر بہت ہو گئی ہے اور میری ہڈیاں گھل گئی ہیں، میرا وقت قریب ہے ایک عرصہ سے میں بیت المقدس کی حاضری کا ارادہ کر رہا ہوں۔ مجھے وہاں جانا ضروری ہے۔“ میں نے کہا: ”میں تم سے جدا نہیں ہوں گا۔“

چنانچہ ایک روز ہم دونوں روانہ ہو گئے۔ حتیٰ کہ بیت المقدس پہنچ گئے اور وہ وہاں پہنچ کر عبادت میں مشغول ہو گیا۔ وہ مجھ سے اکثر باتیں کرتا، کبھی کہتا:

”اے سلیمان! اللہ ﷻ عنقریب ایک رسول کو مبعوث فرمائے گا جس کا نام احمد ہے وہ تمہارا

جزیرہ نما ہے جو بحر اوقیانوس میں ہے۔ اس کا علاقہ تمام کھلا تھا۔ کعبہ بنی طائف اور خیبر اس کے مشہور شہر تھے۔

سے ظاہر ہوگا اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ ”ہدیہ“ قبول کرے گا مگر صدقہ نہیں کھائے گا۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ یاد رکھو اس کا ظہور بہت نزدیک ہے لیکن میں بہت ہی معمر اور ضعیف ہو گیا ہوں۔ اس لئے خیال ہے کہ اس عہد سعادت کو نہ پاسکوں گا۔ تم اگر پاؤ تو ان کی تصدیق کرنا اور اتباع کرنا۔“

میں نے سوال کیا: ”اگر وہ اس دین کو جس کی تعلیم و تربیت آپ نے مجھے دی ہے ترک کرنے کا حکم دے؟“

اس نے کہا: ”ہاں اگرچہ تمہیں اس کا بھی حکم دے۔“

اس کے بعد وہ بیت المقدس کے عبادت خانے سے باہر آیا۔ اس کے دروازے پر ایک مجبور ولاچار شخص بیٹھا تھا۔ راہب نے اس سے کہا: ”مجھے اپنا ہاتھ دے۔“ پھر اس نے ہاتھ پکڑ کر کہا: ”قُمْ بِسْمِ اللّٰهِ“ یعنی اللہ کے نام سے کھڑا ہو جا۔ تو وہ کھڑا ہو گیا گویا کہ اسے رسیوں سے باندھ رکھا ہو پھر اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ ہر طرف سے بے پروا اور کسی طرف توجہ کئے بغیر آگے بڑھتا گیا۔ اس معذور ولاچار شخص نے مجھ سے کہا: ”اے لڑکے! مجھ پر میرے کپڑے ڈال دے تاکہ میں چلا جاؤں۔“ میں نے اس پر کپڑے ڈال دیئے۔ اس کے بعد میں تلاش راہب میں اس کے نقوش قدم پر روانہ ہوا۔ جب بھی میں لوگوں سے اس بارے میں پوچھتا تو وہ جواب دیتے کہ تیرے آگے جا رہا ہے۔ ایک مقام پر بنی کلب کے سوار مجھے ملے۔ میں نے راہب کے بارے میں ان سے پوچھا۔ انہوں نے میرے طرز گفتگو سے جو بھی سمجھا ہو بہر حال ایک اونٹ پر اپنے پیچھے مجھے بٹھالیا اور اپنے علاقہ میں لے آئے۔ پھر ایک انصاری خاتون نے مجھے خرید لیا اور اپنے باغ کی نگہداشت پر مقرر کر دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے۔ اس کی خبر جب مجھے ہوئی تو میں نے باغ سے کچھ کھجوریں لیں اور بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گیا۔ بہت لوگ موجود تھے۔ میں نے کھجوریں حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ کیسی ہیں؟“ میں نے عرض کیا: ”صدقہ ہے۔“ آپ ﷺ نے حاضرین سے کہا: ”کھاؤ۔“ مگر خود نہ کھایا۔

کچھ دیروہاں قیام کے بعد میں آیا اور میں نے باغ سے پھر کھجوریں لیں اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچا۔ اصحاب رسول ﷺ موجود تھے۔ میں نے وہ کھجوریں جن کو ساتھ لے کر گیا تھا حضور ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یہ کیسی ہیں؟“ میں نے عرض کیا: ”یہ ہدیہ ہے۔“ پس حضور ﷺ نے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی۔ آپ کے طرز عمل کو دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نبی موعود کی نشانیوں میں سے ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ کی جانب راست و چپ اور پھر پشت مبارک کی طرف آ گیا۔ آپ میرا مطلب سمجھ گئے۔ جسم پر سے کپڑا ہٹایا تو ہر نبوت شانوں کے درمیان موجود تھی۔ میں آ کر حضور ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اور صدق دل کے ساتھ کہا:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ.

ابن سعدؒ بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بہ طریق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے باسناد عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس طرح بیان کیا تھا کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت سلمان فارسیؓ نے بیان کیا کہ میں ایرانی النسل تھا اور میرا باپ ایک کاشت کار تھا جو مجھ پر بڑا مہربان اور شفیق تھا حتیٰ کہ گھر سے باہر نہ نکلنے دیتا۔ وہ مذہب آتش پرست اور عقائد میں شدید اور غلو کرنے والا۔ میں اس کے آتش خانے کا محافظ اور منتظم تھا۔ میں دوسرے لوگوں کے مذہبی نظریات اور رسوم سے بیگانہ محض تھا اس سلسلہ میں مجھے بس اسی قدر معلوم تھا جو کچھ میں نے اپنے ماحول سے حاصل کیا تھا۔

میرے باپ کی زمین پر کچھ کارندے مقرر تھے۔ ایک روز باپ نے بلا کر کہا: ”میرے بیٹے! مجھے اس زمین کا فکر لاحق ہے۔ اس کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے تم کھیتوں پر جا کر کارندوں سے یہ اور یہ کہہ دینا مگر وہاں ٹھہر نہ جانا کیونکہ تمہارے ٹھہر جانے سے سارا کام درہم برہم ہو جائے گا۔“ میں کہنے کے مطابق چل پڑا۔ راستہ میں عیسائیوں کے ایک معبد پر گزر ہوا۔ اندر سے آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا: ”یہ عمارت کیسی اور اس میں کون لوگ رہتے ہیں؟“ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ عیسائیوں کا کنیسہ ہے اور اندر لوگ عبادت میں مصروف ہیں۔ یہ اس کی آوازیں ہیں جو تم سن رہے ہو۔ میں ان کو اور ان کے طرز عبادت کو دیکھنے کے لئے اندر چلا گیا۔ مجھے ان کا طرز عبادت دیکھ کر اس قدر حیرانی ہوئی کہ میں ان کے پاس ہی بیٹھا رہا۔ ان کے پاس سے ہٹنے کو دل نہ چاہا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ میں رات کے وقت جب گھر واپس آیا تو لوگ مجھے تلاش کرنے روانہ ہو چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر والد نے کہا کہ تم کہاں رہ گئے تھے کیا میں نے تم کو جلد واپس آنے کی تاکید نہیں کی تھی؟

میں نے کہا: ”ابا جان! میرا گزرا ایسے لوگوں پر ہوا جن کو لوگ عیسائی کہتے ہیں مجھے ان کی عبادت اور دعا بھلی معلوم ہوئی۔ میں اس خیال سے بیٹھ گیا کہ دیکھوں وہ کیا کرتے ہیں۔“ میرے والد نے جواب دیا: ”اے میرے بیٹے! تیرا دین اور تیرے آباء و اجداد کا دین ان سے بہتر ہے۔“ میں نے باپ سے عرض کیا:

”واللہ! ہم لوگوں کا دین ان لوگوں کے دین سے جو اللہ کی عبادت کرتے، اس کی پرستش کرتے اور اس کے لئے عبادت کرتے ہیں، بہتر نہیں ہے۔ ہم لوگ آگ کو پوجتے ہیں جس کو خود ہم روشن کرتے ہیں۔ اگر ہم روشن کرنا چھوڑ دیں تو وہ خاکستر ہو جائے۔“

یہ جواب سن کر میرے باپ کو اندیشہ ہوا۔ لہذا اس نے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر مجھے اپنے گھر میں قید کر دیا۔

اس کے بعد میں نے ان نصرانیوں کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور ان سے پوچھا: ”تمہارے دین کے اصول کہاں ملیں گے؟“ انہوں نے بتایا کہ ملک شام میں ہیں۔ میں نے پیغام دیا: ”آپ حضرات میں سے کوئی صاحب وہاں جانے والے ہوں تو مجھے خبر کر دیں۔“

کچھ عرصہ بعد چند عیسائی تاجر آئے تو انہوں نے مجھے اطلاع کرادی۔ میں نے کہلوادیا کہ تاجر اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر جب واپسی کا ارادہ کریں تو مجھے اس موقع پر خبر کرادیں۔ لہذا جب وہ اپنی مصروفیات ختم کر کے واپس ہونے لگے تو مقامی عیسائیوں نے مجھے خبر دی۔ میں نے پیروں سے بیڑیاں نکال دیں اور ان کے ساتھ ہو کر ملک شام پہنچ گیا اور نصرانی مذہب کے سب سے بڑے اسقف (پادری) کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا: ”کنیسہ کا منتظم ایک اسقف ہے۔“ میں اس کے پاس گیا اور میں نے اس سے عرض کیا:

”میری خواہش ہے کہ میں تمہارے کنیسہ میں رہوں اور اللہ کی عبادت کروں اور تم سے اچھی اچھی باتیں سیکھوں۔“ اس نے اجازت دے دی اور میں اس کے پاس رہنے لگا۔ وہ ایک برا آدمی تھا۔ میں نے دیکھا وہ لوگوں کو صدقات کی تلقین کرتا۔ جب لوگ صدقات لے کر اس کے پاس آتے تو وہ خزانے میں رکھ دیتا اور جن مسکینوں کے نام پر یہ حاصل کئے تھے انہیں محروم رکھتا۔ مجھے یہ صورت حال دیکھ کر اس سے نفرت ہو گئی مگر وہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا اور مر گیا۔ جب لوگ اس کے دفن کے لئے آئے تو میں نے ان سے کہا: ”یہ بدطینت شخص تھا تم لوگوں کو تو صدقہ کرنے کا حکم دیتا تھا اور اس کے لئے تمہیں شوق دلاتا تھا اور جب تم صدقات اکٹھا کر کے اس کے پاس لاتے تھے تو یہ ان کو جمع کر لیتا تھا اور غرباء و مساکین کو کچھ نہ دیتا تھا۔“

لوگوں نے کہا: ”اس کا ثبوت کیا ہے؟“ میں نے کہا: ”میں ابھی اس کا اندوختہ نکال کر آپ کے روبرو رکھتا ہوں۔“ انہوں نے کہا: ”اچھا لاؤ!“ میں گیا اور سات مٹکے سونے اور چاندی سے لبریز ان کے سامنے لا کر رکھ دیئے۔

جب لوگوں نے یہ دیکھا تو کہنے لگے: ”ہم اسے ہرگز دفن نہ کریں گے۔“ اس کے بعد

انہوں نے اسے سولی پر لٹکایا اور سنگسار کر دیا۔

اس کے بعد وہ ایک اور شخص کو لے کر آئے جو ان کے خیال میں ایک قابل اور ایماندار شخص تھا اور اس کے منصب پر مقرر کر دیا۔ میں نے کبھی آج تک نہ اپنوں میں اور نہ غیروں میں غرض کسی شخص کو اس شخص کی طرح زاہد اور شب زندہ دار نہیں دیکھا تھا۔ اس کے رات دن عبادت میں گزرے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ کبھی میں نے اس سے بھی زیادہ کسی سے محبت کی ہو۔ بہر حال میں اس کے ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔ اس وقت میں نے ان سے کہا:

”اے جناب! اب آپ کا وقت آخر ہے اور جو طمرالہی میں ہے اسے آپ دیکھ رہے ہیں قسم سے کہتا ہوں کہ میرے لئے آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ براہ مہربانی مجھے کچھ حکم دیجئے اور کسی کی طرف میری رہنمائی کیجئے۔“ اس نے کہا: ”اے بیٹے! میں اور تو کسی کو نہیں جانتا البتہ ایک شخص موصل میں ہے تم اس کے پاس چلے جاؤ یقیناً تم اس کو میری طرح پاؤ گے۔“

پھر جب وہ فوت ہو گیا تو میں موصل پہنچا اور اس شخص کے پاس گیا۔ میں نے اس کو ریاہت و عبادت اور ترک دنیا اور زہد میں اسی طرح پایا۔ میں نے اس عابد کو بتایا کہ شام کے اسقف نے مرتے وقت مجھ کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی وصیت کی ہے لہذا میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں اور آپ کا فیض صحبت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا: ”اے بیٹے شوق سے رہو۔“ میں مقیم ہو گیا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت بھی قریب آ گیا۔ میں نے اس سے کہا:

”میں وصیت کے مطابق آپ کے پاس آیا تھا اور اب آپ کی حالت بھی حکم خداوندی کے انتظار میں ہے لہذا آپ کسی کی طرف میری رہنمائی فرمائیں۔“ اس نے کہا: ”اے بیٹے! خدا کی قسم میں نہیں جانتا البتہ صرف ایک شخص نصیبین میں ہے وہ ہمارے ہی دین و مسلک پر ہے۔ تم اس کے پاس چلے جاؤ۔ امید ہے تم اس کی صحبت میں رہ کر اپنا مقصد ضرور حاصل کر لو گے۔“

اس کو دفن کرنے کے بعد میں نصیبین میں اس شخص کے پاس پہنچا اور بتایا کہ فلاں نے فلاں کی طرف رہنمائی کی تھی اور انہوں نے اب آپ کے پاس بھیجا ہے۔ تو اس نے کہا: ”اے صاحبزادے تم رہو۔“ پھر میں اس کے پاس سابقہ طور پر شب و روز رہنے لگا۔ یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت بھی نزدیک پہنچا۔ میں نے ان سے کہا:

”اب آپ کے لئے بھی خدا کا حکم آ گیا ہے۔ آپ محسوس کر رہے ہیں فلاں شخص نے مجھے فلاں کے پاس جانے کا مشورہ دیا اور پھر اس نے آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اب آپ کس طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ میں کہاں جاؤں؟“

اس نے جواب دیا: ”اے برخوردار! میں کسی بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو ہمارے طریقے پر ہو مگر روم میں شہر عموریہ کے اندر ایک شخص ہے تم اس کے پاس جاسکتے ہو۔ یقیناً تم اس کو اسی طریقہ و مسلک پر پاؤ گے جس پر ہم ہیں۔“

پھر جب ہم اسے دفن کر چکے تو میں سفر پر چل دیا اور زاہد عموریہ کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے پہلے راہبوں کی مانند پایا اور اس کے پاس رہنے لگا۔ میں نے محنت اور مزدوری بھی شروع کر دی جس کے نتیجے میں میرے پاس کثیر بکریاں اور گائیں ہو گئیں۔

بحکم ایزدی پھر ایک عرصہ بعد زاہد عموریہ کا بھی وقت آ گیا تو میں نے اسے کہا: ”اے میرے میزباں مجھے زاہد شام نے زاہد موصل کی طرف اور اس نے نصیبین کی طرف اور عابد نصیبین نے پھر آپ کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے لئے بھی خدا کا حکم آچکا ہے جسے آپ دیکھ رہے ہیں کیا آئندہ کے لئے آپ کچھ وصیت فرمائیں گے؟“

اس نے ہمدردانہ لہجے میں کہا: ”اے بیٹے! خدا گواہ ہے میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو ہمارے طریقے پر ہو اس لئے میں کس طرف تمہاری رہنمائی کر سکتا ہوں؟ البتہ اس نبی کا زمانہ قریب ہے جو مکہ میں پیدا ہوگا اور اس کی ہجرت کا مقام دو پتھر ملی زمینوں کے درمیان ایک شور زمین میں ہوگا جہاں کھجوروں کے درخت ہوں گے۔ اس نبی کی نشانیاں واضح ہوں گی۔ اس کے شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ وہ ہدیہ تو قبول کرے گا مگر صدقہ نہ لے گا۔ اگر تم تلاش حق کا جذبہ رکھتے ہو تو اس علاقہ کی طرف چلے جاؤ اس لئے کہ اس کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔“

پھر جب اس کو دفن کر چکے تو میں چل کھڑا ہوا۔ دوران سفر مجھے سوداگران بنی کلب کا ایک قافلہ ملا۔ میں نے ان سے کہا: ”تم مجھے اپنی سواری پر سرزمین عذب لے جاؤ۔ اس کے معاوضہ میں میں تم کو اپنی بکریاں اور گائیں دے دوں گا۔“ انہوں نے کہا: ”ٹھیک ہے۔“ تو میں نے وہ سب جانور ان کو دے دیئے اور وہ مجھ کو سوار کر کے وادی حجاز لے آئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے مجھ پر ظلم و تشدد کیا اور وادی القرئی کے ایک یہودی کے ہاتھ مجھے فروخت کر دیا۔

یہاں پہنچ کر جب میں نے کھجور کے درختوں کو دیکھا تو مجھے امید ہوئی کہ شاید یہ وہی شہر ہو جس کی بشارت پیشوائے عموریہ نے دی تھی مگر یہ بات تحقیق طلب تھی۔ یہاں تک کہ بنی قریظہ کے یہودیوں میں سے ایک شخص وادی القرئی آیا تو اس نے میرے اس مالک سے مجھے خرید لیا اور اپنے قبیلہ میں مدینہ طیبہ لے آیا۔ میں نے اس شہر کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور اپنے یہودی آقا کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا اور رسول اللہ ﷺ کے نبوت کا اعلان فرما چکے تھے۔

وہ لوگ حضور کے بارے میں کچھ نہ بتاتے تھے اور میں اسی طرح غلامی میں زندگی گزار رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ قبا تشریف لائے اور میں اپنے آقا کے باغ میں کام کر رہا تھا کہ یہودی آقا کا چچا زاد بھائی آیا اور کہا: ”اے فلاں! اللہ ﷻ بنی قیلہ کو ہلاک کرنے یہ سارے لوگ اس وقت قبا میں مکہ کے مسافر کے پاس جمع ہو رہے ہیں جو آج ہی آیا ہے ان لوگوں کو وہم ہوا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔“ یہ سنتے ہی میرے جسم پر لرزش طاری ہو گئی۔ جس کی وجہ سے مجھے گمان ہوا کہ اپنے قریب کھڑے ہوئے مالک پر گر پڑوں گا۔ میں اوپر سے یہ کہتا ہوا نیچے اتر آیا:

”یہ ایک عجیب خبر ہے جسے میں سن رہا ہوں۔“

مالک نے میری یہ حالت دیکھ کر ایک طمانچہ میرے رسید کیا اور کہا:

”کام سے کام رکھ۔“ اس کے جواب میں میں نے کہا:

”اس میں حرج ہی کیا ہے کہ جو خبر ہم سن رہے ہیں اس کے بارے میں تحقیق کر لیں۔“ یہ کہہ کر میں باغ سے نکل آیا۔ راہ میں شہر کی ایک عورت ملی۔ میں نے اس سے دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ اس کے گھر کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ پھر اسی عورت نے بارگاہ رسالت ﷺ تک میری رسائی کی۔ میں جس وقت حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں پہنچا اس وقت شام ہو گئی تھی اور میرے ساتھ صدقہ کا کھانا موجود تھا۔ حضور ﷺ قبا ہی میں تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کیا:

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ ایک مرد صالح ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ کچھ غریب صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ میرے پاس تھوڑا سا صدقہ کا کھانا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ آبادی میں آپ ﷺ زیادہ حقدار ہیں لہذا یہ کھانا حاضر ہے تناول فرمائیے۔“

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سنا تو اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور صحابہ ﷺ سے فرمایا: ”تم کھاؤ۔“ میں نے سوچا یہی وہ خصوصیت ہے جس کا ذکر عابد عموریہ نے آپ کی نشانی کے بطور کیا تھا۔ اس کے بعد میں لوٹ آیا اور حضور ﷺ قبا سے مدینہ طیبہ آ گئے۔ پھر جو کچھ موجود تھا میں نے اکٹھا کیا اور ساتھ لے کر دربار رسول ﷺ میں دوبارہ حاضر ہوا اور کہا:

”میں نے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ صدقہ کا مال نہیں کھاتے ہیں یہ میری طرف سے ہدیہ اور تحفہ ہے صدقہ نہیں ہے۔“

میری بات سن کر حضور ﷺ نے خود بھی کھایا اور صحابہ ﷺ کو بھی دیا۔ میں نے خیال کیا یہ وہ دونوں خوبیاں ہیں جو مجھے بتائی گئی ہیں۔

اس کے بعد میں پھر دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ ایک جنازہ کے ہمراہ جا رہے تھے۔ آپ ﷺ کے جسم اقدس پر صوف کی چادر تھی اور آپ ﷺ صحابہ ﷺ کے جہر مٹ میں تھے۔ میں حضور ﷺ کے گرد چکر لگانے لگا تا کہ میں آپ کے پشت مبارک پر مہر نبوت کی زیارت کر سکوں۔ حضور ﷺ نے مجھے اس حال اور جستجو میں دیکھا تو سمجھ گئے اور حضور ﷺ نے اپنے پشت مبارک سے چادر اٹھا دی تو میں نے آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جس کو میرے ساتھی راہب نے علامت نبوت کے طور پر بیان کیا تھا۔ پس میں نے اسے بوسہ دیا اور پھر مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے سلمان! پیچھے سے آگے آ جاؤ۔“ تو میں سامنے آ کر حضور ﷺ کے زور و بیٹھ گیا اور صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے بارے میں جو نشانیاں کتب سماوی میں بیان کی گئی ہیں وہ میری زبانی سنیں۔ جب میں ان کے بیان سے فارغ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

”اے سلمان! مکاتب ہو جاؤ۔“

لہذا میں اپنے مالک سے کھجور کے تین سو درختوں اور چالیس اوقیہ (چاندی) پر مکاتب^۱ ہو گیا۔ صحابہ رسول ﷺ نے درختوں کی فراہمی میں میری مدد کی۔ کسی نے تیس، کسی نے بیس اور کسی نے دس پودے دیئے۔ ہر ایک نے مقدور بھر تعاون کیا۔ پھر مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ان پودوں کو لگانے کے لئے گڑھے کھودنے کے لئے فرمایا اور کہا: ”جب تم گڑھے کھودو تو مجھے بلا لینا“ میں ان کو اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔“

میں نے گڑھے کھودنے شروع کر دیئے۔ اس مرحلہ پر صحابہ نے بھی میری مدد کی۔ وہ جہاں جہاں نشانات لگاتے میں وہاں وہاں گڑھے کھودتا۔ جب کھدائی کا یہ کام ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ چنانچہ ہم لوگ حضور ﷺ کو پودے اٹھا کر دیتے اور حضور ﷺ اپنے دست مبارک سے ان کو لگاتے اور مٹی کو درست کرتے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کوئی ایک پودا بھی تو خشک نہیں ہوا۔^۲

اب میرے ذمہ درہم رہ گئے تھے۔ تو ایک شخص کسی کان سے انڈے کے برابر سونے کی ڈلی لایا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ”اے سلمان! اس ڈلی کو تم لے لو اور اس کے ذریعہ تم اپنی مکاتبت کا جتنا حصہ ہے ادا کرو۔“ میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس قدر چھوٹی ڈلی

۱۔ مکاتب وہ غلام ہوتا ہے جو اپنے مالک سے کسی چیز کے دینے پر اس سے آزادی حاصل کرے۔ (ادارہ)

۲۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ کھجور کا پودا لگانا سنت ہے (ادارہ)

سے میرا قرضہ کس طرح ادا ہوگا؟“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ اسی سے تمہارا قرضہ ادا کر دے گا۔“ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں چنے اس سونے سے یہودی کو مکاتبت کا چالیس اوقیہ ادا کر دیا اور اتنی ہی مقدار میں سونا میرے پاس باقی بچ گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ابی سلمہ بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رام ہرمز میں پیدا ہوا۔ ہم عمر بچوں کے ساتھ بستی میں جانا ہوتا اس بستی کے قریب ایک پہاڑ ہے جس میں ایک غار تھا۔ ایک روز میں تنہا اس طرف چلا گیا۔ اتفاقاً اس جگہ ایک دراز قد آدمی اوئی لباس اور بالوں سے بنی چیل پہنے دکھائی دیا۔ پھر اس نے مجھے اپنے پاس بلانے کے لئے اشارہ کیا۔ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا:

”اے فرزند! تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کو جانتے ہو؟“

میں نے جواب دیا: ”میں نہیں جانتا اور نہ میں نے یہ نام سنا ہے۔“

اس نے کہا: ”وہ اللہ کے رسول ہیں اس لئے جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے گا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ ان کو الہ کی طرف سے پیغمبر سمجھتا ہے اور جو عنقریب رسول تشریف لانے والے ہیں ان کا نام ”احمد“ ہے اور جو ان رسول پر ایمان لائے گا تو اللہ ﷻ سے دنیا کے غموں سے نجات دے کر آخرت کی راحتوں اور اس کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔“

میں نے اس اجنبی کی باتوں میں سچائی کی حلاوت اور حقیقت کا نور دیکھا جو اس کے لب گویا سے نمودار تھا۔ میرے دل کو اس کی باتیں لگیں میرے ضمیر کو انبساط حاصل ہوا۔ گویا یہ پہلا محسن تھا جس نے مجھے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَمُحَمَّدٌ بَعْدَهُ رَسُولُ اللَّهِ وَالْبُعْثُ بَعْدَ الْمَوْتِ“ کی تعلیم دی۔

پھر اس نے مجھے نماز میں قیام کی تعلیم دی اور کہا: ”جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو قبلہ کی جانب منہ کرنا۔ اس وقت اگر تمہیں چاروں طرف سے آگ بھی گھیر لے تو اطمینان خاطر رکھنا اور اگر بہ حالت نماز فرض تمہارے والدین بھی بلائیں تو ہرگز ان کی طرف بھی توجہ نہ دینا۔ ہاں اگر اللہ کا رسول بلائے تو نماز فرض کو بھی قطع کر دینا۔ کیونکہ اس کا بلانا اللہ کے حکم سے اور اللہ کے لئے ہوتا ہے۔“

اس کے بعد اس نے کہا کہ اگر تم محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کو پاؤ جو تہامہ کے پہاڑی علاقے سے ظہور فرمائے گا تو اس پر ایمان لانا اور ان کے حضور میرا سلام پیش کرنا۔ میں نے کہا: ”ان کی کچھ علامتیں بیان فرمائیے۔“ تو انہوں نے کہا:

”ان کو نبی الرحمة محمد بن عبد اللہ (ﷺ) کہا جائے گا۔ وہ تہامہ کے پہاڑی علاقے سے ظہور

کریں گے۔ وہ اونٹ، گھوڑے، خچر اور گدھے پر سواری کریں گے۔ آزاد اور غلام ان کے نزدیک برابر ہوں گے۔ ان کے دل میں انسان دوستی اور کرم ہوگا اور ان کے دونوں شانوں کے درمیانہ بیضہ کبوتر کے برابر ایک مہر ہوگی جس پر غیر مرئی حروف میں اللہ و وحدہ لا شریک لہ مُحَمَّد رَسُوْلُ اللہ لکھا ہوگا اور نمایاں اور مرئی حروف میں ہوگا تَوَجَّهْ حَيْثُ شِئْتَ فَإِنَّكَ الْمَنْصُورُ۔ وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ کو اپنی ذات کے لئے پسند نہ فرمائیں گے، ان کے اندر کسی کے لئے حسد و عناد نہ ہوگا نہ وہ معاہدہ پر ظلم کریں گے اور نہ مسلمان پر۔“

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ طریق شریح بن السمت رحمہ اللہ سلمان فارسی رحمہ اللہ سے روایت کی گئی۔ انہوں نے فرمایا: ”میں تلاش حق میں نکلا اہل کتاب کے راہبوں سے ملا وہ سب اس بات پر متفق تھے کہ یہی وہ زمانہ ہے کہ جس میں سرزمین عرب سے ایک نبی کا ظہور ہوگا۔ اس نبی کی بہت سی خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک بڑا سا تل ہوگا جو مہر نبوت ہے۔“

میں (یہ اطلاع پا کر) سرزمین عرب پہنچ گیا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے ظہور فرمایا اور جو کچھ راہبوں نے نشانیاں بتائی تھیں۔ وہ تمام نشانیاں آپ میں موجود تھیں اور مہر نبوت کو دیکھا تو میں نے گواہی دی کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ۔

بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ روایت جندب بریدہ رحمہ اللہ نقل کیا ہے کہ حضرت سلمان رحمہ اللہ جس قدر کھجور کے درختوں کے عوض مکاتب ہوئے (حسب قرارداد سلمان و یہودی) درختوں کی پرورش اور بار آور ہونے تک ان کی تیاری کرنی تھی تو حضور ﷺ نے ازراہ عنایت درختوں کو زمین میں لگایا بجز ایک پودے کے کہ اس کو حضرت عمر رحمہ اللہ نے لگا دیا مگر وہ تمام درخت اسی سال پھل لے آئے سوائے ایک درخت کے۔ یہ صورت حال دیکھی تو حضور ﷺ نے پوچھا: ”اس درخت کو کس نے لگایا تھا؟“ صحابہ نے عرض کیا: ”عمر رحمہ اللہ نے۔“ تو حضور ﷺ نے اسے اکھیڑ کر خود لگایا تو پھر وہ بھی اسی سال پھل لے آیا۔

ابن سعد و ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ روایت ابو عثمان مہدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: ”میں اپنے مالک سے کھجور کے پانچ سو پودے لگانے پر مکاتب ہوا کہ جب وہ پھل لے آئیں تو میں (باغ کو مالک کے حوالے کر دوں گا اور) آزاد ہو جاؤں گا۔ تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے

۱۔ یہ حضور سرور کائنات ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھا کہ آپ کے دست مبارک سے لگائے ہوئے کھجور کے پودے تادیر ہو کر ایک ہی سال میں پھل لے آتے۔

اور پودوں کو اپنے دست مبارک سے لگایا بجز ایک پودے کے کہ جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے لگادیا تھا تو وہ سب بار آور ہو گئے مگر اسی ایک درخت میں پھل نہ آیا۔“

حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے یہ روایت ابوالطفیل رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان ؓ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے انڈے کے برابر سونا دیا اور پھر انگشت شہادت کو انگوٹھے پر رکھ کر حلقہ بنایا جو درہم کے برابر بن گیا۔ انہوں نے کہا: ”اگر اس سونے کی ڈلی کو ایک پلہ میں رکھا جائے اور دوسرے میں کوہ احد تو یقیناً سونے کا پلہ وزنی رہے گا۔“

امام احمد و بیہقی نے ایک دوسری سند سے حضرت سلمان ؓ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونا عطا فرمایا اور کہا اس سے کتابت کا قرض ادا کرو۔ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جتنا مجھے دینا ہے وہ اس سے کس طرح ادا ہوگا؟ یہ سن کر آپ ﷺ نے اس ڈلی کو اپنی زبان مبارک پر پھرایا اور مجھے دیتے ہوئے کہا اسے لے جاؤ اللہ ﷻ اس سے تمہارا قرض ادا کر دے گا۔ میں اسے لے گیا اور وزن کر کے اس سے چالیس اوقیہ سونا ادا کر دیا۔“

ابن اسحاق ابن سعد بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ ؓ نے یہ حدیث بیان کی۔ انہوں نے مجھ سے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز ؓ سے سنا کہ مجھے حضرت سلمان ؓ کے بارے میں روایت ملی کہ عمرو یہ کے راہب نے سلمان ؓ سے اپنی وفات کے وقت کہا: ”تم ملک شام کے دو پہاڑوں میں جاؤ وہاں ایک شخص پہاڑ سے نکل کر دوسرے پہاڑ کی طرف سال میں ایک مرتبہ جاتا ہے اور اس کے روبرو بیمار پیش کئے جاتے ہیں وہ جس مریض کے لئے دعا کرتا ہے شفا یاب ہو جاتا ہے۔ تم اس سے اس دین کے بارے میں پوچھنا جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھتے ہو۔“

سلمان ؓ کہتے ہیں کہ میں روانہ ہو گیا اور ایک سال تک اس ہستی کے نکلنے کے انتظار میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ وہ اس خاص رات میں نکلا۔ میں نے اس کا شانہ (ایک اضطرابی عمل کے طور پر) پکڑ کر کہا: ”تم پر اللہ ﷻ رحم فرمائے“ کیا حقیقت دین ابراہیم میں ہے؟“

اس نے جواب دیا: ”اس نبی ﷺ کے ظہور کا زمانہ تم پاؤ گے جو اس بیت اللہ سے ظہور فرما کر اس حرم میں ظاہر ہوگا اور ”دین حنیف“ کے ساتھ مبعوث ہوگا۔“

۱۔ هَآأَنَـتُمْ هَآؤَآءَ حَآجَجْتُمْ فِـيـمَآ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِـيـمَآ لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَآأَنَـتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا كَآَنَ اِبْرَآهِـمُ يَهُـودِـيًّا وَلَا نَصْرَآنِـيًّا وَلَكِنْ كَآَنَ حَنِـيْـفًا مُّسْلِـمًا ۝ (پ آل عمران ۶۷)

وَقَالُوا كُونُوا هُـودًا أَوْ نَصْرَآءَ تَهْتَدُوا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرَآهِـمَ حَنِـيْـفًا وَمَا كَآَنَ مِنَ الْمُشْرِـكِيـنَ ۝ (پ البقرہ ۱۳۵)

قَالَ يَقُوْمُ اِلَـيَّ بَرِـيٌّ ؕ مِمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ اِلَـيَّ وَجْهَتُ وَجْهِيْ لِلدِّـنِ الَّذِـيْ فُطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضُ حَنِـيْـفًا ۝ (پ الانعام ۷۹)

مذکورہ بالا تمام آیات میں دین حنیف یعنی توحید کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہی دین اسلام ہے۔

ایک مرتبہ سلمان ؓ نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”اے سلمان اگر تم سچ کہتے ہو تو تم نے یقیناً سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ہے۔“

(حضرت سیلی ماکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس حدیث کی سند مقطوع ہے کیونکہ اس میں ایک راوی مجہول ہے)

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے اپنی سند سے روایت کیا کہ ہمیں عاصم بن عمر بن قتادہ ؓ نے حدیث بیان کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہمارے شیوخ نے کہا کہ عرب میں ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی شان رفعت کو جاننے والا کوئی نہیں کیونکہ ہماری رہائش یہودیوں کے ساتھ تھی۔ وہ اہل کتاب تھے اور ہم صنم پرست۔ ہماری جانب سے جب ان کو کوئی گزند پہنچتی تو وہ ہماری تنبیہ کے لئے کہتے: ”جلد ہی ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے وہ ہمارا رہنما اور سردار ہوگا اور ہم تم کو عادی وارم کی طرح قتل کریں گے۔“ لیکن جب اللہ ﷻ نے اس نبی موعود یعنی حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ہم (صنم پرستوں) نے مانا اور اطاعت کی اور انہوں نے انکار کیا اور مخالفت کی۔ اللہ ﷻ نے اسی بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا. (پ البقرہ ۸۹)۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے علی الازدی ؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ یہودی یہ دعا مانگا کرتے تھے: ”اے خدا! ہمارے لئے اس نبی ﷺ کو مبعوث فرما جو ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔“

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ خیبر کے یہودی بنی غطفان سے دشمنی رکھتے تھے اور اہل خیبر شکست کھا جاتے تو وہ اس موقع پر ان الفاظ میں دعا کرتے: ”اے ہمارے خدا! ہم تجھ سے اس نبی موعود کے وسیلہ سے التجا کرتے ہیں کہ جس کا نام احمد ہے اور زمانہ آخر میں ہماری رہنمائی کے لئے جس کے ظاہر فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے ہماری مدد کر۔“ اس کے بعد جب مقابلہ ہوتا تو یہودی غالب آتے اور غطفان شکست کھا جاتے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ان ہی یہودی نے حضور ﷺ کے ساتھ کفر کیا جس پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ. (پ البقرہ ۸۹) اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے (ترجمہ کنز الایمان)

مانگا کرتے تھے: ”اے خدا! ہمارے لئے اس نبی ﷺ کو مبعوث فرما جو ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔“

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا کہ خیبر کے یہودی بنی غطفان سے دشمنی رکھتے تھے اور اہل خیبر شکست کھا جاتے تو وہ اس موقع پر ان الفاظ میں

دعا کرتے ”اے ہمارے خدا! ہم تجھ سے اس نبی موعود کے وسیلہ سے التجاء کرتے ہیں کہ جس کا نام احمد ہے اور زمانہ آخر میں ہماری رہنمائی کے لئے جس کے ظاہر فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے ہماری مدد کر۔“ اس کے بعد جب مقابلہ ہوتا تو یہودی غالب آتے اور غطفان شکست کھا جاتے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ان ہی یہود نے حضور ﷺ کے ساتھ کفر کیا، جس پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ. (پا البقرہ ۸۹) اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے (ترجمہ کنز الایمان)

ابن اسحاق، امام احمد، امام بخاری صاحب مستدرک حاکم رحمہم اللہ کی صحت کے ساتھ اور بیہقی طبرانی والو نعیم رحمہم اللہ نے بہ روایت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ از سلمہ بن سلامہ بن دس روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے درمیان ایک یہودی تھا وہ اپنی قوم بنی عبدالاشہل کے پاس صبح کے وقت گیا اور اس نے مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے اور قیامت قائم ہونے اور جنت و دوزخ اور حساب و میزان کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ حقیقت ان بت پرستوں کے لئے حیرت افزا ہے جو اس پر یقین نہیں کرتے۔ اس یہودی نے یہ بات حضور ﷺ کی بعثت سے قبل کہی تھی۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا: ”اے شخص تیرا بھلا ہو (کچھ تو عقل سے کام لے!) یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ مرنے کے بعد اس گھر کی طرف اٹھائے جائیں گے جس میں جنت و دوزخ ہے اور ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا؟“ اس نے کہا: ”ہاں“ قسم ہے اس ذات کی جس کے ساتھ قسم کھائی جاتی ہے میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا حصہ اس آگ میں ہو جس کو تم اپنے گھروں کے صحنوں میں جلاتے ہو، تم اسے جلاؤ، پھر تم مجھے اس روشن تنور میں ڈال کر اوپر سے اس کا منہ بند کر دو اور پھر میں اس کے عوض کل سزا کے دن آتش جہنم سے نجات پاؤں۔“

لوگوں نے پوچھا: ”اس قول کی صحت پر تیرے پاس کوئی دلیل ہے؟“ اس نے مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس علاقے میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔“ لوگوں نے پوچھا: ”تیرے خیال میں وہ نبی کب مبعوث ہوگا؟“

اس پر اس نے میری طرف دیکھا۔ میں اس وقت اپنے قبیلہ کے لوگوں میں سب سے کم عمر تھا۔ پس اس نے میری طرف اشارہ کر کے کہا: ”اگر اس نے اپنی عمر کو پورا کیا تو یہ اس نبی ﷺ کو پائے گا۔“

اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اللہ ﷻ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا اور وہ یہودی ہمارے سامنے زندہ تھا۔ بحمد اللہ ہم نے حضور ﷺ کی تصدیق کی اور ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور وہ

یہودی بغاوت و حسد کا رویہ اختیار کرنے کے بعد انکار کرتا رہا اور جب ہم نے اس سے کہا: ”کیا تو وہ شخص نہیں ہے جو حضور ﷺ کے بارے میں یہ اور یہ پیش گوئیاں ہم لوگوں سے کرتا تھا؟“ اس نے جواب دیا: ”یہ وہ نبی نہیں ہیں۔“

نبیہتی، طبرانی، ابو نعیم اور خرائطی رحمہم اللہ نے ”ہوائف“ میں خلیفہ بن عبدہ ﷺ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ ﷺ سے پوچھا: ”زمانہ جاہلیت میں تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیسے رکھا؟“ انہوں نے جواب دیا: ”میں نے بھی اپنے والد سے یہی سوال کیا تھا تو میرے والد نے بتایا تھا کہ ہم بنو تمیم کے چار آدمی تھے۔ ایک میں دوسرے سفیان بن مجاشع بن دارم تیسرے یزید بن عمر بن ربیع اور چوتھے اسامہ بن مالک خندف۔ ہم چاروں سفر پر روانہ ہوئے۔ جب ہم ملک شام پہنچے تو ایک تالاب پر جہاں سایہ دار درخت بھی تھے اترے۔ تو کچھ دیر کے بعد ایک شخص ہمارے پاس آیا اور اس نے کہا: ”تم کون لوگ ہو؟“

ہم نے جواب دیا: ”ہم قبیلہ مضر کے لوگ ہیں۔“

ہمارا جواب سن کر اس نے کہا: ”آگاہ ہو جاؤ“ عنقریب تم لوگوں میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔ لہذا بلا تاخیر اپنے علاقہ کو لوٹ جاؤ اور اس سے اپنا حصہ حاصل کرو اور ہدایت یاب بنو۔ کیونکہ وہ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہے۔“

ہم نے پوچھا: ”اس کا نام کیا ہے؟“

انہوں نے بتایا: ”اس کا نام محمد ﷺ ہے۔“

سفر سے جب ہم واپس ہوئے تو ہم میں سے ہر ایک کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اور چاروں نو مولود بچوں کا نام محمد رکھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن مسیب ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ اہل عرب اہل کتاب اور کاہنوں سے سنا کرتے تھے کہ عرب میں ایک نبی مبعوث ہوگا۔ جس کا نام محمد ﷺ ہوگا۔ تو اہل عرب میں سے جس نے یہ بات سنی اس نے طمع نبوت کے سبب اپنے بچہ کا نام محمد رکھ لیا۔

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے مردان بن الحکم رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے امیر معاویہ بن ابی سفیان ﷺ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو سفیان بن الحرب ﷺ نے حدیث بیان کی کہ میں اور امیہ بن الصلت شام کی طرف روانہ ہوئے تو دوران سفر ہمارا گزر اس بستی میں ہوا جس کے باشندے نصاریٰ تھے۔ جب ان کی نظر امیہ پر پڑی تو اس کا استقبال اور پذیرائی کی اور ساتھ لے جانے کی درخواست کی۔ امیہ نے مجھ سے کہا: اے ابو سفیان! میرے ہمراہ تم بھی چلو کیوں کہ تم ایک ایسے شخص کے پاس

جاؤ گے جو علوم نصرانیت کا علامہ اور بڑا فاضل ہے۔

میں نے کہا، میں تمہارے ساتھ نہیں جاسکتا۔ تو اُمیہ چلا گیا۔ پھر واپس آ کر اس نے کہا۔ جو بات میں تم سے کہوں گا، کیا تم اسے پوشیدہ رکھو گے؟ میں نے کہا ”ہاں۔“ اس نے کہا۔ مجھ سے ایک شخص نے جو علم توریت کا سب سے بڑا محقق ہے ایک اہم بات کہی ہے، وہ یہ کہ بلاشبہ ایک نبی مبعوث ہو گیا ہے۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید وہ میں ہی ہوں۔ مگر اس نے بتایا کہ وہ تم میں سے نہیں ہے بلکہ وہ اہل مکہ میں سے ہے۔ میں نے پوچھا اس کا نسب کیا ہے؟ اس نے کہا وہ اپنی قوم کا منتخب شخص ہے اور اس کی یہ نشانی بیان کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ملک شام میں آٹھ زلزلے آئیں گے۔ اب ایک زلزلہ باقی ہے جس سے شام میں فساد و مصیبت داخل ہو جائے گی۔

پھر جب ہم واپس ہو کر ثنیہ پہنچے تو اچانک ایک سوار آتا ہوا ملا ہم نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا شام سے۔ ہم نے پوچھا وہاں سے متعلق کوئی نئی خبر تو نہیں؟ اس نے بتایا خبر یہ ہے کہ شام میں زلزلہ آیا ہے جس کے سبب ہر طرف آفت ہی آفت نظر آتی ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے کعب بن زہب اور وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ بخت نصر نے بہت برا خواب دیکھا جس کے ڈر سے وہ لرز اٹھا مگر بیدار ہونے کے بعد خواب کو بھول گیا۔ اس نے کاہنوں اور جادو گروں کو بلایا اور اترات خواب کو بیان کیا اور تعبیر چاہی۔ انہوں نے کہا خواب بیان کرو۔ بخت نصر نے کہا خواب تو یاد نہیں رہا۔ انہوں نے کہا جب تک خواب ہمارے سامنے نہ ہو تعبیر کہاں سے ہوگی۔ پھر اس نے حضرت دانیال علیہ السلام (نبی) کو بلایا اور سارے حالات بیان کئے۔ انہوں نے فرمایا:

”اے بخت نصر! تم نے خواب میں بہت بڑے بُت کو دیکھا ہے جس کے پاؤں زمین میں ہیں اور سر آسمان میں اس کے اوپر کا حصہ سونے کا ہے اور درمیانی حصہ چاندی کا اور اس کا نچلا دھڑ تانبے کا اور اس کی پنڈلیاں لوہے کی اور اس کے پاؤں کھنکھاتی مٹی کے ہیں اس دوران کہ تم اس کو دیکھ کر اس کے حسن و جمال اور کاریگری پر حیرت کر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھر پھینکا جو اس کے سر کے وسط پر گرا اور وہ از سر تا پا ریزہ ریزہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس کا سونا، چاندی، تانبہ، لوہا اور مٹی اس طرح آمیختہ ہو گئے اور تم نے خیال کیا کہ اگر روئے زمین کے تمام جن و انس مل کر بھی اس کے مخلوط اور آمیختہ اجزاء یا ذرات کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہیں تو عاجز رہیں اور اس بات پر قادر نہ ہوں کہ ان کو الگ کر دیں اور تم کو اس بات کا خطرہ درپیش تھا اور تم ڈر رہے تھے کہ اگر ہوا چلے گی تو اسے اڑالے جائے گی اور تم نے اس پتھر کو دیکھا جو اس پر مارا گیا تھا کہ وہ بڑھتا، پھیلتا اور ہمہ گیر ہوتا جا رہا ہے یہاں تک کہ اس نے تمام روئے زمین کو گھیر لیا۔ اس وقت تمہیں اس پتھر اور آسمان کے سوا کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔“

بخت نصر نے کہا:

”آپ نے سچ فرمایا: میں نے یہی خواب میں دیکھا ہے۔ تو اب اس کی تعبیر کیا ہے؟“
پیغمبر دانیال علیہ السلام نے جواب دیا: ”بت تو وہ مختلف امتیں ہیں جو ابتداء و وسط اور آخر زمانوں سے متعلق ہیں اور وہ پتھر جس سے اس بت کو پاش پاش کیا گیا ہے وہ اللہ ﷻ کا دین ہے۔ جس کے ذریعہ آخر زمانہ میں تمام امتوں کو ختم کیا جائے گا تاکہ اللہ ﷻ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرما دے۔ اس کے لئے اللہ ﷻ عرب سے نبی امی کو مبعوث فرمائے گا اور اس کے ذریعہ ساری امتوں اور تمام دینوں کو منسوخ کرے گا۔ جیسا کہ تم نے خواب میں دیکھا کہ سنگ گراں نے بت کے ہر حصہ کو پامال کر دیا ہے اور وہ دین تمام ادیان پر غالب ہو گا جس طرح کہ تم نے پتھر کو تمام روئے زمین پر غالب اور پوری فضا پر محیط دیکھا ہے۔“

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں عیسیٰ بن داب علیہ السلام سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق علیہ السلام نے فرمایا: ہم صحن کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور زید بن عمر بن طفیل بھی بیٹھا تھا اتنے میں امیہ بن ابی الصلت گزرا اس نے کہا خبردار ہو جاؤ جس نبی کا ہم انتظار کر رہے تھے وہ یا تو تم میں سے ہو گا یا فلسطین والوں میں سے۔ حضرت صدیق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے پہلے کسی نبی کے انتظار کے بارے میں کچھ نہیں سنا تھا کہ وہ ظہور فرمانے یا مبعوث ہونے والا ہے۔ اس کے بعد میں ورقہ بن نوفل کے پاس گیا اور ان سے تمام واقعہ بیان کیا انہوں نے کہا: ہاں اے بھیجتے! اہل کتاب اور علماء نے خبر دی ہے کہ نبی منتظر عرب کے بزرگ ترین خاندان میں پیدا ہو گا میں اس کے نسب سے واقف ہوں۔ میں نے کہا اے چچا وہ نبی کیا تعلیم کرے گا؟ ورقہ نے کہا ان کی تعلیم وہی ہوگی جس کی ہدایت ان کو ہوگی نہ وہ خود ظلم کرے گا نہ ظالموں کو برداشت کرے گا۔

حضرت صدیق اکبر علیہ السلام نے فرمایا: پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ظہور فرمایا تو میں ان پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔

طیالسی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہا نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل علیہ السلام سے روایت کی کہ میرے والد اور ورقہ بن نوفل دونوں دین کی جستجو اور تلاش میں نکلے اور وہ موصل میں ایک راہب کے پاس پہنچے۔ اس نے زید سے پوچھا: تم کہاں سے آرہے ہو؟
زید نے کہا: ”حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ بیت اللہ سے۔“

۱۔ ورقہ بن نوفل حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے۔ ان کو بت پرستی سے دلی نفرت تھی اور وہ اس وقت تمام کتب ہادی کے زبردست عالم تھے۔ آپ تو بیت میں محمد ﷺ کے ظہور کی خبریں پڑھ چکے تھے۔

اس نے کہا: ”کس چیز کے ارادہ اور تلاش میں نکلے ہو؟“

زید نے جواب دیا: ”سچے دین کی۔“

راہب نے کہا: ”لوٹ جاؤ“ کیوں کہ وقت آ گیا ہے کہ اس ذات گرامی کا ظہور ہو جس کے

لئے تم اپنی سر زمین سے دو درہم گرم جستجو ہو۔“

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”معجم“ میں (طبرانی اور حاکم رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا) اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ نبی کریم ﷺ نے زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات کی اور حضور ﷺ نے اس سے کہا۔ اے چچا ”میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری قوم تم سے دشمنی رکھتی ہے؟“ انہوں نے کہا۔ ان کی یہ بات بغیر اس کینہ کے ہے جو مجھ میں ان کی طرف سے ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے ان کو گمراہی پر دیکھا تو دین حق کی جستجو میں گھر سے نکلا اور جزیرہ میں ایک بزرگ کے پاس پہنچا اور اس سے اپنے سفر اور آمد کا مقصد بیان کیا۔

اس نے پوچھا ”تم کن لوگوں سے ہو؟“ میں نے کہا اہل بیت اللہ سے۔ اس نے کہا بلاشبہ تمہارے شہر میں وہ نبی یا تو پیدا ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے کیونکہ اس کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے۔ لہذا تم جاؤ اس کی تصدیق کرو اور ایمان لاؤ۔ میں یہ سن کر لوٹ آیا اور راہب کے قول کے بارے میں مجھے کچھ پتہ نہ چلا۔“

ابن سعد اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہا نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عامر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ مجھے زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ سے غار حراء کی جانب جاتے ہوئے ملے۔ اس زمانے میں ان کے اور ان کی قوم کے درمیان اس بات پر بحث تھی کہ انہوں نے پوری قوم کے عقیدہ اور عمل کے خلاف طرز فکر اختیار کر لیا تھا۔ ان کی اصنام پرستی سے بیزار ہو کر کنارہ کش ہو گئے تھے۔ اس ملاقات میں زید رضی اللہ عنہ نے عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: ”اے عامر! میں نے قوم کی مخالفت اور ملت ابراہیمی کی پیروی شروع کر دی ہے میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور میں اس نبی کا منتظر ہوں جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اور نسل عبدالمطلب سے ہوں گے جن کا نام احمد رضی اللہ عنہ ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ میں ان کا زمانہ نہ پاسکوں گا۔ مگر میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ اگر تمہاری زندگی وقاء کرے اور ان کے عہد سعادت کو پاؤ تو میری جانب سے ان پر

۱۔ یہ حضرات بتوں کی پرستش سے بیزار تھے۔ کسی کی الوہیت کے قائل نہ تھے۔ ان میں زید سب سے زیادہ مشہور تھے۔ یہ خانہ کعبہ میں اکثر بیٹھتے تھے اور قریشیوں سے کہتے کہ تم نے دین حنیف سے ہٹ کر جوراء اختیار کر لی ہے اس سے باز آ جاؤ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وحی نازل کے نزول کے پر ہیبت حالات سن کر حضور ﷺ کو درود بن نوفل کے پاس لے گئی تھیں تاکہ ان سے تصدیق ہو سکے۔

سلام عرض کرنا۔ اے دوست عامرؓ! میں آنے والے نبی کی کچھ علامتیں بتاتا ہوں تاکہ وہ ذاتِ گرامی تم پر پوشیدہ نہ رہ سکے اور بغیر کسی ادنیٰ تاثر کے تم ان کو پہچان سکو۔

”وہ ہادی برحق میانہ قد ہوں گے، جسم پر بال زیادہ ہوں گے نہ کم، آنکھوں کا رنگ شربی ہوگا اور دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی، نام آپ ﷺ کا احمد ﷺ ہوگا۔ یہ شہر ان کی ولادت اور بعثت کا مقام ہے۔ بعد میں ان کی قوم ان کو جلاوطن اور خارج الدیار کر دے گی اور وہ یثربؑ کو ہجرت کر جائیں گے پھر باطل، حق کے مقابل نہ ٹھہرے گا۔“

اے میرے رازدار عامرؓ! متنبہ ہو جاؤ کہ ان کے ساتھ تم پر فریب طرز عمل مت اختیار کر بیٹھنا۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں ”دین ابراہیمی“ کی تلاش میں ملکوں اور شہروں گھوما ہوں اور ہر ذی علم و نیک نہاد یہودی، نصرانی اور زرتشتیؑ نے یہی بتایا کہ ”یہ دین تو تیرے پیچھے آ رہا ہے۔“ اور انہوں نے تقریباً بالاتفاق یہی علامتیں مجھے سکھائیں جن کو میں نے تم سے بیان کر دیا ہے اور وہ بتاتے تھے کہ بس اسی ایک نبی کا آنا باقی ہے۔

عامرؓ نے کہا جب میں نے زید بن عمرؓ کے اس پورے واقعہ کو حضور ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ ﷺ نے زیدؓ کے لئے رحمت کی دعا فرمائی اور کہا میں ان کو جنت میں دامن پھیلانے دیکھ رہا ہوں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت شعیب رحمۃ اللہ علیہ عبد الرحمن بن زید بن الخطابؓ سے روایت کی کہ زید بن عمرو بن نفیلؓ نے بتایا کہ میں شام کے ایک راہب کے پاس گیا اور میں نے اس سے بت پرستی اور یہودیت و نصرانیت سے اپنی بیزاری کا ذکر کیا تو اس نے جواب میں کہا:

”اے مکہ کے بیٹے! تم دین ابراہیمی کا نظارہ چاہتے ہو وہ تم کو کہیں بھی نظر نہ آئے گا“ تم مکہ ہی کو لوٹ جاؤ، کیونکہ اللہ ﷻ تمہاری قوم سے تمہارے ہی شہر میں ایک نبی کو مبعوث فرمائے گا جو حضرت امیر المومنینؑ کے ”دین حنیف“ کو بھی ارتقاء و تکمیل کے ساتھ جاری و نافذ کرے گا اور وہ بارگاہِ خالق میں اکرام الخلاق ہے۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت ابی امامہ باہلی، عمرو بن عبسہ سلمیؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: میں زمانہ جاہلیت ہی میں اپنی قوم کے اصنام سے بیزار ہو گیا تھا میرا خیال تھا یہ ”پرستش اصنام“

۱۔ یثرب مدینۃ الرسول ﷺ کا قدیم نام جس کے معنی خارزار کے ہیں۔ اب مدینے کو یثرب کہنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ زرتشتی مذہب زرتشت کا پیرو زرتشت یا زردشت پارسی مذہب کے بانی کا نام ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو برس پہلے میڈیا یعنی وسطی ایران میں پیدا ہوئے اور نظریہ خبر و شر یعنی یزداں و اہرمن کی دوئی پیش کی اس وجہ سے اس مذہب کے اس نظریہ کو نظریہ ثنویت بھی کہتے ہیں۔ پہلوی زبان اسی عہد کی زبان ہے۔

کا طریقہ و مسلک قطعی باطل ہے۔ اسی زمانے میں مجھے ایک اہل کتاب ملا اس سے میں نے افضل دین کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا مکہ مکرمہ میں ایک شخص ہوگا جو اصنام پرستی اور شرک کو مٹائے گا اور وحدہ لا شریک کی بندگی کی طرف بلائے گا اور افضل دین کو بلائے گا تو جب تم اس کا ذکر سنو تو اس کی دعوت دین پر لبیک کہنا۔

اس کے بعد میرا یہ ایک وظیفہ ہو گیا کہ مجھے جو شخص بھی مکہ سے آیا ہو ملتا میں اس سے مکہ کے مخصوص حالات کے بارے میں دریافت کرتا جب کوئی خاص خبر دریافت نہ ہوتی، پھر میں اپنے گھر کو لوٹ جاتا۔ ایک مرتبہ چند سوار ملے اور مکہ کی خبریں پوچھنے پر انہوں نے کہا کوئی خاص خبر نہیں ہے۔ اس کے بعد بھی میں راستے پر بیٹھا ہی رہا کہ ایک سوار تیزی سے میرے قریب پہنچا۔ میں نے اس سے پوچھا:

”تم کہاں سے آرہے ہو؟“

اس نے کہا: ”مکہ سے۔“ میں نے پوچھا:

”کیا کوئی خاص خبر ہے؟“

اس نے جواب دیا: ”ہاں ایک شخص نے پوری قوم اور اپنے آباء و اجداد کے مراسم عبودیت سے نفرت و بیزاری کا اظہار کر دیا ہے اور صرف ایک معبود کی بندگی کی طرف بلاتا ہے۔“ تو میں نے سوچا شاید یہ شخص وہی ہے جس کا میں انتظار کرتا ہوں۔ چنانچہ میں مکہ مکرمہ آیا اور حضور ﷺ کو موجود پایا۔

میں نے عرض کیا: ”آپ ﷺ کون ہیں؟“

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں نبی ہوں۔“

میں نے پوچھا نبی کسے کہتے ہیں؟“ فرمایا: ”رسول کو۔“

میں نے عرض کیا: ”کس نے آپ ﷺ کو بھیجا ہے؟“

فرمایا: ”اللہ ﷻ نے۔“

میں نے سوال کیا: ”آپ کے بھیجنے کا مقصد کیا ہے؟“

فرمایا: ”کہا گیا ہے کہ تم صلہ رحمی کرو جان و مال کی حفاظت کرو راستوں کو مامون کرو بت شکنی کر کے صرف خدائے واحد کی بندگی اختیار کرو۔“

میں نے شگفتہ دلی کے ساتھ عرض کیا: ”بہت خوب! کیا ہی اچھی باتوں کے لئے آپ کو بھیجا گیا ہے۔ لہذا میں اطمینان قلب کے ساتھ شہادت دیتا ہوں کہ میں آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لایا اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔“ پھر میں نے عرض کیا میں آپ ﷺ کے ساتھ رہوں یا آپ ﷺ کی جو

رائے ہو؟ فرمایا: تم دیکھ رہے ہو کہ جو دعوت دین میں دے رہا ہوں لوگ اسے کس قدر تلخ اور ناگوار سمجھ رہے ہیں۔ لہذا تم اپنے گھر ہی رہو اور جب تم کو معلوم ہو کہ میں فلاں مقام پر ہجرت کر کے پہنچ چکا ہوں تو تم وہاں میرے پاس پہنچ جانا۔ اب واپس چلے جاؤ۔

چنانچہ جب میں نے سنا کہ حضور ﷺ مدینہ طیبہ ہجرت کر کے پہنچ چکے ہیں تو میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ (اس حدیث کو ان ہی الفاظ میں ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت شہر بن حوشب، عمرو بن عبسہ سے روایت کیا ہے)

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابن عسما کر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کو جب ان پر بخت نصر کے غلبہ سے بے شمار مصائب پہنچے ان کی وجہ سے وہ منتشر اور ذلیل و خوار ہو کر ترتر ہو گئے۔ وہ اپنی کتاب میں محمد ﷺ کے اوصاف حمیدہ پاتے تھے۔ مثلاً یہ کہ وہ عرب کی بستیوں میں سے کسی ایک بستی میں ظاہر ہوں گے جہاں کھجوروں کے درخت ہوں گے۔ پھر جب وہ ملک شام پہنچے تو منتشر ہو کر حصے بخرے ہو گئے۔ ہر حصے کے لوگوں میں گھل مل گئے۔ شامی اور یمنی مخلوط ہو گئے۔ میں جہاں کھجوروں کے درخت دیکھتا اور دوسرے مذکورہ اوصاف پاتا ٹھہر جاتا کہ شاید حضور ﷺ سے طلب سعادت کا موقع مل جائے۔ یہاں تک کہ اولاد ہارون علیہ السلام جو توریت کی حامل تھی۔ مدینہ میں آ کر ٹھہری ان کے بزرگ اور پیر مرد اس حال میں فوت ہوئے کہ وہ محمد ﷺ پر اعتقاد و ایمان رکھتے تھے کہ آپ بعثت فرمائیں گے اور اپنی آئندہ اور نوخیز نسل کو نصیحت کرتے کہ جب وہ تشریف فرما ہوں تو اطاعت امر و تعاون کریں۔ انجام کار جس نے ان کی نسل میں سے حضور ﷺ کو پایا۔ انہوں نے انکار کا رویہ ہی اختیار کیا باوجود یہ کہ وہ خوب واقف تھے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا: واللہ میں اپنے گھر میں سات سالہ بچہ تھا اور میری حالت یہ تھی کہ جو کچھ سنتا یا دیکھتا اسے یاد رکھتا۔ ایک روز میں والد کے ساتھ تھا کہ ہمارے پاس ایک نوجوان آیا جس کو ثابت بن ضحاک کہتے تھے۔ اس نے بتایا کہ بنی قریظہ کے ایک یہودی کا خیال ہے کہ وہ نبی پیدا ہو گیا ہے جو ہماری کتاب کی مانند کتاب لائے گا اور عادی مانند تم کو قتل کرے گا۔

نیز حسان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں صبح کے وقت اپنی چھت پر تھا تو میں نے ایک ایسی آواز سنی ایک ایسی آواز جو اس سے پہلے کبھی نہ سنی تھی دفعتاً ایک یہودی مدینہ کے قلعہ پر نظر آیا اس کے ہاتھ میں مشعل تھی لوگ جمع ہونے لگے اور کہنے لگے تیری خرابی ہو تجھے کیا ہو گیا ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اس کے بولنے کی آواز سن رہا تھا۔ اس نے کہا یہ ستارہ احمد رضی اللہ عنہ کا ہے جو طلوع ہوا ہے اور ہمیشہ

اس ستارہ کا طلوع اور نبوت کا ظہور ایک ساتھ ہوتا ہے اور اب انبیاء علیہم السلام میں بجز احمد ﷺ کے کسی کا ظہور و شہود باقی نہیں ہے۔

حسان ﷺ نے کہا اس پر لوگوں نے اس کا مضحکہ (مذاق) اڑایا اور اس کی بات پر حیران ہوئے اور حضرت حسان ﷺ نے ایک سو بیس سال عمر پائی۔ جس میں سے نصف زمانہ جاہلیت میں اور باقی عمر اسلام میں گزری۔

واقدی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے حویصہ بن مسعود ﷺ سے روایت کی کہ ہم اور یہود باہم ذکر کیا کرتے تھے کہ ایک نبی مکہ مکرمہ سے مبعوث ہوگا اور یہ نبی آخر ہے یہ خبر ہماری کتابوں میں ہے نیز یہ کہ وہ ان اوصاف کے حامل ہوں گے اور اس طرح ظہور فرمائیں گے۔ علاوہ ازیں حضور ﷺ کے بارے میں عہد و پیمان بھی لیا جاتا تھا۔ حویصہ ﷺ نے کہا میں اس زمانے میں کم سن تھا جو دیکھتا یاد رکھتا اور جو سنتا اسے نہ بھولتا۔ اسی زمانے میں میں نے ایک مرتبہ قبیلہ بنی اشہل کی جانب سے شور و غل کی آوازیں سنی جس کی وجہ سے لوگوں کو اندیشہ اور خوف ہوا اور خیال کیا کہ کوئی بات ضرور ہے پھر آوازیں کچھ آہستہ ہوئیں پھر بلند ہوئیں۔ اب ہم گوش برآواز ہو گئے تو ہم نے سنا بنی اشہل کے لوگ یکا کر رہے تھے۔

”اے ساکنانِ مدینہ! یہ ستارہ تو احمد ﷺ کا ہے اور اس کے طلوع پر ان کو بھنی پیدا ہونا چاہئے۔“ حویصہ ﷺ نے کہا۔ اس اعلان یا پکار کو ہم نے کچھ تعجب سے سنا۔ پھر بہت زمانہ گزر گیا اور اس واقعہ کو ہم بھول گئے اور اس عرصہ میں ظاہر ہے پیدائش و اموات کا عمل جاری رہا اور میں بھی ایک اچھنی عمر کا شخص ہو گیا۔ اب پھر حسب سابق شور و غل ہوا کوئی کہہ رہا تھا۔

”اے مدینہ کے باشندو! بلاشبہ اس نبی کی بعثت ہوگئی اور اس کے پاس وہ ”ناموس اکبر“ آتے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے تھے۔“

اس کے بعد زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ میں نے سنا مکہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ پھر ہماری قوم کے نکلنے والے نکلے اور تاخیر کرنے والے تاخیر کرتے رہے تو عمر لوگ ایمان لائے۔ مگر میرے لئے حکم الہی نہ ہوا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں مسلمان ہوا۔ ابن سعد اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ قریظہ، نصیر، فذک اور خیبر کے یہود رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے اوصاف اپنی کتابوں کے اندر پاتے تھے کہ آپ ﷺ کا مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔ پھر جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو اخبارِ یہود نے کہا کہ آج

رات احمد مجتبیٰ ﷺ پیدا ہوں گے۔ اس لئے کہ ستارہ طلوع ہو گیا۔ پھر جب اعلان نبوت فرمایا تو انہوں نے کہا: بلاشبہ اعلان نبوت فرما دیا۔ وہ سب آپ ﷺ کو پہچانتے تھے اور آپ کا اقرار اور توصیف کیا کرتے تھے۔

ابن سعد ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے ابی نحلہ رحمہ اللہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ بنی قریظہ کے یہود اپنی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کے ”باب الذکر“ کا درس دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے اوصاف کی تعلیم اپنے بچوں کو دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ کا نام اور مقام ہجرت مدینہ طیبہ ان کو بتایا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ظہور فرمایا تو حسد و عصبیت کی بناء پر منکر ہو گئے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت حضرت ابو سعید خدری رحمہ اللہ روایت کی کہ میں نے اپنے باپ مالک بن سنان کو یہ کہتے سنا کہ میں ایک روز بنی عبد الاشہل کے پاس کچھ باتیں کرنے گیا۔ وہاں میں نے یوشع یہودی کو کہتے سنا کہ: ”اس نبی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جس کا نام احمد مجتبیٰ ﷺ ہے اور وہ حرم سے ظاہر ہوگا۔“ لوگوں نے پوچھا:

”اس کی علامت و شناخت بتا دیجئے!“ اس نے کہا:

”نہ وہ پستہ قد ہوگا نہ طویل قامت آنکھوں میں سرخ ڈورے ہوں گے اُون کا لباس پہنے گا دراز گوش پر سواری کرے گا اور اس کے شانہ پر تلوار آویزاں ہوگی اور یہ شہر یعنی مدینہ منورہ اس کی ہجرت کا مقام ہوگا۔“

اس کے بعد میں اپنی قوم بنی فدرہ میں لوٹ آیا میں نے یوشع سے جو کچھ سنا اس پر تعجب کر رہا تھا کہ اپنے قبیلہ کے ایک شخص کو کہتے سنا کہ تنہا یوشع اس بات کو نہیں کہہ رہا ہے بلکہ مدینہ کا ہر یہودی یہی بات کہہ رہا ہے۔ پھر میں بنی قریظہ کے پاس آیا تو وہ سب مجتمع تھے اور بنی آخر الزماں ﷺ کا ذکر کر رہے تھے۔ زبیر ابن باطانے کہا کہ وہ سرخ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جو کسی نبی ﷺ کے ظہور کے وقت طلوع ہوتا ہے اور اب احمد مجتبیٰ ﷺ کے ظہور کے سوا کسی اور نبی کی آمد باقی نہیں اور یہ شہر مدینہ ان کی ہجرت کا مقام ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت محمود بن لبید محمد بن سلمہ رحمہ اللہ سے نقل کیا انہوں نے کہا کہ قبیلہ بنی عبد الاشہل میں ایک ہی یہودی ایسا تھا جس کا نام یوشع تھا۔ میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس گھر کی طرف سے اس نبی موعود کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ جو کوئی اس کو پائے تصدیق کرے۔

محمد بن سلمہ رحمہ اللہ نے کہا: حضور ﷺ کی بعثت کے بعد ہم تو اسلام لے آئے مگر لوگوں کو بتانے والا وہ یہودی نہ صرف منکر رہا بلکہ اس نے حسد اور بغاوت کی راہ اختیار کی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن سلام ؑ سے روایت کی کہ تبع نے اپنی وفات سے پہلے حضور ﷺ کی تصدیق کر دی اس وجہ سے کہ مدینہ کے یہود نے اس کو خبردار کر دیا تھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت عکرمہ ابن عباس ؑ سے اور انہوں نے ابی بن کعب ؑ سے روایت کی کہ جب تبع مدینہ آیا اور وادی قناتہ میں اُتر اتوا اس نے اُخبارِ یہود کو کہلا بھیجا کہ میں اس شہر کو تباہ و برباد کر دوں گا۔ تو شامون نے اس کو جواب دیا:

”اے بادشاہ! بلاشبہ یہ وہ شہر ہے جس میں بنی اسماعیل کا آخری نبی ﷺ اپنی مولد یعنی مکہ سے ہجرت کر کے سکونت پذیر ہوگا جس کا نام احمد ؑ مرقوم ہے اور تمہارے پڑاؤ کا میدان جان نثاران احمد اور دشمنان نبوت کی معرکہ آرائی اور مہماتِ امور کے واقع ہونے کا میدان ہے۔“

تبع نے پوچھا: ”اس نبی سے جنگ کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟“

شامون نے جواب دیا: ”اس کی اپنی قوم حملہ آور ہوگی۔“

تبع نے پوچھا: ”اس نبی کا مزار کہاں ہوگا؟“ شامون نے کہا: ”اسی شہر میں۔“

تبع نے پوچھا: ”لڑائی کا نتیجہ کس کے حق میں ہوگا؟“ شامون نے جواب دیا: ”کبھی تو ان

کے حق میں ہوگا اور کبھی اہل باطل مخالفین کے حق میں۔“ اور اس مقام پر جہاں تم فروکش ہوئے ہو

یہاں نبی اللہ کو زحمت برداشت کرنی پڑے گی اور اس جنگ میں ان کے اتنے مجاہد شہید ہوں گے کہ

شاید کسی اور جنگ میں نہ ہوں گے۔ اس کے بعد اس نبی کے لئے نیک انجام ہوگا اور وہ غالب ہو

جائیں گے اور امر نبوت میں کوئی ان سے اختلاف کرنے والا نہ رہے گا۔

تبع نے پوچھا: ”اس نبی ﷺ کی شان اور وصف کیا ہے؟“

اس کے جواب میں شامون نے کہا: ”وہ نہ پستہ قد ہوں گے نہ طویل قامت ان کی

آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ اونٹ پر سواری کریں گے عمامہ کی بندش میں شملہ ہوگا اکثر تلوار شانے پر

آویزاں ہوگی جو بھی طاقت ان کے کاموں میں مزاحم ہوگی وہ اس کو پاش پاش کر دے گا اور بالآخر اس

کا دین غالب ہو جائے گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت عبد الحمید بن جعفر ؑ روایت کی اور وہ اپنے والد سے

روایت کرتے ہیں کہ زبیر بن باطا یہود کا سب سے بڑا عالم تھا۔ اس نے ذکر کیا میں نے اس کتاب کو

۱۔ سرور کونین ﷺ کی ولادت اور آپ کے مبعوث ہونے کی خبریں علمائے یہود اور راہبوں نے اس کثرت سے دی تھیں کہ ان تمام کا

یہاں ذکر کرنا دشوار ہے۔ خود ان کی کتابوں تو ریت اور زبور میں یہ بشارتیں موجود ہیں جن کو برصغیر کے فاضل زبانِ عبرانی مولوی عنایت

رسول مرحوم و مغفور نے اپنی تصنیف ”بشری“ میں مع ترجمہ جمع فرمادیا ہے۔

حاصل کر لیا جس کو میرا باپ مجھ سے چھپاتا تھا۔ اس میں نبی احمد مبشر ﷺ کا ذکر تھا کہ وہ علاقہ گرم یعنی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوگا اور اس کے یہ اور یہ اوصاف ہوں گے۔ زبیر نے یہ بات اپنے باپ کے مرنے کے بعد بیان کی رسول اللہ ﷺ ابھی مبعوث بھی نہ ہوئے تھے اس کے بعد انہوں نے سنا کہ نبی ﷺ نے مکہ مکرمہ میں ظہور فرمایا ہے تو زبیر نے اس کتاب کو چھپا دیا اور نبی ﷺ کے بارے میں تجاہل عارفانہ برتتے ہوئے انکار کا رویہ اختیار کر لیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے سعد بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودی حضور ﷺ کا ذکر آپ ﷺ کی علامتی نشانات کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ پھر جب سرخ ستارہ طلوع ہوا تو انہوں نے خبر دی وہ نبی پیدا ہو گیا اور اس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اس کا نام احمد رضی اللہ عنہ ہے وہ ہجرت کر کے مدینہ میں آئے گا۔

پھر جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور قیام فرمایا تو انہوں نے انکار کیا اور حسد و بغاوت کی روش اختیار کی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ مدینہ طیبہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ میں تھے۔ انہوں نے سنا: ”اے مدینہ کے لوگو! خدا کی قسم سلسلہ نبوت بنی اسرائیل سے منقطع ہو گیا“ کیوں کہ نبی الآخر کی ولادت کا ستارہ مافق پر نمودار ہو گیا ہے اور آپ ﷺ کا مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے عمارہ بن خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ قبائل اوس و خزرج میں ابو عامر سے زیادہ کوئی شخص حضور ﷺ کی توصیف کرنے والا نہ تھا۔ یہود بھی اس کو پسند کرتے اور مسائل دریافت کرتے تھے۔ نیز وہ ان کو حضور ﷺ کی آمد کا مژدہ اور ہجرت و اوصاف کے تذکرے سناتا۔ پھر وہ تیجا کے یہودیوں کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اس کے خیال کی تائید کی۔ اس کے بعد وہ شام گیا اور نصاریٰ سے تبادلہ خیال کیا تو انہوں نے منجملہ اوصاف کے ایک یہ بھی بتایا کہ ہجرت کے بعد ان کا مرکز مدینہ ہوگا۔ اس کے بعد ابو عامر لوٹ آیا اور کہنے لگا۔ میں ”دین حنیفہ“ پر ہوں۔ ترک دنیا، زہانیت، لباس صوف اس کی وضع قطع تھی اور وہ ظہور نبوت کا انتظار کرتا تھا۔

جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو وہ اپنے حالات میں مگن رہا اور حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں کیا۔ تیرہ سال کے بعد ترک وطن کر کے آپ ﷺ مدینہ آ گئے تو اس نے آپ ﷺ کی قیادت، سیادت اور سعادت کی عظمتوں کو دیکھ کر رشک و رقابت اور حسد و بغاوت کا طریقہ اختیار کیا۔

ایک دن وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا:

”اے محمد ﷺ! آپ کس چیز کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں؟“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”حنیفیت کے ساتھ۔“ اس نے کہا:

”آپ ﷺ حنیفیت کے ساتھ دوسری چیزوں کی آمیزش کرتے ہیں۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں روشن اور واضح حنیفیت لایا ہوں۔“ اور ارشاد فرمایا: ”علماء یہود و

نصاری میری شناخت اور اوصاف کے بارے میں جو کچھ تجھ سے بیان کرتے تھے وہ کہیں نظر آتے ہیں؟“

اس نے کہا: ”آپ ﷺ ان اوصاف کے حامل نہیں ہیں۔“

اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: ”تو جھوٹ بولتا ہے۔“ اس نے کہا: ”میں جھوٹ

نہیں بولتا۔“ اس مرحلہ پر آپ ﷺ نے فرمایا جھوٹ بولنے والے کو اللہ ﷻ اس حال میں موت دے

کہ لوگوں نے اسے دھتکار دیا ہو اور وہ پھر بے سہارا رہ جائے۔ اس پر اس نے کہا: ”آمین۔“

پھر وہ قریش مکہ کے پاس چلا گیا، یہودیت کو ترک کر کے قریش کے ساتھ راہ و رسم مشرکانہ کو

اختیار کر لیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ جعفر بن عبد اللہ بن ابی الحکم سے

مذکورہ بالا حدیث کی مانند روایت کی مگر اس میں اتنا زیادہ ہے کہ ابو عامر مکہ چلا گیا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا

اور طائف اور اہل طائف جب مسلمان ہو گئے۔ تو انہوں نے اس کو برداشت نہ کیا تو یہ شام چلا گیا

اور پھر وہیں دل گرفتہ بے سہارا اور بے یار و مددگار رہ کر مر گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف سے نقل کیا کہ کعب بن لوی بن

غالب جمعہ کے قومی اجتماع میں اس طرح خطاب کرتا تھا۔ ”اے برادران قوم! غور سے سنو اور خبردار ہو

جاؤ۔ رات تاریک اور دن روشن ہے زمین بچھونا اور آسمان ہماری چھت ہے پہاڑ میخ اور ستارے راہ نما

اور پچھلے اگلوں کی مانند ویسے ہی مرد و عورت ہیں اور روح پرانی ہونے والی ہے لہذا تم صلہ رحمی کرو

حقوق قرابت کی حفاظت کرو اپنے اموال کو بڑھاؤ۔ تم نے کسی مرنے والے کی بازگشت دیکھی یا دیکھا

کہ کوئی مردہ دوبارہ اٹھا؟ آخرت تمہارے سامنے ہے اور آخرت اس اندازہ و گمان کے سوا ہے جو تم

۱۔ مکہ مکرمہ سے شمال مغرب میں سطح مرتفع پر جزیرہ نمائے عرب کا ایک مشہور شہر۔ پہلے مکہ سے یہاں تک کا راستہ سخت دشوار گزار تھا لیکن

شاہ فیصل کے عہد میں طائف تک ایک بہترین وسیع سڑک بنادی گئی ہے اور اب آمد و رفت بہت آسان ہے۔ یہی وہ شہر ہے کہ جب

رسول اکرم ﷺ یہاں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لائے تھے تو یہاں کے رئیس نے شہر کے نو جوانوں کو آپ پر براہیختہ کیا تھا اور آپ زخمی

ہو گئے تھے مگر آپ نے علم سے کام لیا۔ بددعا کے بجائے یہاں کے باشندوں کے لئے قبول اسلام کی دعا فرمائی۔

بتاتے ہو اور جس کا ذکر کرتے ہو اپنے حرم کو زینت دو اور اس کی تعظیم کرو اور اس کو مضبوط تھا مو کیونکہ عنقریب اس کے لئے ایک عظیم خبر ہونے والی ہے اور بہت جلد اس حرم سے عزت والا نبی ظہور کرنے والا ہے۔

نَهَارٌ وَلَيْلٌ كُلُّ آدَبٍ بِحَادِثٍ سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا
عَلَى غَفْلَةٍ يَأْتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ يُخْبِرُ أَخْبَارًا صَدُوقٌ خَيْرُهَا

روزانہ دن و رات نوبہ نور و نما ہوتے ہیں۔ ہم پر دن و رات سب یکساں ہیں۔ اچانک نبی محمد ﷺ تشریف لانے والے ہیں۔ وہ ایسی خبر دیں گے کہ جن کا خبر رکھنے والا بہت سچا ہے۔

خدا کی قسم اگر میں شنوائی اور بینائی اور دست و پا رکھنے والا ہوتا تو ان کے عہد نبوت میں (ان کے مشن کے لئے) ایسی محنت اور سرگرمی سے کوشاں ہوتا جس طرح ایک شتر محنت کش اور مشقت گیر ہوتا ہے اور ایسی تیزی دکھاتا جس طرح ایک اونٹ اپنی طویل منزل مقصود تک پہنچنے میں دکھاتا ہے پھر کہا: يَا لَيْتَنِي شَاهِدًا نَجْوَاءَ دَعْوَتِهِ فَعَوَاءَ حِينَ الْعَشِيرَةِ تُبْغِي الْحَقَّ خُذْ لَنَا
یعنی کاش میں ان کی دعوت کے دور میں موجود ہوتا۔ جب کہ قبائل حق کو چھوڑنے کی خواہش کریں گے۔

حالانکہ کعب بن لوی کے مرنے اور حضور ﷺ کی بعثت کے درمیان پانچ سو ساٹھ برس کا زمانہ تھا۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن اسحاق زہری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا انہوں نے سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے کہ قیس بن ساعدہ اپنی قوم کو عکاظ کے بازار میں خطبہ دیا کرتا تھا۔ وہ اپنے خطبہ میں کہتا 'عنقریب اس جگہ سے حق عام ہوگا اور پھر اپنے ہاتھ سے مکہ کی طرف اشارہ کرتا۔ لوگ پوچھتے وہ حق کیا ہے؟ وہ جواب دیتا۔ ایک شخص کشادہ رویہ چشم لوی بن غالب کی نسل سے ہوگا وہ لوگوں کو کلمہ اخلاص ابدی زندگی کبھی کم نہ ہونے والی نعمتوں کی طرف بلائے گا۔ تم اس کی دعوت کو قبول کرنا۔ اگر میں اس کی بعثت تک زندہ رہتا تو سب سے پہلے اس کی طرف دوڑ کر جانے والا ہوتا۔

خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الہوائف میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے جامع بن حیران رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ جب اوس بن حارثہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے مالک کو وصیت کی۔ اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے۔

شَهِدْتُ أَسْرًا يَوْمَ آلِ مُحَرِّقٍ وَأَذْرَكَ عُصْمَى صَيْحَةَ اللَّهِ فِي الْبَحْرِ
یعنی آل محرق کی جنگ کے دن میں ان قیدیوں میں موجود تھا اور میری عمر کو

عذابِ الہی نے مقامِ حجر میں پالیا تھا۔

فَلَمْ أَرِذَا مُلْكٍ مِنَ النَّاسِ وَاحِدًا وَلَا سَوْقَةَ إِلَّا إِلَى الْمَوْتِ وَالْقَبْرِ
تو اس دن نہ کسی دولت مند اور سرمایہ دار شخص کو اور نہ کسی بے مایہ اور محتاج کو دیکھا
مگر یہ کہ وہ موت اور قبر کی طرف جا رہا تھا۔ یہ قصیدہ ان شعروں تک اس نے
پڑھا:

أَلَمْ يَأْتِ قَوْمِي أَنْ لِلَّهِ دَعْوَةٌ يَفُودُ بِهَا أَهْلُ السَّعَادَةِ وَالْبِرِّ
کیا میری قوم کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اللہ کی طرف سے دعوت ہے۔ اس دعوت کے
ذریعہ سعادت مند اور نیکو کار کا میاب ہوں گے۔

إِذْ بُعِثَ الْمُبْعُوثُ مِنَ آلِ غَالِبٍ بِمَكَّةَ فِيمَا بَيْنَ زُمَزَمَ وَالْحَجَرِ
جس وقت وہ (منتخب کائنات) مبعوث ہونے والا آلِ غالب سے حرم مکہ میں زمزم
اور حجر اسود کے درمیان ظہور کرے گا۔

هَذَا لَكَ فَا بُغُوا نَصْرَهُ بِيَلَادِكُمْ بَنِي عَامِرٍ إِنَّ السَّعَادَةَ فِي النَّصْرِ
اس وقت اپنے علاقوں سے اٹھ کر اس کے ساتھ موثر تعاون کرنا لازمی ہے۔ اے
بنو عامر بلاشبہ تمہاری سعادت نصرت کرنے میں ہی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حرام بن عثمان انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا کہ اسعد بن زراق رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم
کے چالیس افراد کے ساتھ بغرض تجارت شام پہنچا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ کسی آنے والے نے
کہا۔ اے ابو امامہ مکہ مکرمہ سے ایک نبی ظہور فرمائے گا، تم اس کی پیروی کرنا اور اس سلسلہ کی ایک
علامت یہ ہے کہ تم ایک ایسی منزل پر اترو گے کہ تمہارے ساتھیوں کو مصیبت پہنچے گی مگر تم محفوظ رہو گے
اور فلاں کی آنکھ میں برچھے کی بھال لگ جائے گی۔“

پھر وہ ایک منزل پر اترے تو ان سب افراد کو رات میں وہابی طاعون نے گھیر لیا صرف ابو
امامہ اس سے محفوظ رہے اور ان کے ایک ساتھی کی آنکھ میں بھالا بھی لگ گیا۔

ابن ابی الدنیا، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ مجھ سے جہینہ کے
ایک شیخ نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ہم میں سے ایک شخص جس کا نام عمیر بن حبیب تھا، بیمار ہو

۱۔ آلِ غالب سے کنایہ قریش کی طرف ہے کہ غالب قریش کے فرزند تھے؟ جو سرور کائنات ﷺ کے گیارہویں مورث ہیں یعنی عبداللہ
بن عبدالمطلب بن ہاشم عبد مناف قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔ قریش کو آلِ عدنان بھی کہا جاتا ہے۔ عدنان ان
کے مورث اعلیٰ تھے۔

گیا۔ اس پر بیہوشی کا غلبہ ہوا اور ہم نے مردہ سمجھ کر اس پر چادر ڈال دی اور اس کی قبر کھودنے کا انتظام کر دیا۔ ہم اس کے پاس ہی بیٹھے تھے کہ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا: ”میں جس حالت سے واپس ہوا ہوں اس کو تم دیکھ رہے تھے کہ مجھ پر بے ہوشی طاری تھی۔ اسی حالت میں مجھ سے کہا گیا کہ تجھ پر تیری ماں روئے کیا تو نہیں دیکھتا کہ تیری قبر کھودی گئی اور قریب تھا کہ تیری ماں تجھ پر روتی اور کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ ہم نے اس قبر کو تیرے سوا دوسرے شخص کے لئے بدل دیا اور قصص نامی شخص کو اس میں رکھ کر پتھروں سے بھر دیا ہے۔“

تو کیا اب تو اس نبی مبشر پر ایمان لائے گا اور اپنے رب کے ساتھ شکر و سپاس اور ابنائے نوع کے ساتھ صلہ رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اور مشرب ضلالت اور مشرکانہ جہالت کو چھوڑ دے گا؟ میں نے پُر اخلاص انداز میں عرض کیا۔ ہاں ضرور ایمان لاؤں گا۔ لہذا مجھے چھوڑ دیا گیا ہے۔ لوگوں نے اس واقعہ عجیب کے بعد قصص نامی شخص اور اس کے حالات دریافت کرنے کے لئے ایک جماعت کو روانہ کیا جس کی تحقیقات یہ تھی کہ واقعی وہ مرچکا اور اسی گڑھے میں اس کو دبا دیا گیا ہے۔ عمیر ؓ اس واقعہ کے بعد عرصہ دراز تک زندہ رہا یہاں تک کہ عہد رسالت آیا اور وہ حلقہء اسلام میں داخل ہوا۔

حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا قبول اسلام

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں کعب ؓ سے نقل کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کا اسلام قبول کرنا بذریعہ وحی تھا اور وہ اس طرح کہ آپ بغرض تجارت شام گئے وہاں آپ نے ایک خواب دیکھا اور بحیرہ راہب سے بیان کیا۔ بحیرہ نے پوچھا:

”تم کہاں کے رہنے والے ہو؟“

انہوں نے جواب دیا: ”تہامہ کے شہر مکہ کا۔“

بحیرہ نے سوال کیا: ”تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟“

حضرت ابو بکر ؓ نے فرمایا: ”قبیلہ قریش سے۔“

بحیرہ نے پھر سوال کیا: ”آپ کا ذریعہ معاش کیا ہے؟“

۱۔ پچھتہ سال مردوں میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ ہی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں اور عورتوں میں ام المومنین حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور موالی میں زید بن حارثہ ؓ ہیں۔

کتب سماویہ میں حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہما کا ذکر

اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ
الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ O
(پکا الانبیاء ۱۰۵) ہوں گے (ترجمہ کنز الایمان)

امت محمدیہ ﷺ کا تذکرہ

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تشریح میں یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا نقل کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے توریت اور انجیل میں اپنے ازیلی اور قبل آفرینش علم سے خبر دی ہے کہ امت محمدیہ ﷺ اس زمین کی وارث ہوگی۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے جب ”اَنَّ
الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ“ پڑھا تو کہا ”ہم ہی وہ صالحین بندے ہیں اور فرمایا کہ میں زبور
کے اس نسخے سے واقف ہوں جس میں ایک سو پچاس سورتیں ہیں اور میں نے اس کی چوتھی سورت
میں پڑھا ہے کہ اللہ ﷻ نے فرمایا:

”اے داؤد (علیہ السلام)! میں جو سنا تا ہوں اسے سنو اور سلیمان (علیہ السلام) کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو بتا
دیں کہ تمہارے بعد یہ زمین میری ہے اور میں محمد ﷺ اور ان کی امت کو اس کا وارث کروں گا۔“

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے یمن کی طرف گیا اور قبیلہ ازد کے ایک شیخ کے پاس پہنچا جو
تبصر عالم اور کتب سماوی کو پڑھنے والا شخص تھا اور اس کی عمر دس کم چار سو برس کی تھی۔

اس ازدی عالم نے مجھ سے کہا ”میرا خیال ہے کہ تم حرم مکہ کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا:
”ہاں“ پھر اس نے کہا: ”میرا خیال ہے کہ تم قرشی ہو۔“ میں نے کہا: ”ہاں“ اس نے کہا: ”میرا خیال
ہے کہا: تم تیمی ہو؟“ میں نے کہا: ”ہاں۔“ اس نے کہا: ”اب صرف ایک نشانی تمہاری طرف سے
باقی رہ گئی ہے جس سے میں واقف نہیں ہو سکا ہوں۔“ میں نے پوچھا: ”وہ کون سی نشانی ہے؟“
اس نے کہا: ”تم اپنے پیٹ سے قمیص اٹھاؤ۔“ میں نے کہا کس لئے؟

اس نے کہا کہ میں نے علم صادق میں پایا ہے کہ:

”حرم مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوگا اور اس کے دعویٰ نبوت میں ایک جوان اور ایک ادھیڑ سالہ عمر کا شخص مددگار ہوں گے اور جوان شدتوں اور دشمنوں کی متحدہ قوت اور ہجوم مصائب کو خاطر میں نہ لائے گا اور ان کا زور توڑ کر رکھ دے گا اور دوسرا ادھیڑ عمر شخص گورے رنگ اور لاغر جسم کا ہوگا اور اس کے پیٹ پر ایک تل ہوگا اور بائیں ران پر ایک نشان ہوگا۔ تو تمہارا کیا حرج ہے۔ اگر تم مجھے اپنا پیٹ دکھا دو اور تمہارے ساتھ جو اوصاف میں پاتا ہوں اس پوشیدہ علامت کو دیکھنے سے میرا علم مکمل ہو جائے اور اس کے علاوہ ایک آدھ علامت مخفی رہ جائے تو رہ جائے۔“ حضرت صدیق ؓ نے فرمایا: میں نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھالیا اور وہ ازدی عالم میری ناف کے اوپر سیاہ تل کو دیکھ کر کہنے لگے:

”رب کعبہ کی قسم! بلاشبہ تم ہی وہ شخص ہو۔“

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع بن انس ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا۔ کُتب سابقہ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی مثال قطرات بارش کی سی ہے کہ وہ جہاں بھی گرتے ہیں نفع پہنچاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق اعظم ؓ کا تذکرہ

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابی بکر ؓ سے روایت کی کہ میں حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس آیا۔ ان کے پاس کچھ لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ آخر میں کچھ لوگ بیٹھے تھے۔ حضرت عمر ؓ نے ان میں سے ایک پر نظر ڈالی اور فرمایا: ”تم کُتب سابقہ میں کیا کچھ پاتے ہو؟“ اس نے جواب دیا کہ ”رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ان کا صدیق ہوگا۔“

دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے ”الجلالہ“ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت زید بن اسلم ؓ نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے ہمیں بتایا کہ میں زمانہ جاہلیت میں قریش کے کچھ لوگوں کے ساتھ بغرض تجارت شام گیا، پھر جب ہم مکہ واپس ہونے لگے تو مجھے ایک ضروری کام یاد آ گیا جسے میں بھول گیا تھا۔ لہذا میں نے ساتھیوں سے کہا: ”میں ایک کام کر آؤں پھر تم سے آ کر مل جاؤں گا۔“ واللہ میں بازار میں گزر رہا تھا کہ دفعتاً ایک بطریق نے پیچھے سے آ کر مجھے گردن سے پکڑ لیا اور مجھے لے جانے لگا۔ میری مزاحمت کے باوجود وہ مجھ کو کنیسہ تک لے جانے میں کامیاب

۱۔ ادھیڑ عمر کے شخص سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں جو تمام شدائد میں سرور کائنات ﷺ کے معاون و مددگار اور دشمنوں کی متحدہ قوتوں کے سامنے بھی یعنی تمام غزوات میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے اور ہجوم و مصائب کو اس راہِ محبت میں کبھی حائل اور مانع نہیں ہونے دیا۔ اس جاں سپاری و جاں فدا سے سرور ہو کر حضور ﷺ نے فرمایا تھا: اگر میں کسی کو اپنا غلیل بنا تا تو وہ ابوبکر ؓ ہوتے۔

ہو گیا اور ایک بہت بڑے مٹی کے ڈھیر کے پاس لے جا کر ٹوکری اور پھاؤڑہ میرے آگے ڈال دیا اور کہا اس انبار سے مٹی اٹھا کر دوسری جگہ ڈال دو۔ میں بیٹھ گیا اور پیش آمدہ شدنی حالات پر سوچنے لگا کہ کیا کروں۔ وہی بطریق کچھ دیر بعد آیا اور کہنے لگا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تو نے کچھ بھی کام نہیں کیا اور پھر ایک مکا بنا کر پوری قوت سے میرے سر پر مارا۔ میں برقی رز کی طرح اٹھا اور وہی پھاؤڑہ سامنے سے اٹھا کر اس کے سر پر مارا اور اس کے سر کی ہڈی ٹوٹ گئی بھیچہ نکل کر بکھر گیا۔ اس کے بعد بلا توقف میں کنیسہ سے باہر نکل آیا اور غیر ارادی طور پر چل کھڑا ہوا میں نہیں جانتا تھا کہ کدھر جا رہا ہوں اور میں ایک رات اور دن برابر چلتا رہا حتیٰ کہ میں ایک صبح کو گر جا کے قریب سے گزر رہا تھا کہ آرام کرنے کو جی چاہا اور گر جا کے سائے میں سستانے لگا۔ اتنے میں ایک شخص نکل کر میرے پاس آیا اور کہا: ”اے اللہ کے بندے اس جگہ کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے کہا: میں اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہوں۔“ اس کے بعد وہ کھانا اور پانی لایا اور وہ مجھ کو اور میرے سارے جسم کو اوپر سے نیچے تک دیکھتا رہا پھر بولا:

”اے اجنبی! اہل کتاب جانتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی شخص مجھ سے زیادہ کتاب الہی کا جاننے والا نہیں ہے اور میں تجھ میں وہ اوصاف دیکھ رہا ہوں کہ تو ہی ہوگا کہ ہمیں اس گر جا سے نکالے گا اور اس شہر پر غلبہ پائے گا۔“

میں نے اس کے جواب میں کہا: ”اے استاذ! میں ایک دوسرے مذہب کا پیرو ہوں۔“ پھر اس نے پوچھا: ”تیرا نام کیا ہے؟“

میں نے بتایا ”عمر بن الخطاب۔“ اس کے بعد اس نے پہلے سے زیادہ وثوق اور اعتماد کے لہجے میں کہا: ”واللہ ایسا ہی ہوگا اور تو ہی ہمارا غالب و فاتح ہے اس میں کوئی مغالطہ اور شبہ نہیں۔ مہربانی کر تو میرے لئے اس گر جا کے لئے اور اس کے جملہ اشیاء و لوازمات کے لئے ایک دستاویز لکھ دے۔“

میں نے کہا: ”اے صاحب علم! تو نے بلاشبہ میرے ساتھ حسن سلوک کیا ہے پس اب تو ایسی بات کر کے مجھے مکر نہ کر۔“

اس نے اصرار کیا کہ ”ایسی ایک تحریر لکھ دینے میں تجھ کو کس وجہ سے گریز ہے؟ حالانکہ بات واضح ہے اگر تو ہمارا حاکم ہو گیا تو یہ تحریر ہمارے منشاء میں مفید ہوگی اور اگر ایسا نہ ہوا تو تیری ذات کو کیا نقصان۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دستاویز تحریر فرمادی

میں نے کہا: ”اچھا سامان کتابت لاؤ۔“ وہ جلد ہی کاغذ وغیرہ لے آیا اور میں نے اس کے مطالبہ اور خواہش کے مطابق تحریر لکھ کر دستخط کر دیئے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں

شام پہنچے تو وہی راہب آپ کے پاس آیا اور وہ ”ذیر القدس“ کا انچارج تھا۔ اس نے وہی تحریر پیش کی۔ حضرت عمر فاروق ؓ نے اس تحریر کو تعجب کے ساتھ دیکھا اور جو مسلمان ساتھ میں موجود تھے انہیں تحریر کا پس منظر بتایا۔ راہب نے عرض کیا میرے لئے جو شرط منظور ہو چکی ہے اسے پورا فرمائیے۔ اس کا جواب آپ نے یہ دیا۔ اس معاملہ میں نہ عمر کو اختیار ہے نہ اس کی اولاد کو۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ حضرت عمر ؓ گھوڑا دوڑا رہے تھے اتفاقاً ران پر سے تہبند اڑا اور اہل نجران میں سے کسی نے ران پر سیاہ تل کو دیکھ لیا جس کی وجہ سے انہوں نے کہا: یہی وہ شخص ہے جس کا ذکر ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں اور یہی شخص ہمیں اپنے اس علاقے سے نکالے گا۔

حضرت عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ”زوائد الرُّبَد“ میں بروایت ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ابو عبیدہ ؓ سے روایت کی کہ عہد رسالت ﷺ میں حضرت عمر ؓ گھوڑا دوڑا رہے تھے تو قبا کا دامن اڑ جانے سے ان کی ران کھل گئی۔ آپ کی ران پر سیاہ تل کو دیکھ کر نجران کے ایک شخص نے کہا۔ یہی وہ شخص ہے جس کا تذکرہ ہمیں اپنی کتابوں میں ملتا ہے کہ وہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دے گا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کعب ؓ سے روایت کی کہ میں نے حضرت عمر فاروق ؓ سے شام میں کہا کہ ان کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ یہ شہر و امصار اس شخص کے ہاتھوں فتح ہوں گے جو صالحین، مسلمین اور متقین کے ساتھ ہمدرد اور مہربان اور شورہ پشتوں اور کافروں پر سخت گیر اور شدید ہے اور اس کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر اور اس کے قول اور فعل میں تضاد نہیں اور اس کے نزدیک حق کے حاصل کرانے میں قریب و بعید برابر ہے۔ اس کے شاگرد رات میں عبادت گزار اور دن میں شیر ہیں وہ آپس میں رحم دل، شفیق اور نیکو کار ہیں۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا: اے کعب ؓ! تم نے ٹھیک کہا۔ کعب ؓ نے جواب دیا: ہاں خدا گواہ ہے میں نے حقیقت بیان کی ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ہر طرح کی حمد و ثناء کے لائق وہی ذات اقدس ہے جس نے ہمیں عزت و غلبہ دیا اور ہمیں شرافت و کرامت سے سرفراز کر کے ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ ہم کو باہم شفقت کرنے والا بنایا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عبید بن آدم ابی مریم رحمہما اللہ اور ابی شعیب بن عمر ؓ سے نقل کیا کہ

۱۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب گرامی کے بارے میں قرآن پاک کا ارشاد ہے۔ ”مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَرُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ“ (پ ۲۶ الفتح ۲۸) محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت عمر بن الخطاب ؓ مقام جابہ میں تھے۔ اس وقت حضرت خالد بن ولید ؓ بیت المقدس تشریف لائے تو نصرانی راہبوں نے ان سے کہا۔ آپ کا نام کیا ہے؟
انہوں نے فرمایا: ”خالد بن ولید۔“

پھر انہوں نے پوچھا: ”آپ کے امیر کا نام کیا ہے؟“

حضرت خالد ؓ نے فرمایا: ”عمر بن الخطاب ؓ۔“ پھر انہوں نے امیر کی شناخت پوچھی تو حضرت خالد ؓ نے فاروق اعظم ؓ کی نشانیاں بیان کیں۔ جن کو سن کر راہب بولے: ”تم بیت المقدس کو فتح نہیں کر سکتے، البتہ عمر ؓ کر سکتے ہیں کیونکہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ہر شہر دوسرے سے پہلے فتح ہو جائے گا اور ہر اس شخص کی جو جس شہر کو فتح کرے گا اس کی نشانیاں ہمیں معلوم ہیں۔ ہماری کتب مقدس میں ہے کہ بیت المقدس سے پہلے ”قیساریہ“ فتح ہوگا۔ پس جاؤ پہلے اسے فتح کرو پھر اپنے امیر کو ساتھ لے کر آنا۔“

حضرت عثمان ذوالنورین ؓ کا تذکرہ

طبرانی نے اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے ”حلیہ“ میں مغیث اوزاعی ؓ سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے حضرت کعب احبار ؓ سے پوچھا کہ تم توریت میں میری کیا علامت پاتے ہو؟ کعب ؓ نے جواب دیا۔ ایسا خلیفہ جو آہنی عزم کا حامل اور شدید قوت کا حامل اور احکام خداوندی کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے گا۔ پھر تمہارے بعد ایسا خلیفہ ہوگا جسے امت قتل کرے گی اور وہ لوگ اس خلیفہ کے حق میں ظالم ہیں۔ پھر اس کے بعد ملت مصائب میں مبتلا ہو جائے گی۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فاروق اعظم ؓ کے مؤذن اقرع ؓ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ حضرت عمر ؓ نے اُسقف کو بلایا اور دریافت فرمایا: ”کیا تم اپنی کتابوں میں ہمارا بھی کچھ ذکر پاتے ہو؟“ اُسقف نے جواب میں کہا:

”ہم تمہاری علامات اور اوصاف کو تو پاتے ہیں مگر ان کا ذکر نام بنام نہیں ہے۔“ حضرت فاروق ؓ نے دریافت کیا:

”تم میرا ذکر کس طرح پاتے ہو؟“ اُسقف نے جواب دیا: ”آہن کے مانند لوہے کے مشابہ۔“ آپ نے پوچھا: ”اس کا کیا مطلب ہوا؟“ اس نے کہا: ”اصولوں کا بہت سختی سے پابند امیر دشمنانِ دین کے لئے ”مردِ آہن“۔“ حضرت عمر ؓ نے کہا صرف اللہ کے لئے بڑائی ہے ہر طرح

۱۔ ہمارے ذکر سے مراد خلفائے راشدین اور اصحاب رسول اللہ ﷺ ہیں۔

کی تعریف بھی اسی کے لئے ہے۔

پھر حضرت فاروق ؓ نے پوچھا: ”میرے بعد ہونے والے خلیفہ کا ذکر کس طرح ہے؟“ اس نے کہا: ”وہ ایک حلیم الطبع، بہت ہی باحیاء اور صالح مرد ہے۔ جو اقرباء کو دوسروں پر ترجیح دے گا۔“

حضرت عمر ؓ نے کہا: اللہ ﷻ برادر م عفا ان کے بیٹوں پر رحم فرمائے۔ پھر سوال کیا کہ ”جو شخص ان کے بعد خلیفہ ہوگا اس کے بارے میں کیا مذکور ہے؟“ اسقف نے جواب دیا: ”لو ہے کا میل۔“ اس پر حضرت فاروق ؓ نے کہا: ہائے افسوس! اسقف راہب امیر المؤمنین ؓ کا قطع کلام کرتے ہوئے بولا: ”اے امیر ٹھہریے! وہ مرد تو صالح ہے لیکن اسکی خلافت کا قیام خون ریزی اور کھینچی ہوئی برہنہ تلواروں کے درمیان ہوگا۔“

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سیرین ؓ سے روایت کی کہ کعب احبار ؓ نے حضرت عمر ؓ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نیند میں کچھ دیکھتے ہیں؟ اس سوال پر حضرت عمر ؓ نے ان کو جھڑک دیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد فرمایا: میں ایک شخص کو دیکھتا ہوں جو خواب میں امت کے معاملات دکھاتا ہے۔

ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مُسند میں بہ سند حضرت ابوایوب انصاری ؓ کے غلام ارح ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن سلام ؓ اہل مصر کے آنے سے پہلے سرداران قریش کے پاس جا کر کہتے تھے کہ حضرت امیر یعنی عثمان ؓ کو قتل نہ کرو وہ کہتے خدا کی قسم ہمارا قتل کرنے کا ارادہ نہیں۔ مگر انہوں نے واپس لوٹتے ہوئے کہا۔ واللہ یہ لوگ ضرور ارتکاب کریں گے۔ ایک مرتبہ پھر ان لوگوں کو متنبہ کیا اور کہا خدا کی قسم وہ چالیسویں دن فوت ہو جائیں گے۔ باغیوں نے انکار کیا اور کہا ہم شہید نہیں کریں گے۔ اس کے کچھ دنوں بعد پھر عبد اللہ بن سلام ؓ ان (محاصرین) کے پاس پہنچے اور سمجھایا (خلیفہ معصوم) کو شہید نہ کرو۔

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سعد ؓ نے طاؤس سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن سلام ؓ سے حضرت عثمان ذوالنورین ؓ کی شہادت کے موقع پر لوگوں نے پوچھا: ”تم اپنی کتابوں میں حضرت عثمان ؓ کے کیا اوصاف پاتے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا کہ: ”ہم نے پڑھا ہے کہ وہ قیامت کے روز قتل کرنے والے اور ان کے چھوڑنے والوں پر امیر ہوں گے۔“

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت محمد بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا کہ وہ اپنے دادا عبد اللہ بن

سلام ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ جنگ کرنے اور اس سے باز رہنے میں کون سی بات آپ مناسب خیال کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ قیام حجت کے لئے جنگ سے ہاتھ روکنا بہتر ہے کیونکہ ہم نے کتاب آسمانی میں پڑھا ہے کہ آپ قیامت کے دن قاتل اور آمر پر امیر ہوں گے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ سند ہی سے روایت کی کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے مصریوں سے کہا: تم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے درپے نہ ہو کیونکہ وہ ماہ ذی الحجہ ختم نہ کر سکیں گے کہ ان کی وفات ہو جائے گی۔

ابو القاسم بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے رحلت فرمائی تو لوگوں نے ذی قربات حمیری سے جو علمائے یہود میں سے تھا پوچھا: ”اے ذی قربات! حضور ﷺ کے بعد کون خلیفہ ہوگا؟“

اس نے کہا: ”الامینؑ“ (یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)۔ لوگوں نے پھر پوچھا: ”ان کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟“

اس نے کہا: ”مرد آہن“ یعنی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (جو قوت ارادی اور ہمت و عزیمت کا پہاڑ اور اصول و انصاف کی پابندی میں مرد آہن ہیں)۔ پھر لوگوں نے سوال کیا کہ: ”ان کے بعد یہ خلافت و سیادت کس کی طرف منتقل ہوگی؟“

اس نے کہا: ”الازہر“ یعنی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (جو اپنے اخلاق اور کردار میں اتفاق اور علم و حیا میں ازہر تھے)۔ پھر ان کے بعد کے لئے پوچھا گیا۔

اس نے کہا: ”الوضاح المنصور“ یعنی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ ابن راہویہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھ سے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کہا کہ اب چالیس ہجری کا آغاز ہے اور عنقریب اسی سال میں صلح ہو جائے گی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوصالح رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اونٹ چرانے والا ایک روز یہ حدی گارہا تھا۔

أَنَّ الْأَمِيرَ بَعْدَهُ عَلِيٌّ وَفِي الزُّبَيْرِ خَلْفَ مَوْضِيٍّ

۱۔ الامین قبل بعثت رسول اکرم ﷺ کا لقب تھا اور تمام اہل مکہ آپ کو الامین ہی کہہ کر خطاب کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لسان رسالت سے امین کا لقب مرحمت فرمایا تھا۔

۲۔ اس معاہدہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مابین ہوا۔

یعنی بلاشبہ ان کے بعد حضرت علیؑ امیر ہوں گے اور حضرت زبیرؓ پسندیدہ خصلت والے پس رو ہوں گے۔

کعبؓ نے سن کر کہا، نہیں بلکہ امیر معاویہؓ ہوں گے۔ یہ خبر معاویہؓ کو ملی تو انہوں نے کعب سے کہا: اے ابواسحاقؓ یہ کیسے ممکن ہے حالانکہ ابھی حضورؐ کے صحابہ کرام میں حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ موجود ہیں؟ انہوں نے کہا، تم ہی امیر ہو گے۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند حسن ابو جریر از دی اور عبد اللہ بن سلامؓ سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ آپؐ کا ذکر ہمیں اپنی کتابوں میں اس طرح ملتا ہے کہ قیامت کے روز آپؐ رب کے حضور اس حال میں کھڑے ہوں گے کہ آپؐ کے دونوں رخسار سرخ ہوں گے اور آپ کے بعد امت جو کارنامے انجام دے گی ان کی وجہ سے آپؐ محبوب اور شرمندہ ہوں گے اور حیاء آئے گی۔

مشاجرات صحابہؓ وغیرہ کا تذکرہ

طبرانی اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے محمد بن یزید ثقفیؓ سے روایت کی کہ قیس بن خرشہ اور کعب احبار رضی اللہ عنہما دونوں ہمراہ جا رہے تھے یہاں تک کہ جب یہ دونوں مقام صفین پہنچے تو کعبؓ ٹھہر گئے اور کچھ دیر اس سرزمین پر نظر ڈالی پھر فرمایا: اس خطہ سرزمین پر مسلمانوں کا اس قدر خون بہے گا کہ اتنا خون کسی اور خطہ پر نہ بہا ہوگا۔ اس پر قیسؓ نے کہا۔ یہ بات تمہیں کس ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ حالانکہ یہ بات علم غیب سے ہے اور غیب کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اس پر کعبؓ نے کہا۔ زمین کا بالشت بھر ٹکڑا بھی ایسا نہیں ہے جس کا ذکر تورات میں مِثْرَ لَہِ موسیٰؑ میں نہ ہو۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے روایت کی کہ جب مختار کا سران کے سامنے لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ کعبؓ نے جو باتیں بتائی تھیں ان سب باتوں کو میں نے درست پایا سوائے اس ایک بات کے جو مجھ سے کہی کہ عنقریب ایک ثقفی شخص مجھ کو قتل کرے گا۔ اعمشؓ کہتے ہیں کہ وہ اسے نہ جان سکے کہ حجاج ثقفی کو ان کے لئے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

حجاج کے ظلم کا تذکرہ

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ امیر معاویہؓ کا ایک ہم نسب شخص لوگوں کا خون بہائے گا اور دوسروں کے اموال کو حلال جانے گا اور بیت اللہ کے ایک ایک پتھر کو توڑے گا۔ میری حیات میں اگر اس طرح کے واقعات

رونما ہوئے تو میں دیکھ ہی لوں گا ورنہ تم ان باتوں کو ذرا یاد رکھنا۔ عبداللہ بن عمر ؓ نے یہ بات بنی مغیرہ کی جبل ابو قیس پر رہنے والی عورت سے کہی تھی۔ چنانچہ حضرت ابن زبیر ؓ کے زمانہ میں حجاج کے مقابلہ کے دوران بیت اللہ کو منہدم ہوتے دیکھ کر اس خاتون نے کہا۔ خدا عبداللہ ؓ پر رحم کرے کیسی درست بات کہی تھی۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ

عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ”زوائد الزہد“ میں ہشام بن خالد ربیع ؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے توریت میں دیکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ پر چالیس دن تک آسمان وزمین روئیں گے۔

محمد فضالہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک راہب نے کہا۔ ہم عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ عادل اناموں میں پاتے ہیں۔ جس طرح حرمت والے مہینوں میں رجب حرمت وامن والا ہے اسی طرح عمر کا زمانہ حرمت وامن والا زمانہ ہے۔

ولید بن ہشام بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ ہم ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے کہا تم نے اس راہب کے قول کو سنا؟ وہ کہتا ہے کہ امیر سلیمان نے وفات پائی اور اس کی جگہ پیشانی پر ایک چوٹ لگا شخص امیر ہوا ہے۔ چنانچہ جب ہم آئے تو ایسا ہی پایا جیسا کہ راہب نے خبر دی تھی۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر جب ہم چوتھے سال اسی مقام پر ٹھہرے تو اس شخص نے اسی راہب سے جا کر کہا: ”صاحب من! اس موقع پر تم نے جو خبر دی تھی ہم نے ویسا ہی پایا۔“ راہب نے جواب دیا ”خدا شاہد ہے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو زہر پلا دیا گیا ہے۔“ پھر جب ہم واپس لوٹے تو واقعی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو زہر دیا جا چکا تھا۔

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق مغیرہ بن نعمان ایک بصری شخص سے روایت کی۔ اس نے بتایا کہ میں بیت المقدس کے ارادے سے چلا تو میں ایک جگہ بارش میں گھر گیا اور میں نے ایک راہب کے صومعہ میں پناہ لی۔ تو راہب نے میرے روبرو آ کر کہا:

”ہم کو اپنی کتاب مقدس میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ تمہارے دین کے کچھ لوگ مقام عذراء میں قتل کئے جائیں گے اور ان پر حساب ہو گا نہ عذاب۔“

تو کچھ ہی عرصہ گزرا کہ حجر بن عدی ؓ اور ان کے ساتھیوں کو مقام عذراء میں لایا گیا اور

۱۔ اس سے اشارہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ہے کہ آپ کی پیشانی پر نشان تھا۔

انہیں قتل کیا گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا بنی عباس کے سیاہ جھنڈے نکلیں گے یہاں تک کہ شام میں قیام کریں گے اور ان کے ہاتھوں سے ہر جابر اور ان کے ہر دشمن کو اللہ ﷻ قتل کرائے گا۔

دولابی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الکئی“ میں بہ روایت حماد بن سلمہ از یعلیٰ بن عطاء از بحیر بن ابی عبید رحمہم اللہ از سر ح بن یرموکی جو اہل کتاب سے تھا روایت کی۔ اس نے کہا میں کتاب آسمانی میں لکھا پاتا ہوں کہ اس امت میں بارہ رئیس ہوں گے ان بارہ میں ایک نبی ہوگا اور جب ان کی تعداد پوری ہو جائے گی تو لوگ آپس میں سرکشی و بغاوت و جنگ و جدال کرنے لگیں گے۔

حضور ﷺ کے بارے میں کاہنوں کی پیشین گوئیاں

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ بہ روایت اسماعیل بن عیاش از یحییٰ بن ابی عمرو شیبانی از عبد اللہ بن دیکم از ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کی کہ ایک شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر کیا کرتے ہیں اور آپ کا یہ خیال بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں کسی کو اس کی مثل نہیں پیدا کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

اللہ ﷻ نے ﷺ کو تختہ پر گوشت کا ایک ٹوٹھڑا پیدا کیا۔ اس کی نقل و حمل تختہ ہی پر ہوئی اس کے بدن میں ہڈی تھی نہ ہٹھ نہ اس کی کھوپڑی تھی اور نہ گردن ہٹھلیاں بھی غائب تھیں۔ اس کے اس ٹوٹھڑے کو مثل گٹھڑی کے لپیٹ لیا جاتا۔ اس کے جسم میں کوئی جس و حرکت نہ تھی صرف زبان حرکت کرتی تھی۔ اس کے کہنے پر اس کو تختہ پر رکھ کر مکہ لایا گیا تو اس کے پاس چار قرشی آئے۔ آل قصی میں سے عبد شمس، عبد مناف، احوص بن فہر اور عقیل بن ابی وقاص۔ ان چاروں نے اپنا نام اور نسب تعارف کرایا۔ لوگوں نے کہا کہ حج والے ہیں جو تمہاری زیارت کے لئے ہیں۔ عقیل نے ایک ہندی تلوار اور روبیہ برچھا بطور تحفہ پیش کیا اور دونوں چیزوں کو بیت الحرام کے دروازے پر رکھ دیا۔ تاکہ وہ یہ دیکھ سکیں کہ ﷺ نے ان چیزوں کو اس سے پہلے دیکھا ہے یا نہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ﷺ نے کہا: ”اے عقیل! اپنا ہاتھ میرے سامنے لا۔“ اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ اس کے بعد ﷺ نے کہا:

”تاریخ اسلام کا عہد زریں پڑھنے والے ذرا ان اوراق کو الٹ کر بھی دیکھ لیں تو معلوم ہوگا کہ اموی اور عباسی دور میں ایک کروڑ سے زیادہ مسلمان مسلمانوں کی تلواروں کی بھینٹ چڑھ گئے۔“

”قسم ہے باطن کے جاننے والے اور خطاؤں سے درگزر کرنے والے کی قسم ہے پورا ہونے والے عہد کی اور قسم ہے بیت الحرام کی! تم نے جو تحفہ پیش کیا ہے اس میں شمشیر ہندی اور دوسرا روہنی نیزہ ہے۔“

ان قرشیوں نے کہا: ”اے بزرگ ^{سطیح}! آپ نے درست فرمایا۔“ اس کے بعد ^{سطیح} نے کہا: ”قسم ہے فرح کے ساتھ لات کی قسم ہے قوس قزح کی قسم ہے سبقت لے جانے والے گھوڑے کی قسم ہے پیشانی پر نشان والے گھوڑے کی قسم ہے تازہ کھجور کے درخت کی قسم ہے خشک و تر خرموں کی بلاشبہ کو جس طرف اڑا مبارک ہے! اس نے بتایا ہے کہ یہ لوگ جمع سے تعلق نہیں رکھتے اور ان کا نسب ان قریش سے ملتا ہے جو پتھر پللی زمین کے رہنے والے ہیں۔“

ان چاروں نے کہا: ”اے ^{سطیح}! آپ ٹھیک کہتے ہیں ہم اسی علاقے کے رہنے والے ہیں۔ ہم آپ کے پاس صرف ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں۔ اب جب کہ ہمیں آپ کے علم کا اندازہ ہو گیا ہے تو اب ہمیں بتائیے کہ ہمارے زمانے میں اور ہمارے بعد کیا کیا واقعات رونما ہوں گے۔ اگر اس بارے میں آپ کو کچھ خبر ہے۔ ^{سطیح} نے کہا بے شک تم سچ کہتے ہو۔ اچھا اب میری باتوں کو سنو! جو اللہ نے الہام کے ذریعہ مجھے بتائی ہیں۔“

”اے گروہ عرب تم بڑھاپے کے عالم میں ہو تمہاری بصیرتیں اور عجم کی بصیرتیں برابر ہیں تمہارے پاس علم ہے نہ سمجھ اور تمہارے بعد آنے والے لوگ انواع علم کے متلاشی ہوں گے اور بت شکنی کرتے ہوئے روم تک پہنچیں گے، عجمی طاغیوں کو قتل کر کے غنائم حاصل کریں گے۔“

اس تقریر کو سن کر ان چاروں نے کہا: ”اے بزرگ محترم ^{سطیح}! وہ کون لوگ ہوں گے؟“ اس نے جواب دیا: ”رُکنوں والے گھر امن و غلبہ کی قسم! وہ لوگ تمہارے بعد تمہاری ہی اولاد میں سے ہوں گے جو بتوں کو توڑ دیں گے اور طاغوت کی بندگی چھوڑ کر اللہ کی فرمانبرداری کریں گے اور دنیا کو توحید کا سبق دیں گے اور دیتان کے دین پر چلیں گے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔ عامیوں پر سبقت لے جائیں گے۔“ انہوں نے پوچھا: ”

اے ^{سطیح}! وہ لوگ کس نسل سے ہوں گے؟“ اس نے جواب دیا: ”قسم ہے اشرف الاشراف کی قسم ہے اسراف کے نگہبانی کرنے والے کی قسم بلادِ عاد کو ہلا دینے والے کی اور قسم ہے کمزوروں کو قوت دینے والے کی۔ وہ ہزاروں لوگ ہوں گے جن میں عبد شمس اور عبد مناف سے بھی ہوں گے اور

۱۔ ^{سطیح} کاہن نے جو قسمیں کھائیں وہ عرب جاہلیت میں عام تھیں۔ کوئے اور کوئے کی کائیں کائیں سے بھی عرب کی جاہلیت میں شگون لیا جاتا تھا جب اسلام آیا تو اس نے ان تمام مشرکانہ قسموں اور رسموں کو مٹایا۔

دوسرے مختلف لوگ بھی ہوں گے۔“

چاروں قرشیوں نے کہا: ”اے غیبی خبر دینے والے سطح! ہمیں یہ بتا دیجئے کہ وہ کس شہر سے ظہور کریں گے؟“ اس نے کہا: ”قسم ہے ذاتِ ازل وابد کی اور قسم ہے مددگارِ اعلیٰ کی شہر مقدس سے ایک ہدایت یافتہ نبی پیدا ہوگا جو سیدھی راہ دکھائے گا اور یغوث لے و اصنام سے کنارہ کشی اختیار کر کے ان کی پرستش سے بری ہوگا۔ وہ ایک خدا کی عبادت کرے گا پھر اللہ تعالیٰ اس نبی کو محمود کر کے وفات دے گا۔ وہ زمین سے مفقود اور آسمان میں حاضر و موجود ہوگا۔“

اس کے بعد صدیق ؓ ان کا خلیفہ ہوگا اس کے فیصلے اور حقوق کی ادائیگی اور اس کے معاملات میں پورا اعتدال ہوگا۔ اس خلیفہ اول کے بعد دوسرا صاحبِ عدل و استقامت خلیفہ ہوگا جو اعلیٰ درجہ کا مدبر، تجربہ کار اور معاملہ شناس ہوگا۔ وہ کل ملت کا بہترین ذمہ دار، مہمان نواز اور عدلیہ کا ایک مثالی استحکام کرنے والا ہوگا۔ ان کے بعد وہ شخص خلیفہ اور نائب ہوگا جو اپنے سابقین کی طرح مستعد، زرہ پوش اور آزمودہ کار ہوگا، بایں ہمہ غدار منصوبے بنائیں گے اور یہ اشرا، تعمیر مشوروں کا بہانہ بنا کر گروہ درگروہ اس کے شہر میں جمع ہو جائیں گے اور اس معصوم کو بے دردی کے ساتھ شہید کر ڈالیں گے۔ پھر اس کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اکابرین و معززین امت اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس کے بعد وہ خلیفہ ہوگا جو اپنی ذاتی رائے کو فریب دینے والے کی رائے سے متفق کر دے گا۔ پھر قلم رو میں لشکرِ عظیم مد مقابل ہوں گے۔ پھر اس کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوگا وہ جمع شدہ مال میں ہاتھ ڈالے گا کم ہی لوگ ہوں گے جو اس کو پسند کریں وہ عوام کے خزانے میں تصرف کرے گا اور آئندہ جانشین کے لئے خزانہ بھرے گا۔

اس کے بعد وہ بادشاہ والی ہو جائیں گے کہ ان کے عہد میں خون ریزی عام ہوگی۔ بعد ازاں ان کا والی ایک مفلوک الحال شخص ہوگا وہ ان کو فرش کی طرح پامال کرے گا۔ پھر ایک مضبوط گرفت والا ابو جعفر ہوگا جو حق کو دور اور مضر کو قریب کرے گا اور بہت بری طرح زمین کو فتح کرے گا۔ اس کے بعد ایک پستہ قد شخص والا ہوگا اس کی پشت پر نشان ہوگا وہ سلامتی کی موت مرے گا۔ پھر نسبتاً کم مکار شخص آئے گا اور وہ ملک کو خالی اور بے کار چھوڑ دے گا۔ پھر اس کا بھائی والی ہوگا جو اسی کی راہ پر گامزن ہوگا وہ منبر و اموال کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ اس کے بعد والی وہ شخص ہوگا جو غصہ کو ضبط نہ کر سکے گا وہ دنیا پسند اور مال دار ہوگا اس کے معاصرین اور ہم زمانہ لوگ نیز اس کے اقارب اسے جنگ پر ابھاریں گے اور پھر اس پر چڑھائی کریں گے اور سلطنت سے معزول کر دیں گے اور پھر وہ قتل کر دیا

۱۔ ایام عرب کا ایک عظیم بت۔

جائے گا۔ اس کے بعد ساتواں شخص برسرِ اقتدار آئے گا۔ وہ ملک کو قحط زدہ ویران اور پسماندہ بنا دے گا اور ملک کے اندر ایک بھوکے حریص کی طرح کھسوٹ کرے گا۔ اس وقت حالت یہ ہوگی کہ بے مایہ و حریص لوگ ملک گیری کی طمع کریں گے اور ننگے بھوکے لوگ والی بنیں گے۔ قبیلہ نزار کے لوگ بنی قحطان کو پامال کریں گے اور یہ دونوں قبیلے دمشق میں لبنان کے قریب نبرد آزما ہوں گے اس دن اہل یمن کے دو طبقے ہوں گے ایک غالب اور دوسرے مغلوب و مخدول۔

صحرائے نشینوں کے خیموں کو تم بوسیدہ دیکھو گے اور ان کے جھنڈے کھلے پاؤں گے اور قیدیوں کو پابہ زنجیر دیکھو گے۔ یہ واقعات وادیِ فرات اور پہاڑوں کے درمیان ہوں گے اس زمانے میں منابر ویران ہوں گے اور بیوہ خواتین لوٹی جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گریں گے اور زمزے اور ساز کا دور دورہ ہوگا۔ وائل نامی شخص خلافت کو طلب کرے گا۔ اس وقت قوم نزار مشتعل ہو جائے گی وہ غلاموں اور شر پسندوں کو مقرب بنائے گی اور اخیر و عباد سے دور رہے گی۔ لوگ بھوکے مریں گے غلہ اور عام ضرورت کی چیزیں گراں ہو جائیں گی اور ایک موقع پر ماہِ صفر میں ان جابروں کو قتل کیا جائے گا جنہوں نے خندقیں، نہریں، سرسبزی و شادابی کو عام کیا۔ ان کو بھاگنے کا موقع نہ ملے گا، حاکم وقت ان جابروں کو دن کے اول وقت ہزیمت دے گا۔ جب وہ اس حالتِ مغلوبیت کو پہنچیں گے تو وہ خوف کے باعث نہ سو سکیں گے اور نہ فرار کر سکیں گے۔ وہ کسی آبادی میں داخل ہوں گے اور پھر قضا و قدر کو پالیں گے۔ اس کے بعد تیر اندازوں کی جماعت آئے گی اور وہ صالحین کو اکٹھا کرے گی تاکہ آہن پوشوں کو قتل کریں اور ان کے حامیوں کو قید کریں اور گمراہوں کو اسیر بنائیں، اس مرحلہ پر بادشاہ کو آبی راہِ سفر پر پالیں گے۔ پھر دین اور اس کے امور میں اختلال واقع ہو جائے گا اور زبور پوشیدہ کر دیئے جائیں گے، معبدوں کو توڑ دیا جائے گا اور کوئی محفوظ و مامون نہ ہوگا مگر وہ جو کہ جزائرِ البحر میں ہوگا۔ (یعنی دورِ دراز کے جزیروں میں چلے جائیں گے)۔

اس کے بعد جنوب کی سمت سے غبار اٹھے گا اور دیہاتی گنوار غلبہ کریں گے، ان میں کوئی بھی بدکاری، جنگ جوئی اور ہٹ دھرمی سے پاک و مبرا نہ ہوگا۔ یہ زمانہ بہت ہی خراب ہوگا، کاش قوم میں اس دن کچھ حیا ہوتی اور تمناؤں کی خواہش نہ کرتی۔

ان چاروں قرشی حضرات نے دریافت کیا: ”اے سبط! اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟“
اس نے کہا: ”اس کے بعد یمن سے ایک شخص اٹھے گا وہ خوبصورت اور برف کے مانند سفید

۱۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کیجئے، خلافت راشدہ میں خلیفہ سوم و چہارم کے حالات پڑھئے اور اس کے بعد امام حسنؓ کی صلح جوئی اور ان کے بعد اموی سلاطین کی چہرہ دستیاب دیکھئے یہ پیش گوئی حرف بحرف صادق آتی ہے۔

ہوگا وہ صنعاء اور عدن کے درمیان میں ایک علاقے سے ظاہر ہوگا۔ اس کا نام حسین یا حسن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے سر پر فتنوں کو لے جائے گا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ چند راویوں سے نقل کیا ہے کہ ربیعہ بن نصر نخعی نے ایک خوفناک خواب دیکھا جس سے وہ بہت خوف زدہ ہو گیا تو اس نے اپنی مملکت کے معبروں کے پاس لوگوں کو بھیجا اور کسی کا ہن، جادوگر، شگون لینے والے اور منجم کو نہ چھوڑا سب ہی لوگوں کو طلب کر لیا اور کہا میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں خائف اور دہشت زدہ ہو گیا ہوں۔ لہذا مجھے اس کی تعبیر دو۔ معبروں نے کہا: ”خواب کو بیان فرمائیے تاکہ ہم تعبیر دیں۔“

اس نے جواب دیا: ”کہ میں خواب بیان کروں اور پھر تم اس کی تعبیر دو یہ طریقہ کار میرے لئے اطمینان کا باعث نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ صحیح تعبیر وہی کرے گا جو اس خواب کو میرے بیان کئے بغیر جانتا ہو کہ میں کیا دیکھ چکا ہوں۔“

ربیعہ کا نقطہ نظر معلوم کر کے حاضرین میں سے کسی ایک نے کہا: ”اگر آپ اس طریقہ پر تعبیر کے خواہاں ہیں تو سطح یا شق کے پاس کسی کو بھیجنا چاہئے۔ ان دونوں سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے یہ دونوں افراد خواب اور تعبیر بتا سکتے ہیں۔“

طلبی پر شق سے پہلے سطح آ گیا۔ بادشاہ نے کہا: ”اے سطح! میں خواب دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا ہوں تم اس کی تعبیر دو۔“

سطح نے جواب میں کہنا شروع کیا: ”اے بادشاہ! آپ نے خواب دیکھا ہے کہ تاریکی کی حالت میں ایک شعلہ برآمد ہوا وہ تہامہ کا علاقہ ہے اور اس شعلہ نے ہر کھوپڑی والے کو کھا لیا ہے۔“ بادشاہ نے کہا: ”اے سطح! تم نے خواب کے بیان میں کوئی بھی غلطی نہیں کی ہاں اب تم اس کی تعبیر کرو۔“

سطح نے کہا: ”میں قسم کھاتا ہوں دونوں ترہ کے درمیان ہر چرند اور پرند کی تمہاری مملکت میں جہشی اتریں گے اور امین سے لے کر جرش تک کے علاقہ پر وہ قبضہ کر لیں گے۔“

یہ سن کر بادشاہ نے کہا: ”یہ بات ہمارے لئے موجب فکر و الم اور خوف و ہراس کا باعث ہے بتاؤ یہ بات تمہارے زمانہ میں ہوگی یا بعد میں؟“

سطح نے کہا: ”نہیں بعد کو ساٹھ ستر سال سے زیادہ گزر جانے کے بعد واقع ہوگی۔“ بادشاہ نے پوچھا: ”یہ ملک ان کے قبضہ میں ہمیشہ رہے گا یا پھر نکل جائے گا؟“ سطح نے کہا کچھ اوپر ستر برس کے بعد یہ ملک ان کے قبضہ سے نکل جائے گا پھر ان سے اکثر قتل کئے جائیں گے اور کچھ جان بچا کر

بھاگ سکیں گے۔“

بادشاہ نے پوچھا: ”ان کو قتل کرنے اور بھاگنے پر مجبور کر دینے والا شخص کون ہوگا؟“ سطح نے جواب دیا: ”ارم ذی یزن ان کا حاکم عدن سے یورش کرے گا اور پھر ان میں سے کسی ایک کو یمن میں نہ چھوڑے گا۔“ بادشاہ نے پوچھا:

”حاکم عدن کی حکومت یمن میں ہمیشہ رہے گی یا ختم ہو جائے گی؟“ سطح نے جواب دیا کہ: ”کچھ اوپر ستر برس کے بعد اس کی حکومت بھی ختم ہو جائے گی۔ بادشاہ نے دریافت کیا: ”اس کی حکومت کو پھر کون ختم کرے گا؟“

سطح نے کہا: ”ایک نبی برحق جس پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہدایت و وحی نازل ہوا کرے گی۔“

بادشاہ نے سوال کیا: ”وہ نبی مکرم کس قبیلہ سے ہوگا؟“ سطح نے کہا: ”غالب بن فہر بن مالک بن نصر کی اولاد سے۔ اس کی امت میں حکومت آخر زمانے تک باقی رہے گی۔“ بادشاہ نے پوچھا: ”کیا زمانہ کا بھی آخری کنارہ ہے؟“ سطح نے کہا: ”ہاں وہ جس روز تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے۔ اس روز نیکو کار سعادت مند ہیں اور بدکار لوگ بد بخت ہیں۔“ بادشاہ نے کہا: ”اے واقف حالات سطح! جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا واقعی یہ درست ہے۔“

سطح نے کہا: ”ہاں میں قسم کھاتا ہوں شفق، عنق اور فلق اے کی کہ جو کچھ میں نے بیان کیا وہ حق ہے۔“

جب سطح اپنی گفتگو اور جوابات سے فارغ ہوا تو شق کو بادشاہ ربیعہ نے اپنے پاس بلایا اور کہا: ”میں ایک خواب دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا ہوں۔“ اور جو سوال و جواب سطح سے ہو چکے تھے ان کو بادشاہ نے مخفی رکھا تا کہ وہ معلوم کر سکے کہ دونوں کاہنوں کے بیان اور تعبیر میں کیا اور کس قدر اتفاق یا اختلاف ہے۔

تو شق نے کہا: ”ہاں آپ نے تاریکی سے ایک شعلہ برآمد ہونے دیکھا پھر وہ باغ اور پشتہ کے درمیان ٹھہرا۔ پھر اس نے ہر جان دار کو کھالیا ہے۔“ بادشاہ نے پوچھا: ”اس کی تعبیر تم کیا کرتے ہو؟“ اس نے کہا: ”میں قسم کھاتا ہوں دونوں ترہ کے درمیانی انسانوں کی آپ کی سرزمین میں سوڈانی یلغار کریں گے اور وہ نازک انگلیوں والوں پر غالب ہو جائیں گے اور امین اور نجر میں تک قبضہ کر لیں گے۔“

اے لوگ جس طرح بتوں کی قسم کھاتے تھے اسی طرح مظاہر قدرت کی بھی قسم کھاتے تھے۔

بادشاہ نے کہا: ”یہ بات ہمارے لئے موجب اشتعال بھی ہے اور باعث رنج و فکر بھی بتا سکتے ہو کہ یہ سب کچھ میرے عہد میں ہو گا یا میرے بعد؟“ شق نے جواب دیتے ہوئے کہا: ”کچھ زمانے کے بعد یہ حالات و حادثات رونما ہوں گے اس کے بعد تم لوگوں کو ان سوڈانیوں سے ایک عظیم اور صاحب شان چھڑائے گا اور وہ ان کو ایک دردناک مزہ چکھائے گا۔“ بادشاہ نے پوچھا: ”وہ عظیم ترین شخص کون ہے؟“

تو شق نے کہا: ”وہ لڑکانہ زیادہ کم مرتبہ ہو گا نہ زیادہ معزز ذی یزن کے گھر میں پیدا ہو گا۔“ بادشاہ نے دریافت کیا: ”اس کی حکومت ہمیشہ رہے گی یا جاتی رہے گی؟“ کاہن نے جواب دیا: ”ایک رسول مرسل اس کے اقتدار و سلطنت کو ختم کرے گا۔ وہ رسول حق اور دین و عدل کو لائے گا وہ ایک خاص نظام زندگی کا داعی اور صاحب فضل ہو گا۔ یہ حکومت اس کے صاحبوں اور متبعین میں فیصلہ کے دن تک باقی رہے گی۔“

بادشاہ نے سوال کیا: ”وہ فیصلہ کا دن کیا ہے؟“ شق نے جواب دیا: ”یہ وہ دن ہو گا جس میں حاکموں کو بدلہ دیا جائے گا آسمان سے بلانے والے کی ندا سنی جائے گی جسے ہر زندہ اور مردہ سنے گا۔ اس دن تمام لوگ میقات میں جمع ہوں گے۔ جس نے اپنی زندگی میں اللہ ﷻ سے تقویٰ اختیار کیا ہو گا وہ اس دن کامیاب اور نجات یافتہ ہو گا۔“

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ سلیم کاہن سیل عرم کے زمانے میں پیدا ہوا اور حضور ﷺ کے سال ولادت میں اس کی موت واقع ہوئی۔ وہ پانچ سو سال زندہ رہا۔ اس کے علاوہ دوسرا ایک قول یہ ہے کہ تین سو سال زندہ رہا۔

ابو موسیٰ مدنی رحمۃ اللہ علیہ ”الذیل“ میں بہ روایت ابن کلبی از عوانہ ؓ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنے ہم نشینوں سے پوچھا۔ کیا تم میں سے کوئی شخص زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی ایسی بات جانتا تھا اور جو اس کے سامنے واقع ہوئی ہو؟ آپ کے استفسار پر طفیل بن زید حارثی ؓ نے جن کی عمر ۶۰ برس تھی کہا ہاں امیر المؤمنین! ایک شخص مامون بن معاویہ تھا۔ جس کی کہانت کے بارے میں آپ کو علم ہے۔ وہ حضور ﷺ کے بارے میں لوگوں کو بتایا کرتا تھا۔ وہ اکثر کہتا سنا گیا۔

يَا لَيْتَ اِنِّي الْحَقُّ وَلَيْتَنِي لَا اَسْبَقُهُ
اے کاش! میں آپ (ﷺ) کے ساتھ شامل ہوتا۔
اے کاش! میں آپ (ﷺ) سے پہلے پیدا نہ ہوا ہوتا۔

۱۔ سیل عرم ایام جاہلیت کا عظیم سیلاب جس نے عرب کی متحدہ بستیوں کو تباہ کر دیا۔

طفیل ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ہم تہامہ میں تھے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی بعثت کی خبر ملی میں نے اپنے دل میں کہا۔ یہ وہی نبی ہے جس کے بارے میں مامون خبر دیا کرتا تھا۔ طفیل ﷺ کہتے ہیں کہ دن گزرتے گئے حتیٰ کہ میں ایک وفد کے ساتھ آیا اور اسلام لایا۔

قدیم پتھروں پر حضور ﷺ کا اسم گرامی

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ بہ طریق حسن رحمۃ اللہ علیہ سلیمان ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ نے کعب ﷺ سے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کے وہ فضائل جو آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ظاہر ہوئے بتائیے۔ کعب ﷺ نے کہا ہاں امیر المؤمنین! میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسا پتھر دیکھا جس پر چار سطریں تحریر تھیں۔

پہلی سطر میں تھا کہ ”میں ہی اللہ ہوں“ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔“
دوسری سطر میں تھا کہ ”بے شک میں ہی اللہ ہوں“ میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ میرے رسول ہیں“ مرثدہ ہوا سے جو ایمان لایا اور آپ ﷺ کی پیروی کی۔“

تیسری سطر میں تھا کہ ”میں ہی اللہ ہوں“ میرے سوا کوئی معبود نہیں جس نے مجھے مضبوط تھا ما وہ نجات پا گیا۔“

چوتھی سطر میں تھا کہ ”میں اللہ ہوں“ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ حرم میرا ہے اور کعبہ میرا گھر ہے تو جو میرے گھر میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ رہا۔“

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ طریق محمد بن الاسود بن خلف بن عبد یغوث روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے باپ سے سنا کہ قریش نے مقام ابراہیم کے نچلے حصے سے ایک کتاب پائی۔ قریش نے اس کے پڑھنے کے لئے حمیر کے ایک شخص کو بلایا۔ اس نے کہا اس میں ایسے کلمات ہیں کہ اگر میں ان کو تم سے بیان کروں تو تم مجھے قتل کر دو گے۔ اس پر ہم نے گمان کیا کہ شاید اس میں محمد (ﷺ) کا ذکر ہوگا۔ پھر ہم نے اس کو نابود کر دیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت حریش رحمۃ اللہ علیہ طلحہ ﷺ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ پہلی مرتبہ جب خانہ کعبہ منہدم ہوا تو وہاں ایک پتھر منقش پایا گیا۔ پھر ایک شخص کو بلایا گیا اس نے اسے پڑھا تو یہ لکھا تھا:

”میرا جو بندہ منتخب متوکل، منیب اور مختار ہے اس کی جائے ولادت مکہ اور جائے ہجرت مدینہ ہے۔ وہ دنیا سے رخصت نہ ہوگا جب تک کہ ٹیڑھی زبانوں کو سیدھا نہ کر دے اور عام گواہی نہ ہو

جائے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی امت بہت زیادہ حمد کرنے والی ہوگی۔ وہ ہر فراز پر اللہ کی حمد کرے گی اور نصف کمر پر تہ بند باندھے گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کو پاک رکھے گی۔“

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالطیب عبدالمعتم بن غلبون مقری رحمہم اللہ سے روایت کی کہ عموریہ کو جب فتح کیا گیا تو وہاں کے ایک کنیسہ پر سنہری حروفوں سے لکھا پایا گیا کہ:

”بعد میں آنے والے لوگوں میں سے وہ شخص بہت برا ہے جو سلف یعنی گزرے ہوئے لوگوں کو برا کہے کیونکہ عہد ماضی کا ایک شخص زمانہ مستقبل کے ہزار اشخاص سے بہتر ہے۔ اے صاحب غار! تم نے افتخار کی کرامت حاصل کی اسی لئے ملک جبار نے تمہاری تعریف کی ہے کیونکہ اس نے اپنے بھیجے ہوئے نبی پر اپنی نازل کردہ کتاب میں فرمایا کہ ”ثَانِي اثْنَيْنِ اِذْهُمَا فِي الْغَارِ“ (پاؤں دو) (دو میں کا دوسرا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے)۔ اے عمر! تم حاکم نہ تھے بلکہ باپ تھے۔ اے عثمان! تم ظلماً قتل کئے گئے اور قبر میں لوگ تمہاری زیارت نہ کریں گے۔ اے علی! تم امام الابرار ہو اور رسول اللہ ﷺ کے آنے سے کافروں کو بھگانے والے ہو۔ تو وہ صاحب غار ہے اور یہ اختیار میں سے ایک اور وہ شہروں کا فریادرس ہے اور یہ ابرار کا امام تو جو کوئی ان چاروں میں سے کسی کی تنقیص کرے اس پر جبار کی لعنت ہے۔“

ابوالطیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کنیسہ کے راہب سے پوچھا جس کی بھنویں تک بڑھا پے سے سفید ہو چکی تھیں۔ یہ عبارت تمہارے کنیسہ کے دروازے پر کب سے منقش ہے؟ اس نے جواب دیا تمہارے نبی (ﷺ) کی بعثت سے دو ہزار برس پہلے سے۔

ابو محمد جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے ”امالیہ“ میں یحییٰ بن الیمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ مجھے بنی سلیم کی مسجد کے امام نے بتایا کہ ہمارے بزرگوں نے روم کی طرف جہاد کیا تو انہوں نے ایک کنیسہ پر یہ شعر منقوش پایا۔

اَتَرْجُوْ اُمَّةً قَتَلَتْ حُسَيْنًا شَفَاعَةَ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ

یعنی جس امت نے حسینؑ کو قتل کیا، کیا وہ قیامت کے دن ان کے نانا کی شفاعت کی امید اور توقع رکھے گی۔

ہمارے بزرگوں نے راہبوں سے دریافت کیا۔ یہ عبارت آپ لوگ اس کنیسہ میں کب سے دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا تمہارے نبی ﷺ کی آمد کے چھ سو سال پہلے سے یہ عبارت موجود ہے۔

حضور ﷺ کے نسب و نژاد کی عصمت و عظمت

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک بذریعہ نکاح ہی منتقل ہوا ہوں، میرے اجداد کی نسل میں زنا نہیں ہوا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے کسی جاہلیت کی بدی نے منتقل نہیں کیا اور میں ایک ایسے ہی نکاح سے جیسا اسلام میں ہے، اصلا ب میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے ہی متولد ہوا نہ کسی ناجائز عمل سے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”المصنف“ میں محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میں نکاح سے ہی پیدا ہوا اور صلب آدم علیہ السلام سے اب تک میرا نسلی جوہر پاک رہا اور میرے رشتہ نصبی کو اعمال جاہلیت سے کبھی بدی نہیں پہنچی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے نسب مبارک کو پانچ سو سال سابقہ تک تحریر کیا ہے مگر اس میں کسی جگہ بدی کو میں نے نہیں پایا اور نہ ایسی کوئی چیز جو عام طور پر جاہلیت کے لوگوں میں ہوتی ہے اس میں پائی۔

عدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ و ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میں نکاح کے ذریعہ ظاہر ہوا اور از آدم علیہ السلام تا والدین محترم پورے سلسلہ نسل نے تخلیق اولاد میں برا طریقہ اختیار نہیں کیا اور نہ عہد جاہلیت کی بدی نے اس پیدائشی نظام کو متاثر کیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رشتہ نسلی سے وابستہ اجداد کبھی زنا کے قریب نہ گئے۔ اللہ ﷻ نے مجھے ہمیشہ اصلا ب طیبہ سے ارحام ظاہرہ میں منتقل فرمایا اور جب بھی دو گھرانے ہوئے تو مجھے ان میں اچھے گھرانے میں رکھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت کلبی ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ از ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کیا انہوں نے

۱۔ عہد جاہلیت میں زن و شوہر کے تعلقات کا ایک ناجائز طریقہ بھی تھا جو سفاح کہلاتا تھا۔ ایسے تعلقات سے پیدا ہونے والے سفاح سے پیدا ہونے والے کہلاتے تھے۔ اس طریقہ کو سفاح جاہلیت کہا جاتا تھا۔

کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عربی قبائل میں بہترین قبیلہ مضر اور مضر کی شاخوں میں عبد مناف کی شاخ اور عبد مناف میں بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں خاندان عبد المطلب۔ خدا کی قسم جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی اولاد کی دو شاخیں ہوئیں تو مجھے ان میں سے بہتر شعبہ میں رکھا گیا۔

بزار رحمۃ اللہ علیہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ عزوجل کے ارشاد ”وَتَقْلُبُكَ فِي السَّاجِدِينَ“ (پہاڑوں پر) کی تفسیر میں روایت کی کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے اصلاب میں منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے تولد فرمایا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بنی آدم کے ہر دور میں یکے بعد دیگرے بہترین زمانے میں مبعوث کیا گیا، یہاں تک کہ میں اس زمانے میں تشریف لایا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے وائل بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے اولاد ابراہیم علیہ السلام میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا اور اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنو ہاشم کو اور پھر مجھ کو تمام بنو ہاشم میں برگزیدہ فرمایا۔

ترمذی نے مذکورہ بالا حدیث کو روایت کر کے اس کو حسن کہا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے مجھے پیدا فرما کر اپنی بہترین مخلوق میں شامل فرمایا اور جب انسانی مخلوق کو قبائل میں تقسیم کیا تو مجھ کو بہترین قبیلہ میں رکھا اور جب جانوں کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کے درمیان بہت بہتر جان بنایا اور جب خاندانوں کو بنایا تو مجھے ان میں بہتر خاندان میں رکھا۔ میں جان اور خاندان اور ہر لحاظ سے بہتر ہوں۔

بنی ہاشم کی فضیلت

بیہقی و طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے مخلوق کو پیدا کر کے ان میں حضرت آدم علیہ السلام کو پسند فرمایا اور بنی آدم میں سے اہل عرب کو پسند فرمایا اور اہل عرب میں مضر کو اور مضر میں قریش کو اور قریش میں بنی ہاشم کو اور

ان اور ہم آپ کو سجدہ کرنے والوں کے اصلاب میں منتقل کرتے رہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اسی بات کو فاضل بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ سارے اچھوں سے اچھا، کیسے جسے ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی ﷺ (ادارہ)

بنی ہاشم میں سے مجھ کو پسند فرمایا تو اس طرح میں اچھوں میں سے اچھا ہوں۔

بیہقی و طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے مخلوق کو دو قسموں میں تقسیم کیا، تو مجھے ان دونوں میں بہترین قسم میں رکھا۔ پھر ان دو قسموں کو تین قسموں میں تقسیم کیا، تو مجھے ان میں تیسری بہترین قسم میں رکھا، پھر جب ان تین قسموں میں قبائل بنائے تو مجھے ان کے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر جب قبائل کو گھرانوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان کے بہترین گھرانے میں رکھا۔

اللہ ﷻ کے ارشاد ”إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا“ (پ ۲۲ الاحزاب ۳۲) اللہ ﷻ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو تم سے ہر ناپاکی کو دور کر کے خوب اچھی طرح پاک و بہتر بنائے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

بیہقی و ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما روایت مالک زہری رضی اللہ عنہ سے اور انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب لوگوں کے دو حصے ہوئے تو مجھے میرے رب نے ان میں سے بہترین قسم میں رکھا، حتیٰ کہ میں اپنے والدین کریمین سے متولد ہوا۔ اسی لئے مجھے عہد جاہلیت سے قطعی کوئی برائی نہ پہنچی اور مجھے ازواجی رشتہ سے پیدا کیا گیا اور آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین تک برے طریقہ پر کبھی ذریات کی منتقلی نہ ہوئی۔ اس بناء پر ذات کے اعتبار سے بھی اور آباء و اجداد کے لحاظ سے بھی تم میں بہتر ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اللہ ﷻ نے مخلوق میں عرب کو چنا، پھر عرب میں سے کنانہ کو چنا، پھر ان میں سے قریش کو چنا، پھر ان میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا، پھر بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔

بیہقی و طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے اوسط میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو چھان ڈالا لیکن محمد ﷺ سے افضل کسی شخص کو میں نے نہیں پایا اور نہ کسی اولاد کو بنی ہاشم سے افضل پایا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب سے میں صلب آدم علیہ السلام سے باہر آیا ہوں مجھ کو کسی بدکار عورت نے منتقل نہیں کیا اور سلف میں ہمیشہ امتیں مجھ سے منازعت کرتی رہیں یہاں تک کہ میں نے عرب کے دو بہترین قبیلوں سے جو کہ بنی ہاشم اور بنی زہرہ ہیں، ظہور کیا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت کریمہ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ (پاالتوبہ ۱۲۸) کو فَا کے زبر کے ساتھ پڑھا اور فرمایا: ”أَنَا أَنْفُسُكُمْ“ یعنی میں حسب و نسب اور قرابت میں تم سب سے زیادہ بہتر ہوں اور میرے آباء و اجداد میں آدم علیہ السلام سے اب تک بدکاری اور زنا نہیں ہوا۔ پورا سلسلہ تولید نکاح اور رشتہ زوجین کی بنیاد پر رہا۔

ابن ابی عمر عدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”مسند“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے قریش نور تھے وہ نور خدا کی تسبیح کرتا تھا اور فرشتے تسبیح میں موافقت کرتے تھے۔ پھر جب اللہ ﷻ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان کے صلب میں ودیعت فرمادیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے مجھے آدم علیہ السلام کے صلب میں زمین پر اتارا اس کے بعد صلب نوح علیہ السلام میں رکھا اور اس کے بعد صلب ابراہیم علیہ السلام میں اسی طرح اللہ ﷻ نے مجھے پاکیزہ اصلااب اور مطہر ارحام میں منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے اپنے والدین کے ذریعہ ظاہر فرمایا میرے اجدادی سلسلے میں کوئی ایک مرد و عورت بھی رشتہ مناکحت کے بغیر قریب نہیں ہوئے۔

اس حدیث کی وہ روایت شاہد ہے جسے حاکم و طبرانی رحمہما اللہ نے خزیم بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی جناب میں غزوہ تبوک کی واپسی کے وقت ہجرت کر کے حاضر ہوا۔ اس وقت میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری خواہش ہے کہ میں آپ ﷺ کی مدح عرض کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ تمہارے منہ کو ٹھنڈا رکھتے تو انہوں نے کہا۔

مِنْ قَبْلِهَا طُبْتُ فِي الظَّلَالِ وَفِي مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخَصَفُ الْوَرَقُ
یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنے آباء و اجداد کی اصلااب و ارحام میں اس وقت سے پاکیزہ رہے جب تک آدم علیہ السلام جسم پر پتے لپیٹتے تھے۔

ثُمَّ هَبَطْتُ الْبِلَادَ وَلَا بَشَرَ أَنْتَ وَلَا مُضْغَةً وَلَا عِلْقَ
پھر آپ ﷺ شہروں میں اس شان کے ساتھ آئے کہ اس وقت آپ ﷺ نہ انسانی جسم میں تھے اور نہ مضغہ تھے اور نہ جما ہوا خون۔

۱۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کا سلسلہ نسب مطہر و پاک اس طرح ہے: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن معنی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن قہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِينِ وَقَدْ الْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلُهُ الْغَرَقُ

بلکہ آپ ﷺ بہ صورت نطفہ تھے اور اس کشتی میں سوار تھے جب کہ کوہِ نسر اور اس کے رہنے والے غرقاب ہو رہے تھے۔

تَنْقُلُ مِنْ صَالِبِ إِلَى رَحِمِ إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَأَ طَبَقُ

آپ ﷺ صلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے جب کہ ایک جہان دنیا سے رخصت ہوتا اور دوسرے ان کی جگہ پیدا ہوتے رہے۔

وَرَدَتْ نَارَ السَّخْلِيلِ مُسْتَعِرًا فِي صَلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

آپ ﷺ حضرت خلیل علیہ السلام کے صلب میں پوشیدہ ہو کر نارِ نمرود میں اترے جب آپ ﷺ اُن کی صلب میں تھے تو وہ آگ انہیں کیسے جلاتی؟

حَتَّى اخْتَوَى بَيْتَكَ الْمُهَيَّمُنُ مِنْ فَنَدَفَ عَلَيْهَا تَحْتَهَا النُّطْقُ

یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اس شرف نے جو آپ ﷺ کے فضل پر غور ہے اس اعلیٰ شرف کو گھیر لیا جو ذی نسبِ فندف سے ہے اور اس کے تحت نطق یعنی بلندیاں یا قبائل ہیں۔

وَأَنْتَ لَمَّا وَلَدْتَ أَشْرَقْتَ الْاَرْضُ وَضَاءً ثَبَنُورِكَ الْأَفْقُ

اور آپ ﷺ کی شان یہ ہے کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ ﷺ کی شعاعِ نور سے افق آسمان منور اور روشن ہو گیا۔

فَنَحْنُ فِي ذَلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّورِ وَسُبُلِ الرِّشَادِ نَخْتَرِقُ

اب ہم اس روشنی اس نور اور ہدایت کے راستہ میں رواں دواں ہیں۔

بیہقی اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں ان کی اولاد دکھائی تو انہوں نے ایک کو دوسرے پر صاحبِ کرامت و فضیلت دیکھا۔ پھر انہوں نے ان کے درمیان میں ایک چمکتا نور دیکھا۔ اس پر انہوں نے عرض کیا۔ اے میرے رب! یہ نور کس کا ہے؟ اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے فرزندِ جلیل احمد مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہیں، یہی اول ہیں، یہی آخر ہیں اور یہی سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نبوت کے دلائل کے منجملہ وجوہ ایک وجہ یہی نسبی فضیلت ہے اس لئے کہ نبوت، حکومت اور سیادت بھی ہے اور حکومت و سیاست ذی حسب اور صاحبِ عزت و شرف میں ہی ہوتی ہے۔ اس لئے یہ بات رعایا کے انقیاد و اطاعت اور اس کی پیروی کرنے میں ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اسی وجہ سے تو ہر قل شاہِ روم نے ابوسفیان سے سوال کیا تھا کہ تم لوگوں کے

درمیان ان کی نسبی حالت کیسی ہے؟ ابوسفیان ؓ نے جواب دیا تھا وہ ہمارے درمیان صاحب نسب ہیں۔ ہرقل نے کہا: ”یہی نسبی بزرگی، نجابت و اصالت اور طہارت تمام رسولوں میں رہی ہے اور وہ اپنی قوم میں نجابت نسبی کے لحاظ سے ممتاز رہے ہیں۔“

حضرت عبدالمطلب کا خواب

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ بروایت ابوبکر بن عبد اللہ بن ابوالجہم رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوطالب سے حضرت عبدالمطلب کو خواب بیان کرتے سنا۔ عبدالمطلب نے کہا میں نے جب کہ میں حجر اسود کے قریب سو رہا تھا تب ایک خواب دیکھا۔ جس کی وجہ سے مجھ پر خوف طاری ہو گیا اور میں بہت بے چینی محسوس کرنے لگا۔ میں ایک قریشی کاہن کے پاس آیا اور اس سے کہا۔ میں نے آج خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت اس طرح کھڑا ہے کہ اس کی اونچائی آسمان تک اور شاخیں مشرق و مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں اور اس درخت کے نور کو میں نے روشنی آفتاب سے ستر گنا زیادہ دیکھا اور اس کے سامنے عرب و عجم کو میں نے سجدہ ریز دیکھا اور میں دیکھ رہا تھا کہ وہ درخت اپنی عظمت نور اور بلندی میں ہر آن اضافہ کر رہا ہے ایک لمحہ وہ چھپتا ہے اور دوسرے لمحے ظاہر ہو جاتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک جماعت قریش اس کی شاخوں سے چمٹ گئی ہے اور دوسری جماعت اس کے کاٹنے میں کوشاں ہے۔ یہاں تک کہ یہ جماعت اس کو کاٹنے کے قوی ارادہ سے درخت کے قریب پہنچی ہی تھی کہ مجھے ایک خوب رو حسین و جمیل اور لطافت و خوشبو سے معطر شخص کہ اس کو دیکھنے سے پہلے میں ایسے شخص کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا نظر آیا۔ یہ خوب رو جوان اس جماعت کے لوگوں کی کمریں توڑتا اور آنکھیں نکالتا رہا۔ پھر میں نے چاہا کہ ہاتھ بڑھا کر اس درخت سے کچھ لوں مگر کامیاب نہ ہوا۔ میں نے دریافت کیا اس درخت سے کون لوگ پھل لے سکیں گے؟ جواب ملا صرف وہ لوگ جو مضبوطی سے چمٹے ہوئے ہیں۔“

عبدالمطلب نے کہا کہ کاہن کو خواب سنانے کے بعد میری نظر اس کے چہرے پر ٹھہری تو میں نے دیکھا اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ پھر کاہن نے تعبیر کرتے ہوئے کہا:

”اگر تمہارا خواب سچا ہے تو تمہاری پشت سے ایک ایسا فرزند پیدا ہوگا جو مشرق و مغرب کا مالک ہوگا اور ایک مخلوق اس کی خوبیوں کو دیکھ کر اس سے وابستہ ہو جائے گی۔“

اس کے بعد عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابوطالب سے کہا: ”شاید وہ فرزند یعنی میرے

خواب کی تعبیر تم ہی ہو۔“

ابوطالب اس بات کو اکثر بیان کرتے تھے۔ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد کہتے ”خدا کی قسم! وہ درخت یقیناً حضرت ابوالقاسم الامین ہیں۔“ اس پر کچھ مسلمانوں نے ان سے پوچھا: ”پھر آپ ﷺ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟“ ابوطالب جواب دیتے ”مجھے شرم و حیا آتی ہے کہ قریش کہیں گے طریقہ اسلاف کو چھوڑ کر بھیجتے پر ایمان لے آیا۔“

ایام حمل کی نشانیاں

حاکم و بیہقی و طبرانی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہم نے بہ روایت ابو عیون مولیٰ مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ روایت کی کہ مسور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالمطلب نے بیان کیا کہ موسم سرما میں ہم یمن کے سفر پر گئے تو میں ایک یہودی عالم سے ملا تو اس نے مجھ سے پوچھا: ”تمہارا تعلق کس خاندان سے ہے؟“

میں نے کہا: ”میں بنی ہاشم سے ہوں۔“

پھر اس نے کہا: ”کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے جسم کے کچھ حصوں کو دیکھوں؟“ میں نے کہا: ”ستر عورت کے مقامات کے علاوہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔“

اس مشروط اجازت کے بعد اس نے میری ناک کا ایک اور پھر دوسرا انتھنا کھول کر دیکھا پھر کہنے لگا: ”میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں ملک اور دوسرے میں نبوت ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں۔“ اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”ہم اس کو بنی زہرہ میں پاتے ہیں تو یہ کیسے ہوگا؟“

میں نے کہا: ”میں نہیں سمجھتا۔“

اس یہودی عالم نے پوچھا: ”کیا تمہاری کوئی شاعہ ہے؟“ میں نے جواب دیا: ”شاعہ سے تمہاری مراد کیا ہے؟“ اس نے کہا: ”بیوی زوجہ!“ اس کے جواب میں میں نے کہا کہ: ”فی الحال تو کوئی بیوی موجود نہیں ہے۔“ اس نے کہا: ”جب تم اپنے وطن واپس پہنچو تو قبیلہ بنی زہرہ میں نکاح کرنا۔“

اس کے بعد جب عبدالمطلب مکہ واپس آئے تو جناب ہاشم نے آپ کا نکاح قبیلہ نامی

۱۔ جناب ابوطالب کے ایمان لانے کے سلسلے میں بہت کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ سیرت کی کتابوں میں مختلف اقوال موجود ہیں۔ حضرت محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوت میں اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں کہ ابوطالب نے لوگوں کی ملامت کے خوف سے ایمان قبول نہیں کیا۔ اہل سنت و احناف کا یہی مسلک ہے۔

خاتون سے کر دیا قلیلہ کے لطن سے حارث پیدا ہوئے حارث ہی آپ کے سب سے بڑے فرزند تھے قلیلہ کے بعد آپ کا نکاح ہند بنت عمرو سے ہوا اور اس سے دوسرے فرزند اور صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت عبدالمطلب کا تیسرا نکاح فاطمہ نامی خاتون سے ہوا جن کے لطن سے حضرت عبد اللہ ﷺ والد ماجد جناب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف لائے اور جب جوان ہوئے تو آپ کا نکاح وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی جناب آمنہ رضی اللہ عنہا سے کیا گیا۔

اس روایت کو ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق حمید بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا کہ حضرت عبدالمطلب نے اس بات کو بیان کیا اور اسی روایت کو ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ”طبقات“ میں بہ طریق جعفر بن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمہ ﷺ انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا کہ عبدالمطلب نے بیان کیا کہ اہل کتاب نے ان کے ننھنوں کے بالوں کو دیکھا۔

اور پھر کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ملک ہے اور نبوت ہے اور ان دونوں میں سے ایک بات بنی زہرہ میں دیکھتا ہوا اور اسی روایت کے آخر میں ہے کہ چنانچہ اللہ ﷻ نے حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں نبوت اور خلافت دونوں کو رکھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعد بن ابی الوقا ص ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ اپنے زیر تعمیر مکان سے آرہے تھے اور ان کے بدن پر مٹی اور غبار کا اثر تھا۔ ان کا گزر یعلیٰ العدویہ کی طرف ہوا۔ جب یعلیٰ کی نگاہ آپ پر پڑی تو اس نے دونوں آنکھوں کے درمیان ”نور مصطفیٰ ﷺ“ تاباں پایا۔ پس اس نے آپ کو جنسی خواہش کی تکمیل کی دعوت دی اس نے کہا اگر آپ میری خواہش پوری کر دیں تو میں آپ کو سواونٹ پیش کروں گی۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: ”ٹھہر جا میں غسل کر کے صاف ہوں پھر تیرے پاس آتا ہوں۔“ گھر آ کر حضرت عبد اللہ نے سیدہ آمنہ اپنی بیوی سے مباشرت فرمائی اور حضور ﷺ کے ظہور ولادت کے لئے حمل کا استقرار ہوا۔

اس کے بعد حضرت عبد اللہ یعلیٰ کے پاس پہنچے اور کہا اب تیری خواہش باقی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ عبد اللہ نے پوچھا کیوں کیا بات ہوئی؟ یعلیٰ نے کہا: ”جب تم ادھر سے گزرے تھے تو تمہاری پیشانی پر ”نور نبوت“ تاباں تھا“ مگر اس وقت وہ موجود نہیں بلکہ منتقل ہو کر آمنہ کے رحم میں قرار پا چکا ہے۔

۱۔ یعلیٰ نے جنسی خواہش کی جس کو آپ نے مسترد کر دیا تھا اور آپ دوبارہ یعلیٰ کے پاس نہیں گئے بلکہ گزرگاہ میں مل گئی تھی اور کہا کہ اب تمہاری پیشانی میں وہ نور نبوت تاباں نہیں تفصیل کے لئے دیکھئے مدارج النبوت جلد دوم۔

ایک روایت میں ہے کہ ”جس کے نور کے ساتھ تم میرے پاس سے گئے تھے اب اس نور کے ساتھ واپس نہیں لوٹے ہو۔ اگر تم نے سیدہ آمنہ سے مباشرت کی ہے تو یقیناً وہ ایک اعلیٰ مقتدر کو تولید میں لائیں گی۔“

ابو نعیم، خراطی اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہم نے بہ طریق عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبد اللہ کو نکاح کے لئے لے کر روانہ ہوئے تو ان کا گزر اہل تبالہ یمن کی ایک کاہن خاتون پر ہوا جو کتب سماویہ کی عالمہ مشہور تھی اور اس کا نام فاطمہ بنت مراخشمیہ تھا۔ اس نے جب نور نبوت کو حضرت عبد اللہ کی پیشانی میں دیکھا تو ان سے کہا اے جوان اگر تم اس وقت میرے ساتھ مباشرت کرو تو میں تم کو سواونٹ پیش کروں گی۔“ اس کی اس پیش کش پر حضرت عبد اللہ نے کہا:

وَأَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُونَهُ وَالْحِلُّ لَاحِلٌ فَاسْتَبَيْنَاهُ
فعل حرام سے تو مرجانا بہتر ہے اور فعل حلال تو میں اس کی خوبیاں نہیں بیان کر سکتا۔

فَكَيْفَ لِيَ الْأَمْرُ الَّذِي تَبَغَيْنَاهُ يَحْمِي الْكَرِيمُ عَرْضَهُ وَدِينَهُ

اے خاتون! حرام کاری کی جو خواہش تو میرے ساتھ رکھتی ہے۔ اس کی تکمیل کیسے ممکن ہے کیونکہ اہل توقیر و آبرو اپنی عزت اور دین کی پاسداری کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت عبد اللہ اپنے والد کے ساتھ روانہ ہو گئے اور انہوں نے حضرت آمنہ بنت وہب زہری کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا اور جناب عبد اللہ ان کے پاس تین روز رہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس خاتون کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ جس نے دعوت مباشرت دی تھی چنانچہ وہ اس کے پاس آئے تو اس عورت نے ان سے پوچھا: ”میرے پاس جانے کے بعد تم نے کیا کیا۔“ جناب عبد اللہ نے جواب دیا: ”میرا نکاح آمنہ بنت وہب سے ہو گیا ہے اور میں تین روز تک ان کے پاس رہا۔“ یہ جواب سن کر اس عورت نے کہا:

”اے عبد اللہ! میں بدکار عورت نہیں ہوں، چونکہ میں نے تمہاری پیشانی میں نور نبوت کی چمک دیکھی تو مجھے تمنا ہوئی کہ وہ نور میں حاصل کروں، مگر اب اللہ ﷻ نے اسے جہاں چاہا وہاں ودیعت فرما دیا۔“

اس کے بعد فاطمہ نے حسب ذیل اشعار پڑھے۔

إِنِّي رَأَيْتُ مُخِيلَةً لَمَعَتْ فَتَلَا لَاثُ بِخَاتَمِ الْقَطْرِ

میں نے ایک برسنے والے ابر کی بجلی دیکھی جس کی تابناکی نے جہان بھر کے سیاہ
کالے بادلوں کو جگمگا دیا۔

ظُلُمًا بِهِ انُورٌ يُضِيُّ لَهُ مَا حَوْلَهُ كَأَضَاءِ الْبَدْرِ

ان کالے بادلوں میں ایک ایسا نور تھا جس نے گرد و پیش کے سارے علاقہ کو
روشن کر دیا جس طرح کہ چودھویں رات کی چاندنی ہوتی ہے۔

وَرَجَوْتُهُ فَخَرًا ابْوَاءَ بِهِ مَا كُلُّ قَادِحٍ زَنْدَهُ يُورِي

میں نے عبد اللہ سے نکاح کر کے فخر حاصل کرنے کی تمنا کی مگر میں کامیاب نہ ہو
سکی جس طرح کہ ہر شخص چقماق سے چنگاری حاصل نہیں کر سکتا۔

لِلَّهِ مَا زَهْرِيَّةٌ سَلَبَتْ ثَوْبِيكَ مَا اسْتَلَبَتْ وَمَا تَدْرِي

ساری خوبیاں اللہ ﷻ ہی کے لئے ہیں اس زہری عورت نے کتنی اعلیٰ چیز پائی
ہے اے عبد اللہ! وہ تمہارے دو کپڑے ہیں ایک نبوت دوسرا ملک جو آمنہ زہری
نے حاصل کر لئے حالانکہ وہ نہیں جانتی کیا چیز حاصل کی ہے۔

اس کے بعد فاطمہ نے یہ بھی کہا:

بَنِي هَاشِمٍ قَدْ غَادَرَتْ مِنْ أَخِيكُمْ أَمِينَةٌ إِذْ لَبَّاهُ يَغْتَلِبُ جَانِ

اے آل ہاشم! آمنہ نے تمہارے بھائی کو ایسا چھوڑا جب کہ وہ اپنی خواہش کی
سیرابی کر رہی تھیں۔

كَمَا غَادَرَ الْمِصْبَاحُ بَعْدَ خَبْوِهِ قَتَائِلَ قَدْ مِثَّتْ لَهُ بِدَهَانِ

جس طرح کہ چراغ بتی سے اس تیل کو چوسنے کے بعد جو اس میں ڈالا جاتا ہے
بتی کو خالی اور خشک چھوڑ دیتا ہے۔

وَمَا كُلُّ مَا يَحْوِي الْفَتَى مِنْ تَلَادِهِ بِحَزْمٍ وَلَا مَافَاتِهِ لِتَوَانِي

آدمی جو قدیمی اور موروثی مال جمع کرتا ہے وہ اس کی کوشش سے نہیں ہے اور جو
مال اس سے جاتا رہتا ہے وہ اس کی غفلت سے نہیں ہے۔

فَاجْمَلْ إِذَا طَالَبْتَ أَمْرًا فَإِنَّهُ سَيَكْفِيكَ جَدًّا إِنْ يَضْطَرَّ عَانِ

جب تم کسی بات کی طلب کرو تو خوبی کے ساتھ کرو کیونکہ باہم لڑنے والی دو
کوششیں تم کو کفایت کریں گی۔

وَأَمَّا مَبْسُوطَةٌ بَيْنَانِ سَيَكْفِيكَ إِمَّا يَدٌ مُقْفَلَةٌ

یا تو وہ ہاتھ جو تم سے روک دیا گیا، تمہیں کافی ہو گا یا وہ ہاتھ جو کشادہ ہے اور انگلیوں کے پوروں کے ساتھ ہے کافی ہوگا۔

وَلَمَّا قَضَتْ مِنْهُ أَمِينَةً مَا قَضَتْ نَبَاً بِصَرِيٍّ عَنْهُ وَكَلَّ لِسَانِي

حضرت آمنہ نے جس چیز کی خواہش کی، وہ حضرت عبداللہ سے حاصل کر چکیں، تو اب میری آنکھوں کی بصارت جاتی رہی اور میری زبان گونگی ہو گئی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن کلثبی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابوالقیاض خثعمی رحمۃ اللہ علیہ سے تفصیل کے ساتھ جو روایت کی اس میں مذکور ہے کہ جب حضرت عبداللہ واپس ہو کر فاطمہ کے پاس پہنچے تو کہا۔ تو نے خواہش کا اظہار مجھ سے کیا تھا، اب کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ خواہش اسی روز تھی، آج نہیں اور اس کا یہ قول ایک محاورہ بن گیا۔

اس روایت کے آخر میں ہے کہ جو انان قریش کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے فاطمہ سے استصواب کیا۔ فاطمہ نے قریش کے جواب میں فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے اور اس روایت میں اس قول کے بعد کہ ”انہوں نے ان کے پاس تین روز قیام کیا۔“ اتنا زیادہ ہے کہ ”اہل عرب میں دستور تھا کہ جب شوہر اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے تو تین روز قیام کرتا ہے۔“ اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہب بن جریر بن حازم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو یزید مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ خثعمی عورت کے پاس آئے تو اس نے ان کی پیشانی سے آسمان تک نور نبوت کو چمکتا دیکھا، تو خثعمی عورت نے ان سے کہا: ”کیا تم میری خواہش پوری کر سکتے ہو؟“

انہوں نے جواب دیا: ”ہاں، لیکن پہلے میں ”رمی جمار“ کر لوں“ تو وہ گئے رمی جمار کی پھر اپنی زوجہ سیدہ آمنہ کے پاس آئے۔ اس کے بعد خثعمی عورت کی بات یاد آئی تو وہ اس کے پاس آئے۔ خثعمی خاتون نے کہا: ”میرے پاس سے جانے کے بعد بیوی سے ملے ہو؟“ انہوں نے کہا: ”ہاں، میں اپنی زوجہ آمنہ کے پاس گیا ہوں۔“ خاتون نے کہا: ”اب تم سے میری کوئی خواہش نہیں ہے کیونکہ جب تم میرے پاس سے گئے تھے تو تمہاری پیشانی سے آسمان تک ایک نور چمک رہا تھا۔ جب تم نے اپنی زوجہ سے صحبت کی تو وہ نور ان میں منتقل ہو گیا۔ اب تم ان کو جا کر خبر دے دو کہ تم کو استقرار حمل سے وہ عزت ملی ہے کہ روئے زمین پر اس درجہ توقیر افزا حمل کسی خاتون کو نہ ہوا۔“

۱۔ جن فی البدیہہ اشعار کی طرف اشارہ ہے۔ وہ پیچھے گزر چکے ہیں۔

۲۔ حضرت عبداللہ کا دوبارہ خثعمی عورت کے پاس جانا اس لئے تھا کہ حقیقت حال دریافت کر سکیں۔

(اس روایت کو ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا)۔

بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ اور ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ شعم کی ایک خاتون ایک خاص موسم میں رونمائی و خودنمائی کرتی 'بڑی ماہ رُو اور حسین تھی وہ فرش فروخت کرنے کے لئے پھیری کرتی اسی طرح وہ ایک روز حضرت عبداللہ کے پاس پہنچ گئی۔ جب اس خاتون نے ان کو دیکھا تو متعجب و متاثر ہوئی اور خود کو ان کے رُو بر و پیش کرنے اور دعوتِ مباشرت دینے لگی۔ حضرت عبداللہ نے کہا تو اسی جگہ ٹھہری رہ جب تک میں لوٹ کر واپس نہ آؤں۔ پھر وہ اپنی بیوی کے پاس گئے اور مباشرت کی جس کے نتیجے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استقرارِ حمل ہوا اور پھر اس کے بعد جب لوٹ کر اس عورت کے پاس پہنچے تو اس نے کہا 'تم کون ہو؟ انہوں نے کہا تجھ سے وعدہ کرنے والا۔ اس نے کہا غلط کہتے ہو اور اگر تمہارا قول درست ہے تو وہ نور کیا ہوا جس کو میں پہلی ملاقات کے وقت تمہاری پیشانی پر نمایاں طور پر دیکھ رہی تھی۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جناب عبداللہ بڑے خوب رُو و نو جوان تھے۔ ایک دن وہ قریش کی کچھ عورتوں کے پاس سے گزرے ان عورتوں میں سے ایک نے ان سے کہا:

”تم میں سے کون ہے جو اس جوان سے نکاح کر کے اس کے نور سے دامن مراد کو بھرے جوان کی پیشانی میں تاباں ہے؟“ اس کے بعد حضرت عبداللہ کا نکاح قبیلہ زہرہ کی ایک خاتون آمنہ سے ہو گیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاملہ ہوئیں۔

ابن سعد اور ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہما نے عروہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے روایت کی کہ ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بنت نوفل لوگوں کو دیکھ کر شگون لیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ اس کے قریب سے گزرے تو اس نے آپ کو بلایا تاکہ آپ سے خواہش نفس کی تکمیل کرے اس نے جناب عبداللہ کا دامن پکڑ لیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہا 'صبر کر میں لوٹ کر آتا ہوں اور تیزی سے نکل کر چلے گئے اپنے گھر آمنہ کے پاس آئے اور مباشرت کی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاملہ ہوئیں۔ پھر وہ اس عورت کے پاس پہنچے تو اسے انتظار کرتے پایا۔ عبداللہ نے کہا کہو کیا ارادہ ہے خواہش باقی ہے؟ قتیلہ نے جواب دیا۔ بالکل نہیں کیونکہ پچھلی مرتبہ ایک نور تمہاری پیشانی پر تاباں تھا اور اب آئے ہو تو وہ رخصت ہو چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ اس حال میں گئے کہ آپ کی پیشانی ایسی روشن تھی جیسے گھوڑے کی پیشانی میں سفیدی کی چمک ہوتی ہے اور اس حالت میں ٹوٹے ہیں کہ وہ چیز اب آپ کی

پیشانی میں نہیں ہے۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے یہ روایت کلبی رحمۃ اللہ علیہ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ خاتون جس نے خود کو جناب عبداللہ پر پیش کیا، ورقہ بن نوفل کی بہن تھی۔

ابن سعد نے رحمۃ اللہ علیہ کہا، مجھے واقعہ کی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی اور انہوں نے کہا مجھے علی بن یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمرہ رحمۃ اللہ علیہم سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنی چچی سے حدیث بیان کی کہ ہم نے سنا ہے کہ سیدہ آمنہ جب تولید حضور ﷺ کے لئے حاملہ ہوئیں تو فرماتی تھیں کہ مجھے محسوس تک نہ ہوا کہ حاملہ ہو گئی ہوں اور نہ گرائی پیدا ہوئی جیسا کہ عام طور پر عورتیں ایام حمل میں خود کو بوجھل محسوس کرتی ہیں۔ بجز اس علامت کے کہ میرا حیض منقطع ہو گیا تھا اور یہ علامت بھی میرے لئے کوئی خاص وجہ حمل نہ رکھتی تھی کیونکہ اس کے بغیر بھی میرے اکثر دن چڑھ جایا کرتے تھے اور پھر حیض جاری ہو جایا کرتا تھا۔ ایک روز میری نیم خواب اور بیداری میں ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا:

”اے آمنہ! تمہیں معلوم ہے تم حاملہ ہو؟“ میں نے جواب دیا کہ ”میں تو نہیں جانتی۔“ پھر اس نے کہا: ”تم ایک بڑی امت کے سردار اور اس امت کے نبی کی تولید کے لئے حاملہ ہوئی ہو۔“ یہ دن دوشنبہ یعنی پیر تھا۔ پھر دن اور مہینے گزرتے رہے۔ یہاں تک کہ زمانہ ولادت قریب آ گیا اور پھر وہی شخص میرے خواب میں آیا اور کہا: تم یہ پڑھا کرو:

أَعِيذُكَ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ
مِنْ آلِهِ وَاحِدٌ مِنْ هَرَسَدٍ كَرْنِ وَالِے كِ شَرَارَتِ
سے پناہ مانگتی ہوں۔

جب سے میں اس کلمہ کو برابر پڑھتی رہی اور اس کے بعد کچھ عورتوں سے میں نے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ تم اپنے بازو اور گلے میں لوہا لٹکا لو۔ میں نے ایسا بھی کر لیا۔ مگر وہ ہمیشہ کٹ جاتا، میں اسے باندھتی اور پھر جلد ہی کٹا ہوا پاتی۔ بالآخر میں نے اس کو لٹکانا اور باندھنا ترک کر دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت آمنہ کہتی تھیں کہ میں نے زمانہ حمل میں کسی طرح کی تکلیف اور گرائی برداشت نہیں کی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو جعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ کی والدہ آمنہ کو

ایام جاہلیت کی رسم تھی کہ حاملہ خواتین اپنے بازو پر لوہا باندھتیں اور گلے میں لٹکا لیتیں۔

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اصحاب فیل کی بیت اللہ پر چڑھائی اور اللہ ﷻ کی نصرت و تائید

ابن سعد ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہما اللہ ابو جعفر بن علی ؑ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب فیل نے وسط ماہ محرم میں مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی تھی۔ اس واقعہ اور رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے درمیان پچاس راتوں کا فصل تھا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ اصحاب فیل نے چڑھائی کی اور وہ مکہ مکرمہ کے نزدیک پہنچے تو حضرت عبدالمطلب ان کے پاس گئے اور ان کے بادشاہ سے فرمایا: تم نے ہم پر چڑھائی کر دی بہتر ہوتا کہ تم کسی فرستادے کو ہمارے پاس بھیج دیتے اور جو تمہارا مطالبہ ہوتا ہم اس فرستادے کے ذریعے پورا کر دیتے اس پر اس نے کہا: ”مجھے بتایا گیا ہے کہ یہاں ایک گھراہا ہے کہ جو کوئی بھی اس میں داخل ہوا وہ امن یافتہ اور حفاظت یاب ہوا پس میں اس کے صاحب خانہ کو ڈرانے آیا ہوں۔“ جناب عبدالمطلب نے بہ نظر رفع فساد پھر اس سے کہا: ”تم ہم سے جو مطالبہ کرو گے ہم اس کو پورا کریں گے اور تم واپس ہو جاؤ۔“ مگر اس نے ان کی پیشکش کو رد کر دیا اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی کرنے پر اصرار کیا اور اس طرف پیش قدمی بھی شروع کر دی۔

عبدالمطلب لوٹ آئے اور پہاڑ پر چڑھ کر اعلان کیا: ”میں کعبۃ اللہ کو ویران کرنے اور حرم مقدس کے بے خطا ساکنوں کو ہلاک کرنے والوں کے مقابلہ پر نہ جاؤں گا۔ پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

اللَّهُمَّ إِنَّ لِكُلِّ إِلَهٍ حَلَا لَا فَا مَنَعَ حَلَا لَكَ لَا يَغْلِبُنَّ مَحَالَهُمْ مَحَالَكَ
اللَّهُمَّ فَإِنْ فَعَلْتَ فَأْمُرُ مَا بَدَا لَكَ

(یعنی اے خدا! ہر معبود کے لئے ایک جل ہوتا ہے تو اب تو اپنے جل کی حفاظت فرما تیری تدبیر پر کسی کا داؤہرگز غالب

نہیں آسکتا۔ اے خدا! اب اگر تو بچانا چاہتا ہے تو جس طرح تو بہتر سمجھتا ہے حکم فرما۔)

۱۔ اصحاب فیل کا واقعہ قرآن حکیم کی سورہ الفیل میں بکمال ایجاز و اختصار بیان ہوا۔ اے محبوب کیا تم نے نہیں دیکھا تمہارے رب نے ان ہاتھی والوں کا کیا حال کیا۔ کیا ان کا داؤں تباہی میں نہ ڈالا اور ان پر پرندوں کی ٹکڑیاں (فوجیں) بھیجیں کہ انہیں ٹکڑے ٹکڑوں سے مارتے تو انہیں کر دیا جیسے کھائی کھیتی کی جتی (بھوسہ)۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے بعد سمندر کی جانب سے ایک غول پرندوں کا مثل ابر نظر پڑا، وہ ابابیل تھے جو ان پر چھا گئے اور ہاتھی اذیت اور ضربوں کی تاب نہ لا کر چنگھاڑنے لگے اور سارے لشکر کو مثل چبائے ہوئے بھوسے کے کر ڈالا۔

سعید بن منصور اور بیہقی رحمہما اللہ نے مکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے ”طیراً ابابیل“ کی تفسیر میں روایت کی کہ سمندر کی جانب سے درندوں کے سروں کے مانند پرندے نمودار ہوئے۔ جن کو نہ اس سے پہلے دیکھا گیا اور نہ اس کے بعد۔ تو ان اصحابِ فیل کے جسموں پر چیچک کے مانند آبلے پیدا ہو گئے اور پہلی مرتبہ چیچک کو ان ہی کے جسموں پر دیکھا گیا۔

سعید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے عبید بن عمیر لیشی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا: اللہ ﷻ نے جب اصحابِ فیل کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان پر پرندوں کو بھیجا جو سمندر کی جانب سے نمودار ہوئے یہ گویا ابلیق ابابیلیں تھیں ہر ایک کے پاس تین پتھر تھے ایک منہ میں اور دو پنجوں میں۔ پھر وہ آئیں اور اصحابِ فیل کے سروں پر چھا گئیں اور جو کچھ ان کی چونچوں اور پنجوں میں تھا وہ چھوڑ دیا۔ وہ پتھریاں ان کے جسموں پر پڑیں اور ہڈی اور گوشت کو پھاڑ کر قیمہ قیمہ کر گئیں۔ اللہ ﷻ نے ہوا کے جھکڑ چلا دیئے اور خانہ خدا کے دشمن ریزہ ریزہ ہو کر غبار اور ریت میں مل کر بے نام و نشان ہو گئے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اصحابِ فیل نے جب مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی اور مقام ”الصفاح“ پر پڑاؤ کیا تو عبدالمطلب تشریف لائے اور ان سے کہا: ”یہ بیت اللہ ہے۔ اللہ ﷻ اپنے گھر پر کسی کو غالب اور قادر نہیں ہونے دے گا۔“ یہ بات سن کر انہوں نے جواب دیا: ”ہم بغیر منہدم کئے نہ لوٹیں گے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ ہاتھیوں کو آگے بڑھانا چاہتے تھے مگر وہ پیچھے لوٹتے تھے۔ پھر اللہ ﷻ نے پرندوں کو سیاہ رنگ کی پتھریاں جن پر مٹی تھی دے کر ایک بڑے غول کی شکل میں فوج کے سروں پر فضا میں معلق کر دیا اور ان پرندوں نے پتھریوں کو ان کے سروں پر چھوڑ دیا جس کے اثر سے ہاتھیوں کے لشکر خارش میں مبتلا ہو گئے ان میں سے جو بھی اپنے بدن کو کھجاتا وہاں کا گوشت گر پڑتا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اصحابِ فیل کے ساتھ ایک ہتھنی تھی اس ہتھنی کے لگاؤ سے ہاتھی کو بڑھایا، معاً اس پر پتھر پڑا اور وہ دونوں لوٹ پڑے۔

۱۔ بہت کم مفسرین نے طیر ابابیل کی تفسیر میں یہ بات بیان کی ہے ورنہ عام مفسرین نے یہی فرمایا کہ نکریاں جسم میں پوست ہو گئیں اور ان کی ضربات سے وہ ہلاک ہو گئے۔

حضرت عبدالمطلب اور چاہ زمزم

ابن اسحاق اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت علی بن ابی طالب ؑ سے روایت کی کہ حضرت عبدالمطلب حجر اسود کے قریب سو رہے تھے تو کسی نے ان سے کہا ”برہ“ کو کھودو۔ انہوں نے اس سے پوچھا: برہ کیا ہے؟ مگر کہنے والا ان کے پاس سے چلا گیا۔ دوسرے دن جب وہ پھر اسی جگہ سوئے تو کسی نے ان سے کہا: ”المضئونہ“ کو کھودو۔ انہوں نے پوچھا مضئونہ کیا ہے؟ مگر وہ ان کے پاس سے چلا گیا۔ تیسرے دن جب وہ اسی جگہ سوئے تو کسی نے ان سے کہا: طیبہ کو کھودو انہوں نے پوچھا: ”طیبہ کیا ہے؟“ مگر وہ ان کے پاس سے چلا گیا۔ چوتھے دن جب وہ اسی جگہ آئے اور سو گئے تو کسی نے ان سے کہا:

”چاہ زمزم کھودو!“ انہوں نے پوچھا: ”زم زم کیا ہے؟“ اس نے بتایا اس کا پانی نہ کبھی کم ہوگا اور نہ اپنی جگہ سے ہٹے گا۔ اس کے بعد چاہ زمزم کی جگہ انہیں بتائی۔ پھر جب اس کی بتائی ہوئی جگہ پر کھودنا شروع کیا تو قریش نے ان سے کہا: ”اے عبدالمطلب کیا کھود رہے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: ”مجھے چاہ زمزم کھودنے کا حکم دیا گیا ہے۔“ پھر جب چاہ زمزم نمودار ہوا اور لوگوں نے ایک کنواں دیکھا تو کہنے لگے: ”اے عبدالمطلب اس میں ہمارا بھی حق ہے کیونکہ یہ کنواں ہمارے باپ حضرت اسماعیل ؑ کے تصرف میں آیا ہے۔ عبدالمطلب نے جواب دیا:

”اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے اس لئے کہ یہ چشمہ مجھے ہی بتایا گیا اور میرے ہی لئے مخصوص کیا گیا ہے۔“ انہوں نے کہا: ”کیا اس معاملہ میں ہمارے ساتھ محاکمہ کرنے کو تیار ہو؟“ انہوں نے کہا: ”ہاں بالکل۔“ قریش نے کہا: ”اچھا ہم اپنے اور تمہارے درمیان بنی سعد کی کاہنہ کو حکم تجویز کرتے ہیں وہ جو بھی فیصلہ کرے ہم دونوں کو منظور ہوگا۔“

کاہنہ شام کے علاقہ میں رہتی تھی۔ لہذا عبدالمطلب اور ان کے خاندان کے چند دوسرے اصحاب نیز قریش کے مختلف قبائل میں سے ایک ایک شخص کو لے کر قافلے کی صورت میں شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ راہ سفر میں ریگستان تھا جس میں پہنچ کر پانی ختم ہو گیا اور شدت پیاس سے تمام قافلہ کو یقین ہو گیا کہ اب مرجائیں گے۔ کچھ افراد شدت تشنگی سے جان بلب تھے وہ دوسروں سے پانی کی التجا

۱۔ عمرو بن حارث نے جرہمی حاکم کے ظلم سے تنگ آ کر حجر اسود کو کعبہ سے اکھاڑ کر اسفند یا زہی کی بطور تحفہ بھیجی ہوئی سونے کی مورتن چاہ زمزم میں چھپا کر اس کو پاٹ دیا۔ جب اللہ ﷻ کی مشیت ہوئی کہ چاہ زمزم ظاہر کر دیا جائے تو حضرت عبدالمطلب کو خواب میں وہ مقام دکھایا گیا اور آپ نے اپنے فرزند حارث کی مدد سے اس کو کھودا۔ قریش نراحم بھی ہوئے لیکن آپ باز نہ آئے۔ آخر کار تھوڑی سی محنت کے بعد آپ کو چاہ زمزم مل گیا۔ (مدارج النبوت دوم)

کرتے، مگر وہ جواب دیتے کہ بھائیو کیا کریں؟ اب ہمارا حال بھی ویسا ہی ہونے والا ہے جو تمہارا ہو چکا ہے۔ اس اضطراب کی حالت میں عبدالمطلب نے ساتھیوں سے مشورہ لیا تو انہوں نے جواب دیا: ”ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا جو آپ مشورہ دیں ہم اس پر عمل کریں۔“

عبدالمطلب نے جواب دیا: ”میری رائے یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے لئے ایک ایک گڑھا کھود لے اور جو بھی مرتا جائے دوسرے ساتھی اس کو گڑھے میں دفن کرتے جائیں، یہاں تک کہ ہم میں سے آخری شخص رہ جائے گا اور اس طرح ایک شخص کا بے لحد ضائع ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ سب لوگ ضائع ہوں۔“

چنانچہ سب نے اپنے اپنے لئے گڑھے کھود لئے۔ اس کے بعد ساتھیوں نے کہا: ”اس طرح تو ہم اپنے آپ کو خود ہی موت کی آغوش میں دے رہے ہیں، ہم ہمت کرتے ہیں اور پانی کی تلاش کرتے ہیں کیا عجب ہے کہ ہماری کوشش اور ہمت کو دیکھ کر اور ہماری بے بسی اور لا چاری پر رحم فرما کر خدا ہماری مدد فرمادے۔“

یہ سن کر عبدالمطلب نے ساتھیوں سے فرمایا: ”پھر اٹھ کھڑے ہو!“ چنانچہ وہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب عبدالمطلب اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے تو دفعتاً اس کے پیرزمین میں دھنسے پانی نکل آیا۔ عبدالمطلب نے جب یہ دیکھا تو ساتھیوں کو بتلایا۔ سب نے پانی کو بافراط پیا، استعمال کیا اور برتنوں و مشکوں میں ذخیرہ کر لیا۔ ہم سفر سارے ساتھی اس خدا ساز آبِ رسائی کی وجہ سے متاثر تھے۔ انہوں نے کہا:

”اے محرم ہاشمی سردار! بلاشبہ اللہ نے زم زم کا فیصلہ آپ کے حق میں کر دیا ہے۔ آؤ لوٹ چلیں، چاہے زم زم آپ کا حق ہے اور اب اس معاملے میں آپ کے ساتھ ہمارا نزاع نہیں۔“

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ عبدالمطلب کے تذکرے میں پہلا واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اکثر قریش مکہ اصحابِ فیل سے ڈر کر مکہ سے چلے گئے۔ مگر عبدالمطلب نے فرمایا:

خدا کی قسم میں حرم سے ہرگز نہ نکلوں گا اور نہ خدا کے سوا کسی سے مدد چاہوں گا۔ اس کے بعد وہ بیت اللہ کے پاس بیٹھ گئے اور دعا کرنے لگے:

”اے خدا ہر ایک اپنے گھر کی حفاظت اور مدافعت کرتا ہے، تو بھی اپنے گھر کی دشمنوں سے حفاظت فرما۔“

۱۔ جب یہاں پانی آپ کے سوا کسی اور کو نہ مل سکا تو اب زم زم بھی یقیناً آپ ہی کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہو۔

وہ صبر و استقامت کے ساتھ بیت الحرم میں ٹھہرے رہے، حتیٰ کہ بے شمار دیوپیکر ہاتھیوں والا لشکر مالکِ حرم کی مدافعت کرنے والی چڑیوں کے ذریعہ خستہ اور خراب ہو گیا۔ اس کے بعد قریش اپنے گھروں کو لوٹ آئے اور عبدالمطلب کی عظمت ان کے اس کردار کی وجہ سے دوچند ہو گئی۔

اسی زمانے میں ان کو خواب میں الہام ہوا کہ زم زم کو کھودو جو شیخ اعظم کا پوشیدہ کیا ہوا ہے۔ پھر جب وہ بیدار ہوئے تو انہوں نے عرض کیا: ”اے خدا! مجھے اس کنویں کا مقام ظاہر فرما دے۔“ چنانچہ پھر خواب میں رہنمائی فرمائی گئی کہ ”تم اس پوشیدہ مقام کو کھودو جو فرث اور دم کے مابین مخفی ہے اور وہ غرابِ اعظم کے چونچ مارنے کی جگہ ہے وہ جگہ قریہ النمل میں سرخ پتھروں کی جگہ ہے۔“

اس کے بعد عبدالمطلب اٹھ کر گئے اور مسجدِ حرام میں بیٹھ کر بتائی ہوئی علامات کا انتظار کرنے لگے اور مقامِ خورہ میں گائے ذبح کی۔ ابھی اس میں کچھ جان باقی تھی کہ وہ ذبح کرنے والوں کے ہاتھوں چھوٹ گئی اور پھر مسجدِ حرام کے نزدیک چاہِ زمزم کے قریب آ کر گر گئی، اس کو وہیں مکمل طور پر ذبح کیا گیا، گوشت بنایا اور اٹھایا گیا کہ دفعۃً خون اور اوجھ پر ایک کوا آیا اور قریہ النمل کی جگہ بیٹھا، چونچ ماری۔ یہ عمل دیکھ کر عبدالمطلب اٹھے اور اسی مقام پر کھدائی شروع کر دی۔ قریش آئے دیکھا اور دریافت کیا: ”کس لئے آپ کھدائی کر رہے ہیں؟“ آپ نے فرمایا: ”میں اس کنویں کو کھود رہا ہوں۔“

جب انہوں نے کھدائی میں غیر معمولی دشواری محسوس کی تو یہ نذرمان لی کہ میں اپنے بیٹوں میں سے ایک لڑکے کو ذبح کروں گا۔ اس کے بعد پھر کھدائی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ سطح آب تک پہنچ گئے اور اس کے گرد حوض بنایا جو زمزم کے پانی سے بھر گیا اور اس سے حجاج پانی پینے لگے۔ رات کو قریش کے حاسد لوگ حوض کو توڑ دیتے تھے اور صبح کو عبدالمطلب اس کو درست کر دیا کرتے تھے۔ جب حاسدوں کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو عبدالمطلب نے اللہ سے دعا کی۔ جس کے جواب میں ان کو خواب میں بتایا گیا کہ تم ہم سے ان الفاظ میں دعا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَا اَحِلُّهَا
لِمُغْتَسِلٍ وَلٰكِنْ هِیَ لِشَارِبٍ حَلٌّ
وَلَوْ لَمْ کَفَّیْتَهُمْ

اے خدا! میں زمزم کے پانی کو نہانے والوں کے لئے حلال نہیں بناتا۔ یہ پانی صرف پینے والوں کے لئے ہی حلال ہے یہ تیرا ہے اور تو ہی اس کی حفاظت فرما۔

اس کے بعد وہ اٹھ کر گئے اور خواب کے عین ہدایت کے مطابق منادی کرادی۔ اس کے بعد جس کسی نے زمزم کے مومن کو خراب کیا اللہ ﷻ نے اس کے جسم میں کوئی بیماری پیدا کر دی۔ بالآخر

وہ حوض کے خراب کرنے اور اس کے پانی میں غسل کرنے سے باز آ گئے۔

اس کے بعد عبدالمطلب نے دعا کی: ”اے خدا! میں نے اپنی اولاد میں سے ایک فرزند کو قربان کرنے کی نذر مانی تھی لہذا میں ان میں قرعہ اندازی کرتا ہوں، پس تو جس فرزند کو پسند فرمائے“ اس کی ہدایت فرما۔“ بعد ازاں انہوں نے تمام اولادوں میں قرعہ اندازی کی اور جناب عبد اللہ کے نام قرعہ نکل آیا اور نسبتاً یہ فرزند ان کو زیادہ محبوب تھا۔ پھر جناب عبدالمطلب نے درخواست کی ”خدا یا! کیا اس کی قربانی تجھے مطلوب ہے یا اس کے بدلے میں سواونٹوں کی قربانی؟“ انہوں نے پھر عبد اللہ اور سواونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو قرعہ سواونٹوں پر نکل آیا اور انہوں نے عبد اللہ کی بجائے اونٹوں کی قربانی کر دی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ عبدالمطلب نے زمزم کی کھدائی میں جب اپنے مددگاروں کی کمی محسوس کی تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ ﷻ مجھ کو دس لڑکے عطا فرمائے اور میں ان کو دیکھ لوں تو پھر میں ان میں سے ایک کی قربانی کروں گا پھر جب ان کے دس لڑکے ہو گئے تو ان سب کو جمع کیا اور اپنی نذر کا واقعہ بیان کیا۔ سب نے کہا مناسب ہے آپ جس لڑکے سے چاہیں نذر کی تکمیل کریں۔ مگر انہوں نے قرعہ اندازی کی اور حضرت عبد اللہ کے نام قرعہ نکل آیا۔ پس وہ ان کو ہاتھ پکڑ کر قربان گاہ کی طرف لے چلے اور ان کے ساتھ چھری تھی۔ عبدالمطلب کی صاحبزادیاں رونے لگیں اور ان میں سے ایک نے کہا:

”آپ اپنے لخت جگر کے بدلے اپنے اونٹوں کو ذبح کر دیجئے جو حرم میں چھوٹے ہوئے ہیں۔ پھر عبدالمطلب نے حضرت عبد اللہ اور دس اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا۔ اس زمانہ میں آدمی کی دیث دس اونٹ تھی۔ نتیجے میں قرعہ جناب عبد اللہ کے نام نکلا۔ اس کے بعد وہ دس دس اونٹ بڑھاتے گئے اور قرعہ ڈالتے رہے مگر ہر مرتبہ عبد اللہ ہی کا نام نکلتا رہا۔ بالآخر دسویں مرتبہ میں سواونٹ اور عبد اللہ کے مابین قرعہ اندازی میں اونٹوں کے نام پر قرعہ نکلا اس موقع پر عبد اللہ نے تکبیر بلند کی اور دوسرے افراد نے ان کے ساتھ ہمنوائی کی اور سب اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا۔

سواونٹوں کی دیت کا طریقہ عرب میں پہلی بار عبدالمطلب ہی نے برتا اور پھر پورے عرب میں دیت کی یہی قیمت متعین ہو گئی اور الہی حکم سے چونکہ ممانعت بھی نہ ہوئی اس وجہ سے حضور ﷺ نے بھی اسے رد نہیں فرمایا۔

حاکم ابن جریر اور اموی رحمۃ اللہ علیہم نے اپنے ”مغازی“ میں براویت صناعی رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک دیہاتی نے آ کر کہا

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سرسبزی ناپید پانی خشک اہل و عیال تباہ اور مال ضائع ہو چکے ہیں۔ اے دو ذبیحوں کے فرزند! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی دیجئے۔“

اس بات کو سن کر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کسی ناگواری کا اظہار اور اعتراض نہ فرمایا: لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ”اے امیر المؤمنین! وہ دوزخ کون سے ہیں؟“ تو انہوں نے فرمایا: ”جناب عبدالمطلب کو جب زمزم کھودنے کا حکم فرمایا گیا تو انہوں نے نذرمانی کہ اگر یہ کام مجھ پر آسان ہو گیا تو اپنے بیٹوں میں سے کسی کی قربانی دوں گا۔ پھر جب وہ اس کی کھدائی سے فارغ ہوئے تو فرزندوں کے درمیان قرعہ اندازی کی اور جناب عبد اللہ کے نام قرعہ نکل آیا۔ اب انہوں نے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو ان کی ممانیاں جو بنی مخزوم سے تھیں مانع آئیں اور زور دیا کہ اپنے بیٹے کے عوض فدیہ دے کر اپنے خدا کو راضی کرو تو انہوں نے سوا ونٹوں کی قربانی دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ایک ذبیحہ ہوا اور دوسرا ذبیحہ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں۔“

حضور ﷺ کے خصائص ولادت

بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں سات یا آٹھ سال کی عمر کا ایک ہوش و گوش والا سمجھ دار بچہ تھا۔ میں نے سنہ مدینہ کا ایک یہودی صبح کے وقت اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑا ہوا اور پکار کر کہنے لگا: ”اے گروہ یہود! دیکھو۔“ آس پاس کے سارے یہودی جمع ہو گئے۔ میں سن رہا تھا ان لوگوں نے اس سے کہا: ”تیری خرابی ہو کیوں شور مچاتا ہے؟“ یہودی نے چھت پر سے کہا: ”احمد رضی اللہ عنہ کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کو آج رات میں کسی وقت پیدا ہونا ہے۔“

بیہقی، طبرانی، ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہم اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میری والدہ نے بتایا کہ میں اس رات میں حضرت آمنہ کے پاس تھی جس رات رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ میں گھر میں ہر طرف روشنی اور نور پاتی اور محسوس کرتی جیسے کہ ستارے قریب سے قریب تر ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ کیا یہ میرے اوپر گر پڑیں گے۔ پھر جب آمنہ نے وضع حمل کیا تو ایک نور برآمد ہوا جس سے کہ ہر شے روشن ہو گئی یہاں تک کہ میں نور کے سوا کچھ نہ دیکھتی تھی۔

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہم نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس وقت اللہ تعالیٰ کا عبد اور خاتم النبیین تھا جب کہ حضرت آدم

ﷺ ہنوز اپنے خمیر میں تھے اور میں تم لوگوں پر واضح کرتا ہوں کہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کی تعبیر ہوں اور انبیاء علیہم السلام کی مائیں ایسے ہی خواب دیکھا کرتی تھیں۔

بلاشبہ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ولادت حضور ﷺ کے وقت ایسے نور کو دیکھا جس سے ان پر شام کے محلات روشن ہو گئے۔

ابن سعد، امام احمد، طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہم نے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ کسی نے دریافت کیا: ”اے اللہ ﷺ کے رسول ﷺ! آپ اپنے ابتدائی حالات کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیے!“

تو حضور ﷺ نے بیان کیا کہ ”حضرت ابراہیم علیہ السلام نے میرے لئے دعا کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری بشارت دی اور میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان سے ایک نور نے طلوع فرمایا ہے۔ جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے ہیں۔ (حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بیان کیا اور صحیح کہا ہے)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ اصحاب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ انہوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اپنے بارے میں ہمیں کچھ بتائیے!“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اپنے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور وہ خواب ہوں جسے میری والدہ ماجدہ نے زمانہ حمل میں دیکھا کہ ان سے ایک نور نے طلوع فرمایا ہے جس سے تمام علاقہ شام منور ہو گیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ ”میں اس خواب کی تعبیر ہوں جسے میری ماں نے زمانہ حمل میں دیکھا۔“ تو یہ خواب زمانہ حمل میں واقع ہوا لیکن شب ولادت میں حضرت آمنہ نے جو شام کے محلات دیکھے وہ بہ حالت بیداری عینی مشاہدہ تھا۔

جیسا کہ ابن اسحاق رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضرت آمنہ بیان کرتی تھیں کہ زمانہ حمل میں بشارت دینے والے آتے رہے۔ کسی نے ان سے کہا: ”اے آمنہ! تم اس امت کے سردار سے حاملہ ہو اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جب وہ تمہارے بطن سے ظہور کرے گا تو اس کے ساتھ ہی ایک نور طلوع ہوگا جس سے شام تک کے محلات روشن ہو جائیں گے اور جب وہ ماہ لقا پیدا ہو جائے تو اس کا نام محمد (ﷺ) رکھنا۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جب میں حاملہ ہوئی تو میں نے وضع حمل تک کسی قسم کی گرانی اور تکلیف محسوس نہ

کی۔ پھر جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو ساتھ ہی ایک روشنی اور نور پھیل گیا۔ جس سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز روشن ہو گئی۔ پھر حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائی اس کے بعد مٹھی میں مٹی کو لے کر سرمباک آسمان کی جانب اٹھایا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت ثور بن یزید رحمۃ اللہ علیہ ابو العجفاء ؓ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب والدہ نے مجھے جنم دیا تو انہوں نے ایک شعاع نور کی آمد سے بصرہ کے محلات تک دیکھ لئے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت عطاء بن یسار ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضرت آمنہ سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ شب ولادت جب مجھ سے حضور ﷺ پیدا ہوئے تو میں نے ایک نور دیکھا جس سے محلاتِ شام روشن ہو گئے اور میں نے ان (محلات) کو دیکھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت بریدہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی دایہ بائیں سے تھیں ان سے روایت کی کہ آمنہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا گویا میرے بطن سے ایک شعاع برآمد ہوئی ہے اور جس سے ساری زمین منور ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ میں نے شام کے محلات اور قصور کو دیکھ لیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت عمرو بن عاصم کلابی ؓ روایت کی کہ ہم سے ہام بن یحییٰ از اسحاق بن عبد اللہ ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ فرماتی تھیں کہ حضور ﷺ کی ولادت کے وقت میرے بطن سے نور کا ظہور ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اور حضور ﷺ پاک و صاف پیدا ہوئے یعنی آپ کے ساتھ کوئی آلودگی نہ تھی اور جب آپ ﷺ کو زمین پر رکھا تو آپ ﷺ اپنے دست مبارک کے سہارے بیٹھ گئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں معاذ عمری رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی کہ ہم سے ابن عون رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قبٹیہ رضی اللہ عنہما کے حوالے سے ولادتِ حضور ﷺ کے سلسلے میں یہ حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے فرمایا: کہ میں نے محسوس کیا کہ گویا مجھ سے شہاب برآمد ہوا جس سے ساری زمین روشن ہو گئی ہے۔

حسان بن عطیہ ؓ سے ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ حضور ﷺ نے اپنی اولاد کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھا اور پھر اوپر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔

۱۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی دایہ کا نام نامی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا تھا وہ قبیلہ بنی سعد سے تھیں۔ حضور ﷺ کو رضاعت کے لئے جب یہ لے کر اپنے گھر پہنچیں تو گھر میں یکبارگی خیر و برکت آ گئی۔ سب لوگ حیران تھے۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے دبلے جانور فریہ ہو گئے۔ جو دودھ نہیں دیتے تھے دودھ دینے لگے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت موسیٰ بن عبید اللہ سے اور انہوں نے اپنے بھائی سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو پیدائش کے بعد زمین پر رکھا گیا تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ ٹیکے اور سر کو آسمان کی طرف اٹھایا اور دست مبارک میں مٹی لی۔ جب بنی لہب کے ایک شخص کو اس بات کی خبر ملی تو اس نے کہا اگر راوی سچا ہے تو یہ نومولود روئے زمین پر غالب ہوگا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمن بن عوف اللہ سے اور انہوں نے اپنی والدہ الشفاء بنت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو وہ میرے ہاتھوں میں آئے اور رونے لگے اس وقت میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا:

”رَحِمَكَ اللَّهُ وَرَحِمَكَ رَبُّكَ“۔ الشفاء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ پر مشرق و مغرب کی ہر چیز روشن ہو گئی حتیٰ کہ میں نے روم کے کچھ محلات کو دیکھا۔ وہ بیان کرتی ہیں اس کے بعد میں نے آپ کو لباس پہنایا اور لٹا دیا۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ میرے جسم کے دائیں حصہ پر ایک لرزش طاری ہو گئی اور وہ تاریکی میں ڈوب گیا اس وقت میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا۔ تم حضور ﷺ کو کہاں لے گئے تھے کسی نے جواب دیا مشرب کی طرف۔ اس کے بعد میری حالت درست ہو گئی۔ مگر تھوڑی دیر بعد دوبارہ میری بائیں طرف ویسی ہی کیفیت ہو گئی جیسی دائیں طرف ہوئی تھی۔ ایک ظلمت اور ارتعاش طاری ہو گیا۔ پھر میں نے سنا تم حضور ﷺ کو کہاں لے گئے تھے؟ دوسرے نے جواب دیا مشرق کی جانب۔ الشفاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے یہ واقعہ ہمیشہ یاد رکھا یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا اور میں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن قتیبہ اللہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا میں نے اپنے والد سے سنا ہے اور وہ علوم کے مخزن تھے کہ جب حضرت آمنہ کے یہاں ولادت کا وقت قریب ہوا۔ تو اللہ ﷻ نے حکم دیا: آسمانوں اور جنتوں کے تمام دروازے کھول دو اور فرشتوں کا ارتقاع بڑھ گیا سمندر کی سطح گہری اور دریا کی روانی تیز ہو گئی۔ شیطان ملعون کو ستر طوقوں میں جکڑ کر بحر عمیق میں الٹا کر کے ڈال دیا گیا اور اس کی ذریات و نیز سرکش جنوں کو پابہ زنجیر کر کے بند کر دیا گیا۔ آفتاب عالم تاب کو نور عظیم کا لباس پہنایا گیا اور ستر ہزار حوریں خلاء میں اس کے سر پر استادہ کی گئیں جو کہ ولادت رسول ﷺ کا انتظار کر رہی تھیں اور اس سال سارے جہان کی عورتوں کے لئے بہ حرمت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حکم دیا کہ اولادِ زینہ سے حاملہ ہوں اور کوئی درخت ایسا نہ تھا جس میں پھل نہ آیا ہو۔ کسی قسم کا خوف نہ

۱۔ احادیث میں ہے کہ شب میلاد مبارک عالم ملکوت میں ندا کی گئی کہ سارے جہان کو انوارِ قدس سے منور کر دو اور زمین و آسمان کے تمام فرشتے خوشی سے جھوم اٹھے اور رضواں کو حکم ہوا کہ فردوسِ اعلیٰ کو کھول دے اور سارے جہان کو خوشبوؤں سے معطر کر دے۔

تھا اور دور دراز علاقوں میں عافیت تھی اور امن۔

جب حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو سعادت کی بارشیں ہونے لگیں۔ ظلمت اور تاریکیاں چھٹ گئیں اور سارا جہان نزہت و نور سے معمور ہو گیا۔ ملائکہ آپس میں مبارکیاں دینے لگے اور ہر آسمان میں ایک ستون زبرجد کا قائم کیا گیا اور ولادت سعادت کی بدولت نور افشاں کر دیا گیا۔ آسمانوں میں یہ ستون مشہور و معروف ہیں اور معراج کے سفر آسمانی میں رسول اللہ ﷺ نے انہیں دیکھا اور فرمایا:

کہ یہ ستون میری ولادت کی خوشی میں قائم کئے گئے اور جس رات میں سید الانبیاء ﷺ کی ولادت ہوئی اللہ ﷻ نے حوض کوثر کے کناروں پر مشک اذخر سے معطر ستر ہزار درخت اگائے اور ان کے پھلوں کی خوشبو کو اہل جنت کے لئے بھور بنایا۔ اس روز تمام آسمان والے اللہ ﷻ سے سلامتی کی دعائیں مانگتے تھے اور تمام بت اورندھے گر پڑے، لیکن لات و عزریٰ کا یہ حال تھا کہ وہ دونوں اپنے اپنے مقامات سے بحکم رب اٹھ کر نکل آئے تھے اور کہتے تھے۔ قریش کا بھلا ہوان کے یہاں امین آگئے ان میں صدیق تشریف لے آئے اور قریش نہیں جانتے کہ انہیں کیا مصیبت پہنچی ہے۔

خانہ کعبہ کا یہ حال تھا کہ بہت دنوں تک لوگوں نے اس سے یہ آواز سنی اب اللہ ﷻ میرے نور کو لوٹا دے گا اور جوق در جوق توحید پرست میری زیارت کو آئیں گے۔ اب اللہ ﷻ مجھ کو جاہلیت سے پاک کر دے گا۔ اے عزریٰ تو ہلاک ہو گیا اور تین شب و روز بیت اللہ کا زلزلہ نہ رکا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی علامات حمل میں سے ایک یہ ہے کہ اس رات قریش کا ہر پڑ و زدہ چوپایہ گویا ہوا: ”رب کعبہ کی قسم! آج کی رات رسول اللہ ﷺ حمل میں آئے اور اہل دنیا کی امان اور ان کے آفتاب ہیں۔“

نہ صرف قریشی کا ہن بلکہ تمام جزیرہ نمائے عرب کے کاہن اپنی کہانت اور فنی کمال سے متعزّا ہو گئے اور دنیاوی بادشاہوں کا کوئی تخت نہ تھا جو اونڈھانہ پایا گیا ہو اور ہر بادشاہ گونگا ہو گیا تھا اور اس دن وہ بولنے سے قاصر تھا اور مشرق کے چرند و پرند مغرب کے جانوروں کے پاس مژدہ اور مبارکی

۱۔ قارئین کرام! یہ محسوس کریں گے کہ ذکر ولادت مبارک کے بعد زمانہ حمل کے بیان کی کیا گنجائش رہتی ہے۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ حضرت منصف علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز اور اسلوب بیان ہی ایسا ہے کہ وہ ایک مضمون کے تحت تمام واقعات اور جس قدر حوالے ان کو مل جاتے ہیں۔ ان کو بیان کرتے ہوئے آگے گزر جاتے ہیں اور جب وہ ایسے تمام شواہد یا دلائل کو پیش کر چکے ہیں تو پھر اصل موضوع پر آ جاتے ہیں۔ یہاں بھی کچھ ایسا ہوا ہے اس فصل کو آپ نے استقرار حمل سے شروع کیا تھا اور وہ ولادت پر ختم ہوئی تھی۔ لہذا ذکر ولادت کے بعد پھر اصل موضوع کی بقیہ روایات کو پیش کرنا شروع کر دیا۔

لے کر گئے اور یہی عمل آبی جانوروں کا تھا۔ حمل کے ہر ماہ کے اختتام پر زمین و آسمان دونوں پر یہ ندا تھی ”مژدہ ہو کہ نبی آخر کی ولادت کی گھڑی نزدیک آگئی، وہ زمین پر امن و مبارکی کے لئے ضمانت بن کر تشریف لانے والے ہیں۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور ﷺ حمل میں کامل نو ماہ رہے، حضرت آمنہ نے اس عرصہ کوئی گرائی، تکلف، بدمزگی یا اسی طرح کی کوئی دوسری شکایت جو ان ایام میں عموماً خواتین کو لاحق ہو جاتی ہیں، محسوس نہیں کی اور حضرت عبداللہ نے اسی دوران وفات پائی جب کہ آپ ﷺ منزلِ حمل ہی میں تھے۔ فرشتوں نے جناب باری میں عرض کی: ”اے ہمارے معبود! انبیاء علیہم السلام کا سردار اور تیرا نبی ﷺ یتیم ہو گیا۔“ حق تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”ہم ان کے محافظ، مددگار اور والی ہیں۔“ ان پر صلوٰۃ و سلام پڑھو اور ان کے لئے برکتیں طلب کرو اور ان کے لئے دعائیں مانگو۔ وَصَلَوۡهُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ مَلَائِکَتِہٖ وَ النَّبِیِّیۡنَ وَ الصِّدِّیْقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصَّالِحِیۡنَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بَرَکَاتُہٗ وَ سَلَامُہٗ۔

اللہ ﷻ نے میلادِ شریف کی رات تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت آمنہ خود ذکر کرتیں کہ مدتِ حمل میں جب چھ ماہ گزر گئے تو میرے پاس کوئی آیا اور اس نے بہ حالتِ خواب مجھے اپنے پاؤں سے دبایا اور کہا: ”اے آمنہ! تمہارا محمول سارے جہان سے افضل ہے جب ولادت ہو تو محمد ﷺ نام رکھنا۔“

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ذکر فرمایا کرتیں کہ جب وقت آیا اور مجھے وہ کیفیت لاحق ہوئی جو وضعِ حمل کے وقت عورتوں کو ہوتی ہے اور گھر کے افراد کو بھی معلوم نہ ہوا تھا، کہ دفعۃً میں نے ایک ہیبت ناک آواز کو سنا جس کی وجہ سے میں خوف زدہ ہو گئی۔ اس کے بعد ایک عجیب شے جس کو میں سفید پرندے کے بازو سے تشبیہ دے سکتی ہوں نمودار ہوا اور اس نے میرے دل کو ملا، جس سے وہ خوف و ہراس اور وہ جو تکلیف دے سکتی اور میں اسے پاتی تھی دور ہو گئی۔ پھر میں نے رُخ پھیر کر دیکھا تو ایک دودھ کا پیالہ نمودار ہوا، مجھے پیاس تھی میں نے اسے پی لیا پھر مجھ سے ایک بلند نور چمکا اس کے بعد میں نے چند ایسی دراز قد عورتوں کو دیکھا جیسے کہ وہ عبد مناف کی بیٹیاں ہوں۔ انہوں نے مجھے اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ میں اس پر تعجب ہی کر رہی تھی کہ میں نے دیکھا آسمان وزمین کے درمیان سفید فرش بچھایا گیا اور کسی نے کہا۔ اس نومولود کو لوگوں کی آنکھوں سے بچاؤ۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کچھ مرد فضا میں اپنے ہاتھوں میں چاندی کے برتن لئے کھڑے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ پرندوں کی ایک ٹکڑی میرے روبرو آئی پھر انہوں نے میری گود کو

ڈھانپ لیا۔ ان پرندوں کی چونچ زمر کی اور بازو یا قوت کے تھے۔ اس وقت اللہ ﷻ نے میری آنکھوں سے حجابات بالکل دور فرمادیے۔ میں نے اس وقت دنیا کے مشارق و مغارب کا معائنہ کیا، میں نے دیکھا تین جھنڈے نصب کئے گئے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر نصب کیا۔ اس وقت مجھے دُرّ و زہّ ہوا اور حضور ﷺ پیدا ہوئے۔ ولادت کے بعد میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ سجدے کی حالت میں ہیں اور انگلیوں کو اس طرح اٹھائے ہوئے ہیں جیسے کوئی گریہ وزاری کرنے والا اٹھاتا ہے۔ پھر میں نے سفید اُبر دیکھا جو آسمان کی جانب سے آرہا تھا یہاں تک کہ اس نے آپ ﷺ کو مجھ سے رُوپوش کر لیا۔ پھر وہ غائب ہو گیا۔ پھر میں نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا:

”محمد (ﷺ) کو زمین کے مشارق و مغارب میں لے جاؤ اور سمندروں کی سیر کراؤ تا کہ وہ سب آپ کے نام نامی اوصاف گرامی اور صورت گرامی کو پہچان لیں اور جان لیں کہ آپ ﷺ کا اسم گرامی اور نام نامی دریاؤں میں ”ماحی“ رقم کیا گیا ہے۔ کیونکہ شرک اور اس کے لوازمات و اسباب کو آپ کے زمانے میں مٹا دیا جائے گا۔“ پھر وہ اُبر جلد ہی آپ سے ہٹ گیا اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ سفید اون کے کپڑے میں ملبوس ہیں اور آپ کے نیچے سبز حریر کا بچھونا ہے اور آپ آبدار موتیوں کی تین کنجیاں ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں۔ اس وقت کسی کہنے والے نے کہا: ”محمد (ﷺ) نے نصرت غلبہ اور نبوت کی کنجیاں دست مبارک میں لے رکھی ہیں۔“

اس کے بعد ایک اور اُبر سامنے آیا۔ اس میں گھوڑوں کے ہنہانے اور پرندوں کے بازوؤں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہاں تک کہ اس نے بھی آپ ﷺ کو مجھ سے پوشیدہ کر دیا اور آپ میری نظر سے اوجھل ہو گئے۔ میں نے منادی کو نداء کرتے سنا کہ ”محمد ﷺ کو مشرق و غرب اور انبیاء علیہم السلام کی مولدات پر لے جاؤ اور آپ کے حضور جن و انس اور وحوش و طیور کی روحوں کو پیش کرو اور آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کی صفا، حضرت نوح علیہ السلام کی رقت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان، حضرت یعقوب علیہ السلام کی مسرت، حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال، حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز، حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یحییٰ کا زہد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کرم عطا کرو اور تمام نبیوں کے اخلاق حمیدہ اور فضائل جلیلہ سے آراستہ کر دو۔“ علیہم السلام۔

اس کے بعد وہ اُبر چھٹ گیا اور میں نے آپ ﷺ کو موجود پایا۔ آپ ﷺ لیٹے ہوئے سبز حریر

۱۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے سرور کائنات ﷺ کے نام ہائے نامی اور اسم ہائے گرامی اپنی تصنیف مدارج النبوت (جلد دوم) میں دیئے ہیں۔

کو تھامے ہوئے تھے۔ پھر کسی کو کہتے سنا کہ خوشی ہے خوشی ہے محمد ﷺ نے تمام دنیا کو تھامے رکھا ہے اور کوئی مخلوق نہیں جو آپ کے حلقہ نبوت سے باہر ہو۔

بعد ازاں میں نے دیکھا کہ تین افراد ہیں ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ دوسرے کے ہاتھ میں سبز مزد کا ٹپشت اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر تھا۔ اس نے اس حریر کا سر اکھولا اور ایک انگٹھی نکالی جس کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ پھر اس آفتابے سے آپ ﷺ کو سات مرتبہ غسل دیا اور دونوں شانوں کے درمیان اس انگٹھری سے مہر لگائی اور حریر میں آپ کو لپیٹ دیا۔ پھر آپ کو اٹھایا اور کچھ دیر اپنے بازوؤں میں رکھ کر میری طرف بڑھا دیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند ضعیف ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ میرے بھائی عبداللہ جب پیدا ہوئے جو ہم سے چھوٹے تھے تو ان کا چہرہ اس قدر نورانی تھا گویا کہ وہ ایک آفتاب تھا درخشاں اور تاباں یہ دیکھ کر حضرت عبدالمطلب نے کہا: ”یہ فرزند عجیب شان والا ہوگا۔“ اور میں نے خواب میں دیکھا کہ ”ان کے نتھنے سے ایک سفید پرندہ نکل کر اڑ رہا ہے اور وہ مشرق و مغرب کی حدوں تک پہنچ کر واپس ہوا اور خانہ کعبہ پر آ کر بیٹھا اور تمام قریش نے اس کے آگے سجدہ کیا۔ پھر وہ آسمان و زمین کے درمیان فضا میں اور دور و دراز خلاء میں اڑتا رہا۔“

میں بنی مخزوم کی کاہنہ کے پاس گیا اور اس سے خواب بیان کیا۔ جس کو سن کر اس نے کہا اگر واقعی تمہارا خواب یہی ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ عبداللہ کے فرزند پیدا ہوگا اور مشرق سے مغرب تک لوگ اس کا اتباع کریں گے۔

پھر جب آمنہ نے حضور ﷺ کو تولید کیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ ”تم نے حضور ﷺ کی ولادت کے موقع پر کیا کیا دیکھا؟“ انہوں نے جواب دیا۔ مجھے درِ زہ ہوا اور تکلیف زیادہ ہوگئی اس وقت میں نے ایسی آوازیں سنیں جو آدمیوں کے کلام سے مشابہ تھیں اور میں نے ایک جھنڈا دیکھا جو یاقوت کی لکڑی پر تھا جسے زمین و آسمان کے درمیان نصب کر دیا گیا اور میں نے اس کے سرے پر ایک ایسا نور دیکھا جو آسمان تک پہنچ رہا تھا اور میں نے شام کے تمام محلات دیکھے جو مثل شعلہ آتش فروزاں تھے اور میں نے اپنے قریب قطاء کا غول دیکھا جو حضور ﷺ کو سجدہ کر رہا تھا اور آپ ﷺ پر اپنے بازوؤں کو پھیلا رہا تھا اور میں نے سعیر الدیہ کی تابعہ کو دیکھا جو کہتی گزری کہ تمہارے اس فرزند کی بدولت بت پرستی اور کہانت جاتی رہی اور یہ سعیرہ ہلاک ہوگئی۔ بتوں کی خرابی و رسوائی ہو۔

۱۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دو سال بڑے تھے۔ اس لئے سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر ایسے امور ان سے سرزد ہونا مثلاً کاہنہ کے پاس جانا اور خواب کی تعبیر لینا یا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے کیفیت ولادت کو دریافت کرنا ناممکن ہے کہ یہ روایات ضعیف اور صحت سے دور ہیں۔ اس قسم کے دوسرے عجائبات و مشاہدات دوسری مستند روایات سے ثابت ہیں۔

اور میں نے ایک جوان کو دیکھا جو قد کی درازی اور رنگ و روپ میں کامل ترین شخص تھا۔ اس نے مجھ سے بچہ کو لیا اور اس کے منہ میں لعاب ڈالا۔ اس کے ساتھ سونے کا طشت تھا تو اس نے اس کے سینہ کو چاک کیا اور آپ کے قلب کو نکالا پھر قلب کو بھی چاک کیا اور ایک سیاہ نقطہ اس میں سے نکال کر پھینک دیا۔ اس کے بعد سبز حریر کی ایک تھیلی نکالی اسے کھولا اور اس میں سے سفید سفوف سا نکالا اور آپ ﷺ کے دل میں بھر دیا اس کے بعد سفید حریر کی تھیلی کھول کر اس میں سے مہر نکالی اور آپ کے دونوں شانوں کے درمیان انڈے کے مانند مہر کی اور آپ کو قمیض پہنا دی۔ یہ ہیں وہ عجیب و غریب امور جو میرے مشاہدے سے گزرے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بیان اور پہلے کے دونوں بیانات میں تناقض موجود ہے اور میں نے اس کتاب میں اس سے زیادہ شدید منکر روایت کوئی بھی بیان نہیں کی ہے۔ بلاشبہ اس کو بیان اور نقل کرنے کے لئے میری طبیعت میں انتقباض تھا۔ لیکن میں نے اس موقع پر حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت کی ہے۔

حافظ ابو زکریا یحییٰ بن عائد رحمۃ اللہ علیہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جناب آمنہ حضور ﷺ کی ولادت کے سلسلے میں بتایا کرتی تھیں کہ میں نے بہت سے عجائب دیکھے ہیں۔ میں حیران اور متعجب ہی تھی کہ ایک مرتبہ تین اشخاص نمودار ہوئے۔ میں نے گمان کیا کہ ان کے چہروں کے درمیان آفتاب طلوع ہو رہا ہے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتاب دوسرے کے ہاتھ میں مشک نافہ تیسرے کے ہاتھ میں سبز مرد کا طشت جس کے چار کونے تھے اور ہر کونے پر سفید موتی تھا۔ کسی کہنے والے نے کہا یہ دنیا ہے اور یہ ان کی مشرق و مغرب اور خشکی و تری ہے۔ تو اے اللہ کے حبیب اس کے جس کنارے کو آپ چاہیں تھام لیں۔ جناب آمنہ فرماتی ہیں میں نے رخ پھیرا کہ دیکھوں حضور ﷺ نے کون سا کونا پکڑا ہے۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ نے اس کے وسط میں سے پکڑا ہے۔ اس وقت کسی نے کہا قسم ہے رب کعبہ کی حضور ﷺ نے کعبہ کو پکڑا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ بلاشبہ اللہ ﷻ حضور ﷺ کے لئے کعبہ کو قبلہ اور برکت والا مسکن بنا چکا ہے۔

میں نے تیسرے شخص کے ہاتھ کو دیکھا اس پر حریر اسی طرح لپٹا ہوا تھا۔ پھر اس نے اسے کھولا تو اس میں سے ایسی مہر نکلی جس سے دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں پھر وہ میرے پاس آیا اور طشت والے شخص کو حرکت ہوئی اور اس نے حضور ﷺ کو آفتاب سے سات مرتبہ غسل دیا اور پھر

۱۔ ایک دوسرے سے متضاد اور خلاف ہیں

۲۔ کہ حافظ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ”حلیہ“ میں ان روایات کو بیان کیا ہے۔

حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی اور حضور ﷺ کو اس حریر میں لپیٹا جس میں مشک اذخر کا ڈورا تھا اور اٹھا کر ایک گھڑی اپنے بازو میں لیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ شخص رضوانِ محافظِ جنت تھے اور انہوں نے آپ کے کان میں ایسی بات کہی جس کو حضرت آمنہ فرماتی ہیں، میں نہ سمجھ سکی اور کہا: ”اے محمد ﷺ! آپ کو بشارت ہو، تمام نبیوں کے علوم آپ کو عطا کئے گئے۔ آپ اعتبارِ علم ان سے زیادہ اور بہ لحاظ شجاعت آپ ان سب سے اشیع ہیں۔ آپ کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں۔ بلاشبہ آپ کو خوف و رعب کا لباس پہنایا گیا ہے۔ جو بھی آپ ﷺ کا ذکر سنے گا اس کا قلب مضطرب ہو جائے گا اور اس کا دل خوف زدہ ہوگا۔ اے خلیفۃ اللہ ﷺ! اگرچہ اس نے آپ کو نہ دیکھا ہو۔“

ابن وحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”تنویر“ میں کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ابن سعد حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ علیہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک یہودی تاجر مکہ میں رہتا تھا۔ حضور ﷺ کی شبِ ولادت اس یہودی نے قریش کی مجلس میں کہا: ”اے گروہ قریش! کیا آج رات تمہارے یہاں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے؟“ قریش نے جواب دیا: ”ہمیں نہیں معلوم۔“ اس نے کہا دریافت کرو اور میں جو بات تمہیں بتاتا ہوں اسے یاد رکھنا۔

”آج رات اس آخری امت کا نبی پیدا ہونے والا ہے اس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک علامت ہے جس پر کثرت سے بال ہیں گویا کہ وہ گھوڑے کا ایال ہے۔ وہ بچہ دو راتوں تک دودھ نہ پئے گا کیونکہ ایک عفریت جتنی نے اس کے منہ میں انگلی ڈال دی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دودھ پینے سے روک دیئے گئے ہیں۔“ پھر قریش کی مجلس برخواست ہو گئی اور وہ لوگ یہودی کی باتوں پر متعجب تھے۔ وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو تقریباً سب ہی نے اس بات کا گھر والوں سے تعجب اور حیرانی کے ساتھ ذکر کیا۔ اسی طرح ہر طرف چرچا ہونے کے بعد کسی نے بتایا کہ آج رات ایک لڑکا عبد اللہ مرحوم کے گھر پیدا ہوا ہے اس کا نام انہوں نے محمد ﷺ رکھا ہے۔ پھر اہل قریش نے اس یہودی سے ملاقات کی اور اس کو بتایا یہودی نے کہا: میرے ساتھ چلو تا کہ میں اس بچہ کو دیکھ کر شناخت کروں۔

وہ آئے اور حضرت آمنہ سے عرض کیا کہ بچے کو دیکھیں گے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو ان لوگوں کی گود میں دے دیا۔ یہودی نے کپڑا اٹھا کر اس علامت کو دیکھا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور جب اس کی حالت درست ہوئی تو قریش نے کہا ہم کو تمہاری تکلیف پر افسوس ہے ہم پریشان ہیں کہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا؟ یہودی نے کہا بنی اسرائیل سے نبوت جاتی رہی۔

اے قبائل قریش! کیا تم اس بچہ کی ولادت سے خوش ہو رہے ہو۔ خبردار ہو جاؤ کہ یہ فرزند تم

پر اس طرح غلبہ کرے گا کہ آفاق میں تمہارے بجائے اس فرزند کا ہر طرف شہرہ ہوگا۔

بیہقی وابن عسا کر ابو الحکم تنوخی رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کی انہوں نے کہا: قریش میں دستور تھا کہ ان کے یہاں جب ولادت ہوتی تو صبح عورتیں نو مولود بچہ کے سر پر ہانڈی رکھتیں۔ اسی دستور کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو عبدالمطلب نے آپ کو عورتوں کے سپرد کر دیا کہ وہ رسم کے مطابق ہانڈی رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے ہانڈی رکھی تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ رُخ اوپر کو ہے اور آسمان کی جانب نگاہیں اٹھی ہوئی ہیں۔ انہوں نے آ کر عبدالمطلب سے کہا ہم نے ایسا بچہ نہیں دیکھا کہ جس کے ساتھ ایسی صورت واقع ہوئی ہو عبدالمطلب نے جواب دیا۔ تم لوگ یاد رکھو اور مجھے امید ہے کہ یہ بچہ خیر و فلاح کو پہنچے گا۔

جب ساتواں روز ہوا اور عبدالمطلب نے (عقیقہ میں) قربانی کی اور برادری کو کھانے پر بلایا تو کھانے سے فراغت کے بعد انہوں نے کہا:

”اے سردار (مطلب!) آپ نے اپنے پوتے کا کیا نام رکھا ہے؟“

عبدالمطلب نے بتایا: ”میں نے اس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے۔“

قریشی مہمانوں نے کہا: ”اپنے ہاں خاندانی ناموں سے آپ نے کیوں انحراف کیا؟“ فرمایا: ”میری خواہش ہے کہ اللہ ﷻ نے آسمانوں میں اس کی مدح فرمائے اور زمین پر مخلوق اس کی مدح کرے۔“

ابونعیم اور ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہما نے بہ روایت مسیب بن شریک رحمۃ اللہ علیہ روایت کی کہ شام کے علاقہ میں بمقام مرا الظہر ان ایک راہب تھا جس کا نام عیسیٰ تھا۔ اللہ ﷻ نے اسے علم کثیر سے نوازا تھا وہ مکہ آیا اور اس نے لوگوں سے ملاقات کے دوران کہا۔ عنقریب تمہاری سرزمین سے ایک فرزند پیدا ہوگا جس کی تمام عرب و عجم والے پیروی کریں گے۔ تو جو لوگ اس کے عہد اور دعوت کو پائیں اور قبول کریں وہ راہ یافتہ اور فلاح یاب ہوں گے اور جنہوں نے اس کی مخالفت کی اور رہنمائی سے گریز کیا، لا ریب وہ خسران (گھائے) میں رہیں گے۔ میں دنیاوی راحت و آرام اور وطنی ماحول اور اپنی سر زمین کو چھوڑ کر محنت و تکلیف اور بھوک و پیاس اور اجنبی ماحول میں صرف اسی کی طلب و جستجو میں آیا ہوں۔ اس کا یہ معمول بن گیا تھا کہ مکہ میں خاندان قریش کے اندر جو نو مولود بچہ ہوتا وہ اس کے بارے میں دریافت کرتا اور جب حضور ﷺ کی علامات نہ پاتا تو اکثر کہا کرتا، وہ فرزند جلیل ہنوز تشریف نہیں لایا۔

جب رسالت مآب ﷺ کی جلوہ فرمائی ہوئی تو اسی صبح عبدالمطلب عیسیٰ راہب کے صومعہ

پر آئے اور آواز دی۔ اس نے نام پوچھا اور پھر نکل کر آیا اور کہا: ”اے عبدالمطلب تم ہی اس فرزند ارجمند کے دادا ہو جس کی ولادت کے بارے میں میں تم سے باتیں کیا کرتا تھا۔ وہ دوشنبہ کو پیدا ہوا اسی دن بعثت کا اعلان کرے گا اور اسی دن اس جہان سے رحلت اور کوچ فرمائے گا۔ بلاشبہ آج رات ہی اس کا ستارہ طلوع ہوا ہے۔ اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اس وقت درد میں ہے اور یہ شکایت تین دن رہے گی۔ پھر وہ صحت مند ہو جائے گا۔ تم اپنے آپ کو قابو میں رکھنا اس لئے کہ جس قدر حسد لوگ اس فرزند کے ساتھ کریں گے اس کی مثال نہیں ملے گی اور جیسی مخالفت اور مزاحمت لوگ اس کے ساتھ کریں گے ویسی مخالفت کسی کے ساتھ نہ ہوئی ہوگی۔“

عبدالمطلب نے پوچھا: ”اس بچہ کی عمر کتنی ہوگی؟“

راہب نے جواب دیا: ”اس کی عمر کم ہو یا زیادہ ستر کو نہیں پہنچے گی۔ اس کی عمر کے لئے سالوں کی گنتی طاق پر ہوگی۔ انسٹھ، اکسٹھ یا تریسٹھ برس اس کی امت کی عمریں ہوں گی۔“ راوی کا قول ہے کہ حضور ﷺ عاشورہ محرم کے دن حمل میں آئے اور ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ جب کوئی بچہ رات میں پیدا ہوتا تو اسے کسی برتن سے ڈھانپ دیتے تھے اور رات میں اس کو نہ دیکھتے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ ﷺ کو بھی ایک ہانڈی میں رکھ دیا گیا۔ صبح ہونے پر دیکھا کہ ہانڈی کے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں اور آپ ﷺ کی نگاہیں آسمان کی جانب ہیں یہ دیکھ کر سب نے تعجب و حیرت کا اظہار کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کو بنی بکر کی ایک عورت کے پاس دودھ پلانے کے لئے بھیج دیا گیا۔ جب عورت نے آپ کو دودھ پلایا تو اس کے یہاں ہر طرف سے خیر و برکت داخل ہو گئی۔ اس کے یہاں کسب معاش کے لئے بکریاں تھیں اللہ ﷻ نے ان میں برکت دی اور وہ بہت زیادہ ہو گئیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے داؤد بن ابی ہند رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو تمام اونچے نیچے روشن ہو گئے اور جب آپ ﷺ کو زمین پر رکھا گیا تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے زمین پر سہارا لیا اور آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کر دیکھنے لگے جب آپ ﷺ پر ہانڈی لوٹی گئی تو وہ پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔

۱۔ عیسیٰ راہب کی یہ تمام پیشگوئیاں درست ثابت ہوئیں کہ اس نے انجیل کی بشارتوں کے مطابق یہ باتیں حضرت عبدالمطلب کو بتائی تھیں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ دنیا میں تشریف فرما ہو گئے اور آپ ﷺ پر ہانڈی لوٹی گئی تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں میں نے آپ ﷺ کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ آپ چشم مبارک کھولے آسمان کی طرف نظارہ کناں ہیں۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو ساری زمین نور سے منور ہو گئی اور ابلیس نے کہا آج کی رات ایک فرزند ایسا پیدا ہوا ہے جو ہمارے کاموں کو خراب کر دے گا۔ اس پر اس کی ذریعات نے کہا۔ جب تو اس کے پاس جائے تو اس کے فہم و دانش کو متاثر اور خراب کر دینا۔ چنانچہ وہ حضور ﷺ کے قرین ہونے ہی والا تھا کہ اللہ ﷻ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے ٹھوکر رسید کی اور وہ ملک عدن میں جا گرا۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے معروف بن خربوذ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابلیس ساتوں آسمانوں میں چلا جایا کرتا تھا مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو تین آسمانوں سے روک دیا گیا پھر وہ چار آسمانوں تک جاتا رہا لیکن جب رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو ساتوں آسمانوں سے روک دیا گیا۔ راوی حدیث معروف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضور ﷺ پیر کے دن طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے۔

بیہقی، ابو نعیم اور خرائطی رحمہم اللہ ”الہوائف“ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت ابو ایوب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب حضور ﷺ کی شب ولادت آئی تو کسریٰ کے محل پر زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتشکدہ ایران بجھ گیا جس کی آتش ہزار سال سے زائد سے فروزاں اور مشتعل تھی اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو کسریٰ سخت پریشان اور متاثر تھا مگر اس نے اخفائے حال کے لئے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا اور اس عجیب و غریب واقعہ کے بعد بس اس نے اتنا کیا کہ تاج پہن کر تخت سلطنت پر بیٹھا اور تمام وزراء کو رات کی وہ شدنی کیفیت بتائی۔ اسی اثناء میں ایک شخص خط لے کر آیا۔ جس میں از خود آتش خانہ کے سرد ہو جانے کی اطلاع تھی۔ اس کے بعد کسریٰ کا فکر دو چند ہو گیا۔ اس کے علاوہ موبدان مجوسی عالم نے کہا یزداں آپ کے ملک و سلطنت کو قائم و دائم رکھے۔ آج رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ:

”سخت اونٹوں کو عربی گھوڑے کھینچ رہے ہیں اور دریائے دجلہ کٹ کر اپنے شہروں میں پھیل گیا ہے۔“

کسریٰ نے پوچھا: ”اے محترم موبدان! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟“ اس نے جواب دیا:

۱۔ مفسرین کے تیسرے طبقہ سے آپ کا تعلق ہے مگر آپ کو مفسرین میں دوسرا درجہ دیا گیا ہے۔ سنہ ۳۲۰ سال وصال ہے۔

عرب کے کسی گوشے سے کوئی غیر معمولی بات ہونے والی ہے۔

اس کے بعد کسریٰ نے نعمان بن النعمان کو خط لکھا کہ:

”میرے پاس کسی ایسے جاننے والے واقف کار کو بھیجو کہ اس سے جو کچھ میں چاہوں دریافت کر سکوں۔“ نعمان نے اس کے پاس عبدالمسیح بن عمرو بن حسان غسانی کو بھیجا۔ جب وہ کسریٰ کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا ”کیا تم ایک صاحب بصیرت شخص ہو؟ کہ میں تم سے سوال کروں؟“ عبدالمسیح نے جواب دیا: ”اے شہنشاہ فارس! دریافت کیجئے مجھے معلوم ہوا تو میں بتا دوں گا ورنہ اس شخص کی نشان دہی کر دوں گا جو اسے جانتا ہوگا۔“

اس کے بعد بادشاہ نے سارا حال بیان کیا جس کو سن کر عبدالمسیح نے کہا: ”اس بارے میں صحیح علم میرے ماموں کو ہے جو شام میں پہاڑ کی چوٹی پر رہتا ہے اور جس کو سٹیج کا ہن کہتے ہیں۔“ بادشاہ نے کہا: ”اچھا“ اس کے پاس جاؤ اور دریافت کرو۔“ پس عبدالمسیح سفر دراز طے کر کے سٹیج کے پاس پہنچا وہ ایک تخت پر پڑا ہوا تھا اور اس کی زندگی کے آخری لمحات تھے۔

عبدالمسیح نے اسے سلام کہا۔ اس نے سلام کی آواز سن کر سر اٹھایا اور کہا عبدالمسیح! تیز رفتار ناقہ پر سٹیج کے پاس اس حال میں آیا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔ ساسانی بادشاہ نے اپنے قصر کے زلزلے آتشکدے کے بجھ جانے، موبذ ان کے خواب اور دجلہ کے عرضی پھیلاؤ کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے تجھے بھیجا ہے (تو سن لے اور بتادے) جس وقت تلاوت کی کثرت ہوگی اور صاحب عصا کا ظہور ہوگا اور دریائے سادہ خشک اور آتشکدہ بجھ جائے گا تو سٹیج کے لئے شام شام نہ رہے گا اور بادشاہ مرد اور بادشاہ عورتوں کی حکومت کنگروں کے گرنے کی تعداد کے برابر ہوگی۔ یعنی یکے بعد دیگرے چودہ بادشاہوں کی حکومتیں ہوں گی اور جو کچھ ہونے والا ہے ہو کر رہے گا۔

سٹیج یہ بتا کر اسی وقت فوت ہو گیا۔ عبدالمسیح کسریٰ کے پاس واپس آیا اور اسے سارا حال بتایا۔ کسریٰ نے کہا جب تک ہمارے خاندان میں چودہ حکومتیں ہوں گی تو بہت سے امور پیش آئیں گے۔ اس کے بعد چار سال اس کی حکومت رہی اور باقی بادشاہوں نے خلافت فاروقی تک حکومتیں کیں۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو نہیں جانتے بجز مخزومؒ

نوٹ..... آتش کدہ کا پردہت موبذ یا مبدان کہلاتا تھا۔ کسریٰ زردشت مذہب کا پیرو تھا۔

۱۔ ایرانی ملوکیت کا خاتمہ حضرت عمرؓ کے دور میں ہو گیا۔ جب کہ جنگ قادسیہ کے معرکہ میں ایرانیوں نے شکست کھائی اور آخری تاجدار یزدجرد مارا گیا۔

کی روایت کے جوڑہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ ابوایوب بجلي رحمۃ اللہ علیہ نے اسے منفرد بیان کیا ہے۔ اسی طرح ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”تاریخ“ میں سطح کاہن کے تذکرے میں بیان کیا ہے اور عبدالحکیم کے تذکرے میں انہوں نے کہا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے روایت کو اسی طریق سے بیان کیا اور اسے معروف بن خربوذہ سے روایت کر کے کہا ہے۔ ”جب ولادت رسول اللہ ﷺ کی شب آئی“ اس کے بعد اس کی مانند روایت بیان کی اور اسی سند سے صاحب ”کتاب الصحابہ“ نے اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاصابہ“ میں مرسل روایت کی ہے۔

خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الہواتف“ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ سے روایت کی کہ ایک جماعت قریش جن میں ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو بن نفیل، عبید اللہ بن جحش اور عثمان بن حویرث تھے ان لوگوں کا ایک مشترکہ بت تھا جس کے پاس جمع ہوتے تھے۔ ایک رات جب یہ اس بت کے پائیں گئے تو دیکھا کہ وہ منہ کے بل اوندھا پڑا ہے۔ انہوں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی اور بت کو سیدھا کر کے اس کے مقام پر درست کر دیا۔ کچھ دیر گزری ہوگی کہ وہ بت پھر منہ کے بل گر گیا۔ انہوں نے دوبارہ پھر سیدھا کر کے درست کر دیا۔ تیسری مرتبہ پھر اسی طرح گر پڑا۔

اب عثمان نے کہا کوئی خاص بات معلوم ہوتی ہے۔ یہ وہی رات تھی جس میں حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تھی۔ اس وقت عثمان نے یہ اشعار پڑھے۔

أَيَا صَنَمَ الْعَبِيدِ الَّذِي صَفَّ حَوْلَهُ صَنَادِيدُ وَفِدٍ مِنْ بَعِيدٍ وَمِنْ قُرْبِ
اے خوشی اور انبساط کے صنم! جس کے طواف کے لئے قریب و بعید سے بڑے
بڑے لوگ آتے ہیں۔

تَنَكَّسَ مَقْلُوبًا فَمَا ذَاكَ قُلْ لَنَا إِذَاكَ شَيْءٌ أَمْ تَنَكَّسَ لِلْعُجْبِ
تو منہ کے بل اوندھا ہوا تو ہمیں اس کی وجہ بتا۔ کیا یہ کسی خاص بات کی وجہ سے
ہے یا یوں ہی تفریح طبع کے طور پر ہے۔

فَإِنْ كَانَ مِنْ ذَنْبٍ أَسَأْنَا فَإِنَّا يَنْوُءُ بِإِقْرَارٍ وَنَلُوءُ عَنِ الذَّنْبِ
اور اگر تو ہمارے معاصی سے بیزار ہو کر اوندھا ہے تو ہم اعترافِ قصور کرتے ہیں
اور معصیت سے اجتناب کا اقرار کرتے ہیں۔

وَإِنْ كُنْتَ مَغْلُوبًا تَنَكَّسْتَ صَاغِرًا فَمَا أَنْتَ فِي الْأَوْثَانِ بِالسَّيِّدِ الرَّبِّ
اور اگر تو مغلوب ہو گیا اور ذلت و رسوائی نے تجھے منہ کے بل گرایا ہے تو جب تو بتوں میں
سرداری اور معبود ہونے کے لائق نہیں ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے پھر اس بت کو اٹھا کر اس کی جگہ پر قائم کر دیا۔ جب وہ سیدھا ہوا تو بہ حکم خداوندی بت کی جانب سے یہ کہتے بنا گیا۔

تَرَدَّى لِمَوْلُودٍ اَنَارَتْ بِنُورِهِ جَمِيعُ فِجَاجِ الْاَرْضِ بِالشَّرْقِ وَالْمَغْرِبِ
میرا گرنا اس مولود کی وجہ سے ہے جس کے نور کے طفیل کرہ زمین کے مشرق و مغرب کے تمام راستے منور اور درخشاں ہو گئے ہیں۔

وَاَخْرَجَتْ لَهٗ الْاَوْثَانَ طَرًا وَاَزْعَدَتْ قُلُوبُ مُلُوكِ الْاَرْضِ طَرًا مِّنَ الرُّعْبِ
اور اس مولود کی وجہ سے تمام بت گر پڑے ہیں اور جہاں آباد کے تمام بادشاہوں کے دل اس کے رعب سے لرزہ بر اندام ہو گئے ہیں۔

وَنَارُ جَمِيعِ الْفُرْسِ بَاخَتْ وَاظْلَمَتْ وَقَدْ بَاتَ شَاهُ الْفَرَسِ فِي اعْظَمِ الْكَرْبِ
اور فارس کے تمام آتش کدے بجھ کر تاریک ہو گئے ہیں اور فارس کے اعلیٰ مرتبت بادشاہ کو شدید درد و تکلیف کا سامنا ہے۔

وَصَدَّتْ عَنِ الْكُهَّانِ بِالْغَيْبِ جَنُّهَا فَلَا مُخْبِرَ مِنْهُمْ بِحَقِّ وَلَا كَذِبِ
اور کاہنوں کے پاس غیبی خبریں لانے والے جنات کو روک دیا گیا ان کے پاس اب سچی خبر ہے نہ جھوٹی۔

فَيَا اَلْقُصَى اِرْجِعُوْا عَنْ ضَلَالِكُمْ وَهَبُّوْا اِلَى الْاِسْلَامِ وَالْمَنْزِلِ الرَّجَبِ
تو اے اولادِ قصی! تم راہِ ضلالت اور کجروی سے لوٹ کر اسلام کی راہ اور کشادہ منزل کی طرف دوڑ کر پہنچو۔

خراطلی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کی انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنی دادی اسماء بنت ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل دونوں بتایا کرتے تھے کہ اصحابِ فیل کی ہلاکت کے واقعہ کے بعد ہم دونوں نجاشی شاہِ حبشہ کے پاس پہنچے تو اس نے ہم سے کہا:

”اے قرشی بزرگو! مجھے بتاؤ کیا تم لوگوں میں کوئی ایسا بچہ ہوا ہے جس کے باپ کو خدا کے نام پر ذبح ہونا تھا پھر قرعہ کے بعد وہ بچ گئے اور ان کے عوض بہت سے اونٹ بطور دیت قربان کر دیئے گئے۔“

ہم نے جواب دیا کہ ”ہاں ایسا ہوا تو ہے۔“
اس نے پوچھا: ”وہ (یعنی بچہ کے والد) پھر کہاں ہیں؟“

ہم نے بتایا: ”انہوں نے زہری قبیلہ کی ایک شریف زادی آمنہ سے نکاح کیا اور پھر کچھ ہی دنوں بعد اپنی بیوی کو حاملہ چھوڑ کر فوت ہو گئے۔“

اس نے کہا: ”تمہیں معلوم ہے کہ اس عورت کے فرزند پیدا ہوا یا نہیں؟“
ورقہ نے جواب دیا: ”اے بادشاہ! میں ایک شب کا واقعہ عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنے مخصوص بت کے قریب ہی بیٹھے تھے کہ اس کے اندر سے غیبی طور پر سنایا گیا وہ کہہ رہا تھا:

وَلَدَ النَّبِيُّ فَذَلَّتِ الْأَمْلَکُ وَنَسَى الضَّلَالُ وَأَذْبَرَ إِلَّا شَرَاکُ

اس کے بعد وہ بت سر کے بل گر پڑا۔ پھر زید نے کہا: ”اے عزت مآب بادشاہ! اسی نوعیت کی ایک اطلاع میرے پاس بھی ہے۔ میں اس رات گھر سے نکل کر جبل ابوقیس پر آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آسمان سے اتر رہا ہے اس کے دو سبز بازو ہیں وہ ابوقیس پر اتر کر ٹھہرا۔ پھر اس نے مکہ کی سمت رخ کیا اور کہا۔

شیطان رسوا ہوا بت پرستی کا بطلان ہو گیا اور الامین آج پیدا ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے کپڑے کو پھیلا یا جو اس کے ساتھ ہی تھا اور وہ از مشرق تا مغرب محیط ہو گیا اور پھر میں نے ایک ایسا تیز نور دیکھا کہ میں ڈرا کہیں یہ میری بصارت نہ سلب کر لے میں نے جو کچھ مشاہدہ کیا میں اس سے خوف زدہ ہو گیا۔ پھر وہ شخص اپنے بازو پھیلا کر اڑا اور خانہ کعبہ پر اتر اور وہاں سے بھی روشنی اور نور پھیلا جس سے تہامہ کا وسیع علاقہ منور ہو گیا۔ پھر اس نے کہا کہ ارض پاک ہو گیا اور اس سے تاریکی اور ظلمت دور ہو گئی اور کعبہ میں جس قدر بت تھے اس نے ان کی طرف اشارہ کر کے دیکھا وہ سب کے سب گر پڑے۔“

نجاشی نے کہا ”تمہارا بھلا ہو جو کچھ مجھے اس رات درپیش آیا۔ اب اس کو میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ اس رات میں جس کا تم ذکر کر رہے تھے میں محل کے ایک کمرے میں بیٹھا تھا کہ دفعۃً میرے سامنے زمین کی طرف سے ایک سرگردن کے مقام تک ابھرا اور کہا ”اصحابِ فیل پر ہلاکت نازل ہوئی۔ ان کو ابابیل نے ”بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیلٍ“ سے ہلاک کر دیا۔ اشرم جو مجرم و سرکش تھا مر گیا اور وہ نبی امی جو حرمی اور مکی ہے پیدا ہو گیا۔ پس جس نے اس کی دعوت کو قبول کیا وہ نجات یافتہ ہوا اور جس کسی نے انکار کیا وہ سراسر نقصان و زیاں میں ہے۔ اس کے بعد وہ ہر غائب ہو گیا۔

پھر دوسرے دن کی صبح ہوئی اور میں نے بات کرنے کی کوشش کی مگر میں نے محسوس کیا کہ ”قوتِ ناطقہ“ مفقود ہے۔ میں نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر نہ ہو سکا۔ اس کے بعد میرے پاس

۱۔ اشارہ ہے سورہ الفیل کی طرف جس میں ابرہہ کا انجام بتایا گیا ہے۔

گھر والے آئے۔ میں نے ان سے کہا: ”جش کے باشندوں کو میرے پاس نہ آنے دو۔“ تو انہوں نے لوگوں کو آنے سے روکا۔ اس کے بعد میری قوت گویائی اور قوت رفتار از خود بحال ہو گئے۔

حضور ﷺ کی بعض طبعی و جسمانی خصوصیات

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوسط“ میں اور ابو نعیم و خطیب اور ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم بہ روایت مختلفہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے رب کا مجھ پر جو انعام و اکرام ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں ختنہ شدہ پیدا ہوا اور میرے ستر کو کسی نے نہ دیکھا۔

(اس روایت کو ضیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ”المختارہ“ میں بیان کیا اور صحیح کہا۔)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمیں یونس بن عطاء رضی اللہ عنہ نے اور انہیں حکم ابن ابان رضی اللہ عنہ نے اور انہیں عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اور انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہوں نے اپنے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عبدالمطلب بتاتے تھے کہ حضور ﷺ مخنثون و مسرور پیدا ہوئے اور اس حالت پر انہوں نے تعجب کیا اور فرمایا: یقیناً میرے اس فرزند کی بڑی شان ہوگی۔

(اس روایت کو بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہم نے بھی بیان کیا ہے۔)

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت عطاء رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی ﷺ ناف بریدہ اور مخنثون پیدا ہوئے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت ختنہ شدہ حالت میں ہوئی۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ناف بریدہ اور مخنثون پیدا ہوئے۔ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ”المستدرک“ میں کہا ہم نے اپنی کتاب میں پایا ہے کہ ابوالآباء حضرت آدم مخنثون پیدا ہوئے پھر ان کی اولاد میں سے بارہ انبیاء کرام ختنہ شدہ پیدا کئے گئے۔ ان میں آخری نبی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ وہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کو بہ حالت مخنثون پیدا کیا گیا اور جن کی تعداد بارہ بتائی گئی ہے۔ حسب ذیل ہیں۔

حضرت شیث، حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت سام، حضرت لوط، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت سلیمان، حضرت شعیب، حضرت ہود اور حضرت صالح۔ ان سب برگزیدہ انبیاء پر سلام ہو۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوسط“ میں اور ابو نعیم و ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما نے ابی بکرہ ؓ سے روایت کی کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس وقت کی جب انہوں نے حضور ﷺ کے قلب مطہر کی تطہیر کی تھی۔

حضور ﷺ کا گہوارہ میں چاند سے باتیں کرنا

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور صابونی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الماتین“ میں اور خطیب و ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب تاریخ میں حضرت عباس بن عبد المطلب ؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے تو آپ کی نبوت کی نشانیوں نے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی میں نے دیکھا کہ آپ گہوارے میں چاند سے باتیں کرتے اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور جس طرف اشارہ فرماتے چاند جھک جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور اس کے عرش الہی کے نیچے سجدہ کرتے وقت میں اس کی تسبیح کرنے کی آواز کو سنا کرتا ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اس کی سند میں احمد بن ابراہیم جبلی رحمۃ اللہ علیہ ہے جو کہ منفرد ہے اور مجہول بھی ہے اور صابونی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ حدیث غریب الاسناد ہے اور متن معجزات میں حسن ہے۔

حضور ﷺ کا گہوارہ میں کلام فرمانا

حافظ ابوالفضل ابن حجر ؒ ”شرح بخاری“ میں فرماتے ہیں کہ سیر واقدی میں ہے کہ حضور ﷺ نے اوائل عمر میں پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا اور ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے ”الخصائص“ میں بیان کیا کہ آپ کے گہوارے کو فرشتے ہلاتے تھے اور سب سے پہلا کلام جو آپ نے کیا وہ یہ تھا ”اَللّٰهُ اَكْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ کَثِیْرًا۔“

حضور ﷺ کے ایام رضاعت

ابن اسحاق ابن راہویہ ابو یعلیٰ طبرانی، بیہقی، ابو نعیم رحمہم اللہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد

۱۔ آپ کے مختون پیدا ہونے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کی شرمگاہ پر غیر کی نظر نہ پڑے۔

اللہ بن جعفر بن ابی طالب ؑ کی سند سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حلیمہ بنت حارث جو رسول اللہ ﷺ کی رضاعی والدہ ہیں۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے ساتھ مکہ مکرمہ آئی۔ ہم سب عورتیں خشک سالی میں شیر خورانی کے لئے بچوں کی جستجو کرنے لگیں۔ میں ایک گدھی پر آئی نیز میرے ساتھ ایک بچہ اور ایک اونٹنی بھی تھی اور وہ ایک قطرہ دودھ نہ دیتی تھی اور ہم تمام رات اس بچہ سمیت سو نہ سکتے تھے اور میری چھاتی میں اتنا دودھ نہ تھا جس سے بچہ شکم سیر ہو سکتا نہ اونٹنی کے دودھ تھا کہ جس سے مدد لے سکتے۔ ہم مکہ پہنچ گئے اور مجھے یقین ہے کہ خواتین سعد یہ میں سے ہر ایک کو موقع دیا گیا کہ وہ محمد ﷺ کو دودھ پلائے مگر جب اسے پتہ چلتا کہ یہ بچہ یتیم ہے تو وہ دودھ پلانے سے انکار کر دیتی۔ حسن اتفاق سے میری ساتھی تمام عورتوں کو بچے مل گئے اور اب میرے لئے سوائے حضور ﷺ کے کوئی بچہ نہ تھا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا: ”میں اس بات کو ناپسند کرتی ہوں کہ تمام عورتیں دودھ پلائی کے لئے بچے لے کر لوٹیں اور میرے پاس کوئی بچہ ہی نہ ہو لہذا میں جاتی ہوں اور اسی کو لیتی ہوں۔“

بہر حال میں گئی اور بلا تردد حضور ﷺ کو لے کر اپنے پڑاؤ پر آ گئی۔ میری چھاتی میں جو کچھ بھی دودھ تھا میں نے بہر طور اپنا پستان حضور ﷺ کے منہ میں دیا اور آپ ﷺ سیر ہو گئے اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے بھی پیا وہ بھی سیر ہو گئے۔ میرے شوہر نے اونٹنی کا دودھ دوہا اور ہم نے خوب سیر ہو کر پیا اور آرام سے رات بسر ہوئی۔ پھر میرے شوہر نے کہا: ”حضور اکرم ﷺ کو سب سے پہلے دودھ پلانے والی غیر عورت ثویبہ ابوالہب کی کینز تھی۔ جس شب حضور اکرم ﷺ تولد ہوئے تو ثویبہ نے ابولہب کو خوشخبری پہنچائی کہ تمہارے بھائی عبد اللہ کے گھر فرزند تولد ہوا ہے ابولہب نے اس مژدہ پر اس کو آزاد کر دیا اور اس نے جا کر حضور ﷺ کو دودھ پلایا۔ شب دوشنبہ کو ابولہب پر حضور کی ولادت پر خوشی اور مسرت کے باعث عذاب کم ہو جاتا ہے ہر چند کہ وہ کافر تھا اور عذاب شدید میں مبتلا ہے لیکن چونکہ میلاد النبی پر خوش ہوا اور لونڈی کو آزاد کر دیا اس لئے اس پر انعام ہوا۔“ اسے حلیمہ! میں محسوس کرتا ہوں کہ تم بڑے خوش نصیب اور برکت والے صاحبزائے کو حاصل کر لائی ہو کیا تم نے اندازہ نہیں کیا؟“

پھر ہمارا چھوٹا سا قافلہ اپنے علاقہ بنو سعد کے قریہ کی طرف واپس ہوا۔ راہ سفر میں میری گدھی تو اتنی تیز رفتار ہو گئی کہ اس نے قافلہ کی تمام سواریوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ جس پر ساتھی عورتوں نے کہا۔ کیا یہ وہی گدھی ہے جس پر آتے میں تم سواری تھیں؟ میں نے کہا ہاں یہ وہی گدھی ہے۔ انہوں نے

۱۔ اس واقعہ کا مطلب یہ نہیں کہ ان عورتوں نے حضور ﷺ کو قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ خود نبی اکرم ﷺ ان کو یہ سعادت عطا نہ فرمانا چاہتے تھے۔ (ادارہ)

کہا، اب تو اس گدھی کی بڑی شان ہے۔ اب ہم اپنے قبیلے اور علاقہ میں آگئے اور ہم اپنے اس علاقہ کو سارے علاقوں سے خشک اور قحط زدہ جانتے تھے مگر اب یہ حال تھا کہ ہماری بکریاں چرنے جاتیں اور شام کو شکم سیر اور دودھ سے لبریز آتیں، ہم ان سے دودھ اپنی ضرورت کے مطابق نکال لیتے اور دوسرے لوگوں کی بکریوں کا یہ حال کہ وہ دودھ سے قطعی طور پر خشک، باوجود یہ کہ دونوں کی چراہ گاہ ایک تھی۔ وہ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں اس طرف کیوں نہیں جراتے؟ اس کے بعد وہ اپنی بکریوں کو میری بکریوں کے ساتھ ہی رکھتے مگر اس کے باوجود ان کی بکریاں بھوکی رہتیں اور دودھ نہ دیتیں۔ ہم اس خیر و برکت کو محسوس کرتے اور اس کی وجہ بھی جانتے تھے۔

اسی طرح دو سال گزر گئے اور حضور ﷺ کی نشوونما دوسرے بچوں کے مقابلے میں زیادہ رہی اور دو سال کی عمر میں آپ کھانے پینے والے لڑکے ہو گئے اور پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لائے اور جو خیر و برکت ہم کو حضور ﷺ کی وجہ سے میسر ہوئی تھی اس کے اظہار و بیان میں ہم نے بخل کیا۔ ایک روز آپ ﷺ کی والدہ سے ہم نے کہا:

”اے بی بی! اجازت دو کہ ہم بیٹے کو اپنے ساتھ لے جائیں کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ شہر مکہ کی وبا ان پر اثر انداز نہ ہو جائے۔“ ہمارا اصرار جاری رہا اور اس کا نتیجہ وہی ہوا جو ہمیں مطلوب تھا اور محترمہ نے حضور ﷺ کو ساتھ واپس لے جانے کی اجازت دے دی۔

شق صدر یا شرح صدر

ہم حضور ﷺ کو لے کر واپس آ گئے۔ دو یا تین ماہ گزرے ہوں گے ایک روز ہمارے مکان کے پیچھے آپ ﷺ اور رضاعی بھائی بکریوں کے ساتھ تھے کہ دفعۃً آپ ﷺ کا ساتھی برادر رضاعی دوڑتا بھاگتا اور بدحواسی کے عالم میں آیا اس نے کہا:

”قرشی بھائی کے پاس سفید کپڑے پہنے دو آدمی آئے اور انہوں نے لٹا کر ان کا سینہ چاک کر دیا۔“ یہ سن کر میں اور حضور ﷺ کے رضاعی والد دوڑ کر پہنچے تو ہم نے حضور ﷺ کو کھڑا ہوا پایا۔ آپ ﷺ کا رنگ فق تھا آپ کے رضاعی والد نے حضور ﷺ کو سینے سے لگا لیا اور دریافت کیا کہ اے بیٹے تمہارا کیا حال ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: ”میرے پاس سفید کپڑے پہنے دو آدمی آئے۔ پھر انہوں نے مجھ کو لٹا کر سینہ چاک کیا اور اس میں سے کوئی چیز نکال کر پھینک دی اور پھر ویسا ہی کر دیا جیسا کہ پہلے تھا۔“ ہم حضور ﷺ کو گھر پر لے آئے۔ پھر ان کے رضاعی والد نے کہا: ”اے حلیمہ! مجھے تو ڈر ہو گیا کہ محمد (ﷺ)

کو کوئی مصیبت نہ پہنچ جائے لہذا میرے خیال میں انہیں ان کے گھر والوں کے پاس پہنچا دینا چاہئے۔“

حضرت حلیمہ کہتی ہیں ہم آپ ﷺ کو مکہ میں آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لے آئے۔ سیدہ آمنہ نے کہا تم انہیں کس وجہ سے لے آئیں باوجود یہ کہ تم ان کو اپنے پاس رکھنے کی بڑی مشتاق تھیں؟ میں نے جواب دیا کہ ہمیں ان کے تلف ہو جانے اور کسی نئی بات کے رونما ہونے کا خوف ہے؟ انہوں نے پوچھا: ”کیا بات ہوئی؟ ٹھیک ٹھیک پوری بات بتاؤ؟“ ہم نے ساری صورت حال کہہ سنائی۔ انہوں نے کہا شاید تمہیں اندیشہ لاحق ہوا کہ حضور ﷺ پر شیطان کا اثر ہوا ہے واللہ شیطان کا ہاتھ آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ میرا بیٹا بڑی شان والا ہے۔ وہ بات میں تمہیں بھی بتا دوں جس کی خبر مجھ کو دے دی گئی ہے؟ ہم نے کہا ضرور بیان کیجئے۔ تب انہوں نے کہنا شروع کیا:

”میں اسی بچہ کے لئے حاملہ ہوئی تو دوران حمل کسی طرح کی گرانی اور بد مزگی محسوس نہ کی اور خواب میں دیکھا کہ میرے جسم سے نور برآمد ہوا ہے جس کی ضو (روشنی) سے محلاتِ شام روشن ہو گئے اور آپ ﷺ کی پیدائش ایک نادرہ روزگار ہے اور عجیب شان سے ہوئی ہے۔ آپ ﷺ ہاتھوں پر ٹیک لگائے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ رہے تھے۔

بیہقی وابن عسا کر رحمہما اللہ نے محمد بن زکریا غلابی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ یعقوب بن جعفر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے علی بن عبد اللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے اپنے والد اور انہوں نے ان کے دادا سے روایت کی کہ حلیمہ سعدیہ بیان کرتی ہیں کہ سول اللہ ﷺ نے بولنا شروع کیا تو آپ ﷺ کا سب سے پہلا کلام ”اللہ اکبر کبیراً“ الْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا“ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَأَصِیْلًا“ تھا اور جب چلنے پھرنے کی عمر میں آئے تو باہر جاتے مگر بچوں کے ساتھ کھیلنے سے اجتناب فرماتے۔

ایک دن آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ”اے امی! کیا وجہ ہے کہ میں دن بھر (دودھ شریک) بھائی کو موجود نہیں پاتا۔“ میں نے جواب دیا: ”جانِ من! وہ بکریاں چرا نے اندھیرے سے جاتے ہیں اور رات کو واپس آتے ہیں۔“ آپ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے ان کے ساتھ کیوں نہیں بھیجا کرتیں؟“

اس کے بعد آپ ﷺ بکریاں چرانے کے لئے جانے لگے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آدھا دن گزرنے کے بعد میرا لڑکا ضمہ روتا پیٹتا اور دوڑتا ہوا آیا۔ اس کی پیشانی سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔ اس نے پکارا: ”اے ابو! اے امی! محمد ﷺ قرشی بھائی کے پاس جلد جاؤ۔ وہ مرجائیں گے۔“ ہم نے پوچھا

حضور ﷺ کو کیا ہوا؟ تو اس نے بتایا کہ ہم کھڑے تھے کہ اچانک ایک شخص نظر آیا پھر اس نے محمد ﷺ کو پکڑا اور پہاڑ پر لے گیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اس نے سینہ چاک کیا۔ پھر میں آپ کو خبر دینے آ گیا ہوں۔

اس کے بعد میں اور اس کے باپ دونوں دوڑے ہم نے دیکھا کہ حضور ﷺ پہاڑ پر بیٹھے ہیں، نظر اوپر آسمان کی جانب ہے اور تبسم فرما رہے ہیں۔ پھر میں حضور ﷺ پر جھکی اور آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور کہا میری جان تم پر فدا ہو تمہیں کیا مصیبت پہنچی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اے امی! بالکل خیریت ہے۔ پھر فرمایا: اس وقت ہم کھڑے تھے کہ تین اشخاص نمودار ہوئے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ دوسرے کے ہاتھ میں سبز مرد کا طشت برف سے لبریز تھا انہوں نے پکڑا اور اس پہاڑ کی بلندی پر لے آئے اور مجھے نرمی کے ساتھ سیدھا لٹا دیا، پھر میرا سینہ ناف تک چیرا۔ میں ان کو دیکھتا رہا، مجھ کو کوئی گھبراہٹ ہوئی نہ درد و تکلیف اس کے بعد انہوں نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں داخل کیا اور آنتوں کو نکال کر برف سے انہیں غسل دیا اس کے بعد جسم میں اپنے مقام پر رکھ دیا۔ دوسرا شخص میرے قریب آیا اور اپنا ہاتھ ڈال کر میرے دل کو نکالا، شق کیا اور اس کے اندر سے خون آلود گوشت کا سیاہ نقطہ نکال کر پھینک دیا اور کہا:

”اے حبیب اللہ! یہ آپ کے دل میں شیطان کا حصہ تھا۔“ پھر اسے اس شے سے بھرا جو اس کے پاس تھی اور اس کی جگہ پر رکھ دیا اور نور کی انگشتی سے اس پر مہر لگا دی۔ اس وقت بھی میں اس مہر کی ٹھنڈک اور طراوت اپنے جسم میں محسوس کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ تیسرا شخص جو کھڑا تھا اس نے کہا:۔

”اب تم ہٹ جاؤ! تم کو خدا نے جو حکم دیا تھا اسے پورا کر لیا۔“ اب وہ میرے قریب آیا اور اس نے اپنے ہاتھ کو میرے سینہ کے جوڑے ناف تک پھیرا اور کہا: آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ تو انہوں نے مجھ کو وزن کیا اور میں ان دس پر وزن کر رہا پھر کہا انہیں چھوڑ دو۔ اگر تم ان کو ساری امت کے ساتھ وزن کرو گے تو یقیناً حضور ﷺ سب سے بھاری رہیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے نہایت نرمی کے ساتھ پکڑ کر اٹھایا اور وہ سب مجھ پر جھک پڑے اور میرے سر اور پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا:

”اے اللہ کے حبیب ﷺ! آپ خوف نہ کریں۔ اگر آپ کو ادراک ہوتا کہ اللہ ﷻ آپ

۱۔ حضور اکرم ﷺ کے شق صدر کا مرحلہ متعدد بار پیش آیا ہے ان مرحلوں میں سب سے پہلے تو علیمہ سعدیہ کے یہاں ایک اس وقت جب کہ عمر شریف چھ سال تھی اور بروایت صحیحہ شب معراج میں بھی شق صدر واقع ہوا ہے۔

ﷺ پر کس درجہ مہربان ہے تو بلا شک آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔“

انہوں نے مجھے اس جگہ بیٹھا چھوڑ دیا اور خود فضا میں اڑتے اور بلند ہوتے رہے حتیٰ کہ آسمان کی پہنائیوں میں مستور ہو گئے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ یہ فرماتی ہیں۔ پھر میں آپ ﷺ کو اٹھا کر بنی سعد کی بستی میں لے آئی۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ ان کو کاہن کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ دیکھ بھال کر کے اس مرض کا علاج وغیرہ کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جس خیال کے پیش نظر تم یہ مشورہ دے رہے ہو وہ حالت اس میرے واقعہ میں نہیں ہے میں ہر لحاظ سے ٹھیک ہوں۔ کچھ دوسرے لوگوں نے کہا ان کو ضرور کوئی اذیت پہنچی ہے یا کسی جن کا اثر ہے۔ غرض کہ لوگوں کی رائے میرے کہنے پر غالب رہی اور میں حضور ﷺ کو کاہن کے پاس لے کر پہنچی اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا: ”خاتون آپ خاموش رہیں میں بچہ سے سننا چاہتا ہوں اس لئے کہ یہ اپنے معاملہ سے زیادہ واقف ہے۔“

پھر اس نے کہا: ”اے بچے! تم اپنی روداد بیان کرو!“

اس کے بعد حضور ﷺ نے از اول تا آخر پوری بات بیان کی۔ جس کو سن کر کاہن اچھلا کھڑا ہوا اور بہ آواز بلند کہنے لگا:

”اے اہل عرب! ”مِنْ شَرِّ قَدِ اقْتَرَبَ“ تم اس بچہ کو قتل کر دو اور اس کے ساتھ ہی مجھے بھی قتل کر دو۔ کیونکہ اگر تم نے اس کو زندہ چھوڑا تو یہ تم لوگوں کے فہم و فراست کو رسوا کر دے گا اور تمہارے ادیان کی تکذیب کرے گا اور تم کو ایسے خدا کی طرف بلائے گا جس کو تم نہیں جانتے اور ایسے دین کی دعوت دے گا جس کا تمہیں علم نہیں۔“

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو میں نے حضور ﷺ کا ہاتھ کاہن کی گرفت سے چھڑا لیا اور کسی قدر پر زور الفاظ میں میں نے کاہن سے کہا: ”تو خاصا پاگل ہے اگر میں جانتی کہ تو ایسی بکو اس کرے گا تو میں ہر گز اپنے بچے کو تیرے پاس نہ لاتی تو کسی اور کو اپنے قتل کے لئے بلا لے۔ میں ہر گز محمد ﷺ کو قتل نہ ہونے دوں گی۔“

پھر میں حضور ﷺ کو اپنے گھر پر لے آئی۔ اس کے بعد میں آپ ﷺ کو قبیلہ سعد کے گھروں میں لے جاتی اور آپ کے جسم سے مجھ کو مشک کی طرح خوشبو آتی، نیز روزانہ دو شخص گورے رنگ کے آپ کے پاس آسمان سے اترتے اور آپ کے کپڑوں میں غائب ہو جاتے، ظاہر نہ ہوتے۔ جب

حضرت عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ روزانہ ایک نور آفتاب کی مانند آپ پر اترتا اور آپ کو ڈھانپ لیتا پھر آپ متجلی ہو جاتے۔ روایات کثیرہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ روزانہ دو سفید مرغ آپ کے گریبان میں داخل ہو کر روپوش ہو جاتے تھے لیکن آپ کی طہانیت میں قطعی فرق نہیں آتا تھا نہ آپ گھبراتے تھے اور نہ روتے اور نہ شور مارتے تھے۔

کچھ لوگ واقف ہوئے تو انہوں نے مشورہ دیا: ”اے بی حلیمہ! محمد ﷺ کو ان کے دادا کے پاس پہنچا دو اور تم اپنی امانت سے سبکدوش ہو جاؤ۔“

حلیمہ فرماتی ہیں جب میں نے اس مشورہ پر عمل کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے کسی منادی کو پکارتے سنا:

”اے سرزمین مکہ آج تمہیں مبارک ہو آج تم پر نور دین عزت حرمت اور کمال بخشا جا رہا ہے جو تمہیں پہلے حاصل تھا مگر اب دوائی حیثیت سے حاصل رہے گا۔“

حضرت حلیمہ بیان کرتی ہیں میں نے یہ سارا ماجرا عبدالمطلب سے بیان کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ اے حلیمہ! بلاشبہ میرا یہ فرزند بڑی شان والا ہے میری آرزو ہے کہ میں اس کے اس زمانے کو پاؤں جس میں اس کی شان و شوکت کا ظہور ہو۔“

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کی آغوش میں تھے تو بنی سعد کی ایک عورت نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا اور وہ عورت حضور ﷺ کو ”سوق عکاظ“ میں لے کر پہنچی۔ ایک کاہن کی نظر آپ ﷺ پر پڑ گئی اس نے بہ غور دیکھا اور پھر بولا:

”اے عکاظ والو! اس بچے کو قتل کر دو کیونکہ یہ ایک انقلاب کا بانی ہوگا۔ حلیمہ نے جب یہ سنا تو پھرتی کے ساتھ کاہن سے دور لے گئیں اور اللہ نے آپ ﷺ کو اس کے شر سے بچا لیا۔“

حضور ﷺ حلیمہ کے ہاتھوں پلتے بڑھتے رہے بی بی حلیمہ کی لڑکی شیماء آپ کو کھلایا کرتی تھی ایک دن اس رضائی بہن نے آ کر کہا: ”اے اماں جان! میں نے دیکھا چند آدمی اترے اور انہوں نے قریشی بھائی کو پکڑا اور پیٹ پھاڑ ڈالا۔“ حضرت حلیمہ شور و بکا کرتی ہوئی دوڑتی بھاگتی حضور ﷺ کے پاس آئیں۔ آپ ﷺ بیٹھے تھے اور چہرہ کا رنگ فق تھا اور کوئی پاس نہ تھا۔

وہ اب حضور ﷺ کو لے کر سیدہ آمنہ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں۔ ”آپ اپنے بچے کو اپنے پاس ہی رکھیے کیونکہ مجھ کو اس کے بارے میں اندیشہ معلوم ہوتا ہے۔“ سیدہ نے فرمایا نہیں، نہیں جس چیز سے تم اندیشہ کرتی ہو وہ میرے بچے پر نہیں ہے ایام حمل میں بہ کثرت اچھی خوابیں میں دیکھتی رہی ہوں اور وہ اس شان سے پیدا ہوا کہ آپ اپنے ہاتھوں پر سہارا لئے اور نظریں آسمان پر جمائے ہوئے تھا۔

پھر عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو واپس لے لیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کی والدہ محترمہ وفات پا گئیں اور آپ کے لئے صرف دادا کی آغوش تربیت باقی رہ گئی۔

۱۔ انہی شیماء کا بیان ہے کہ اکثر جنگل میں ایسا ہوتا کہ جب شدت کی گرمی پڑتی تو بادل آپ پر سایہ کر لیتا اور مجھے بھی اس میں پناہ مل جاتی۔

زمانہ خورد سالی میں آپ ﷺ آتے اور دادا جان کی مسند پر بیٹھ جاتے اور وہ آپ ﷺ کے لئے جگہ دے دیتے۔ جب بڑے ہوئے تو خادم یا لونڈی جو دادا کے ساتھ ہوتی تو کہتی۔ حضور ﷺ دادا کی مسند سے ہٹ جائیے۔ عبدالمطلب اس کی یہ بات سن کر کہتے میرے بیٹے سے کچھ نہ کہو، کیونکہ اس کو خیر و بھلائی کا شعور ہے کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ کے دادا کا بھی انتقال ہو گیا حضرت ابوطالب نے آپ ﷺ کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔

حضور ﷺ کے جوانی کے زمانے میں ابوطالب تجارت کے لئے شام کی طرف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ کو بھی ساتھ لیا۔ اثنائے سفر میں جب مقام تیمار پر اترے تو ایک یہودی عالم نے حضور ﷺ کو دیکھ کر ابوطالب سے پوچھا: ”کیا یہ تمہارا فرزند ہے؟“ انہوں نے جواب دیا: ”یہ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔“ اس نے پوچھا: ”کیا آپ اس پر بہت مہربان ہیں؟“ ابوطالب نے جواب دیا: ”ہاں۔“ اس نے کہا: ”اگر تم اس کو شام لے گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ یہود اس کو قتل کر دیں گے کیونکہ وہ ان (علامات کے حامل شخص) کے دشمن ہیں۔“ اس کے بعد ابوطالب حضور ﷺ کو لے کر مکہ واپس آ گئے۔

ابو یعلیٰ، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنو عامر کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ کے بارے میں حقیقت امر کیا ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: میری شان کی ابتداء یہ ہے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اپنے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا اکلوتا فرزند ہوں۔ میری پیدائش کے سلسلے میں جب والدہ حاملہ ہوئیں تو طریقہ عام کے مطابق بوجھ محسوس نہیں کیا نہ اپنی سہیلیوں سے اس کی شکایت کیا کرتی تھیں۔ پھر انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ حمل ایک نور ہے۔ وہ بیان کرتیں کہ میں اپنی نگاہوں کو اس نور کے پیچھے دوڑاتی تھی مگر وہ نور میری نگاہ سے آگے بڑھتا رہا یہاں تک مجھ پر زمین کے مشارق و مغارب روشن ہو گئے پھر انہوں نے مجھے تولد کیا اور میں نشوونما پانے لگا۔ جب میں کچھ بڑا ہوا تو مجھے قریب میں قریش کے جو بت تھے بڑے معلوم ہونے لگے اور شعر گوئی سے مجھے نفرت ہو گئی۔

اس وقت میں بنی لیث بن بکر میں دودھ پیا کرتا تھا۔ اسی زمانے میں ایک دن میں اپنے گھر سے دور ہم عمر بچوں کے ساتھ صحرا میں تھا کہ یکا یک تین اشخاص نمودار ہوئے ایک کے ہاتھ میں سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے میرے ساتھیوں کے درمیان سے مجھے پکڑ لیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے نرمی کے ساتھ مجھے زمین پر لٹا دیا اس کے بعد سینہ کے جوڑے ناف تک چیرا۔ میں اس عمل کو دیکھ رہا تھا اور مجھے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ اس نے میرے پیٹ سے ہر شے کو باہر نکال کر برف کے پانی سے غسل دیا اس نے جسمانی نظام کو حسب سابق درست کر دیا پھر دوسرے کھڑے ہوئے

شخص نے اس سے کہا: اب تم ہنس جاؤ پھر اب اس نے ہاتھ ڈال کر میرے دل کو نکالا میں دیکھ رہا تھا کہ اس نے دل کو چیر کر سیاہ گوشت کے لوتھڑے کو نکال کر پھینک دیا اس کے بعد اس نے دونوں جانب دیکھا جیسے وہ کسی شے کا متلاشی ہو۔ دفعۃً میں نے اس کے ہاتھ میں انگوٹھی دیکھی بڑی چمکدار اور منور اس نے اس کے ذریعہ دل پر مہر کی اور اسے نور سے بھر دیا پھر دل کو اس کے خاص مقام پر رکھ کر بڑی ہی چابکدستی سے سی دیا۔ اس کے بعد تیسرا شخص آگے بڑھا اور اس نے اپنا ہاتھ سینے کے جوڑ سے ناف تک پھیرا تو شگاف بھر کر بے نشان ہو گیا اس کے بعد میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا گیا۔ پھر کہا آپ ﷺ کا وزن ان کی امت کے دس افراد سے کرو۔ چنانچہ کیا گیا اور میں دسوں پر بھاری رہا۔ پھر کہا سو آدمیوں کے وزن ساتھ کرو وزن کیا گیا اور میں پھر بھی بھاری رہا۔ اس کے بعد اس نے کہا چھوڑو اگر تم ساری امت کے ساتھ بھی وزن کرو گے جب بھی آپ ﷺ ہی بھاری رہیں گے۔ پھر انہوں نے مجھ کو اپنے سینہ سے لگایا اور میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خوف نہ کریں اگر آپ ﷺ کو معلوم ہو جاتا کہ اللہ ﷻ آپ کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو یقیناً آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ پھر میں قبیلہ میں آیا اور ان کو خبر دی۔ قبیلہ کے کچھ لوگوں نے کہا اس بچہ کو یا تو اذیت پہنچی ہے یا جن کا اثر ہوا ہے۔ لہذا ان کو کاہن کے پاس لے جاؤ تا کہ وہ مدد ادا کرنے میں نے کہا جس بات کا تم اندیشہ کر رہے ہو وہ نہیں ہے میں تندرست ہوں اور میرا دل درست ہے یہ سن کر میرے رضاعی باپ نے کہا غور کرو یہ کس قدر صحیح بات کہہ رہا ہے اور میری خواہش ہے کہ بیٹے کو کوئی زحمت نہ پہنچے۔ پھر قبیلے کے لوگ مجھے کاہن کے پاس لے گئے اور میرے ساتھ جو کچھ گزرا تھا اس کو بیان کیا۔

کاہن نے ان لوگوں سے کہا: ”میں اس بچے کو پیش آمدہ حالات اور قلبی واردات خود اس کی زبانی سننا ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ وہ اس کی آپ دہتی کیفیت ہے اور وہ دوسروں سے زیادہ بہتر طور پر جانتا ہے۔“

اس کے بعد میں نے سارا قصہ بیان کیا۔ جب میں اپنی باتیں ختم کر چکا تو کاہن جست لگا کر کے میری طرف آیا اور اپنے سینہ کی طرف مجھ کو کھینچا اور پھر بہ آواز بلند کہنے لگا: ”اے گروہ عرب! اے اولادِ سعد! اس بچہ کو قتل کر دو۔ قسم ہے لات و عزیٰ کی اگر تم نے اس کو زندہ چھوڑ دیا اور تمہاری عمریں اس کے عہد (تبلیغ و دعوت) تک نہیں تو یہ ضرور تمہارے دین و مذہب کو بدل دے گا یہ تم کو اور تمہارے اسلاف کو بے وقوف بتائے گا اور ایک ایسا دین لائے گا جو بالکل ہی انجانا غیر عرفی طریقوں پر مشتمل ہوگا۔“

میری رضائی ماں نے مجھے کاہن کی گرفت سے چھڑایا اور کہنے لگیں تو فائز العقل معلوم ہوتا ہے۔ کاش میں تیرے پاس نہ آتی۔ وہ مجھے واپس لے آئیں اور پھر مکہ میں مجھے والدہ کے پاس پہنچا گئیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے کہا میں نے حمل کا بوجھ محسوس کیا حالانکہ دوسرے آثار میں اس کی نفی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ استقرار حمل کے ابتدائی دنوں میں گرائی اور بوجھ محسوس کیا ہو اور استمرار حمل یا بعد ایام میں خفت محسوس کی ہو اور یہ دونوں حالتیں عرف و عادت سے خارج ہیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بریدہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ بنی سحر میں شیرخوارگی کے زمانے میں تھے حضرت آمنہ نے حلیمہ سے کہا: ”میرے بیٹے کا خیال اور نگہداشت کرنا اس لئے کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ میرے بطن سے شہاب کے مانند برآمد ہوئے جس سے ساری فضا روشن ہو گئی۔ یہاں تک کہ میں نے شام کے محلات دیکھے۔“

پر جس دن آپ ﷺ کا شق صدر کا معاملہ پیش آیا تو آپ کو حلیمہ کاہن کے پاس لے گئیں اور لوگ کاہن سے حضور کے بارے میں دریافت کرنے لگے تو اس نے حضور ﷺ کو دیکھا اور قمیض پکڑ کر کہنے لگا:

”اے لوگو! اسے قتل کر دو۔“ حلیمہ کہتی ہیں کہ میں جلدی سے گئی اور حضور ﷺ کو بانہوں میں لے لیا اور ہمارے ساتھ جو لوگ گئے تھے وہ کاہن سے جھگڑتے رہے اور حضور ﷺ کو لے کر واپس آ گئے۔

ابن سعد ابو نعیم رحمہما اللہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن یزید سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ بنی سعد بن بکر کی دس عورتیں دودھ پلائی کے لئے بچے لینے آئیں تو سب عورتوں کو بچے مل گئے صرف حلیمہ کو بچہ نہ ملا۔ ان کے پیش نظر اب صرف رسول اللہ ﷺ ہی تھے وہ سوچتی تھیں اگر میں اس بچہ کو لے لوں تو وہ بے باپ کا ہے اور اس کی ماں بے چاری مجھ کو کیا صلہ دے سکے گی؟ حلیمہ کے شوہر نے کہا۔ تم اسی بچہ کو لے لو شاید اللہ ﷻ ہمیں اس میں برکت دے تو انہوں نے حضور ﷺ کو لے لیا اور اپنی چھاتی آپ کے منہ میں دی جس سے آپ نے اور آپ کے رضائی بھائی نے دودھ پیا۔ حالانکہ اس سے پہلے آپ ﷺ کے رضائی بھائی دودھ کی کمی کی وجہ سے سوتے تک نہ تھے حضرت آمنہ نے کہا:

”اے حلیمہ! اس بچہ کے بارے میں اطمینان رکھ یہ برکتیں اور سعادتیں ساتھ لانے والا ہو گا۔“ نیز جو واقعات دیکھ چکی تھیں اور جو کچھ آپ ﷺ کی ولادت کے سلسلے میں کہا گیا تھا ان کو بیان کیا اور یہ بھی بتایا کہ مجھ سے تین راتوں سے کہا جا رہا ہے کہ اپنے فرزند کو بنو سعد بن بکر کے ابو ذویب کی اولاد سے دودھ پلوانا۔

حلیمہ نے کہا: ”میرے ہی باپ کا نام ابو ذویب ہے۔“ پھر وہ گدھی پر اور ان کا شوہر اونٹنی پر سوار ہوا اور دونوں وادی سرور میں اپنے ہمراہیوں میں آئے۔ وہ لوگ تفریح میں مشغول تھے کہ یہ دونوں پہنچ گئے۔ عورتوں نے پوچھا: حلیمہ! کیا تجھ کو کوئی بچہ ملا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے ایسی خیر و برکت والا بچہ لیا ہے جو فقیہ المثل ہے۔ ہم ابھی پڑاؤ ہی پر تھے کہ میں نے دیکھا کچھ عورتیں حسد کرنے لگی ہیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واحدی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عبدالصمد بن محمد سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مجھ سے حلیمہ سعدیہ کے پڑوسی اور ساتھی چرواہوں نے بیان کیا کہ وہ حلیمہ کی بکریوں کو اس طرح پر چرتے دیکھتے کہ وہ سر نہ اٹھاتیں اور ہماری بکریاں بیٹھی رہا کرتیں اور خشک ڈاب تک نہ پاتیں جس سے وہ پیٹ بھر لیں۔

عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ حلیمہ کی رضاعت میں دو سال رہے پھر دودھ چھوٹ گیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی جسامت سے دو گنی عمر کا اندازہ ہوتا۔ اسی زمانے میں وہ آپ ﷺ کو والدہ کے پاس ملانے کے لئے مکہ لے گئیں۔ اثناءِ راہ میں جب وادیِ صدر میں پہنچیں تو حبشہ کے کچھ لوگ مل گئے اور حلیمہ ان کے ہم سفر ہو گئیں۔ ان لوگوں نے خاص توجہ سے حضور ﷺ کو دیکھا، حالات پوچھے شانوں کے درمیان مہرِ نبوت اور آنکھوں میں سُرخ ڈوروں کو دیکھ کر حلیمہ سے پوچھا کہ ان کی آنکھوں میں کچھ تکلیف ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ ان کی آنکھوں میں یہ ڈورے اور یہ کیفیت قدرتی اور دائمی ہے۔ یہ جواب سن کر انہوں نے کہا یقیناً یہ بچہ نبی ہو گا۔ پھر انہوں نے مکہ پہنچ کر آپ ﷺ کو والدہ سے ملایا اور پھر واپس لے آئیں۔

ایک دن ذی الحجاز کی طرف ان کا گزر ہوا وہاں ایک عراف تھا۔ جس کے پاس لوگ بچوں کو دکھانے کے لئے لاتے تھے جب اس عراف نے آپ ﷺ کی چشمانِ مبارک کی سرخی اور مہرِ نبوت کو

۱۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ خصائص کبریٰ کا یہ اسلوب و انداز ہے کہ ایک واقعہ کے ضمن میں آپ کو جس قدر روایات یا اخبار و احادیث ملتی ہیں۔ خواہ اس کے طرق متعدد ہوں آپ سب کے سب بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ رضاعت کے سلسلہ میں ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱

دیکھا تو چیخ پڑا اور کہنے لگا۔ اے عرب کے لوگو! اس بچہ کو قتل کر دو یہ تمہارے دین والوں کو قتل کرے گا۔ تمہارے بتوں کو توڑ دے گا اور اس کے عقائد تم سب کو ماننے پڑیں گے۔ اس کی چیخ و پکار سن کر حلیمہ فوراً ہی آپ کو وہاں سے کہیں دور لے گئیں۔

ان حالات کے پیش نظر وہ حضور ﷺ کو کسی کے روبرو لانے سے پرہیز کرنے لگی تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے قبیلہ میں اتفاقاً عراف آ کر ٹھہرا۔ قبیلہ کے لوگ بچوں کو اس کے پاس لے گئے۔ مگر حلیمہ نے حضور ﷺ کو لے جانے سے انکار کیا۔ ایک روز آپ ﷺ جھگی سے باہر تھے کہ عراف کی نظر پڑ گئی۔ اس نے آپ ﷺ کو بلایا مگر آپ ﷺ نہ گئے اور اندر حلیمہ کے پاس آ گئے۔ عراف نے دیکھنے اور ملنے کی خواہش کی مگر حلیمہ نے انکار کر دیا۔ عراف نے بتایا مجھ کو اس بچہ میں نبوت کی علامات نظر آ رہی تھیں۔

ابن سعد اور حسن بن طرح رحمۃ اللہ علیہما نے ”کتاب الشعراء“ میں زید بن اسلم ؓ سے روایت کی کہ حلیمہ سعدیہ نے جب حضور ﷺ کو رضاعت میں لے لیا تو حضور ﷺ کی والدہ نے ان سے کہا۔

تمہیں معلوم ہے کہ تم نے کس قدر عالی شان بچہ کو لیا ہے؟ واللہ جب یہ حمل میں آیا تو مجھ پر کوئی بھی کیفیت حمل کی طاری نہیں ہوئی۔ ایک روز کسی آنے والے نے بتایا۔ تم جلد ہی ایک فرزند پیدا کرو گی وہ سید العالمین ہے اس کا نام تم احمد رکھنا۔ پھر جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھوں پر ٹیک لگا کر آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا دیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو حلیمہ اپنے شوہر کی قیام گاہ پر لے کر آئیں سارے حالات بیان کئے تو وہ خوش ہوئے۔ پھر ہم اپنے علاقہ کی طرف لوٹنے کے خیال سے گدھوں اور اونٹوں کی طرف آئے تو ہماری اونٹنی میں دودھ اتر آیا تھا تو ہم اس سے صبح و شام دودھ نکالا کرتے اور

حضرت حلیمہ کا کہنا ہے کہ پہلے میرا بچہ دودھ کم ہونے کی وجہ سے رات میں مجھے سونے نہ دیتا مگر حضور ﷺ کے دودھ میں شریک ہونے کے بعد وہ اور حضور ﷺ دونوں خوب سیر ہو جاتے میرا خیال ہے کہ اگر ان دونوں کے علاوہ ایک تیسرا بچہ اور ہوتا تو وہ بھی میرے دودھ پر پل جاتا۔ بنی ہزریل میں ایک عراف تھا۔ حلیمہ اس کے پاس گئیں جب اس نے آپ ﷺ کو دیکھا تو بلند آواز سے کہنے لگا:

”اے عربو! اس بچہ کو قتل کر دو ورنہ یہ تمہارے تمام ہم عقیدہ لوگوں کو جہاد کرے گا اصرام کو توڑے گا اور اس کی جماعت غالب ہو جائے گی۔“ اس کے بعد حلیمہ نہ رکیں اور حضور ﷺ کو لے کر چلی آئیں۔“

ابن سعد اور ابن طرح رحمۃ اللہ علیہما نے عیسیٰ بن عبد اللہ بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ

شیخ الہذلی بنی ہذیل اور ان کے بڑے بتا کے آگے فریاد کرتا اور کہتا تھا کہ یہ بچہ آسمان سے کسی بات کے نازل ہونے کا انتظار کر رہا ہے اور اس طرح وہ حضور ﷺ کی طرف سے لوگوں کو بدگمان کرتا اور آپ کے پیغمبرانہ مستقبل سے ان کو ڈراتا مگر کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہ شیخ الہذلی دماغی توازن کھو بیٹھا پاگل اور فاسق العقل ہو کر بہ حالت کفر مر گیا۔

ابن سعد اور ابن طراح رحمۃ اللہ علیہما نے اسحاق عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے جب آپ ﷺ کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد فرمایا تو ان سے کہا میرے بچے کی حفاظت کرنا اور گزشتہ حالات بہ تفصیل تمام و کمال ان سے بیان کر دیئے تھے۔

حلیمہ سعدیہ بچے کو لے کر جب اپنے قبیلہ کی طرف واپس ہوئیں تو ان کا گزر یہود کی بستیوں کے قریب سے ہوا۔ پس یہودیوں سے کہا: مجھے میرے اس نو مولود بچے کے بارے میں بتاؤ اور حضرت آمنہ کی زبانی سنے ہوئے حالات اپنی ذات کی طرف منسوب کر کے بیان کر دیئے واقعات کو سننے کے بعد یہودی آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کرنا چاہتے تھے کہ ان کو کچھ خیال آیا اور انہوں نے سوال کیا تمہارے اس بچے کا باپ فوت ہو چکا ہے؟

حلیمہ نے کہا: ”نہیں وہ ہے اس کا باپ اور میں اس کی ماں ہوں۔“ حلیمہ کا یہ جواب سن کر انہوں نے کہا: ”اگر یہ بچہ یتیم ہوتا تو ہم اسے ضرور قتل کر دیتے۔“

ابن سعد ابو نعیم ابن طراح اور ابن عساکر عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہم کی سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حلیمہ سعدیہ حضور ﷺ پر نظر رکھتی تھیں کہ کہیں فاصلہ پر نہ نکل جائیں۔ ایک مرتبہ وہ اتفاقاً غافل ہو گئیں اور حضور ﷺ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ دو پہر کو چراگاہ چلے گئے حلیمہ تلاش میں نکلیں اور انہوں نے حضور ﷺ کو رضاعی بہن کے ساتھ موجود پایا انہوں نے شیماء سے کہا۔ ان کو ایسی گرمی میں لے کر یہاں آ گئی؟ شیماء نے جواب دیا۔ ”امی جان! بھائی کو گرمی نہیں لگتی۔ میں نے دیکھا ہے کہ ابر کا ایک ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ کئے رہتا ہے اور جب آپ ﷺ ٹھہرتے ہیں تو وہ ابر بھی رک جاتا ہے اور جب آپ ﷺ چلنے لگتے ہیں تو وہ بھی آگے بڑھنے لگتا ہے اسی کے سائے میں اس وقت بھی وہ یہاں تک آئے ہیں۔“

حلیمہ نے کہا: ”اے بیٹی! کیا تو سچ کہہ رہی ہے؟ اس نے جواب دیا: ”ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ بنی ہوازن کا وفد رسول اللہ ﷺ

۱۔ عہد جاہلیت میں اکثر قبیلوں نے اپنے اپنے بت بنا کر مخصوص کر لئے تھے۔ لات و اہل یغوث و عزى اور منات قبائل عرب کے مشہور بت تھے۔

۲۔ بنی ہوازن عرب کا مشہور قبیلہ تھا ۸ ہجری میں مشرف بہ اسلام ہوا۔

کے پاس آیا۔ اس میں حضور ﷺ کے رضاعی چچا ابو نزدان بھی تھے۔ انہوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ ﷺ کو دودھ پیتا بھی دیکھا ہے اور میں نے آپ ﷺ سے بہتر کسی دودھ پیتے بچہ کو نہیں دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو جوان دیکھا اور کسی جوان کو بھی میں نے آپ سے بہتر نہیں دیکھا“ اس میں شبہ نہیں اللہ ﷻ نے آپ ﷺ میں تمام خوبیاں جمع کر دی ہیں۔ بلاشبہ آپ ﷺ کا دنیا سے پردہ فرمانا بھی ایک بہتر فال ہی میں ہوگا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی پر اثر و پر کیف لوری

ابن طراح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ محمد بن معلیٰ ازدی رحمۃ اللہ علیہ کی ”کتاب الترقیص“ میں دیکھا ہے کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا وہ شعر جس کو گنگنا کر وہ حضور ﷺ کو بہلایا کرتی تھیں یہ ہے۔

يَا رَبِّ إِذَا أَعْطَيْتَهُ فَأَبْقِهِ وَأَعْلِهِ إِلَى الْعُلَاءِ وَارْقِهِ
وَأَذْهِضْ أَبَاطِيلَ الْعِدَى بِحَقِّهِ

یعنی اے پروردگار کائنات! جب تو نے مجھ کو (حضور ﷺ جیسا بچہ) عطا فرما دیا ہے تو (براہ کرم) اس عطیہ کو دوام و بقا بھی عطا فرما اور (آپ ﷺ کے درجات و مقامات اعلیٰ میں مزید) ترقی فرما کر بلندیوں کی انتہائی منزل پر فائز کر دے اور دشمنوں کے کید (سازش اور معاندانہ رویہ) کو آپ ﷺ کی سچائی، راست بازی اور حق کی تاثیر سے بے اثر، لایعنی اور باطل بنا دے۔

ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے ”الخصائص“ میں ذکر کیا کہ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کو اپنی داہنی چھاتی پیش کرتی اور آپ ﷺ اس سے دودھ پیا کرتے، پھر بائیں چھاتی پیش کرتی تو آپ نہ لیتے اور یہ بات اس عدل و انصاف کی وجہ سے تھی کہ رضاعت میں ایک شریک اور بھی تھا۔

مہر نبوت کا بیان

بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی

مہر نبوت کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے اور ہر ایک نے اس کا اقرار کیا ہے اگر فرق ہے تو صرف اتنا کہ مہر نبوت کس جگہ تھی اس میں مورخین نے اختلاف کیا ہے نیز مہر نبوت کی ہیئت اور جسامت میں بھی مورخین اور سیرت نگار حضرات کے یہاں اختلاف آراء موجود ہے۔ حضرت محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ ”بین تحقیقہ“ یعنی حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے عین وسط میں مہر نبوت تھی۔ مہر نبوت ابھری ہوئی اوصاف اور نورانی تھی۔

پشت کی جانب کھڑا ہوا تو میں نے آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان چکور کے انڈے کی مانند مہر نبوت کو دیکھا۔

مسلم و بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے جابر بن سمرہ ؓ سے روایت کی کہ میں نے حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کی مانند مہر نبوت کو دیکھا اس کا رنگ آپ کے جسم اقدس کے مشابہ تھا۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو کبوتر کے انڈے ”سرخ غدہ“ کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔

مسلم نے عبد اللہ بن سر جس ؓ سے روایت کی کہ میں نے حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت پر نظر ڈالی تو اسے بائیں شانے کی ہڈی کی چپنی پر ہتھیلی کے برابر ابھری ہوئی مسوں کے مانند دیکھا۔

امام احمد و بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے قرۃ ؓ سے روایت کی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا مجھے مہر نبوت کی زیارت کرائیں گے؟ فرمایا تم اپنا ہاتھ داخل کر کے دیکھ لو۔ تو میں نے اسے شانے کی چپنی ہڈی کے اوپر انڈے کی مانند دیکھا۔

امام احمد ابن سعد اور بیہقی رحمہم اللہ نے متعدد سندوں کے ساتھ ابو رمثہ ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا تو میری نظر آپ کے دونوں شانوں کے درمیان ایک مسہ نما چیز پر پڑی اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں سیب نما آیا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں کبوتر کے انڈے کی مانند آیا ہے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں اور بیہقی نے ابوسعید ؓ سے روایت کی کہ وہ مہر نبوت جو رسول اللہ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی وہ ایک ابھرا ہوا گوشت تھا۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ: ”حضور ﷺ کی پشت مبارک پر گوشت کا ابھار تھا۔“

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ سے روایت کی کہ: ”دونوں شانوں کے درمیان بلند گوشت تھا۔“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سلمان فارسی ؓ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے اپنی چادر اٹھادی اور فرمایا: اسے دیکھ لو جس کی بابت تم سے کہا گیا ہے۔ تو

۱۔ ”غضروف“ نرم ہڈی جس کو چبایا جاسکے۔

میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کی مانند مہر نبوت ہے۔
امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے ہر قل کے قاصد تنوخی سے روایت کی اس نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے تنوخ کے بھائی جس بات کا تجھ کو حکم دیا گیا ہے تو اس کی بجا آوری کر۔ تو میں حضور ﷺ کی پشت کی جانب آیا تو میں نے شانے کے غضروف ۱ پر چھپنے لگی ہوئی جگہ کی مانند مہر نبوت کو دیکھا۔ ہشام کہتے ہیں راوی کا مطلب یہ ہے کہ جسم پر بند سنگھی کے استعمال سے ابھری ہوئی شکل بن جاتی ہے۔ اسی طرح مہر نبوت ابھری ہوئی تھی۔

ترمذی و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کے اوصاف کا ذکر فرماتے ہوئے کہا کہ ”آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مہر نبوت حضور ﷺ کے شانے کے نچلے حصہ کے غضروف ۱ میں سیب کی مانند تھی۔

امام احمد و ترمذی و حاکم رحمہم اللہ نے روایت کی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حدیث صحیح کہا اور ابو یعلیٰ و طبرانی رحمۃ اللہ علیہما نے علماء بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ ابو زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے قریب آؤ اور پشت پر ہاتھ پھیرو۔ تو میں پاس آیا اور آپ ﷺ کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور انگلیوں کو مہر نبوت پر رکھ دیا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ مہر نبوت کیسی تھی؟ تو انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کے شانے کے پاس بہت سے بالوں کا گچھا تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے داہنے شانے کے غضروف کے پاس انڈے کے مانند مہر نبوت تھی اور اس کا رنگ وہی تھا جو سارے جسم کا رنگ تھا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ نے مجھے اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا تو میں نے اپنے چہرے کو مہر نبوت پر رکھ دیا جس کی مشک جیسی خوشبو سے میں محفوظ ہوا۔

طبرانی و ابن عساکر رحمہما اللہ نے ابو زید بن الخطب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک پر مہر نبوت کو دیکھا جو چھپنے لگے ہوئے ابھرے گوشت کی طرح تھی اور ایک روایت میں ہے کہ گویا انسان نے اپنے ناخن سے اس پر مالش کی ہے گویا مہر لگائی ہے۔

ابن عساکر اور حاکم رحمہما اللہ نے ”تاریخ نیشاپور“ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ

۱ غضروف گوشت کے اس حصہ کو کہتے ہیں۔ جس کے نیچے پتلی ہڈی ہوتی ہے۔

حضور ﷺ کی پشت مبارک پر بادام کے مثل مہر نبوت تھی اس کی سطح گوشت پر تحریر تھا۔
 ”محمد رسول اللہ (ﷺ)“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان ؓ سے روایت کی کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان بیضہ کبوتر کے مانند ابھارتھا۔ باطنی سطح پر ”اللہ وُحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ“ لکھا ہوا تھا اور اس کے ظاہر پر لکھا تھا ”تَوَجَّهْ حَيْثُ شِئْتَ فَإِنَّكَ الْمَنْصُورُ“۔
 طبرانی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے ”المعرفہ“ میں عباد بن عمرو ؓ سے روایت کی کہ مہر نبوت بائیں شانے کے کنارے پر تھی۔ گویا کسی گوسفند کا کاسہ زانو تھا اور رسول اللہ ﷺ (بوجہ حیاء) مہر نبوت دکھانے کو پسند نہ فرماتے تھے۔

ابن ابی خیشمہ ؓ نے اپنی ”تاریخ“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ سیاہ مہر کی مانند مہر نبوت تھی جس میں زردی کی جھلک تھی اور اس کے گرد گھنے بال تھے۔ جیسے کہ گھوڑے کی ایال۔

علمائے کرام اس سلسلہ میں کہ مہر نبوت کی ہیئت و مقام وغیرہ میں راویوں کا اختلاف ہے فرماتے ہیں کہ اس اختلاف کو بنظر غائر اگر دیکھا جائے تو مابین اختلاف کوئی بنیادی فرق موجود نہیں ہے مختلف راویوں میں صرف تشبیہات یا امثال کا فرق ہے۔ ایک راوی نے اس کو بیضہ کبک سے تشبیہ دی۔ ایک نے ایسے گوشت سے جس کو گودا کیا گیا یا چھیدا گیا ہے سے مشابہہ بتایا۔ تیسرے راوی نے بیضہ کبوتر سے مشابہہ اس کو ٹھہرایا کسی نے سیب سے تشبیہ دی اور کسی نے دل دار گوشت کے ابھار کو اس کا ہمشکل بتایا۔ بالوں کا اظہار بھی چونکہ ساتھ ساتھ مقصود تھا لہذا ہمیش کے کاسہ زانو سے تشبیہ دی گئی۔ بایں ہمہ اختلافات روایات و تمثیلات و تشبیہ کا مقصد صرف ایک ہے کہ لوگوں کے ذہن میں مہر نبوت کا تصور پیدا کر دیا جائے تاکہ لوگ تشبیہ سے اس کا اندازہ اور قیاس کر لیں اور اس کی ہیئت کے تصور سے محروم نہ رہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ ”المفہم“ میں فرماتے ہیں کہ احادیث ثابتہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ مہر نبوت سرکارِ دو عالم ﷺ کے بائیں شانہ مبارک کے نیچے سرخ رنگ کی ایک ابھری ہوئی چیز تھی۔ جن راویوں نے اس کی ہیئت کا چھوٹا پن ظاہر کیا تو انہوں نے اس کو بیضہ کبوتر سے مشابہہ ہونا بیان کیا اور جس راوی نے اس کی جسامت کی بزرگی بیان کی ہے تو اس کو مٹھی کی جسامت کا سہارا لینا پڑا اور مٹھی کو اس کا مشبہہ قرار دیا۔

۱۔ گھوڑے کی ایال۔ اس طرح مختلف روایتیں بیان کی گئی ہیں۔

سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ مہر نبوت حضور ﷺ کے بائیں شانے کی نرم ہڈی کے پاس تھی کیونکہ آپ ﷺ وسوسہ شیطان سے محفوظ تھے اور یہ جگہ شیطان کے داخل ہونے کی تھی۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مہر نبوت آپ کی پیدائش کے وقت موجود تھی یا بعد ولادت دیکھی گئی؟ قائلین نے دوسرے قول کے ساتھ تمسک کیا۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جو رضاعت کے باب میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ مہر نبوت وفات کے وقت اٹھالی گئی جس کا ذکر بیان وفات میں ہم کریں گے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ”المستدرک“ میں وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ نے ہر نبی کو اس شان کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ ان کے داہنے ہاتھ میں مہر نبوت ہوتی تھی۔ بجز ہمارے نبی ﷺ کے کیونکہ آپ ﷺ کی مہر نبوت آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی۔

معجزہ چشم ہائے مبارک

اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝
آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

(پانچم ۱۷۷)

(ترجمہ کنز الایمان)

ابن عدی بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ تاریکی میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح تمام لوگ روشنی اور نور میں دیکھتے ہیں۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اندھیری اور سیاہ رات میں اسی طرح دیکھتے جیسے روشنی میں دیکھا جاتا ہے۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارا خیال ہے کہ میں صرف سامنے ہی دیکھتا ہوں؟ خدا کی قسم تمہارے رکوع اور سجدے مجھ سے مخفی نہیں ہیں، بلاشبہ میں پس پشت سے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں، تم مجھ سے پہلے رکوع اور سجدوں میں سبقت نہ کرو۔ بلاشبہ میں آگے اور پیچھے دونوں جانب سے دیکھتا ہوں۔

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں اور حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں اپنی پشت کی جانب سے ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا

کہ سامنے سے دیکھتا ہوں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی پشت کی جانب سے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔

حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند میں اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد ؓ سے آیتہ کریمہ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وَ تَقْلُبُكَ فِي السَّجْدَيْنِ۔ (پ ۱۹ اہل ۲۱۸) کی تفسیر میں بیان کیا کہ حضور ﷺ اپنے پیچھے کی صفوں کو ایسے ہی دیکھتے جیسے اپنے سامنے کی طرف دیکھتے تھے۔

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی یہ ہمہ جہتی بصارت دراصل ایک حقیقی مشاہدہ کی صلاحیت تھی جو بطور معجزہ آپ کو ودیعت فرمادی گئی تھی۔ اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ مشاہدہ کے لئے باعتبار روایت مقابل ہونا ناگزیر اور لازمی نہیں ہے۔ اس نکتہ سے علمائے کرام نے اس پر بھی اتفاق کیا ہے کہ آخرت میں رویت الہی وقوع پذیر ہوگی اور رویت الہی محال و ناممکن نہیں ہے۔“

ایک قول یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی چشمِ پشت سے مشاہدہ کرتے تھے جو اہل جہاں کی نظروں سے پنہاں تھی۔

ایک دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان دو آنکھیں سوئی کے ناکہ کے مانند تھیں اور ان کے عملِ دید (دیکھنے) میں کوئی کپڑا مانع تھا نہ کوئی دوسری شے۔

حضور ﷺ کے دہن اور لعابِ دہن کا اعجاز

امام احمد و ابن ماجہ بیہقی و ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت وائل بن حجر ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ڈول میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس کا پانی پیا پھر کنویں میں کلی فرمادی جس کے بعد کنویں سے مُشک جیسی خوشبو آنے لگی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھر کے کنویں میں دہن مبارک کا لعاب ڈال دیا جب سے مدینہ طیبہ میں اس کنویں سے زیادہ شیریں پانی کسی جگہ کا نہ تھا۔

بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی باندی رزینہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے یومِ عاشورہ مکہ کے شیرِ خوار بچوں کو اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شیرِ خوار بچوں کو بلایا اور ان کے دہنوں میں

اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کی ماؤں سے فرمایا: رات تک انہیں دودھ نہ پلانا گویا ان کو رات تک دودھ کی ضرورت نہ ہوگی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمیرہ بنت مسعود رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ وہ خود اور ان کی بہنیں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیعت کے لئے حاضر ہوئیں اور ہم پانچ بہنیں تھیں تو انہوں نے حضور ﷺ کو قدید^۱ کھاتے پایا۔ آپ نے چبایا ہوا تھوڑا سا قدید مجھ کو عنایت فرمایا۔ ہم سب نے اس میں سے بانٹ کر کھا لیا، بجز میرے وہ سب بہنیں اگرچہ وفات پا چکی ہیں کسی کے منہ میں کبھی بد بو نہ پائی گئی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو امامہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ایک مرتبہ ایک بد زبان عورت حضور ﷺ کے پاس آئی حضور ﷺ اس وقت قدید تناول فرما رہے تھے۔ اس عورت نے کہا کیا آپ مجھے عنایت فرمائیں گے؟ حضور ﷺ نے اپنے برتن میں سے لے کر اس کی طرف بڑھایا۔ عورت نے کہا یہ مجھے نہ چاہئے بلکہ منہ کے اندر سے دیتے۔ لہذا حضور ﷺ نے دیا۔ اس نے منہ میں رکھا اور نکل گئی۔ اس کے بعد کبھی ناشائستہ بات اس عورت کی زبان سے کسی نے نہ سنی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شیبہ رضی اللہ عنہ کی سند کے ساتھ ابو عبید نخوی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عامر بن کریم رضی اللہ عنہ اپنے پانچ سالہ بیٹے عبد اللہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے۔ حضور ﷺ نے اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا جس سے ایسی کرامت ان کو ملی کہ وہ جس پتھر پر ضرب لگاتے پانی نکل آتا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان کے والد نے جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی کو چھوڑ دیا تھا اور محمد بن ثابت ان کے حمل میں تھے۔ جب محمد کی ولادت ہوئی تو جمیلہ نے قسم کھائی کہ وہ بچہ کو دودھ نہ پلائے گی۔ تو حضور سرور کائنات نے نو مولود محمد کو منگا کر لعاب دہن اس کے منہ میں ڈال دیا اور روزانہ لانے کی ہدایت کی اور فرمایا اللہ اس کا رازق ہے۔ لہذا حضور ﷺ کی خدمت میں ان کو دوسرے یا تیسرے دن لایا جاتا۔ اچانک عرب کی ایک خاتون ثابت بن قیس کو دریافت کرتی ہوئی آئی۔ میں نے اس سے مقصد دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ثابت کے بچے کو جس کا نام محمد ہے دودھ پلا رہی ہوں۔ ثابت نے اسے بتایا کہ یہ میرا ہی نام ہے اور یہ میرا بچہ محمد ہے۔

۱۔ ”قدید“ سکھایا ہوا گوشت۔

۲۔ لعاب دہن شریف کے اس قسم کے متعدد واقعات کتب سیر میں موجود ہیں جن کو بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے اپنی تصنیفات میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو جعفر ؑ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت حسن ؑ موجود تھے کہ انہیں پیاس لگی اور تشنگی بڑھتی ہی گئی پانی اس وقت موجود نہ تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے دی انہوں نے اس کو چوسا حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گئے اور تشنگی رفع ہو گئی۔

طبرانی و ابن عسا کر رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستے کے ایک جانب سے حسن ؑ و حسین ؑ کے رونے کی آواز سنی وہ دونوں اپنی ماں کے ساتھ تھے۔ حضور ﷺ تیز چل کر ان کے قریب پہنچے اور فرمایا یہ کیوں رورہے ہیں؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا پیاس سے ہیں۔ پھر آپ نے پانی منگایا لیکن کہیں سے دستیاب نہیں ہوا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک بچہ کو مانگا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بموجب ارشاد ایک بچے کو آپ کی گود میں دے دیا۔ آپ نے لے کر سینے سے چمٹایا مگر وہ برابر چیختے رہے اور خاموش نہ ہوئے۔ بعد ازاں آپ نے زبان مبارک ان کے منہ میں دے دی وہ چوسنے لگے اور قرار آ گیا۔ اس کے بعد دوسرے بے قرار روتے بچے کو حضور ﷺ نے طلب فرمایا اور ان کے ساتھ وہی عمل کیا حتیٰ کہ دوسرا فرزند بھی خاموش ہو گیا۔

حضور ﷺ کے دندان مبارک

دارمی و ترمذی رحمۃ اللہ علیہما نے ”شمال“ میں اور بیہقی و طبرانی رحمہما اللہ نے ”اوسط“ میں اور ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کے دونوں دانت کشادہ تھے۔ دورانِ کلام ان کے درمیان سے نور نکلتا محسوس ہوتا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابی قرصافہ ؓ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اور میری ماں اور خالہ نے حضور ﷺ سے بیعت کی۔ جب ہم لوٹ رہے تھے تو میری ماں اور خالہ نے کہا: ”اے بیٹے! ہم نے حضور ﷺ سے بہتر کسی شخص کو نہ دیکھا“ آپ لطافتِ جسم، لطافتِ لباس، شیریں گفتار ہیں۔ باتیں کرتے وقت دہن مبارک سے گویا نور نکلتا ہے۔

حضور ﷺ کے پُر نور چہرے کا اعجاز

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت حضرت جابر ؓ بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے

۱۔ ہند بنت ابی ہالہ کہتی ہیں۔ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَحْمًا مُقْعَمًا يَتَلَا وَجْهَهُ وَتَلَاؤُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔

فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا اللہ ﷻ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے۔ اے میرے حبیب ﷺ! میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو کرسی کے نور کا لباس پہنایا۔ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ سند مجہول ہے اور یہ حدیث منکر ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ میں سحری کے وقت سی رہی تھی میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ بہت تلاش کی مگر نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ داخل ہوئے تو آپ کے چہرہ انور کی روشنی سے سوئی نظر آ گئی۔ پھر میں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا۔ آپ نے فرمایا: اے حمیرا! افسوس ہے پھر فرمایا: افسوس ہے (تین مرتبہ فرمایا) اس شخص پر جس نے نظر کو میرے چہرے کی طرف دیکھنے سے حرام کیا۔ (یعنی مجھے نہیں دیکھا)۔

حضور ﷺ کی بغل شریف کا ذکر

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دعا کے وقت اس قدر ہاتھ اٹھائے دیکھا ہے کہ آپ کی بغل کی سفیدی نظر آ گئی تھی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو آپ کے بغل کی سفیدی نظر آ جاتی۔

طبری رحمۃ اللہ نے کہا کہ حضور ﷺ کی خصوصیتوں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کے بغل کا رنگ جسم کے دوسرے رنگ سے مختلف نہ تھا۔ حالانکہ تمام انسانوں کا مختلف ہوتا ہے۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے اور اتنا اضافہ کے ساتھ کہ اس میں بال نہ تھے۔

حضور ﷺ کی گفتگو کی لطافت و بلاغت

ابو احمد غطریف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں اور ابن مندہ ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بریدہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ ہم سے زیادہ فصیح ہیں باوجود یہ کہ آپ ﷺ ہمارے درمیان سے کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی لغت پرانی ہو کر ذہنوں سے محو ہو چکی تھی اس کو جبریل علیہ السلام لائے اور مجھے یاد کرا گئے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے بعض روایتوں میں منقول ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!..... تا آخرت حدیث“ اور اس حدیث کو علمائے حدیث نے مسند

ع حضور ﷺ انتہائی شفقت و محبت کے عالم میں حضرت عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا کو حمیرا فرمایا کرتے تھے۔
لے اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اوپر بیان ہوئی۔

بریدہ ؓ سے گردانا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”شعب الایمان“ میں اور ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب المطر“ میں اور ابن ابی حاتم وخطیب نے ”کتاب النجوم“ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم نے آپ سے زیادہ کسی کو فصیح نہ دیکھا اس کا کیا سبب ہے؟ ارشاد فرمایا میرے لئے کون سی چیز فصاحت سے مانع ہو سکتی ہے جب کہ صورت حال یہ ہے کہ قرآن حکیم میری زبان اور ”عربی مبین“ کے ساتھ مجھ پر نازل ہوا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبدالرحمن زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ”أَيُّدَالِكَ الرَّجُلُ إِهْرَأَنَّهُ“ حضور ؐ نے فرمایا: ”نَعَمْ إِذَا كَانَ مُلْفَجًا“ حضرت صدیق اکبر ؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس شخص نے آپ سے کیا کہا؟ اور آپ نے کیا جواب دیا؟ ہم نہیں سمجھ سکے۔ حضور ؐ نے فرمایا: اس نے دریافت کیا: ”أَيُّمَا طَلَّ الرَّجُلُ أَهْلَهُ“ یعنی شوہر اپنی بیوی کا کسی وقت قرض دار ہوتا ہے؟ تو میں نے جواب دیا: ”نَعَمْ إِذَا كَانَ مُفْلِسًا“ یعنی ہاں جب وہ نادار ہو (جس کی بنا پر ان کے حقوق ادا کرنے میں تاخیر کرے) حضرت ابو بکر ؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ؐ میں عرب کے اکثر علاقوں میں گیا ہوں اور بڑے بڑے مدعیان فصاحت کے کلام سے میں مگر کسی کا کلام بھی آپ ؐ کی طرح فصیح میں نے نہیں سنا۔ اس پر آپ ؐ نے ارشاد فرمایا: ”میرے رب نے مجھے سکھایا اور بنو سعد بن بکر میں میری ابتدائی پرورش اور تربیت ہوئی۔“

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں۔ میں قریش کی ایک محترم شاخ میں پیدا ہوا اور پھر بنو سعد میں میری پرورش ہوئی تو ظاہر ہے کہ میرے کلام میں سقم، عامیانہ انداز اور سبکی کہاں سے راہ پائے گی۔

کیفیت شرح صدر

اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے:

”الْمُتَشَرِّحُ لَكَ صَدْرَكَ“

کیا ہم نے آپ کا شرح صدر نہیں فرمایا؟

(ترجمہ کنز الایمان)

(پالم شرح ا)

۱۔ حدیث میں سرور کائنات ؐ کا یہ ارشاد ہے: ”أَنَا أَفْصَحُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ“۔ میں تمام عربوں اور عجمیوں سے زیادہ فصیح ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم بن طہمان ؓ کی سند سے روایت کی کہ میں نے حضرت سعد ؓ سے ارشاد باری ”اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ“ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی۔

حضور انور ؐ کے بطن اقدس کو آپ کے سینہ اقدس سے اسفل بطن تک چیر کر اس سے قلب اطہر کو نکالا گیا۔ پھر اسے سونے کے طشت میں غسل دیا گیا اور اسے ایمان و حکمت سے بھر کر اس کی جگہ واپس رکھ دیا گیا۔

امام احمد و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ؐ کے پاس ایک دن جبریل ؑ آئے اور آپ ؐ بچوں کے ساتھ سیاحت فرما رہے تھے انہوں نے حضور ؐ کو پکڑ کر لٹا دیا، قلب کے پاس سے سینہ کو کھول کر دل نکالا اور پھر اس میں شگاف دیا اور جما ہوا کچھ خون نکالا اور کہا یہ آپ ؐ میں شیطان کا حصہ تھا۔ پھر سونے کے طشت میں آب زمزم کے ساتھ اسے غسل دیا۔ پھر اسے درست کر کے اس کے مقام پر رکھ دیا۔ آپ کے ساتھی بچے دوڑ کر آپ ؐ کی دایہ والدہ کے پاس آئے اور کہا ”محمد ؐ کو قتل کر دیا گیا۔“ یہ سن کر وہ آئیں تو دیکھا کہ آپ ؐ کا رنگ فق تھا۔ حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ؐ کے سینہ اقدس پر شگاف کی سلائی کا اثر دیکھا تھا۔ احمد داری اور حاکم رحمہما اللہ نے روایت کی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا۔

بیہقی طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بھی عتبہ بن عبد ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا: میں قبیلہ بنو سعد میں زیر پرورش تھا تو میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ چراگاہ گیا۔ ہم کھانا لے کر نہیں گئے تھے چنانچہ میں نے بھائی سے کہا والدہ سے کھانا لے آؤ وہ چلا گیا اور میں بکریوں کے پاس ٹھہرا رہا۔ کچھ دیر کے بعد میرے سامنے گدھ کی مانند دو سفید پرندے آئے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا: ”کیا یہ وہی ہے؟“ اس نے جواب دیا: ”ہاں۔“

اب وہ دونوں بہت ہی نزدیک آگئے اور جھپٹ کر مجھے پکڑ لیا اور شانے کے بل مجھے لٹا دیا، میرا پیٹ چاک کیا، دل کو نکالا اور اسے بھی چیرا اور اس سے دو سیاہ گوشت کے ٹوٹھڑے نکالے اور ایک نے دوسرے سے کہا برف کا پانی لاؤ انہوں نے برف سے میرے پیٹ کو دھویا پھر ٹھنڈے پانی سے میرے دل کو غسل دیا، پھر سینہ میرے دل پر چھڑکا، پھر اس کو سی دیا اور مہر نبوت اس پر لگا دی، پھر مجھ کو امت کے ایک ہزار آدمیوں سے وزن کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ اونچے ہیں اور خیال ہوا ان میں سے کوئی مجھ پر نہ گر پڑے، گویا میں ان سب سے زیادہ وزنی تھا۔ اس کے بعد دونوں نے کہا:

”اگر آپ ؐ کا ساری امت کے ساتھ وزن کیا جائے تو یقیناً آپ ؐ ان سب پر بھاری

رہیں گے اور آپ کا ہی وزن زیادہ ہوگا۔“

اس کارروائی کے بعد وہ دونوں چلے گئے اور مجھ کو ڈرا اور خوف کی حالت میں چھوڑ گئے۔ میں اپنی رضاعی ماں کے پاس پہنچا اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔ جس کو سن کر وہ دردمند ہو گئیں، انہوں نے دیکھا کہ میرے حالات عجیب پہلو اختیار کر رہے ہیں، انہوں نے میرے لئے خدا سے پناہ مانگی، اونٹ پر کجاوہ رکھا، سوار ہوئیں، مجھے اپنی آغوش میں آگے بٹھایا اور ہم مکہ میں والدہ کے پاس پہنچ گئے، علیمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

”میں آپ کی امانت سے دست کش ہوتی ہوں۔“ اور تمام روداد جو مجھ پر بتی تھی سنائی۔ جس کو میری والدہ سن کر کچھ بھی متاثر نہ ہوئیں۔ انہوں نے فرمایا: ”بلاشبہ میں نے دیکھا ہے کہ مجھ سے نور برآمد ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یحییٰ بن جعدہ رحمۃ اللہ علیہ سے (مرسل) روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس دو فرشتے کلنگ کی صورت میں آئے۔ ان کے ساتھ برف اور ٹھنڈے پانی کا انتظام تھا۔ ان میں سے ایک نے میرے سینے کو چاک کیا اور دوسرے نے اپنی چونچ سے پانی ڈالا اور اس کو غسل دیا۔

عبداللہ بن امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ”زوائد المسند“ میں اور ابن حاکم، ابن حبان، ابو نعیم، ابن عساکر اور انصاری رحمہم اللہ نے ”المختار“ میں بہ سند معاذ بن محمد بن معاذ بن ابی کعب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! امور نبوت میں کیا بات سب سے پہلے آپ ﷺ کو پیش آئی؟ ارشاد فرمایا: میں دس برس کی عمر میں صحرا کی طرف جا رہا تھا کہ یکا یک دو آدمیوں کو میں نے اپنے سر کے اوپر دیکھا، انہوں نے آپس میں پوچھا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں۔ تو اس نے مجھ کو پکڑ لیا، آہستگی سے لٹا دیا۔ پھر میرے بطن کو چاک کیا، اس کو غسل دیا، پھر میرے سینے کو کھولا مگر مجھے قطعاً درد یا تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ پھر میرے قلب کو شکاف دیا گیا اور کہا اس کے اندر سے حسد و کینہ کو نکال دو۔

پس دوسرے شخص نے اس میں سے ایک لوتھڑا نکال کر پھینک دیا۔ آواز آئی رافت و رحمت کو بھر دو تو انہوں نے چاندی کی مانند کوڑے شے داخل کی پھر ایک سفوف اس پر چھڑک دیا۔ بعد ازاں میرے انگوٹھے کو بجایا اور کہا جاؤ۔ چنانچہ میں اس حال میں واپس ہوا کہ بچپن میں میرے دل کے اندر غایت درجہ رحمت اور بڑا ہو جانے کے بعد بحد کمال رافت کے جذبات موجود تھے۔

۱۔ ولادت شریفہ کے وقت جو نورانی کیفیات طاری ہوئی تھیں ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(ابونعیم نے اس مذکورہ بالا حدیث کے بارے میں کہا۔ معاذ اللہ اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں اور نیز سن کے بیان میں منفرد ہیں۔ یعنی ۱۰ سال کی عمر صرف معاذ اللہ کی روایت میں ہے)

دارمی، بزار، ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے بیان کیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی ہیں؟ فرمایا: میں بطحائے مکہ میں تھا کہ دو آنے والے آئے اور ان میں ایک تو زمین پر اتر گیا اور دوسرا زمین و آسمان کے درمیان رہا۔ ایک نے دوسرے سے کہا: ان کو ایک شخص کے ساتھ وزن کرو۔ تو اس نے مجھے وزن کیا اور میں اس سے وزنی رہا۔ پھر کہا ان کو دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ تو اس نے میرا وزن کیا اور میں ان پر بھی وزنی رہا۔ پھر کہا ان کو سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ تو اس نے وزن کیا اور میں ان پر بھی بھاری رہا۔ پھر کہا ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ تو اس نے وزن کیا اور میں ان پر بھی بھاری رہا اور جو لوگ میرے ساتھ تو لے گئے تھے وہ ترازو کے پلڑے سے مجھ پر گرنے لگے پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا بطن چاک کرو تو اس نے میرا بطن چاک کیا اور اس میں سے شیطان کے دخل کی چیز اور خون کا لوتھڑا نکال پھینکا۔ پھر کہا ان کے بطن کو اس طرح دھوؤ جیسے برتن کو دھوتے ہیں اور ان کے قلب کو اس طرح غسل دو جیسے چادر کو دھوتے ہیں۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کے بطن کو سی دو تو اس نے سی دیا اور میرے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگائی جیسی کہ اس وقت موجود ہے اور دونوں چلے گئے اور گویا کہ میں مہر نبوت کو معائنہ کر رہا ہوں۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے یونس بن مسیرہ بن حلبس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتہ سونے کا طشت میرے پاس لایا اور اس نے میرے بطن کو چاک کیا اور اس کو دھویا پھر بسفوف چھڑک دیا اور کہا اب یہ دل مضبوط ہے اور جو چیز اس میں اترے گی اسے محفوظ رکھے گا۔ آپ ﷺ کی آنکھیں دیکھتی اور کان سنتے ہیں اور آپ ﷺ محمد رسول اللہ ﷺ المقتفیٰ اور الحاشر ہیں۔ آپ کا قلب سلیم ہے۔ آپ کی زبان صادق، نفس مطمئن، تخلیق مستحکم ہے اور آپ ﷺ بہت بخشش کرنے والے ہیں۔

دارمی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے ابن غنم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور آپ کا بطن اقدس چاک کیا اور کہا یہ دل مضبوط ہے اس میں دوکان ہیں جو سنتے ہیں، دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول، المقتفیٰ، الحاشر ہیں۔ آپ ﷺ کی تخلیق مستحکم، آپ ﷺ کی زبان صادق اور نفس مطمئن ہے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے

گھر پر تھا کہ فرشتہ آیا اور چاہ زمزم پر لا کر میرا شرح صدر کیا پھر آپ زمزم سے غسل دیا۔ پھر سونے کا طشت لائے جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا پھر ان دونوں چیزوں کو میرے سینے میں داخل کیا۔ انس ؓ کہتے ہیں آپ شرح صدر کا اثر دکھایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے وہ فرشتہ آسمان دنیا کی جانب لے گیا اور معراج کی حدیث بیان فرمائی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہو سکتا ہے کہ شرح صدر ایک سے زیادہ مرتبہ ہوا ہو۔ ایک حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں شیر خوارگی میں دوسری مرتبہ بعثت کے وقت تیسری مرتبہ شب معراج میں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شرح صدر کا واقعہ بہ زمانہ شیر خوارگی بہت سی سندوں کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے اور بعثت و اسراء کی حدیثوں میں بھی آئے گا کہ ان حدیثوں کی جمع و تحقیق سے یہی مستنبط ہوتا ہے کہ متعدد بار واقع ہوا ہے یعنی تین مرتبہ ہوا ہے اور جن علماء نے دو مرتبہ واقع ہونا بیان کیا ہے ان میں سہیلی ابن وحید اور ابن المنیر رحمہم اللہ ہیں۔

اور جنہوں نے تین مرتبہ واقع ہونے کی تصریح کی ہے ان میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور انہوں نے اس کی توجیہ کے سلسلے میں لطیف معنی پیدا کئے ہیں۔ وہ یہ کہ تین کی تطہیر میں مبالغہ مقصود ہے جس طرح شریعت میں تین مرتبہ دھونا مشروع ہے اور اسے تین مختلف اوقات کے ساتھ مختص کرنا اس وجہ سے ہے تا کہ عہد طفولیت میں نشوونما و ارتقاء کے دور میں وساوسِ خناس سے محفوظ رکھا جائے اور بعثت کے وقت شرح صدر اس لئے تھا کہ وحی کا لینا اس کا پھیلانا اور زندگی کے لئے رہنما بنانا حضور ﷺ کے لئے آسان ہو جائے اور اسرار کے وقت شرح صدر کا مقصد مناجات کے لئے مستعد کرنا ہے۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ شرح صدر کی خصوصیت آپ کے لئے تھی یا یہ عمل کسی اور نبی کے لئے بھی ہوا ہے؟ ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”حضور ﷺ کے لئے شرح صدر ایک ابتلاء کی قبیل سے ہے جس طرح سیدنا حضرت ذیج اللہ ؑ آزمائے گئے۔ بلکہ حضور ﷺ کا شق صدر بار بار ہونے اور اپنی حقیقی نوعیت سے آپ ﷺ پر طاری ہونے نیز ماحول اور سن اور اجنبی نو واردوں کے ذریعہ انشاق ہونے کے اعتبار سے بہت ہی اہم ہو جاتا ہے۔“

حضور ﷺ طبعی طور پر جمہای سے منزہ تھے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ میں ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف میں اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن الاثم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی جمہای نہیں آئی۔ ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم بن عبد الملک بن مروان ؓ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے کبھی جمہای نہیں لی۔

ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ اس صراحت میں منفرد ہیں متعدد ہذا شرح صدر کی صراحت علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے خوب بیان کی ہے۔

حضور ﷺ کی سماعت کا اعجاز

ترمذی وابن ماجہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ تم آسمان کے چرچرانے کی آواز نہیں سنتے اور آسمان کا چرچرانا درست ہے کیونکہ اس میں چند انگل بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں فرشتہ پیشانی رکھے سجدہ نہ کر رہا ہو۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم بن حزام رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: تم سنتے ہو جس آواز کو میں سن رہا ہوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہم تو کوئی آواز نہیں سن رہے ہیں۔ فرمایا میں آسمان کے چرچرانے کی آواز کو سن رہا ہوں اور چرچرانے میں اس کو ملامت نہیں کیونکہ آسمان میں بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جس پر فرشتے قیام و سجود نہ کر رہے ہوں۔

حضور ﷺ کی آواز کا اعجاز

بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو آپ کے اس خطبہ کو تمام اجتماع کے آخر میں پس پردہ عورتوں نے سنالیتی آپ ﷺ کی آواز مبارک اس دور دراز جگہ پر پہنچ گئی۔ جہاں عورتیں بیٹھی تھیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد رخ انور پھیر کر وعظ فرمایا تو اس وعظ کو بہت دور پس پردہ بیٹھی ہوئی عورتوں نے سنا۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے اور ایسی آواز سے ہمیں خطبہ دیا کہ پیچھے پردہ نشین عورتوں نے سنا۔

بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ تو آپ کی آواز حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے سنی ابھی وہ بنی غنم میں تھے تو وہ وہیں بیٹھ گئے۔

ابن سعد و ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں منیٰ میں خطبہ دیا تو ہمارے کان کھل گئے۔ ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے ہمارے کان کھول دیئے تو جو کچھ حضور ﷺ فرماتے تھے ہم اپنے گھروں میں بلا شک و شبہ اسے سنتے تھے۔

ابن ماجہ و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا کہ ہم آدھی رات کو خانہ کعبہ سے نبی کریم ﷺ کی قرأت کی آواز کو سنا کرتے تھے اور ہم اپنے مکانوں میں خاصے فاصلے پر ہوتے تھے۔

حضور ﷺ کی عقلی برتری

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیہ“ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت وہب بن منبہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا میں نے اکہتر کتابیں پڑھی ہیں۔ ان سب میں میں نے پایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ﷻ نے تمام لوگوں یعنی کل مخلوق و بنی آدم کو رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں ایک ذرہ حقیر کے برابر فہم و دانش عطا فرمائی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ عقل و حکمت میں سب سے زیادہ ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے پسینہ کی عطر بیزی

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا: جب آپ کو پسینہ آیا تو میری والدہ ایک شیشی لائیں اور اس کو پونچھ کر جمع کرنے لگیں اسی دوران آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ آپ نے پوچھا اے اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا تم یہ کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا میں حضور ﷺ کے پسینہ کو جمع کر رہی ہوں تاکہ ہم خوشبو کے طور پر استعمال کریں کیونکہ یہ سب خوشبوؤں میں سب سے زیادہ لطیف خوشبو ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے روایت کی کہ حضور ﷺ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں جا کر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ وہ حضور ﷺ کے لئے بستر بچھا دیتیں اور حضور ﷺ کو پسینہ بہت آتا ام سلیم رضی اللہ عنہا اس کو جمع کر لیا کرتیں ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا میں پسینہ کو خوشبو کے لئے جمع کر رہی ہوں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن سیرینؓ کی سند کے ساتھ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ میرے یہاں چڑے کے بستر پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کو پسینہ آتا تو میں اس کو سٹک لے میں ملا لیتی تھی۔

دارمیؓ و بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ میں چند مخصوص علامتیں تھیں۔ جب کوئی راستہ حضور ﷺ طے فرماتے تو وہ جسم اطہر کی خوشبو سے مہک جاتا اور لوگ جان لیتے کہ آپ اس راہ سے گزرے ہیں اور کسی پتھر یا درخت کے پاس سے

لے شک! چند خوشبوؤں کا مرکب۔

گزرتے تو وہ سجدہ کرتے۔

ابن سعد و ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آنے سے پہلے ہی خوشبو سے ہم آپ کو پہچان لیتے تھے۔

بزار و ابو یعلیٰ رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مدینہ کے راہ گیر راستوں کی خوشبو سے جان لیتے کہ حضور ﷺ ادھر سے گزر رہے ہیں۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو رات کی تاریکی میں ہم ان کی خوشبو سے پہچان لیتے تھے۔

خطیب بغدادی ابن عساکر ابو نعیم اور دیلمی رحمہم اللہ نے دوسندوں کے ساتھ محمد بن اسماعیل بخاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں سوت کات رہی تھی اور حضور ﷺ جوتہ کو سن رہے تھے۔ آپ کی پیشانی پر پسینہ آ گیا اس سے ایسا نور پیدا ہوا کہ میں حیران ہو گئی۔ حضور ﷺ نے میرے بشرہ سے اندازہ کر کے حیرانی کی وجہ پوچھی تو میں نے پسینہ اور نور کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ابو کبیر ندلی کا یہ شعر آپ ﷺ پر صادق آتا ہے۔

وَمُبْرَأٌ مِنْ كُلِّ غُبْرٍ خِضْبَةٍ وَفَسَادٍ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُغِيلٍ
وہ ہر بچے ہوئے حیض اور دودھ پلانے والی کے فساد اور جلد ہلاک کرنے والے مرض سے پاک ہے۔

وَإِذَا نَظَرْتُ إِلَى أَسْرَةٍ وَجْهَهُ بَرَقَتْ بُرُوقُ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ
اور جب تم اس کے چہرے کی شکنوں کو دیکھو گے تو وہ یوں چمکیں گی جیسے برسنے والے بادل کی بجلی چمکتی ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے جوتہ رکھ کر کھڑے ہوئے اور میرے پاس آ کر میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: اللہ تمہارا بھلا کرے مجھے یاد نہیں کہ مجھے کبھی ایسی خوشی ہوئی ہو جیسی اس وقت ہوئی ہے۔

ابو علی صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے معلوم نہیں کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ سے کوئی حدیث روایت کی ہو۔ لیکن میں سمجھتا ہوں یہ حدیث حسن ہے کیونکہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو قبول کیا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ حسین و خوب روتھے۔ آپ ﷺ کے رنگ میں نورانی کیفیت تھی اسی لئے صفت خواں ہمیشہ ماہ

کابل سے آپ کے چہرے کو تشبیہ دیتے، آپ کے چہرے کا پسینہ موتی کے مانند اور خوشبو میں مثل مشک خُتن تھا۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی رحمہما اللہ نے ”اوسط“ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی بیٹی کی شادی کر رہا ہوں، آپ اس میں میری مدد فرمائیں۔ آپ نے کہا اس وقت تو کچھ موجود نہیں ہے، لیکن تم کھلے منہ کی شیشی اور درخت کی ٹہنی لاؤ۔ وہ دونوں چیزیں لایا۔ حضور ﷺ نے دونوں کلائیوں سے پسینہ پونچھ کر شیشی کو بھر دیا۔ آپ نے فرمایا اپنی بیٹی کو دو اور کہو کہ یہ لکڑی شیشی میں ڈبو کر خوشبو لگائے۔ چنانچہ لڑکی نے ایسا ہی کیا اور اس وجہ سے اس کے گھر کی شہرت ”بیت المطہین“ (خوشبوؤں کا گھر) کے نام سے ہو گئی۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بنی حریش کے ایک شخص سے روایت کی کہ جب میں نے ماغر بن مالک کو سنگسار ہوتے دیکھا تو خوف کی بنا پر میں لرزنے لگا۔ جب حضور ﷺ کی نظر پڑی تو آپ نے مجھے چمٹا لیا اور آپ کے بغل کا پسینہ جو مشک کی خوشبو کی مانند تھا مجھ پر بہنے لگا۔

بزار رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے فرمایا: میرے قریب آؤ، تو میں قریب ہو گیا اور ایسی تیز مہک اور لطیف خوشبو آپ کے جسم سے خارج ہو رہی تھی کہ مشک وغیرہ کی خوشبو بھی ایسی نہ ہوتی۔

قد زیبائے محمد ﷺ

ابن ابی خیشمہؓ نے اپنی ”تاریخ“ میں اور بیہقی و ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نہ طویل القامت تھے نہ پستہ قد، لیکن جب لوگوں کے ہمراہ ہوتے تو آپ ﷺ کا قد ان سب پر طویل اور اونچا معلوم ہوتا۔ اکثر آپ کے دونوں جانب طویل القامت اشخاص ہوتے، مگر باہیں ہمہ آپ ﷺ ان سے اونچے نظر آتے۔

مذکورہ بالا حدیث کو ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے ”الخصائص“ میں اس قدر اضافہ کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ کا شانہ مبارک مجلس میں تمام بیٹھنے والوں سے اونچا نظر آتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے جسم انور کا سایہ نہ تھا

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکوانؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ دھوپ میں بننا تھا نہ شعاع ماہ میں اور ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے حضور ﷺ کی خصوصیات کے بیان میں کہا کہ آپ کا سایہ

دھوپ اور چاندی دونوں میں اس وجہ سے نہ ہوتا کہ آپ ﷺ سرتاپا نور تھے۔ بعض علماء نے کہا اس کی شہاد یہ حدیث ہے جس میں حضور ﷺ کی اس دعا کا ذکر ہے۔ ”وَاجْعَلْنِي نُورًا“ یعنی اے رب مجھ کو سراپا نور بنادے۔

حضور ﷺ کے جسم اور لباس پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی

قاسمی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الشفاء“ میں اور غرنی نے اپنی کتاب ”المولد“ میں بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ حضور ﷺ کے جسم اقدس پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔ ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے ”الخصائص“ میں اسے ان لفظوں سے بیان کیا کہ حضور ﷺ کے کپڑوں پر کبھی مکھی نہ بیٹھتی تھی اور حضور ﷺ کے خصائص میں اتنا زیادہ کیا کہ جوں آپ ﷺ کو نہ کاٹتی تھی۔ (یعنی کپڑوں میں بوں نہ پڑتی تھی)

حضور ﷺ کے موئے مبارک

سعید بن منصور اور ابن سعد و ابو یعلیٰ و حاکم و بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے عبد الحمید بن جعفر علیہ الرحمۃ سے روایت کی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگ یرموک کے موقع پر ٹوپی اوڑھے ہوئے تھے۔ (اتفاق سے وہ کہیں گرمی) آپ نے اسے تلاش کر کے حاصل کیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ نے عمرہ کر کے حلق کیا تو لوگوں نے بالوں کے حاصل کرنے میں جلدی کی اور میں ان کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ ان بالوں کو میں نے اس ٹوپی میں محفوظ کر لیا تھا اور تمام جہادوں میں لباس ٹوپی کو استعمال کیا حتیٰ کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہر حالت اور ہر موقع پر فتح و نصرت عطا فرمائی۔

حضور ﷺ کے خون مقدس کا اعجاز

بزار، ابو یعلیٰ، طبرانی، حاکم و بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کچھنے لگوار ہے تھے جب فارغ ہوئے تو فرمایا: اے عبد اللہ رضی اللہ عنہ اس خون کو لے جاؤ اور کسی ایسے مقام پر رکھ دو کہ کوئی نہ دیکھے۔ وہ خون کو لے گئے اور پی لیا۔ واپس آئے تو آپ نے دریافت کیا۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ! خون کا کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا میں نے ایسی پوشیدہ جگہ رکھا ہے کہ وہ ہمیشہ لوگوں سے مخفی رہے گا۔ حضور ﷺ نے جواب دیا میرا خیال ہے تم نے اسے پی لیا۔ میں نے کہا ہاں۔ ارشاد فرمایا: تم سے لوگوں کے لئے افسوس ہے اور لوگوں سے تمہارے لئے افسوس ہے۔

۱۔ صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موہائے سر مبارک کو فرط شوق کے ساتھ جمع کیا تھا۔
۲۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا خیال تھا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طاقت و قوت کا سبب یہی خون مصطفیٰ ﷺ تھا۔

حضور ﷺ کے مبارک نقشِ قدم کا ذکر

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ زمین پر پورا قدم رکھ کر چلتے اور آپ ﷺ کا نقشِ قدم ناتمام نہ رہتا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوامامہ باہلی ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا نقشِ قدم ناتمام نہ رہتا کیونکہ آپ ﷺ پورا قدم رکھ کر چلتے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن سمرہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک کی انگشت کو چمک (چھوٹی انگلی) دوسری انگلیوں سے بلند تھی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ قریش ایک کاہن کے پاس گئے اور اس سے کہا: ہمیں بتاؤ کہ ہمارے اندر کون شخص صاحبِ نبوت ہو سکتا ہے؟ اس نے جواب دیا: زمین کو اپنی چادر سے صاف اور بے نشان کر کے اس پر چلو میں نقشِ قدم کو دیکھ کر بتا دوں گا تو انہوں نے زمین کو صاف کیا پھر اس پر چلے تو کاہن نے حضور ﷺ کے نشانِ قدم کو دیکھ کر کہا کہ یہ شخص نبوت کا زیادہ مستحق ہے۔ اس کے بعد وہ انتظار کرتے رہے چنانچہ تقریباً بیس سال بعد رسول اللہ ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا۔

حضور ﷺ کی رفتار کا اعجاز

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اور میں ایک جنازے کے ساتھ جا رہے تھے۔ جب میں قدم بڑھاتا تو حضور ﷺ حسبِ معمول مجھ سے سبقت لے جاتے۔ میرے برابر جو شخص چل رہا تھا میں نے اس سے کہا: بلاشبہ حضور ﷺ کے قدموں کے نیچے زمین لپٹی جاتی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن مرثد ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب چلتے تو آپ ﷺ کی رفتار تیز ہوتی حتیٰ کہ آپ کے پیچھے لوگ دوڑنے پر مجبور ہو جاتے۔

حضور ﷺ کے خواب اور سونے کی کیفیت

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے بخواب ہو جاتے ہیں۔ جواب دیا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل جاگتا رہتا ہے۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سوتی ہیں اور ان کا دل جاگتا ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت عطاء اللہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم گروہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور ہمارے دل بیدار رہتے ہیں۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسنؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری آنکھ سوتی ہے اور میرا دل نہیں سوتا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی کہ آپ کی چشم مبارک سویا کرتی اور دل بیدار رہا کرتا تھا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہودیوں کی ایک جماعت آئی تو ان سے فرمایا: میں تمہیں اس رب کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی، کیا تم شناخت کرتے ہو؟ یہ نبی ہیں ان کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ”بخدا درست ہے۔“ فرمایا اے خدا تو شاہد رہ۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انسؓ سے روایت کر کے اسے صحیح کہا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی چشم ہائے مبارک سوتی تھیں اور آپ کا قلب مطہر جاگتا تھا۔

حضور ﷺ کی قوتِ باہ اور مجامعت کا ذکر

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت قتادہؓ سے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ دن اور رات کی ایک ساعت میں تمام ازواجِ مطہرات پر دورہ کر لیتے تھے اور ان کی تعداد گیارہ تھی۔ قتادہؓ کہتے ہیں میں نے انسؓ سے پوچھا۔ کیا آپ میں اتنی طاقت تھی؟ انہوں نے جواب دیا: ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ ﷺ کی لونڈی سلمیٰ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایک شب میں نو ازواج پر دورہ فرمایا کرتے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ ہمیں عبید اللہ بن موسیٰؓ نے خبر دی ان کو اسامہ بن زیدؓ نے ان کو صفوان بن سلیمؓ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس ایک ہانڈی لائے میں اس میں سے کھایا تو مجھ کو چالیس مردوں کے برابر قوت مجامعت مل گئی۔

۱۔ اس روایت پر اصول حدیث کے اعتبار سے تنقید کی گئی ہے اور روایت کو غیر صحیح بتایا ہے۔

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ روایت سلام بن سلیمان نہل ؓ سے روایت کی انہوں نے ضحاک ؓ سے انہوں نے ابن عباس ؓ سے مرفوعاً روایت کی لیکن پہلی سند مرسل ہونے کے باوجود بہتر ہے اور یہ سند کمزور ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی ان سے موسیٰ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کے ذریعہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ میں عام لوگوں سے طاقت مجامعت کم تھی۔ پھر اللہ ﷻ نے (بذریعہ فرشتہ) ایک ہانڈی کے گوشت کے ذریعہ وہ قوت عطا فرمادی کہ جب میں ارادہ کرتا ہوں تو اس قوت کو محسوس کرتا ہوں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی اور انہوں نے ایک سلسلہ رواۃ کے ناموں کے بعد اسی (مذکورہ بالا) حدیث کی مانند روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس ہانڈی لائی گئی میں نے اس میں سے کھایا یہاں تک کہ میں سیر ہو گیا اور جب سے کھایا ہے۔ جس گھڑی چاہتا ہوں ازواج کے پاس جاتا ہوں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد اور طاؤس رحمہما اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو چالیس مردوں کے برابر طاقت مجامعت دی گئی تھی۔

حارث بن ابوامامہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کچھ اوپر چالیس جنت کے مردوں کے مساوی قوت دی گئی۔ نیز حارث ؓ نے ابن عمر ؓ کے ذریعہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گرفت اور نکاح میں چالیس مردوں کی طاقت مجھے دی گئی ہے۔

طبرانی اور اسماعیلی رحمہما اللہ نے ”مجمع“ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے پہلے لوگوں پر چار باتوں میں فضیلت دی گئی۔ داد و دہش، شجاعت، کثرت جماع اور دشمن پر قابو پانا۔“

حضور ﷺ احتلام سے محفوظ تھے

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند عکرمہ ؓ ابن عباس ؓ سے اور دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے ”مجالست“ میں بہ سند مجاہد ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کبھی احتلام نہیں ہوا چونکہ احتلام شیطان کے دوسے سے ہوتا ہے۔

حضور ﷺ کے بول و براز کا اعجاز

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند حسین بن علوان، ہشام اور عروہ ؓ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے

حوالہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلا تشریف لے جاتے تو اس کے فوراً ہی بعد میں وہاں جاتی تو بجز پاکیزہ خوشبو کے کچھ بھی نہ پاتی۔ میں نے اس کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا:

”تم واقف نہیں ہو ہمارے اجسام کی نشوونما جنتی ارواح پر ہوتی ہے اور جو چیز ہمارے جسموں سے خارج ہوتی ہے اسے زمین نگل لیتی ہے۔“

(بیہقی نے کہا کہ یہ حدیث ابن علوان کی موضوعات میں سے ہے۔)

میں جلال الدین سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال درست نہیں کیونکہ یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ جو اسماعیل عتبہ محمد ام سعد رحمہم اللہ چار سلسلہ رواۃ کے ذریعہ بیان ہوئی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے اللہ ﷺ کے رسول ﷺ! آپ رفع حاجت کے لئے تو جاتے ہیں مگر میں بول و براز کا اثر نہیں دیکھتی؟ ارشاد فرمایا: تم کو کیا خبر کہ انبیاء علیہم السلام کا اخراج زمین نگل لیتی ہے اس کے نظر آنے کا سوال ہی نہیں۔

(اس حدیث کو اسی سند کے ساتھ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔)

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس حدیث کی ایک تیسری سند اور بھی ہے جو محمد علی زکریا شہاب عبد الکریم اور ابو عبد اللہ رحمہم اللہ اور (باندی عائشہ رضی اللہ عنہا) کے لیلے سات واسطوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچتی ہے۔ متن اس حدیث کا بھی وہی ہے۔

اسی متن سے ملتی جلتی روایت وہ ہے۔ جس کو حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ”مستدرک“ میں بیان کیا ہے اور یہ چوتھی سند ہے جو مخلد محمد موسیٰ ابراہیم المنہال رحمہم اللہ اور (باندی عائشہ رضی اللہ عنہا) لیلے رضی اللہ عنہا چھ واسطوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچتی ہے۔ اس کا متن بھی الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ وہی ہے۔ یعنی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے داخل ہوئے اس کے بعد میں گئی تو میں نے وہاں کچھ نہ دیکھا البتہ مشک کی خوشبو پائی۔ اس پر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے تو بیت الخلا میں کچھ نہ دیکھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے یعنی گروہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں زمین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اسے چھپا لے۔“

اس حدیث کی پانچویں سند اور ہے وہ یہ کہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الافراد“ میں کہا کہ ہم سے محمد بن سلیمان باہلی رحمہ اللہ نے ان سے محمد بن حسان اموی رحمہ اللہ نے ان سے عبدہ بن سلیمان رحمہ اللہ نے ان سے ہشام بن عروہ رحمہ اللہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں نے آپ ﷺ کو بیت الخلا جاتے دیکھا۔ پھر آپ

کے بعد میں گئی تو میں نے خارج ہونے والی چیز کا کوئی نشان تک نہ دیکھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا! تم نہیں جانتیں۔ اللہ ﷻ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے جو فضلہ خارج ہو وہ اسے کھا جائے۔

سند کے اعتبار سے یہ حدیث اعلیٰ ہے۔ ابن وحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے انھما لھیں میں اس سند کو لانے کے بعد فرمایا: یہ سند ثابت ہے۔ محمد بن حسان بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ اور صالح شخص ہیں اور عبدہ رحمۃ اللہ علیہ شیخین (بخاری و مسلم) کے راویوں میں سے ہیں۔

اس حدیث کی چھٹی سند مرسل بھی ہے۔ وہ یہ کہ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمن بن قیس زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ عبد الملک بن عبد اللہ بن ولید رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ذکوان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ آفتاب میں دیکھا جاتا نہ چاند کی روشنی میں اور قضائے حاجت کا نشان بھی نہ ہوتا۔

(اس حدیث کے ساتویں سند بھی ہے جو جناب کے وفد کے باب میں آئے گی)۔

حضور ﷺ کے بول سے انسدادِ مرض

حسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند میں ابو یعلیٰ، حاکم، دارقطنی رحمہم اللہ سے اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ رات میں گھر کے ایک گوشے میں رکھے ہوئے پیالے کی جانب گئے اور اس میں بول فرمایا: پھر رات میں مجھے پیاس لگی، میں اٹھی اور پیالے میں جو کچھ تھا پی لیا۔ صبح کو اتفاقاً رات کی بات کا میں نے ذکر کیا۔ جس پر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا آج سے تمہارے پیٹ میں کوئی بھی بیماری یا شکایت نہ ہوگی۔

عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لکڑی کے پیالے میں پیشاب کرتے تھے پھر اسے چار پائی کے نیچے رکھ دیا جاتا تھا۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور دیکھا کہ پیالے میں کچھ نہیں ہے تو آپ نے برکت نامی عورت سے فرمایا: (یہ عورت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھی اور اس کو وہ اپنے ساتھ جثہ سے لائی تھیں)۔ پیالہ کے اندر کا پیشاب کیا ہوا؟ اس نے بتایا میں نے پی لیا۔

آپ نے فرمایا تم ہمیشہ کے لئے صحت مند ہو گئیں اے ام یوسف! (اس خادمہ کی کنیت تھی) تو وہ کبھی بیمار نہ ہوئیں، صرف مرض الموت ان کو لاحق ہوا۔ ابن وحیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ واقعہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے علاوہ ہے۔

حضور ﷺ بڑے صاحبِ جمال تھے

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت براءؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین و خوب رُو اور خلقت میں سب سے احسن اور میا نہ قد تھے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے براءؓ سے روایت کی کہ ان سے کسی نے دریافت کیا: ”حضور ﷺ کا چہرہ انور شمشیر کی مانند تھا؟“ براءؓ نے جواب دیا: نہیں، بلکہ قمر کی مانند۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت کی ان سے کسی نے پوچھا: ”کیا رسول اللہ کا چہرہ انور طویل تھا؟“ کہا نہیں، بلکہ چاند و سورج کی مانند مستدیر تھا۔

دارمی و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو چاندنی راتوں میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ سرخ لباس میں تھے تو کبھی میں آپ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو تو بلاشبہ آپ میری آنکھوں کو چاند سے زیادہ حسین معلوم ہوئے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب بن مالکؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو چہرہ انور چمک اٹھتا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس بات کو آپ کی شادمانی کی علامت سمجھتے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت کی آپ ﷺ نے فرمایا: حضور ﷺ کا چہرہ چاند کی مانند مدور یعنی گول تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے ایک ہمدانی عورت رضی اللہ عنہا سے روایت کی اس نے کہا میں نے حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: آپ ﷺ کی مشابہت کیسی تھی؟ اس نے جواب دیا چودھویں رات کے چاند کے مانند میں نے کسی کو آپ کی مانند پہلے دیکھا نہ بعد کو۔

دارمی، بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ براہِ کرم رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان فرمائیے۔ انہوں نے کہا اگر تم حضور ﷺ کو دیکھتے تو کہتے کہ سورج نے طلوع کیا ہے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو الطفیلؓ سے روایت کی ان سے کسی نے پوچھا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کچھ بتائیے۔ انہوں نے کہا آپ ﷺ سفید اور لیچ چہرے والے تھے۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ لوگوں میں میا نہ قد تھے، کھلتا ہوا رنگ، سیاہ نہ سفید، موئے مبارک گھنے تھے نہ چھدرے، لٹکے ہوئے تھے

نہ گھونگریا لے بلکہ ایسے تھے جیسے کنگھی کر کے بنائے گئے ہوں۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ ایسے صبح تھے کہ اس میں سرخی کی جھلک تھی۔

ابن سعد ترمذی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہؐ سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہ دیکھا۔ محسوس ہوتا کہ آپؐ کے چہرہ انور میں آفتاب رہ رہا ہے اور میں نے رفتار میں کسی کو حضورؐ سے زیادہ تیز نہ دیکھا گویا کہ زمین آپؐ کے لئے لپٹتی تھی۔ ہم آپؐ کے ساتھ چلنے کے دوران کوشش کرتے اور آپؐ کی عام رفتار بے پروائی کے ساتھ ہوتی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہؓ سے اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند قتادہؓ حضرت انسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ اللہﷻ نے ہمیشہ ہر نبی کو حسن خلق، حسن صورت اور حسن آواز کے ساتھ مبعوث فرمایا، آخر کار اللہﷻ نے ہمارے نبیؐ کو مبعوث فرمایا تو آپؐ کو بھی حسن اخلاق، جمال صورت اور دل پذیر آواز سے نوازا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: اللہﷻ نے کبھی کسی نبی کو مبعوث نہ فرمایا مگر یہ کہ وہ خوب رؤ صاحب حسب و نسب اور خوش آواز ہوتا اور بلاشبہ تمہارے نبی صبح و وجیبہ نجیب و شریف اور دل نشین آواز والے تھے اور یہ تمام خوبیاں آپؐ میں بدرجہ کمال موجود تھیں۔ دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہؐ سے زیادہ بہادر، سخی اور خوبصورت نہیں دیکھا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: رسول اللہؐ کا دہن کشادہ، چشمان مبارک میں سرخی کی جھلک اور پیروں کی دونوں ایڑیاں پر گوشت اور بھری ہوئی تھیں۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: رسول اللہؐ کی چشم ہائے مبارک بڑی بڑی تھیں۔ جن میں سرخی کی جھلک تھی اور آپؐ کی مڑگاں (پلکیں) دراز تھیں۔

ترمذی و بیہقی رحمہما اللہ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے روایت کی انہوں نے

حضرت علیؓ نے اجمالاً اوصاف سراپائے رسول اکرمؐ بیان فرمادیے ہیں۔ تفصیل کی اس روایت میں گنجائش نہ تھی۔ یہاں شیدائے رسول اللہؐ امام بوصری رحمۃ اللہ علیہ کے یہ چند اشعار بیساختہ نوک قلم پر آگئے ہیں۔ غور فرمائیے۔

وَكُلُّ أَيِّ الرُّسُلِ الْكَرَامِ بِهَا فَإِنَّمَا أَتَّصَلْتُ مِنْ نُورِهِ بِهِم
فَإِنَّهُ شَمْسٌ فَضْلُ هُمْ كَوَاكِبُهَا يُظْهِرُونَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ
وَكُلُّهُمْ مِنْ رُسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ عَرَفْنَا مِنَ الْبَحْرِ أَوْرَشَقًا مِنَ الدِّيمِ

یعنی تمام انبیاء مرسلین جو نشانی لے کر بھی یہاں آئے وہ سب آپؐ ہی کے انوار جمال و جلال کا پرتو ہیں۔ بلاشبہ آپؐ ہی فضل کے آفتاب ہیں اور وہ سب آپؐ کے سامنے ہیں جن کے انوار تاریکی میں لوگوں کے لئے مشعل راہ بنے وہ تمام انبیاء علیہم السلام رسول اللہؐ کے خوشہ چیں ہیں اور آپؐ کے دریائے فضل کا ایک گھونٹ اور سند رکا ایک قطرہ ہیں۔

فرمایا: رسول اللہ ﷺ میانہ قد تھے۔ سر کے بال نہ گھنگریا لے نہ لٹکے ہوئے چہرے کا گوشت نرم اور لٹکا ہوا نہ تھا اور چہرے میں گولائی تھی۔ رنگ نکھرا ہوا، کشادہ پیشانی، مڑگاں سیاہ و دراز، جسم و اندام کی ہڈیاں چوڑی پر گوشت شانے چوڑے جسم پر بال نہ تھے البتہ از سینہ تا ناف ایک بالوں کی لکیر تھی، دونوں ہتھیلیاں اور قدم قوی و مضبوط تھے انگلیاں فرہ تھیں، پورا قدم رکھ کر قوت کے ساتھ چلتے گویا فراز سے نشیب میں آرہے ہیں، التفات بے دلی سے نہ ہوتا۔ اور دونوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند کے ساتھ انہی سے روایت کی، فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی پتلیاں سیاہ اور مڑگاں (پلکیں) دراز تھیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کی پیشانی مبارک چوڑی اور پلکیں لمبی تھیں۔

(طیالسی اور ترمذی رحمہما اللہ نے اسے روایت کر کے صحیح کہا ہے۔)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ طویل القامت تھے نہ پستہ قد، آپ کا سر مبارک بڑا اور ریش مبارک بھی بڑی تھی، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں فرہ اور جوڑ مضبوط تھے اور ہڈیوں کے سرے یعنی گھٹنے، کہنی اور مونڈھے چوڑے اور مضبوط تھے۔

طیالسی، احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی کلاںیاں چوڑی اور دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا اور آپ کی مڑگاں دراز تھیں۔ آپ ﷺ بازاروں میں شور مچانے والے فحش گوا اور لغوبات کہنے والے نہ تھے۔ کسی کے روبرو ہوتے یا پشت پھرتے دونوں صورتوں میں پوری طرح عمل فرماتے تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی سیاہ تھی اور دندان مبارک حسین تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سے کسی نے پوچھا: کیا نبی کریم ﷺ پر بڑھاپا آیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: ”اللہ ﷻ نے حضور ﷺ پر بڑھاپے کا عیب نہ لگایا۔ آپ ﷺ کی ریش مبارک میں بس سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے۔“

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت براہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا قد میانہ تھا اور دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا اور سر کے بال کانوں کی لوتک پہنچتے تھے۔ بہر حال آپ ﷺ سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہ دیکھا۔

۱۔ یعنی کسی طرف توجہ کرتے تو بے دلی کے ساتھ نہ فرماتے۔ (ادارہ)

امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے محرش کعسی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے مقام جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ کی نیت کی اتفاقاً میری نظر آپ ﷺ کی پشت مبارک پر پڑی تو وہ گویا ایک سیم پارہ تھا۔

طیالسی ابن سعد طبرانی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے شکم مبارک کو (بہ غور) نہیں دیکھا مگر مجھے یاد ہے کہ وہ کاغذ کی تہوں کی مانند تھا۔ (یعنی بہت زیادہ شکنیں پڑی ہوئی تھیں)

ترمذی و بیہقی نے رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ایسے صبح تھے گویا چاندی سے بنائے گئے تھے اور آپ کے بال گھونگر والے تھے نہ لٹکے ہوئے، شکم ہموار، شانوں کی ہڈیاں چوڑی اور چلنے کے دوران پورا قدم رکھ کر چلتے، مخاطب کے سلسلے میں پورے طور پر رو برو ہوتے اور جب رخ تبدیل فرماتے تھے تو پورے طور پر فرماتے تھے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک اور پائے مبارک بزرگ (بڑے) اور کف ہائے دست (ہتھیلیاں) کشادہ تھے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم بڑے اور چہرہ زیبا ایسا تھا کہ میں نے کسی دوسرے کا نہ دیکھا۔

طبرانی و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت میمونہ بنت کزوم رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے اور میں پیر کے انگوٹھے سے متصل انگلی کی درازی کو نہیں بھولی ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بلعدویہ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ آپ ﷺ خوبصورت متناسب جسم، چوڑی پیشانی، کھڑی بلند ناک اور لمبی ہوئی عمدہ ابرو والے شخص تھے اور میں نے دیکھا تھا کہ آپ کی گردن کے پاس سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نہ طویل القامت تھے نہ پستہ قد بلکہ قدرے درازی مائل جسم تھا اور ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں بھری ہوئی سینہ سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی، آپ ﷺ کا پسینہ موتی کے مانند ہوتا اور جب چلتے تو جھکے ہوئے معلوم ہوتے گویا چڑھائی سے اتر رہے ہیں۔

عبداللہ بن احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ

ﷺ طویل قامت نہ تھے اور درمیانہ قد سے نیچے نہ تھے مگر لوگوں کے ساتھ ہوتے تو دراز قد نظر آتے۔ آپ ﷺ کا گوار رنگ اور سرمباک بڑا تھا رنگ و روپ روشن و چمکدار تھا، پلکیں باریک اور ابرو کشادہ ہاتھ پیر کی انگلیاں بھری ہوئی اور دراز تھیں۔ روانگی کے دوران قوت سے قدم بڑھاتے جیسے نشیب میں اتر رہے ہوں آپ ﷺ کی پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند ہوتا اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھنے سے پہلے یا بعد آپ ﷺ کا ہمسرہ دیکھا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ شفاف اور حضور ﷺ کا پسینہ موتی کی مانند تاباں تھا آپ جس وقت چلتے تو اس طرح چلتے کہ جھکے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔

بزاز و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ میانہ قد کے لوگوں میں حسین ترین تھے قد مائل بہ طول تھا دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا رخسار مبارک نرم و دراز بال خوب سیاہ آنکھیں سرگیں پلکیں دراز تھیں قدم پورا رکھتے پیروں کے تلوؤں میں گڑھانہ تھا۔ جب شانوں پر چادر ڈال لیتے تو پھر آپ ﷺ کا سراپا جسم سیمیں معلوم ہوتا۔ تبسم سے دیوانہاں روشن ہو جاتیں اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھنے سے قبل یا بعد کسی کو حضور کا ہمسرہ پایا۔

شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ملائم ریشم و دیا کو بھی نہ پایا اور رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ خوشبو سے زیادہ مشک و عنبر کی خوشبو کو بھی نہ سونگھا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے جابر بن سمرہ ؓ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے رخساروں پر دست مبارک پھیرا تو میں نے آپ کے ہاتھ کی لطیف خنکی اور خوشبو کو محسوس کیا جیسے کہ آپ نے خوشبودان سے اپنا دست مبارک نکالا ہو۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن اسود ؓ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک مجھے دیا تو میں نے آپ کے ہاتھ میں برف سے زیادہ ٹھنڈک اور مشک سے زیادہ خوشبو محسوس کی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے مستورد بن شداد ؓ سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور میں نے آپ ﷺ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ برف سے زیادہ سرد اور حریر (ریشم) سے زیادہ نرم تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کی انہوں نے کہا میں مکہ میں بیمار ہوا اور رسول اللہ ﷺ عیادت کے لئے تشریف لائے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھانیز میرے چہرے سینے اور پیٹ پر پھیرا تو میں آج تک سرور کائنات ﷺ کے دست مبارک کی اس خنکی کو محسوس کرتا ہوں جو اس وقت میں نے محسوس کی تھی۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سرخی مائل گورے تھے۔ انگلیوں کے پورے بھرے ہوئے طویل القامت تھے نہ پستہ قد بال گھنگریا لے نہ لٹکے ہوئے۔ جب آپ ﷺ چلتے تو لوگ ہمراہی قائم رکھنے کے لئے دوڑتے اور میں نے آپ کے مانند کسی کو نہ دیکھا۔

ابو موسیٰ مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الصحابہ“ میں امیر بن عبد خضریٰؓ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ کے بعد میں نے کسی کو آپ ﷺ کی مانند نہ دیکھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن بریدہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ قدم مبارک میں احسن البشر تھے۔^۱

ابن سعد و ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی آپ نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ کا رنگ سرخ سفید پتلیاں سیاہ سینہ سے ناف تک بالوں کا خط ناک بلند رخسار دراز و بلند داڑھی گھنی اور بال کان کی لو تک تھے۔ گردن مبارک گویا چاندی کی صراحی تھی۔ پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند چمکتا اور پسینہ کی خوشبو مشک سے زیادہ پاکیزہ اور لطیف تھی۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن کی جانب بھیجا۔ تو میں ایک دن لوگوں کو خطاب کر رہا تھا اور احبار یہود ہاتھ میں کتاب لئے کھڑے تھے اور اس کی عبارت کسی مقام سے دیکھ رہے تھے پھر انہوں نے میری طرف دیکھ کر کہا:

”ابو القاسمؓ کا وصف بیان کیجئے۔“ میں نے کہا آپ ﷺ طویل القامت ہیں نہ پستہ قد بال نہ گھنگریا لے ہیں نہ لٹکے ہوئے سیاہ رنگ کے ہیں سر مبارک بڑا آپ کا رنگ مائل بہ سرخی ہے مضبوط اندام انگلیاں بھری ہوئی حلق سے ناف تک بالوں کی سیدھی لکیر ہے پلکیں دراز دونوں ابرو ملی ہوئی پیشانی چوڑی اور دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ ہے ان کی رفتار کے دوران جسم میں جھکاؤ سا

^۱ یعنی آپ کے پاؤں کے سب سے خوبصورت تھے۔ (ادارہ)

معلوم ہوتا ہے جیسے بلندی سے اتر رہے ہوں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضور ﷺ کے یہ اوصاف بیان کئے تو ایک یہودی نے کہا کہ ہماری کتاب میں بھی یہی اوصاف موجود ہیں۔ پھر یہودی عالم نے کہنا شروع کیا کہ حضور ﷺ جب آنکھ کھولتے ہیں تو اس میں سرخ ڈورے نظر آتے ہیں ریش مبارک اور دہن اقدس خوبصورت اور دونوں کان مکمل ہیں اور جب مخاطب فرماتے ہیں تو پوری طور پر متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب اختلاط ختم ہو جاتا ہے یعنی رابطہ اور میل کے بعد تو پھر (سنگن لینے کی خاطر) توجہ اور نظر نہیں رکھتے۔“

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا: ہاں یقیناً آنحضرت ﷺ کی یہی شان ہے۔ یہودی عالم نے کہا ایک بات اور ہے۔ میں نے کہا وہ کون سی؟ اس نے کہا آپ ﷺ میں خمیدگی ہے۔ میں نے کہا یہ وہ بات ہے جو میں نے تم سے بیان کر دی ہے کہ آپ ﷺ چلتے وقت جھکے معلوم ہوتے ہیں کہ جیسے نشیب میں اتر رہے ہیں۔ یہودی عالم نے کہا میں نے حضور ﷺ کے یہ اوصاف اپنے اسلاف کی کتابوں میں پائے ہیں اور ہم نے پڑھا ہے کہ آپ خدا کے گھر اس کے حرم مقام امن سے مبعوث ہوں گے پھر آپ اس حرم کی جانب ہجرت کریں گے جس کو آپ نے حرم قرار دیا ہوگا۔ اس کی حرمت ایسی ہی ہے جیسے اللہ کے حرم کی۔ اس نئے حرم کے لوگ جہاں آپ ہجرت کر کے پہنچیں گے آپ کے انصار ہوں گے اور وہ لوگ عمرو بن عامر کی نسل سے ہوں گے جو باغات اور زمینوں کے مالک ہوں گے اور ان سے پہلے یہود ان چیزوں کے مالک ہوں گے۔

حضرت علیؓ نے کہا یہی صورت واقعہ ہے۔ یہودی عالم نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ نبی برحق ﷺ ہیں اور پوری نوع انسانی کی طرف ان کی ہدایت کے لئے آئے ہیں۔

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ چند یہودی آئے حضرت علیؓ کو بلایا اور ان سے کہا: ”ہمیں اپنے چچا کے بیٹے کے اوصاف بتائیے۔“

حضرت علیؓ نے بیان کیا: محمد ﷺ نہ طویل القامت تھے نہ پست قد آپ کا رنگ و روپ سرخی مائل گورا تھا۔ آپ کے بال گھنگریالے تھے مگر بالکل پیچیدہ نہ تھے۔ سر کے ابرو ملے ہوئے مڑگاں دراز اور بنی شریف باریک اور درمیان میں انھی ہوئی۔ حلقوم سے ناف تک بالوں کی سیڑھی لکیر تھی سامنے کے دانت چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی۔ گردن گویا پاندی کی صراحی تھی اور آپ کی ہنسلوں میں گویا سونا رواں تھا۔ مذکورہ جگہوں کے علاوہ باقی جسم پر کہیں بال نہ تھے اور دونوں شانوں کے درمیان ماہ کامل کی مانند ایک دائرہ تھا جس میں نورانی حروف میں دو سطریں تحریر تھیں۔ اوپر کی سطر میں لا الہ الا اللہ اور نیچے کی سطر میں مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ۔

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بیت المقدس کے علماء یہود میں سے کوئی ایک عالم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا حضور ﷺ کے ذاتی اوصاف مجھ سے بیان فرمائیے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: ”سُو حضور ﷺ طویل القامت تھے نہ پستہ قد رنگ سرخی مائل گورا بال قدرے خم دار کانوں کی لوتک پیشانی کشادہ رخسار واضح ابرو ملے ہوئے پتلیاں سیاہ پلکیں دراز ناک باریک درمیان سے قدرے اٹھی ہوئی سینہ سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی سامنے کے دانت چمکدار اور ریش مبارک گھنی تھی گردن شریف گویا چاندی کی صراحی اور حلقوم میں سونا بہتا معلوم ہوتا تھا پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند معلوم ہوتا تھا ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں فر بہ تھیں حلقوم سے ناف تک بالوں کی لکیر کے سوا جو شاخ کی مانند تھی آپ کے جسم پر اور کہیں بال نہ تھے۔ آپ کے جسم سے مشک سے زیادہ خوشبو مہکتی تھی۔ کھڑے ہوتے تو دوسرے لوگوں سے اونچے نظر آتے اور جب چلتے تو گویا پتھر سے ہیرا اکھاڑ رہے ہیں۔ جب کسی کی جانب رخ انور پھرتے تو پورے گھوم جاتے اور جب پلٹتے تو پوری طرح پلٹتے تھے۔“

یہودی نے کہا: ”آپ نے تمام اوصاف صحیح بیان کئے اور میں تو ریت میں آپ ﷺ کے یہی اوصاف پاتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دین سچا اور آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔“

بیہقی اور ابن عسا کر رحمہما اللہ نے مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ﷻ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تم میرے اوامر (احکام) کے اجراء میں پوری جدوجہد کرو اور مذاق کرنے والوں کو برداشت نہ کرو۔ اے کنواری پاک بتول کے فرزند! میرا حکم سنو اور اس کے مطابق عمل کرو۔ میں نے تم کو بغیر مرد کے پیدا کیا اور سارے جہان کے لئے اپنی قدرت کا تم کو نشان بنایا۔ پس میرا ہی حکم مانو اور مجھ ہی پر بھروسہ رکھو اور اہل سوران کی طرف جا کر ان کو میرے احکام پہنچا دو کہ میں وہ خدائے حی القیوم ہوں جسے کبھی زوال نہیں اور اس نبی امی کی تصدیق کرو جو عربی شتر بان (اونٹ) اور عمامہ والا ہے وہ نبی موصوف نعلین پہنے گا اور ہاتھ میں عصا رکھے گا اس کا سر بڑا ہو گا پیشانی چوڑی بھنویں ملی ہوئی پتلیاں سیاہ آنکھیں سو حسین و کشادہ مژدگاں دراز ناک باریک اور درمیان سے اٹھی ہوئی رخسار واضح طور ریش مبارک گھنی پیشانی پر پسینہ موتیوں کی مانند ہوگا جس سے خوشبو مہک جائے گی اس کی گردن گویا صراحی سیبی اور حلقوم میں سونا بہتا معلوم ہوگا اور از سینہ تا

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو اوصاف رسول اکرم ﷺ کے بیان فرمائے وہ صفحات گزشتہ میں بحوالہ روایات بیان کئے جا چکے ہیں۔ قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اس طرح کہلوا یا: ”سُوْلُ یٰٰبَنِیْ مِنْ اِبْغَدِیْ اِسْمُہُ اَحْمَدُ“ (پہ القف ۶) ”یعنی میرے بعد ایک رسول تشریف لائیں گے ان کا نام نامی احمد ہوگا۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

ناف بالوں کی لکیر ہوگی مگر اس کے علاوہ کہیں بال نہ ہوں گے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں فریبہ ہوں گی وہ لوگوں کے درمیان سب سے بلند نظر آئے گا چلنے کے دوران قدموں کی نشست و برخاست کچھ اس انداز پر ہوگی جیسے وہ قدموں سے پتھروں کی ناہمواری کو مسلتا چل رہا ہے اور ایک صاحب قوت نشیب کی طرف پہنچ رہا ہے اس محترم و محسن عالم کی رفتار کڑی کمان کے تیر کی طرح تیز ہوگی۔

ابن سعد اور ترمذی رحمہما اللہ نے ”شائل“ میں اور بیہقی، طبرانی، ابو نعیم اور ابن السکین رحمہم اللہ نے ”المعرفہ“ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بن علی ؓ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ ؓ سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا اور وہ حضور ﷺ کے اوصاف بیان کرنے میں مشہور تھے۔ انہوں نے اس طرح حالات بیان کئے۔

”حضور ﷺ صاحب عظمت لوگوں میں برگزیدہ تھے۔ آپ ﷺ کی پیشانی ماہ تمام کی مانند چمکتی آپ ﷺ کا قد زیبا درمیانہ قامتی سے کسی قدر متجاوز مگر طویل قامتی سے کم تھا۔ آپ ﷺ کا سر بڑا اور بال قدرے خمیدہ تھے جو اکثر کانوں کی لو سے متجاوز ہوتے رنگ نکھرا ہوا چمکدار پیشانی کشادہ ابرو باریک اور بڑی جن میں بالوں کی کثرت تھی نیز دونوں ابرو کے درمیان رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر آتی ناک باریک درمیان سے اٹھی ہوئی اور نورانی تھی۔ ریش مبارک گھنی آنکھوں کی پتلیاں سیاہ رخسار دراز دہن مبارک فراخ دانت آبدار اور سامنے سے کشادہ تھے سینہ پر بالوں کی لکیر تھی گردن ہاتھی دانت یا چاندی کی طرح صاف تھی۔ تمام اعضاء میں تناسب اور حسن تھا فریبہ اور قوی تھے پیٹ اور سینہ ہموار تھا۔ سینہ چوڑا ابھرا ہوا تھا۔ اندام قوی تھے کل جسم پر نور تھا سینہ پر بالوں کے علاوہ کہیں بال نہ تھے کلاسیاں لمبی اور ہتھیلیاں چوڑی تمام انگلیاں فریبہ تھیں۔ تلوؤں میں گڑھا نہ تھا۔ دونوں تلوے صاف رہتے پھٹے نہ ہوتے پانی پڑنے پر فوراً بہہ جاتا۔ آپ ﷺ قدرے جھک کر متانت اور وقار کے ساتھ چلتے رفتار میں تیزی اور سرعت تھی۔ ایسا محسوس ہوتا کہ ایک صاحب قوت شخص اپنے جوتوں سے پتھروں کی ناہمواری کو مسلتا ہوا نشیب کی طرف اتر رہا ہے۔ جب التفات فرماتے تو پوری توجہ کے ساتھ نگاہیں نیچی سوئے زمیں رہتیں دیکھنے کا انداز گوشہ چشم سے تھا۔ اپنے اصحاب ؓ کے پیچھے چلتے اور ہمیشہ لوگوں سے السلام علیکم کہنے میں سبقت فرمایا کرتے۔

اس کے بعد میں نے ہند بن ابی ہالہ ؓ سے عرض کیا: براہ کرم! اب حضور ﷺ کی رفتار کے بارے میں کچھ بیان کیجئے۔ تو انہوں نے کہا:!

۱۔ حضرت علی ؓ حضور ﷺ کے تکلم کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُخْزِنُ لِسَانَهُ إِلَّا فِيمَا يَنْبَغِيهِ یعنی رسول اللہ ﷺ اپنی زبان مبارک بند رکھتے اور اس کی حفاظت فرماتے مگر اس چیز میں اور اس بات میں جو مفید و سودمند ہوتی کلام فرماتے۔

”حضور ﷺ کے حزن و ملال کی کیفیت دائمی تھی، ہمیشہ فکر مند رہتے، کسی لمحہ آپ ﷺ کو چین و انبساط نہ تھا بغیر ضرورت کلام نہ فرماتے، خاموشی طاری رہتی۔ خوش کلامی سے کلام کی ابتداء کرتے اور خوش کلامی ہی پر اختتام فرماتے، گفتگو ٹھوس با مقصد، چپاٹلا انداز، سوچی سمجھی رائے، جامعیت اور اختصار کے ساتھ ہوتی نہ اس میں تشنگی رہتی اور نہ غیر ضروری الفاظ ہوتے۔ آپ ﷺ نعمت کی قدر اور شکر کرتے اگرچہ وہ قلیل ہو۔ کھانے کی اشیاء کی نہ برائی کرتے نہ تعریف میں مبالغہ کرتے۔ حق کی مدافعت کے لئے غضبناک ہوتے تو باطل پرست تاب برداشت نہ رکھتا، اپنی ذات کے لئے کبھی ٹرش رُو اور خفا نہ ہوتے نہ اپنے کارناموں پر داد و تحسین کو پسند کرتے نہ گوارا فرماتے۔ جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے مکمل طور پر اشارہ کرتے، اظہارِ حیرت کے لئے ہاتھ کو پلٹ کر اشارہ فرماتے۔ کبھی دورانِ گفتگو میں ہاتھ کو ملا لیتے اور سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے۔ بری اور نازیبا بات کو دیکھ کر یا سن کر اعراض فرماتے۔ جس سے لوگوں کو حضور ﷺ کی ناپسندیدگی اور ناراضگی کا فوراً اندازہ ہو جاتا۔ مسرت و انبساط کے وقت نگاہیں جھکا لیتے اور حضور ﷺ کی ہنسی تبسم سے زیادہ نہ ہوتی۔ تبسم کے دوران دندانِ مبارک اولوں کی مانند صاف اور چمکدار نظر آ جاتے۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ واہلبیتہ اجمعین۔

حضور ﷺ کے اسمائے صفاتی

بعض علماء کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک ہزار نام ہیں۔ کچھ قرآنِ کریم مذکور ہیں اور کچھ احادیث اور کتب سابقہ میں ہیں۔

شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت جبیری بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا میرے بہ کثرت نام ہیں۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماجی ہوں کہ میرے ذریعہ اللہ ﷻ کفر کو ناپید کرے گا۔ میں وہ حاشر ہوں کہ میرے قدموں پر لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور میں عاقب ہوں اس وجہ سے کہ میں سب سے پیچھے آیا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

احمد و طیبی لسی رحمہما اللہ نے اپنی مسانید میں اور ابن سعد، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا: میں محمد، میں احمد، میں حاشر، میں ماجی اور خاتم و عاقب ہوں۔ (ﷺ)

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوسط“ میں نیز ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں محمدؐ میں احمدؐ میں حاشر اور ماحی ہوں۔ (ﷺ)
 امام احمد و مسلم رحمہما اللہ نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کی کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے
 اپنے بہت سے نام بتائے۔ ان میں سے کچھ تو ہمیں یاد ہیں اور کچھ نہیں رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:
 میں محمدؐ میں احمد و مقضیٰ حاشر بنی التوبہ بنی المکلمہ اور بنی الرحمہ ہوں۔ (ﷺ)

امام احمد ابن ابی شیبہ اور ترمذی رحمہما اللہ نے ”شمال“ میں حضرت حذیفہؓ سے روایت کی
 کہ میں نے مدینہ کے ایک کوچہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی آپ نے فرمایا: میں محمدؐ میں احمدؐ
 میں بنی الرحمہ میں بنی التوبہ میں المقضیٰ میں الحاشر اور بنی الملام ہوں۔ (ﷺ)

ابو نعیم و ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں دلیلی رحمۃ اللہ علیہ مسند الفردوس میں حضرت ابو
 الطفیلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب کے نزدیک میرے دس
 نام ہیں۔ میں محمدؐ میں احمدؐ فاتحؐ خاتمؐ ابوالقاسمؐ حاشرؐ عاقبؐ ماحیؐ یسینؐ اور طہؐ ہوں۔ (ﷺ)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ حضور
 ﷺ نے فرمایا: میں محمدؐ احمدؐ رسول الرحمہؐ رسول المکلمہؐ المقضیٰ اور الحاشر ہوں۔ مجھے جہاد کے ساتھ
 مبعوث کیا گیا ہے۔ (ﷺ)

ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ
 نے فرمایا: قرآن کریم میں میرا نام محمدؐ انجیل میں احمدؐ توریت میں احیدؐ ہے۔ میرا نام احید اس لئے رکھا
 گیا کہ میں اپنی امت کو جہنم کی آگ سے دور کرتا ہوں۔ (ﷺ)

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو کتب سابقہ
 میں احمدؐ محمدؐ ماحیؐ المقضیٰ بنی الملامؐ حمطایاؐ فارقلیطاؐ اور مازماذ کے ناموں سے مخاطب کیا جاتا تھا۔

ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 توریت میں میرا نام ”احمد الضحوک القتال“ ہے جو اونٹ پر سواری کرے گا عمامہ باندھے گا اور
 کاندھے پر تلوار لٹکائے گا۔ (ﷺ)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے اسمائے شریفہ کی شرح میں ایک
 کتاب مرتب کی ہے جس میں تین سو چالیس ناموں کو قرآن کریم احادیث نبوی اور کتب سابقہ سے
 اخذ کر کے بیان کیا ہے۔

اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ

حضور ﷺ کے ناموں کا اسمائے خداوندی سے انتساب

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو تقریباً اپنے تیس ناموں سے مخصوص فرمایا: وہ اسماء حسب ذیل ہیں۔

۱. الاکرام. ۲. الامین. ۳. الاول. ۴. الآخر. ۵. البشیر. ۶. الجبار. ۷. الحق.
 ۸. الخبیر. ۹. ذوالقوه. ۱۰. الرؤف. ۱۱. الرحیم. ۱۲. الشہید. ۱۳.
 - الشکور. ۱۴. الصادق. ۱۵. العظیم. ۱۶. العفو. ۱۷. العالم. ۱۸. العزیز. ۱۹.
 - الفتاح. ۲۰. الکریم. ۲۱. المبین. ۲۲. المہیمن. ۲۳. المومن. ۲۴. المقدس.
 ۲۵. المولے. ۲۶. الولی. ۲۷. النور. ۲۸. الہادی. ۲۹. طہ. اور ۳۰. یسین.
- علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان تیس ناموں کے سوا اور بھی بہت سے اسماء قرآن کریم میں ملتے ہیں جو یہ ہیں۔

۱. الاحد. ۲. الاصدق. ۳. الاحسن. ۴. الاجود. ۵. الاعلیٰ. ۶. الامر. ۷.
- الناہی. ۸. الباطن. ۹. البر. ۱۰. البرہان. ۱۱. الحاشر. ۱۲. الحافظ. ۱۳.
- الحفیظ. ۱۴. الحسیب. ۱۵. الحکیم. ۱۶. الحلیم. ۱۷. الحی. ۱۸. الخلیفہ.
۱۹. الداعی. ۲۰. الرفیع. ۲۱. الواضع. ۲۲. رفیع. ۲۳. الدرجات. ۲۴.
- السلام. ۲۵. السید. ۲۶. الشاکر. ۲۷. الصابر. ۲۸. الصاحب. ۲۹. الطیب.
۳۰. الطاہر. ۳۱. العدل. ۳۲. العلے. ۳۳. الغالب. ۳۴. الغفور. ۳۵. الغنی.
۳۶. القائم. ۳۷. القریب. ۳۸. الماجد. ۳۹. المعطی. ۴۰. الناسخ. ۴۱.
- الناشر. ۴۲. الوفی. ۴۳. حم. ۴۴. اور نون. (۱)

حضور ﷺ کے مبارک ناموں کا اسمائے خداوندی سے اشتقاق

حضرت حسان بن ثابت ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں حسب ذیل اشعار پڑھے۔

أَعْرُ عَلَيْهِ لِلنَّبُوءَةِ خَاتِمٌ
مِنَ اللَّهِ مِنْ نُورٍ يَلُوحُ وَيَشْهَدُ

آپ ﷺ حسین ہیں آپ ﷺ پر مہر نبوت ہے جو اللہ ﷻ کی جانب سے ہے وہ مہر نور

ہے چمکدار ہے اور گواہی دیتی ہے۔

وَضَمَّ إِلَاهُ اسْمَ النَّبِيِّ إِلَى اسْمِهِ إِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ أَشْهَدُ

اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا۔ جب موزن پانچوں وقت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا بھی اظہار و اعلان کرتا ہے۔

وَشَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمِهِ لِجَلَّةُ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ ” وَ هَذَا مُحَمَّدٌ
اللہ ﷺ نے اپنے نام سے حضور ﷺ کا نام نکالا تا کہ آپ ﷺ کی عزت و عظمت کا اظہار ہو۔ تو مالک عرش کا نام محمود ہے اور آپ ﷺ کا نام محمد۔ (ﷺ)

بیہقی و ابن عساکر رحمہما اللہ نے سفیان بن عیینہ ؒ کی سند سے حضرت علی بن زید بن جدعان ؒ سے روایت کی انہوں نے کہا: لوگوں نے ایک اجتماع میں مذاکرہ کیا کہ عرب میں کون سا شاعر بہتر ہے اور اس کے کلام میں وہ کون سا بہترین شعر ہے جو اس نے حضور ﷺ کی منقبت میں کہا ہے؟ چنانچہ متفقہ طور پر کہا گیا کہ

”وَشَقَّ لَهُ مِنْ اِسْمِهِ اِلْحُ“ سب سے بہتر ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلب نے ایک ذنبہ کا عقیقہ کیا اور حضور ﷺ کا نام محمد ﷺ رکھا اس موقع پر کسی نے ان سے کہا: ”اے ابوالحارث! کیا وجہ ہے کہ آپ نے حضور ﷺ کا نام محمد (ﷺ) رکھا اور اپنے آباء و اجداد کے ناموں پر نام نہ رکھا؟“

عبدالمطلب نے جواب دیا: ”میں نے چاہا کہ آسمانوں میں اللہ ﷻ میرے پوتے کی مدح فرمائے اور زمین پر ساکنانِ خاک آپ کی تعریفیں کریں اور اللہ ﷻ نے عبدالمطلب کی اس آرزو کو اس طرح پورا کر دیا کہ آج آفاق اس نام نامی سے گونج رہا ہے۔“

مدینہ منورہ میں بعالمِ صغریٰ قیام کے

دورانِ رونما ہونے والے آثار

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ کی زہری رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن عمرو بن قتادہ ؒ سے روایت کی۔ اس روایت میں مختلف احادیث کے الفاظ خلط ملط ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا جب رسول اللہ ﷺ چھ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ اپنی بہنوں سے ملنے کے لئے مدینہ منورہ میں بنی عدی اور بنی نجار آئیں پہلے نابغہ کے گھرا تریں اور ان کے یہاں ایک ماہ تک قیام

کیا ان کے ہمراہ آپ ازراہ ایمن رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

حضور ﷺ کو جب کبھی اس مکان کو دیکھنے کا اتفاق ہوتا تو آپ کو اپنے زمانہ قیام کی یاد تازہ ہو جاتی۔ آپ ﷺ فرماتے میں اپنی والدہ کے ہمراہ یہاں ٹھہرا تھا اور میں نے بنی عدی کے حوض میں تیرنا شروع کیا تھا۔ یہودی نگاہیں جب آپ ﷺ پر پڑتیں تو وہ بہ غور آپ ﷺ کو دیکھتے۔ ام ایمن کا کہنا ہے میں نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا: ”یہ بچہ اس امت کا نبی ہے اور یہ مقام اس کی ہجرت گاہ ہے۔“ میں نے ان باتوں کو یاد رکھا، کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ والدہ کے ساتھ مکہ واپس آ رہے تھے کہ آپ ﷺ کی والدہ کا مقام ابواء پہنچنے پر انتقال ہو گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ان کے مشائخ اور راویوں سے مذکورہ حدیث کی مانند روایت کی اور یہ مزید کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس زمانے میں اس یہودی کو میں نے نظر بھر کر دیکھا جو بار بار میری جانب دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا:

”اے بچے! ”تمہارا نام احمد ہے؟“

میں نے جواب دیا: ”میرا نام احمد ہے۔“

پھر اس نے میری پشت کی جانب دیکھا۔ تو میں نے سنا وہ یہودی کہہ رہا تھا: ”یہ اس امت کا نبی ہے۔“ پھر میں اپنی والدہ کی بہنوں کے پاس آیا اور ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ انہوں نے والدہ کو بتایا تو وہ میرے بارے میں اندیشہ کرنے لگیں اور بھر مجھ کو ساتھ لے کر مکہ روانہ ہو گئیں۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا ہمیں بتایا کرتی تھیں کہ دوپہر کے وقت میرے پاس مدینہ کے قیام کے دوران دو یہودی آئے اور انہوں نے کہا: ”ہم احمد (ﷺ) کو دیکھیں گے۔“ میں نے دکھا دیا۔ پھر اوندھا کر کے پیٹھ دیکھی، پھر انہوں نے آپس میں کہا: ”یہ اس امت کا نبی ہے اور یہ شہر اس کی ہجرت کا مقام ہے۔ عنقریب اس شہر میں قتل و غارت، قید و بند اور دوسرے اہم امور ظہور میں آنے والے ہیں۔“ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ان کے یہ الفاظ یاد رکھے۔

حضور ﷺ کی والدہ کی وفات

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بے سند زہری رحمۃ اللہ علیہ ام سماعہ بنت ابی رہم سے اور انہوں نے اپنی اہمات (ماؤں) سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس مرض کے زمانے میں جس میں ان کی وفات ہوئی، موجود تھی اور حضور ﷺ جن کی عمر صرف ۵ سال تھی بالیں پر بیٹھے تھے اور مریضہ ماں اپنے صاحبزادے کو دیکھ رہی تھیں۔ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ

عنبانے یہ اشعار پڑھے۔

بَارَكَ اللَّهُ فِيكَ مِنْ غَلَامٍ يَا ابْنَ الْذِي مِنْ حَوْمَةِ الْحَمَامِ
اے میرے بیٹے! اللہ ﷻ تمہاری عمر میں برکت دے اے اس شخص کے فرزند جو (میرا شوہر ہے اور وہ) وفات پا چکا ہے۔

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْمُنْعَمِ فَوَدَى غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسَّهَامِ
جس نے انعام و اکرام کرنے والے خدا کی مدد سے اس وقت نجات پائی تھی۔ جب قرعہ اندازی میں ان کا نام نکلا۔

بِمِائَةٍ مِنْ إِبِلِ سَوَامٍ إِنْ صَحَّ مَا أَبْصَرْتُ فِي الْمَنَامِ
پھر ان کی دیت میں چھوڑے ہوئے سواونٹ ذبح کئے گئے اور جو خواب میں نے دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے تو۔

فَأَنْتَ مَبْعُوثٌ إِلَى الْأَنَامِ مِنْ عِنْدِي ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
یقیناً آپ لوگوں کی طرف عظمت و جلالت والے خدا کی جانب سے مبعوث ہوں گے۔
تُبْعْتُ فِي الْجِلِّ وَفِي الْحَرَامِ تُبْعْتُ بِالتَّحْقِيقِ وَالسَّلَامِ
آپ جل! و حرم میں مبعوث ہوں گے بلاشبہ اسلام کے ساتھ آپ ﷺ کی بعثت ہوگی۔
دِينُ أَبِيكَ الْبِرِّ ابْرَاهِيمَ فَالِلَّهِ أَنتَهَاكَ عَنِ الْأَصْنَامِ
اَنْ لَا تَوَالِيَهُمَا مَعَ الْأَقْوَامِ

اسلام بلاشبہ تمہارے نیکو کار والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔ اب اللہ ﷻ آپ کو بتوں سے محفوظ رکھے کہ آپ لوگوں کے ساتھ ان کی پیروی نہ کریں۔

ان اشعار کے بعد حضرت آمنہ نے فرمایا: ”ہر جینے والے کو مرنا ہے ہر جدید کو قدیم اور ہر بڑھاپے کے لئے موت ہے۔ اب میں مرنے والی ہوں مگر میری یاد باقی رہنے والی ہے۔ بلاشبہ میں نے آپ کو خیر کے ساتھ چھوڑا اور عظمت و طہارت کے ساتھ تولید کیا۔ پھر وہ وفات پا گئیں اور ہم نے جنات کو ان پر روتے سنا اور ہم نے ان کے نوحہ کے چند اشعار یاد رکھے جو یہ ہیں۔“

نُبِكِي الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الْأَمِينَةَ ذَاتَ الْجَمَالِ الْعِفَّةِ الرَّزِينَةَ
ہم اس جوان محترمہ عورت کی موت پر روتے ہیں جو نیکو کار امانت دار صاحب جمال عقیفہ اور وقار والی ہے۔

۱۔ حل و حرم سے مراد بیت الحرام ہے۔

زَوْجَةُ عَبْدِ اللَّهِ وَالْقَرِينَةُ أُمُّ نَبِيِّ اللَّهِ ذِي السَّكِينَةِ

وہ حضرت عبد اللہ کی بیوی محترم اور ان کی رفیقہ حیات اور صاحب سکنہ اللہ کے نبی کی اولاد

ماجدہ ہیں۔

وَصَاحِبِ الْمَنْبَرِ بِالْمَدِينَةِ صَارَتْ لَدَى حُفْرَتِهَا رَهِينَةً

وہ نبی ﷺ مدینہ طیبہ میں صاحب منبر ہوگا ان کی والدہ اپنی قبر میں مدفون ہو گئیں۔

اہل مکہ کی طلب بارش کے لئے حضور ﷺ کے دادا کے وسیلے سے دعا

ابن سعد ابن ابی الدنیا، بیہقی، طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے متعدد سندوں کے ساتھ مخزمہ بن نوفل سے انہوں نے اپنی والدہ رقیقہ سے جو کہ عبد المطلب کی ہم عمر تھیں، روایت کی کہ قریش کو مسلسل خشک سالی کا سامنا کرنا پڑا۔ جس کی بنا پر بے چاروں کی ہڈیاں تک چٹچ گئیں۔ چنانچہ میں ایک روز سورہی تھی یا غنودگی کی حالت تھی کہ دفعۃً ایک غیبی آواز سنی کہ

”اے گروہ قریش! وہ نبی جو تمہارے درمیان مبعوث ہونے والا ہے اس کے

ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔ تم لوگ بارش اور خوش حالی کے لئے دعا کیوں

نہیں مانگتے۔ لہذا تم ایسے شخص کو مخصوص کرو جو حسب و نسب میں بہتر اور جسامت

میں عظیم، رنگ میں صاف و سفید اور جلد میں نازک و لطیف ہو، اس کی پلکیں دراز و

کثیر اور رخسار شاداب و حسین ہوں اور اس کی ناک سوتی ہوئی درمیان سے مرتفع

ہو۔ اسے وہ فخر حاصل ہے کہ اس پر لوگوں کی حاجتیں موقوف ہیں۔ اس قحط اور

خشک سالی سے نجات کا یہ طریقہ ہے کہ مذکورہ علامات کا حامل شخص اس کے بیٹے

پوتے دعاؤں کے لئے مخصوص ہو جائیں، اور تمام قبائل عرب سے ایک ایک افراد

ان کے ساتھ آ کر شریک ہو اور تمام افراد پانی سے غسل کریں، خوشبو ملیں، رکن

کعبہ کو بوسہ دیں، سات مرتبہ طواف کعبہ کریں پھر سب لوگ جبل ابوقبیس پر

چڑھیں بعد ازاں وہ مذکورہ علامات کا حامل شخص اللہ ﷻ سے بارش کے لئے التجا

و دعا کرے، باقی تمام لوگ آمین کہیں۔ اس کے بعد تم لوگوں کو حسب ضرورت

سیراب کیا جائے گا۔“

میں بیدار ہوئی تو صبح تھی اور میرا دل خوف زدہ اور اندام لرزاں، دماغ چکرارہا تھا، میں نے

اپنے خواب کا ذکر کیا اور مکی خانوادوں میں آئی، ہر شخص نے یہی کہا کہ جو علامات تم بیان کر رہی ہو وہ

خانوادے کے میں روسا قریش کے بہت سے گھرانے تھے انہی خانوادوں میں ایک گھرانا حضرت عبد المطلب بھی تھا۔

سردار عبدالمطلب کے سوا کسی میں نہیں۔ پس اہل قریش اور دیگر قبیلوں میں سے ایک ایک فرد بہ طور نمائندہ مجتمع ہو کر عبدالمطلب کی خدمت میں آئے، غسل کئے خوشبوئیں لگائیں، استلام کے بعد طواف کیا۔ پھر جبل ابوالقیس پر آئے، عبدالمطلب پہاڑ کی چوٹی پر پہلو میں کسن پوتے یعنی رسول اللہ ﷺ کو لے کر کھڑے ہوئے۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے ان الفاظ میں دعا کے لئے لب کشائی کی:

”اللَّهُمَّ سَادِ الْخِلَّةِ وَكَاشِفِ الْكُرْبَةِ أَنْتَ عَالِمٌ غَيْرُ مُعَلَّمٍ وَ
مَسْنُولٌ غَيْرُ مُبْخَلٍ وَهَذِهِ عَبْدُكَ وَأَمَّا ذَاكَ بِعَذْرَاتِ
حَرَمِكَ يَشْكُونَ إِلَيْكَ سُنَّتَهُمْ أَذْهَبَتِ الْخَفَّ وَالظَّلْفَ اللَّهُمَّ
فَأَمْطِرَنَّ غَيْثًا مُغْدِقًا وَ مُرْبِعًا“

دعا کے بعد وہ ابھی لوٹے بھی نہیں تھے کہ آسمان ابر آلود ہوا بارش ہونے لگی اور پوری وادی اور نالے بھر گئے۔ میں نے دو بوڑھے قریشیوں کو کہتے سنا: ”اے عبدالمطلب، اے ابوالبطحاء! یہ استجاب مبارک ہو کیونکہ اس کے سبب اہل بطحا میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔“ اس موقع پر رقیقہ نے حسب ذیل اشعار کہے۔

بَشِيرَةُ الْحَمْدِ اسْقَى اللَّهُ بِلَدَّتَنَا لَمَّا فَقَدْنَا الْحَيَاءَ وَاجْلَوْ ذَا الْمَطَرُ
یعنی شہیدۃ الحمد عبدالمطلب کے وسیلے سے اللہ نے ہمارے شہروں کو پانی بخشا جب کہ ہماری زندگیاں خشک سالی کے سبب تنگی میں تھیں۔

فَجَاءَ بِالسَّمَاءِ جُؤْنِي لَهُ سَيْلٌ سَحَابًا فَعَاشَتْ بِهِ الْأَنْعَامُ وَالشَّجَرُ
تو موسلا دھار بارش ہوئی جس سے دریا اور نالے بھر گئے، چوپائے اور درخت زندہ ہو گئے۔
مَنَا مِنَ اللَّهِ بِالسَّمِيمُونَ طَائِرُهُ وَخَيْرُ مَنْ بَشَّرَتْ يَوْمًا بِهِ مُضَرُّ
ہم سب کی سیرابی اللہ ﷻ کا احسان ہے یہ اس کے وسیلے سے ہے جس کا نصیبہ برکت والا ہے اور وہ اس سے بہتر ہے جس کی بشارت ایک دن مضر نے دی تھی۔

مُبَارَكٌ الْأَمْرُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِهِ مَا فِي الْأَنْامِ لَهُ عَذْلٌ وَلَا حَظَرُ
بابرکت ہے وہ نام جس کے وسیلے سے بادل کے ذریعہ پانی مانگا گیا وہ ایسی ذات ہے جس کی ہمسرا اور ہم مرتبہ ذات لوگوں میں کوئی نہیں۔

اے خدا ہماری حاجات کو پورا فرمانے اور ہمیں غموں سے نجات دینے والے تجھے بلا بتائے سب خبر ہے اور سب تجھ سے سوالی ہیں۔ عطا نہ فرمانا تیری عادت نہیں ہے تیرے حرم میں تیرے بندے حاضر ہیں۔ خشک سالی کی وجہ سے ہمارے مویشی اور زمین تباہ حال ہے۔ اے معبود برحق ہم پر اپنی بارش فرما جو ہر طرف سرسبزہ کر دے۔

استجاب دعا مانگتے ہی بارش شروع ہو گئی۔ اس پر مبارک باد دی گئی۔
سے مبارک الاسم۔

حضور ﷺ اپنے دادا کے جس کام کو اپنے ذمہ لیتے وہ پورا ہوتا

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اور ابو یعلیٰ طبرانی ابن عدی اور نائمہ رحمۃ اللہ نے روایت کر کے صحیح کہا ہے اور بیہقی ابو نعیم اور ابن مندہ رحمہم اللہ نے کنذیر بن سعید رحمہم اللہ کی سند سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ زمانہ جاہلیت میں زیارت بیت اللہ کو میرا جانا ہوا میں نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جو یہ پڑھ رہا تھا۔

رُدَّ اِلٰی رَاكِبِيْ مُحَمَّدًا يَا رَبِّ رُدِّهِ وَاَصْطَنِعْ عِنْدِيْ يَدًا

اے میرے رب! مجھ پر سواری کرنے والے محمد کو مجھے لوٹا دے اے میرے رب! اسے پلٹا دے اور میرے ہاتھ مضبوط کر دے۔

میں نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے جو مناجات کر رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ عبدالمطلب ہیں۔ انہوں نے اپنے فرزند (محمد ﷺ) کو تلاش شتر کے لئے بھیجا ہے اور وہ عبدالمطلب کے جس کام کی انجام دہی کے لئے جاتے ہیں اس کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں۔ اس وقت ان کو واپسی میں کچھ دیر ہو گئی ہے جس کی وجہ سے وہ دعا کر رہے ہیں۔ اس بات کو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ حضور ﷺ اونٹ لے کر آئے۔

بیہقی وابن عدی رحمہما اللہ نے بہز بن حکیم رحمہم اللہ سے روایت کی کہ (میرے جد امجد) حیدہ نے عبد جاہلیت میں عمرہ کیا۔ انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو طواف کے دوران یہ دعا کرتے سنا۔

رُدَّ اِلٰی رَاكِبِيْ مُحَمَّدًا يَا رَبِّ رُدِّهِ وَاَصْطَنِعْ عِنْدِيْ يَدًا

میں نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے بتایا۔ یہ سردار قریش عبدالمطلب ہیں۔ ان کے بہت سے اونٹ ہیں جب ان میں سے کوئی گم ہو جاتا ہے تو اپنے بیٹے کو بازیابی کے لئے بھیجتے ہیں اور جب بیٹے تلاش میں ناکام ہو جاتے ہیں تو پھر اپنے پوتے کو روانہ کرتے ہیں۔ اس وقت انہوں نے اپنے پوتے کو روانہ کیا ہوا ہے کیونکہ ان کے بیٹے اونٹ کی تلاش میں ناکام ہو چکے تھے۔ اس گفتگو کو کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اونٹ کو لے کر آ گئے۔

حضرت عبدالمطلب کو معرفت رسول اللہ ﷺ حاصل تھی

ابن اسحاق بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے اپنی سند سے روایت کی کہ ہم سے عبد اللہ بن عباس بن معبد رحمہم اللہ نے اور ان سے ان کے بعض گھر والوں نے حدیث بیان کی کہ حضرت عبدالمطلب کے لئے سایہ خانہ کعبہ میں مسند لگائی جاتی اور مسند پر کوئی بھی ان کی اولاد میں سے نہ بیٹھتا مگر جب رسول اللہ

ﷺ تشریف لاتے تو آپ اسی مسند پر بیٹھ جاتے۔ کوئی چچا جب یہ دیکھ لیتا اور حضور ﷺ کو مسند سے ہٹنے کے لئے کہتا تو پھر حضرت عبدالمطلب فرماتے:

”میرے بیٹے سے کچھ نہ کہو۔“ پھر آپ ﷺ کی پشت پر شفقت اور پیار سے ہاتھ پھیرتے ہوئے فرماتے:

”بلاشبہ میرے اس بیٹے کی بڑی شان ہے۔“

جب حضرت عبدالمطلب کی وفات ہوئی تو حضور ﷺ آٹھ سال کے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے وفات سے پہلے حضور ﷺ کے لئے ابوطالب کو وصیت کر دی تھی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کے مانند روایت کی۔ البتہ اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ ”میرے بیٹے کو چھوڑ دو کہ وہ مسند پر بیٹھا رہے وہ اپنی ذات کے بارے میں شعور اور معرفت رکھتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ ایسے مرتبہ اعلیٰ پر پہنچے گا کہ نہ اس سے پہلے کوئی پہنچا نہ بعد میں پہنچ سکے گا۔“

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے زہری مجاہد اور نافع بن جبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ مسند حضرت عبدالمطلب پر بیٹھ جایا کرتے کوئی چچا آتا اور آپ ﷺ سے ہٹ جانے کو کہتا۔

تو عبدالمطلب فرماتے ”میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو کیونکہ اس میں شاہانہ صفات ہیں۔“

بنی مدج نے حضرت عبدالمطلب سے کہا: ”آپ محمد ﷺ کی حفاظت کیجئے کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نشان قدم کے مشابہ (جو مقام ابراہیم میں ہے) کسی کا قدم نہیں دیکھا۔ مگر محمد ﷺ کا نشان قدم اس سے بہت مشابہ ہے۔“

حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”اے کنیز! اس فرزند سے بے پروا نہ ہونا اس لئے کہ اہل کتاب میرے اس بیٹے کو نبی بتاتے ہیں۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقعی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ ان کے مشائخ سے روایت کی کہ ہم ایک روز حجر اسود کے قریب حضرت عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور نجران کا پادری جو ان کا دوست تھا ان سے باتیں کر رہا تھا کہ ہم ایک نبی کی خبر پاتے ہیں۔ جو بنی اسماعیل سے ہوگا یہ شہر مکہ اس کی ولادت گاہ ہے اور اس کی یہ علامات ہیں۔

اتفاقاً اسی وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ پادری نے آنکھوں پر پشت اقدس اور

۱۔ اس بناء پر بعض ارباب علم و فضل یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب کو اپنے نبیہ محترمہ کی ان خصوصیات سے بجانب اللہ آگاہی حاصل تھی جو اللہ ﷻ نے ان کی ذات میں ودیعت فرمادی تھیں۔

قدم شریف کو بہ غور دیکھا اور کہنے لگا وہ نبی یہی ہیں۔ اس نے پوچھا ”آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے؟“ انہوں نے جواب دیا: ”یہ میرا فرزند ہے۔“

پادری نے کہا: ”نہیں ان کے بارے میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس نبی کے والد حیات نہ رہیں گے۔“

حضرت عبدالمطلب نے کہا: ”در اصل یہ میرا پوتا ہے اور اس کے باپ نے اس وقت وفات پائی جب کہ یہ حمل میں تھے۔“ پادری نے کہا آپ نے سچ فرمایا اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں کو آپ ﷺ کی حفاظت کے لئے ہدایت کی۔

بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے عفیر بن زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی کہ جب سیف بن ذی یزن کا تسلط حبشہ پر ہوا۔ (یہ واقعہ آنحضور ﷺ کی ولادت کے دو سال بعد ہوا تھا) تو عرب کے وفود اسے مبارک باد دینے آئے جن میں قریش کے وفد کے سربراہ حضرت عبدالمطلب بھی تھے ان سے سیف نے کہا:

”اے عبدالمطلب! میں اسرار علمی کی ایک بات تم سے بیان کرتا ہوں اس کا ایک تعلق تم سے بھی ہے جو اس کے وجود کا تعلق ہے۔ مگر میرا بیان اس شرط پر ہوگا کہ آپ اسے بدون حکم خداوندی کسی پر ہرگز ظاہر نہ کریں گے۔ اس میں کچھ لوگوں کے لئے خیر اور کچھ کے لئے خطرہ ہے۔ اس میں دنیا کی فلاح اور آخرت کی نجات ہے اور جس کے اثرات کا دائرہ وسیع ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے پوچھا: ”ایسی کون سی بات ہے؟“

سیف نے کہا: ”اس زمانہ میں تہامہ کی سرزمین پر ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ جس کے دونوں شانوں کے درمیان ایک دائرہ ہے اس فرزند جلیل کو شرف امانت و ہدایت حاصل ہے اور تم سب اور ساری نوع انسانی کے لئے اس کی پیشوائی اور ہدایات قیامت تک کے لئے مخصوص ہے۔ اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا یہی وہ زمانہ ہے جس میں اس کو پیدا ہونا ہے یا وہ پیدا ہو چکا ہے نام اس کا محمد ﷺ ہے۔ اس کے والدین فوت ہو جائیں گے اور اس کے دادا اور اس کے چچا کفالت کریں گے اس کا حکم غالب ہو کر رہے گا اور ہم میں سے اس کے لئے مددگار پیدا ہوں گے۔

اس کے ذریعہ دشمن دوست بنیں گے اور سچائی کے مخالفوں کو ذلیل و خوار کریں گے ہلاکت کے گہرے غاروں سے لوٹ کر لوگ سلامتی کی راہ پر گامزن ہوں گے ان کے لئے مادی وسائل فراہم کرنا آسان ہوگا وہ زمین کے خزانوں سے اپنے ارادہ کی قوت باہر نکال لیں گے۔ وہ صرف رحمان ﷻ کی عبادت کریں گے اور طاغوت کی قوت اور سرکشی کو توڑ دیں گے آتش کدے سرد اور بتکدے تباہ

ہوں گے اس کے عدل اور انصاف گستری کا انعام خویش و بیگانہ سب کو پانی ہوا اور سورج کی شعاع کی طرح یکساں ملے گا۔ اے عبدالمطلب! تم اس کے دادا ہو یہ بات جھوٹ نہیں ہے۔ تو اے خوش قسمت بوڑھے سردار! اور پاسبانِ حرم! تو کیا تم نے سمجھ لیا جو میں کہہ رہا تھا؟“

انہوں نے کہا: ”ہاں اے واقف حال بادشاہ! میں نے اپنے محبوب ترین فرزند کا نکاح ایک شریف خاندان شریف خصلت زہری خاتون سے کیا ہے جس کے لطن سے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمد ﷺ رکھا گیا۔ بچے کے والدین وفات پا گئے لہذا میں اور اس کا چچا اب اس کے کفیل ہیں۔“

سیف نے کہا: ”میری باتوں کو یاد رکھنا بچے کو یہودیوں سے محفوظ رکھنا کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں اگرچہ ان کی رسائی بچے تک نہیں ہوگی۔ بلاشبہ میرے زمانہ اقتدار میں وہ مبعوث ہو جاتے ہیں تو میں سوار اور پیادوں سے ان کی مدد کرتا۔“

ابو نعیم خراطی اور ابن عسا کر رحمہم اللہ نے بہ طریق کلبی ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ جو مندرجہ بالا حدیث ہی کے مطابق ہے۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھ سے میری قوم کے بزرگوں نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب کی حیات میں ہم اپنے علاقہ سے عمرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ تیماء کا ایک یہودی بغرض کاروبار تجارت ہمارے ساتھ ہو گیا۔ مکہ پہنچ کر اس نے حضرت عبدالمطلب کو دیکھا تو اس نے کہا کتب سماوی میں ہے کہ اس شخص سے ایک نبی پیدا ہوگا جو ہماری قوم کو عادی طرح قتل کرے گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو حازم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک کاہن مکہ آیا۔ اس نے حضور ﷺ کو حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ دیکھ کر کہا: ”اے قریش! اس بچہ کو مار ڈالو یہ تمہارے طریقوں کو ختم کرے گا اور تمہاری مزاحمت بے سود اور بے نتیجہ رہے گی۔“

حضور ﷺ کا اعجاز ابوطالب کے زمانہ کفالت میں

ابن سعد ابو نعیم اور ابن عسا کر رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابوطالب کے بچے عام بچوں کی طرح گندے منہ اور آنکھوں کے ساتھ سوکراٹھتے اور حضور ﷺ صاف اور ستھرے۔ ابوطالب سب کے سامنے کھانا لاتے تو وہ بے صبری اور حرص اور طلب زیادتی کا مظاہرہ جیسے بچوں کی عادت ہوتی ہے کرنے لگتے مگر حضور ﷺ پر وقار طریقہ پر خاموش بیٹھے رہتے۔ ابوطالب نے یہ صورت حال دیکھ کر ان سے علیحدہ آپ ﷺ کا انتظام کر دیا۔

ابن سعد ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابو طالب اور ان کے دوسرے اہل خانہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دسترخوان پر کھانا تناول فرماتے تو تسلیم سیری اور لطف محسوس کرتے۔ اتفاقاً کھانے کے وقت حضور ﷺ موجود نہ ہوتے تو ابو طالب گھر والوں سے کہتے:

”ٹھہر جاؤ محمد ﷺ کے آجانے کے بعد شروع کریں گے۔ اگر غذا میں دودھ ہوتا تو پھر ابو طالب شیر نوشی کی ترتیب اس طرح رکھتے کہ پہلے حضور ﷺ کو پلاتے پھر دوسرے گھر والوں کو اور بعد میں خود لیتے۔ اکثر کہا کرتے میرا یہ بیٹا بڑی برکت والا ہے۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ کی رحمتہ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی کہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھوک یا پیاس کی شکایت کی ہو۔ صبح کو اٹھ کر تھوڑا آب زمزم پی لیتے اور صبح کو ناشتے میں کچھ نہ لیتے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو دوسری سند سے ”طبقات“ میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے تھکین اور بڑھا پے میں کبھی بھوک اور پیاس کی شکایت نہ کی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قطیبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابو طالب کے لئے بڑا تکیہ بنایا جاتا تھا اور وہ حسب عادت اس پر ٹیک لگا لیتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور تکیہ کو کھول کر بچھا، یا اور اس پر دراز ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ابو طالب آئے اور دیکھ کر کہنے لگے: ”حل حجاب کی قسم! میرا یہ بھتیجا ذوقِ نعمت رکھتا ہے۔“

(ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی ایک اثر عمرو بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت کیا ہے۔)

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ایک مرتبہ ابو طالب اہل مکہ کے لئے کھانا تیار کر رہے تھے اور ضروری سامان کے پاس بیٹھے تھے۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کو آتے دیکھا تو کچھ شے پہلو کے نیچے کر لی۔ مگر حضور ﷺ نے چچا کے اس اخفاء کو سمجھ لیا۔ ابو طالب نے کہا میرا یہ بھتیجا بذریعہ کرامت معلوم کر لیتا ہے۔

حضور ﷺ کے بارے میں بحیراراہب کی پیش گوئی اور چچا کو مشورہ

”بیہقی“ ابو نعیم اور خرائطی رحمہ اللہ نے ”الہواتف“ میں ابو موسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جناب ابو طالب رسول اکرم ﷺ اور قریش کے چند دوسرے بوڑھے افراد کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے ایک مقام پر پڑاؤ کیا اس پڑاؤ پر ایک راہب آیا حالانکہ اس سے قبل ان کے پاس کبھی

کوئی راہب ملنے نہیں آیا تھا۔ یہاں پہنچ کر راہب کی نظریں کسی کو تلاش کرنے لگیں۔ پھر یکبارگی اس نے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہنے لگا کہ یہ فرزند! سارے جہانوں کا سردار ہے۔ یہ رب العالمین کا رسول ہے۔ اس کو اللہ ﷻ رحمت للعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ یہ سن کر قریش کے بڑے بوڑھوں نے کہا کہ تم کو یہ سب کس طرح معلوم ہوا؟

راہب نے کہا کہ تمہاری جماعت جب گھاٹی سے نمودار ہوئی تو میں نے دیکھا کہ اس فرزند کے سامنے ہر پتھر اور ہر درخت سجدے میں گر جاتا تھا اور یہ نبی کے سوا کسی غیر نبی کو سجدہ نہیں کرتے میں نے ان کو شناخت اس طرح کیا کہ ان کے شانوں کے نچلے حصہ میں سب کی طرح مہر نبوت ہے۔ راہب نے اس جماعت کے لئے کھانے کا بندوبست کیا اور رسول اللہ ﷺ پر بادلوں کا سایہ کرنا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ قریش کے قیام کے دوران بحیرا لاریا رتا کید کرتا رہا کہ اس بچے کو روم نہ لے جاؤ کیونکہ ان مخصوص علامات کو دیکھ کر وہاں کے لوگ پہچان لیں گے اور اندیشہ ہے کہ قتل نہ کر دیں۔ حسن اتفاق سے نوری اشخاص نمودار ہوئے۔ بحیرا جا کر ان سے ملا اور مقصد سفر دریافت کیا انہوں نے جواب دیا:

”ہم اس نبی کی تلاش میں آئے ہیں جو عنقریب مبعوث ہوا چاہتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کے ظہور سے پہلے قتل کر دیا جائے۔“

بحیرا نے ان سے کہا: ”تم نے کبھی سنایا دیکھا ہے کہ حکم خداوندی اور ارادہ باری کو ٹالنے اور روکنے کی کوشش کسی نے کی ہو اور وہ کامیاب ہوا ہو؟“

انہوں نے جواب دیا: ”سنا نہ دیکھا۔“

راہب نے مشورہ دیا: ”تم کو چاہئے کہ اس نبی کی اطاعت کرو اور اس کے کاموں میں

شریک بن جاؤ۔“

بحیرا راہب اس کے بعد قریشیوں کے پاس آیا اور کہا کہ آپ لوگوں میں ان (محمد ﷺ) کا اصل والی کون ہے؟ لوگوں نے ابوطالب کی طرف اشارہ کیا کہ یہ ہیں ان کے والی! بحیرا نے حضرت ابوطالب کو نزاکت حال سے آگاہ کیا اور ان نے بلال حبشی ؓ کو حضور کے ہمراہ جانے پر آمادہ کر لیا روانگی کے وقت زیتون کے کاک بطور توشہ ساتھ کر دیئے۔ (بہتی رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اہل مغازی کے نزدیک بہت مشہور ہے۔)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس واقعہ کے متعدد شواہد ہیں۔ جن کو آگے بیان کروں گا اور جو اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس قول کی بنا پر ضعیف کہا کہ

”حضرت ابو بکر ؓ نے بلال کو حضور ﷺ کے ساتھ بھیج دیا۔“ وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر ؓ اس وقت تک نہ تو متاہل تھے اور نہ ہی بلال ؓ کو خرید تھا اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاصابہ“ میں فرمایا: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس میں کوئی منکر بھی نہیں ہے بجز اس فقرے کے تو اس فقرے کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ خلط الفاظ کا نتیجہ ہے۔ گویا ہم سند دوسری حدیث کے الفاظ اس حدیث سے مخلوط ہو گئے ہیں۔

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق ؓ سے روایت کی کہ آپ ﷺ کے چچا ابوطالب قافلہ کے ہمراہ حضور ﷺ کو ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر بصری پر پڑاؤ کیا وہاں بحیرا راہب اپنی خانقاہ میں مقیم تھا۔ اس کی علمائے نصاریٰ میں بڑی قدر تھی اس خانقاہ کی موروثی الہامی کتاب راہبوں کے سردار کے پاس منصبی اعتبار سے پشت۔ بے چلی آرہی تھی بحیرا بھی اس کا عالم تھا۔ عرب اور قریشی قافلے اسی منزل پر ٹھہرتے اور گزرتے رہتے مگر راہب قطعی طور پر التفات نہ کرتا۔ اس مرتبہ قافلے کے ٹھہراؤ کے بعد اس نے مہمانی کے لئے کھانے تیار کرائے۔ اس نے اپنے صومعہ سے دیکھا کہ قافلہ پر سفید ابرسایہ فگن ہے۔ بھریہ قافلہ اور نزدیک پہنچ کر ایک درخت کے سایہ میں فروکش ہوا تو دیکھا کہ وہ سفید ابر درخت کے اوپر سایہ کر رہا ہے اور درخت کی شاخیں رسول اللہ ﷺ پر جھکی ہوئی ہیں۔ جب بحیرا نے یہ منظر دیکھا تو وہ خانقاہ کی چھت سے اتر اور کھانا تیار کرنے کا حکم دیا اور کہلوا یا: ”اے گروہ شعب قریش! میری خواہش ہے کہ آپ تمام حضرات میری مہمانی میں کھانا کھائیں۔“ قرشیوں میں سے کسی ایک نے کہا: ”بحیرا سے کہو آپ نے آج خلافِ عادت نوازش فرمائی اور پورے قافلہ کو دعوتِ طعام نہ دی ہے۔“

”بحیرا نے جواب میں دوبارہ کہلایا: آپ لوگوں نے صحیح کہا۔ مگر میری یہ پیش کش پر خلوص ہے اور آپ کے احترام میں ہے۔“

چنانچہ معزز بحیرا جو کہ علم و فضل، عبادت و زہد اور بصری کے مشہور خانقاہ کا متولی ہونے کی وجہ سے احترام رکھتا تھا قرشی مسافر اس کی دعوت کیسے مسترد کر سکتے تھے وہ سب خانقاہ جانے لگے اور محمد ﷺ کو قیام گاہ پر حفاظت سامان کے خیال سے چھوڑ گئے۔

بحیرا نے سب مہمانوں پر نظر ڈالی مگر وہ علامات نہ دیکھیں۔ تب اس نے کہا: ”اے محترم قریشی مہمانو! میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ سب لوگ تشریف لائے ہوں گے اور مجھے سب کی مہمانی کا شرف مل رہا ہے؟“

مہمانوں میں سے ایک نے کہا: ”ہم اپنی عزت افزائی کے لئے شکر گزار ہیں ہم سب حاضر

ہیں۔ بجز ایک لڑکے کے اور اس کو مستقر پر سامان کے پاس چھوڑ دیا ہے۔“
 بحیرا نے کہا یہ تو میری خواہش کے خلاف ہے۔“ بحیرا کے اس پر خلوص التفات کو دیکھ کر ایک شخص نے کہا:

”قسم لات وعزئی کی! ہمارے لئے غیرت و شرم کی بات ہے کہ ہم سے محترم میزبان کو بار بار کہنے کی ضرورت پڑے۔“

اب ہم میں سے کسی کو مستقر پر جا کر محمد ﷺ کو اس دعوت میں لے آنا چاہئے۔
 راوی کا بیان ہے وہ شخص اٹھا اور جا کر حضور ﷺ کو لے آیا۔ بحیرا حضور ﷺ کو بہ غور دیکھتا رہا، حتیٰ کہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے۔ بحیرا نے حکمتِ عملی سے حضور ﷺ کو ساتھیوں سے تھوڑا الگ لے جا کر عرض کیا: ”اے فرزندِ ارجمند! میں آپ ﷺ کو لات وعزئی کی قسم دے کر چند باتیں پوچھتا ہوں آپ مجھے ان کا جواب دیں۔“

بحیرا نے بتوں کا نام لے لیا تھا کہ قریش ان کی پرستش کرتے تھے۔ مگر بتوں کا نام حضور ﷺ کو بہت ہی ناگوار گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ سے گفتگو میں بتوں کا نام نہ لیجئے، میں ان سے نفرت کرتا ہوں اور میں بت پرستی سے بیزار ہوں۔

بحیرا نے کہا: ”میں خدا کو درمیان میں لا کر کہتا ہوں کہ آپ میرے سوالات کا جواب دیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں آپ کی امید پوری ہوگی۔“
 چنانچہ خانقاہ بصری کا یہ عابد و عالم آپ کی عام حالت بیداری اور خواب آپ کے خیالات اور وجدانیات کے بارے میں پوچھتا اور جواب پاتا رہا۔ پھر اس نے پشت پر مہر نبوت کو دیکھا اور ملاقات کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

راوی ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد بحیرا راہب ابوطالب کے پاس آیا اور پوچھا کہ:

”کیا یہ تمہارا لڑکا ہے؟“ ابوطالب نے جواب دیا: ”جی ہاں۔“ بحیرا نے کہا: ”میرا خیال تو یہ ہے کہ ان کے والد فوت ہو چکے ہیں۔“ ابوطالب نے کہا: ”یہ میرے بھائی کا بچہ ہے۔“ بحیرا نے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟“

ابوطالب نے جواب دیا: ”وہ لڑکے کی ولادت سے کچھ پہلے ہی فوت ہو چکے۔“ اب بحیرا نے کہا ہاں یہ درست ہے۔ پھر اس نے ابوطالب سے کہا تم اپنے اس بھتیجے کو وطن واپس لے جاؤ اور

یہودیوں کے شر سے بچاؤ وہ اس کو مخصوص علامات سے شناخت کر سکتے ہیں اور یہ بات خطرے کی وجہ بن سکتی ہے۔

اس کے بعد ابوطالب نے جلد جلد معاملات اور ضروریات سفر کو نمٹایا اور مکہ لوٹ آئے۔ واپس آ کر تمام واقعات، سفر، ہجرا کے مشورے اور یہود کے تجسس و تلاش وغیرہ کے تمام بیٹے حالات پر غور کیا ایک ایک کر کے تمام باتیں آپ کو یاد آئیں اور اس تاثیر کے تحت ابوطالب نے یہ چند محبت بھرے اشعار نعت میں کہے۔

فَمَا رَجَعُوا حَتَّى رَأَوْا مِنْ مُحَمَّدٍ أَحَادِيثَ تَجْلُو غَمَّ كُلِّ فَوَادٍ
وہ یہود اس وقت تک نہ لوٹے جب تک کہ انہوں نے محمد ﷺ میں وہ باتیں نہ دیکھ لیں جن سے دلوں کا غم غلط ہوتا ہے۔

حَتَّى رَأَوْا أَحْبَارَ كُلِّ مَدِينَةٍ سَجُودًا لَهُ مِنْ عَصَبَةٍ وَفُرَادٍ
انہوں نے یہاں تک دیکھا کہ ہر شہر کے اہل علم جمع ہو کر اور فردا فردا ان کو سجدہ کرتے ہیں۔

زُبَيْرًا وَتَمَامًا وَقَدْ كَانَ شَاهِدًا دَرِيْسًا وَهَمُّوا كُلُّهُمْ بِفَسَادِ
زبیر اور تمام لوگ جو ان کے ساتھ تھے دریس وغیرہ ان سب نے برائی کا قصد کیا۔

فَقَالَ لَهُمْ قَوْلًا بُحَيْرًا وَآيَقُنُوا لَهُ بَعْدَ تَكْذِيبٍ وَطُولِ بُعَادٍ
ہجرا نے ان سے ایک بات کہی جس کی تکذیب اور طویل بحث کے بعد انہوں نے ان کو تسلیم کر لیا۔

كَمَا قَالَ لِلرَّهْطِ الَّذِينَ تَهَوَّدُوا وَجَاهِدْهُمْ فِي اللَّهِ كُلَّ جِهَادٍ
جس طرح ہجرا نے یہودیوں سے پر زور گفتگو کی اور ہجرا نے اللہ ﷻ کے لئے ان کے ساتھ جدوجہد کی کہ اس کا حق ادا کر دیا۔

فَقَالَ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهُ النَّصْحَ رَدَّهُ فَإِنَّ لَهُ إِضْآدَ كُلِّ مَصَادٍ
تو ہجرا نے آپ کی خیر خواہی میں سب ہی کچھ کہا اور کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا کیونکہ ہر گھات میں ان کے لئے خطرہ ہی خطرہ تھا۔

فَإِنِّي أَخَافُ الْحَاسِدِينَ وَإِنَّهُ لَفِي الْكُتُبِ مَكْشُوبٌ بِكُلِّ مَدَادٍ
ہجرا نے کہا میں حاسدوں سے ڈرتا ہوں کیونکہ آپ کی (علامات اور) رفعتِ شان کتب آسمانی میں درج ہے۔

۱۔ ان تمام اشعار میں حضرت ابوطالب نے پورے واقعہ کو بڑی خوبی سے لفظ کر دیا ہے جس میں جذبہ محبت بھی ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ کی رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کی کہ بحیرا مرتاض حضور ﷺ کی رخی چشم کے باعث بار بار چہرہ مبارک کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے قریش سے پوچھا۔ آپ کی آنکھیں ہمیشہ سرخ رہتی ہیں یا کبھی ٹھیک ہو جاتی ہیں؟ ابوطالب نے جواب دیا۔ یہ پیدائشی حالت ہے ولی آشوب یا مرض کی علامت نہیں ہے۔

بحیرا راہب نے نیند کے بارے میں حضور ﷺ سے پوچھا: تو فرمایا: میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل بیدار رہتا ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابوطالب چند قریشیوں کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے حضور ﷺ بچے تھے اور آپ ﷺ کو بھی ساتھ لے لیا۔ گرمیوں کی تپتی دوپہر میں بصری کے مقام پر پہنچنے ہی والے تھے کہ خانقاہ کی چھت پر سے بحیرا کی نظروں نے یہ عجوبہ دیکھا کہ ایک چھوٹا سا قافلہ آگے بڑھ رہا ہے اور ان میں سے ایک فرد پر بادل سایہ کئے ہوئے ہے۔ پس بحیرا نے کھانا بنوایا اور مسافر ان نوارد کو خانقاہ کے دسترخوان پر بلایا۔ جب حضور ﷺ صومعہ میں داخل ہوئے تو وہ منور ہو گیا۔ بحیرا نے کہا یہی وہ نبی مذکور ہیں جن کی تمام دنیا کے لئے عرب سے عنقریب بعثت ہوگی۔

ابن سعد نے اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے عبد اللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابوطالب شام کی طرف روانہ ہوئے حضور ﷺ ان کے ہمراہ تھے۔ پھر وہ ایک دیر کے قریب اترے دیر کے راہب نے پوچھا:

”اے اجنبی عرب مسافر! یہ بچہ تمہارا ہے؟“ ابوطالب نے جواب دیا: ”اے راہب اعظم! یہ میرا بیٹا ہے۔“ راہب نے کہا: ”اے عرب مسافر! یہ تمہارا بیٹا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بات انہونی اور بعید از قیاس ہے کہ اس کا باپ ہنوز زندہ ہو۔“

بحیرہ راہب واقف اسرار تھا کہنے لگا: ”یہ چہرہ ایک نبی کا چہرہ اور یہ آنکھ ایک نبی کی آنکھ ہے۔“

ابوطالب نے پھر سوال کیا: ”نبی کون ہوتا ہے؟“

راہب نے جواب دیا: ”نبی وہ ہوتا ہے جس کی آسمان سے رہنمائی ہوتی ہے فرشتہ ہدایت لے کر پہنچتا ہے اور وہ اس ہدایت کو انسانوں تک پہنچاتا ہے۔“

ابوطالب نے کہا: ”خدا ہی برتر ہے تم کیسی باتیں کرتے ہو؟“

آخر میں راہب نے متنبہ کیا کہ لڑکے کو یہودیوں کے شر سے بچانا۔

عبداللہ ﷺ راوی نے بیان کیا۔ اس کے بعد وہ ایک اور راہب کی خانقاہ پر اترے اس کا پہلا سوال یہی تھا ”یہ بچہ کس کا ہے؟“ انہوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ راہب نے کہا: ”نہیں یہ تمہارا بیٹا نہیں ہو سکتا یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس کا باپ زندہ ہو؟“ ابوطالب نے پوچھا: یہ کس لئے؟ راہب نے جواب دیا اس لئے کہ اس کا چہرہ نبی کا چہرہ اور اس کی آنکھ نبی کی آنکھ ہے۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ! اللہ ہی برتر ہے جو تم بیان کرتے ہو۔

پھر ابوطالب نے حضور ﷺ کو مخاطب کر کے کہا: ”اے میرے بھتیجے تم سن رہے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟“ حضور ﷺ نے جواب دیا: ”اے چچا انکار نہ کیجئے اللہ کی بڑی قدرت ہے۔“ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک راہب نے ابوطالب سے کہا۔ اپنے بھتیجے کو آگے نہ لے جائیے کیونکہ یہودی جس امت سے دشمنی رکھتے ہیں یہ اسی امت کا نبی ہے اور چونکہ یہ بنی اسرائیل سے نہیں ہے۔ اس لئے یہود اس کے ساتھ شدید تعصب سے پیش آئیں گے۔

ابن سعد و ابن عساکر رحمہما اللہ نے ابی مجاز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابوطالب نے شام کا سفر کیا اور رسول اللہ ﷺ کو ہمراہ لے لیا تو وہ ایک منزل پر قیام کے لئے اترے وہاں ایک راہب ان کے پاس آیا اور کہا تمہارے اندر کوئی برگزیدہ ہستی ہے۔

پھر کہا اس بچے کا ولی کون ہے ابوطالب نے کہا: میں موجود ہوں۔ اس نے کہا اس بچے کی حفاظت کیجئے اور اسے شام نہ لے جائیے چونکہ یہود حسد کرتے ہیں اور میں ان سے خوف زدہ ہوں تو انہوں نے حضور ﷺ کو واپس بھیج دیا۔

ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند ضعیف ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سال کی عمر سے رہے اور حضور ﷺ کی عمر بیس سال تھی۔ دونوں حضرات بہ غرض تجارت شام کے لئے سفر پر روانہ ہوئے۔ سفر کے دوران ایک منزل پر پیری کے درخت کے سائے میں حضور ﷺ بیٹھ گئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ بکیر راہب کے پاس چلے گئے۔ بکیر نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

”درخت کے سایہ میں کون شخص بیٹھا ہے؟“ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ”وہ محمد ابن عبداللہ بن عبدالمطلب (ﷺ) ہیں۔“ اس نے کہا:

”یقیناً وہ نبی ہوں گے اور اس درخت کے سائے میں عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے بعد بجز اس محمد ﷺ

کے کوئی نہ بیٹھا۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ”الاصابہ“ میں فرمایا اگر یہ اثر صحیح ہے تو پھر یہ دوسرا سفر ہوا ابو طالب کے سفرِ شام کے بعد۔

حضور ﷺ کے وسیلے سے ابو طالب کا بارش کی دعا مانگنا

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں جلیبہ بن عرفطہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں مکہ مکرمہ آیا تو اہل مکہ شدید قحط میں مبتلا تھے۔ ایک روز قریش نے مجاورِ حرم ابو طالب سے کہا ”وادیاں خشک ہو گئیں اور لوگ بھوکوں مر رہے ہیں آؤ چلو بارش کے لئے دعا کریں۔“

چنانچہ ابو طالب اپنے ساتھ ایک بچے کو لے کر روانہ ہوئے۔ مطلع صاف اور آفتاب روشن تھا۔ ابو طالب نے بچے کا ہاتھ تھاما اور اس کی پشت خانہ کعبہ سے ملا دی اور اپنی انگلیوں سے بچہ کو تھام لیا۔ دفعۃً افق سے بادل اٹھے اور برسنے لگے اتنی موسلا دھار بارش ہوئی کہ وادی اور نالے بھر گئے۔ اس موقع پر ابو طالب نے آپ کی ثناء میں حسب ذیل اشعار کہے۔

وَأَبْيَضُ يَسْتَسْقِي الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثَمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِّلْأَرَامِلِ
آپ ﷺ ایسے حسین و جمیل ہیں کہ بادل آپ کے چہرہ انور سے پانی مانگتا ہے اور آپ یتیموں اور بیواؤں کے پناہ گاہ ہیں۔

يَلْوُذِبِهِ الْهَلَاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَفَوَاضِلِ
ہلاک ہونے والے ہاشمیوں کی اولاد آپ کے دامن میں پناہ کی تلاش کرتی ہے۔ تو وہ لوگ آپ ﷺ کے دامن میں نعمتوں اور برکتوں سے مستفید ہیں۔

حضور ﷺ کو دیکھ کر ابو طالب کے پاس سے یہود کا فرار

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند ابن عیون عمرو بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ کچھ یہودی ابو طالب کے پاس سامان خریدنے آئے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ کم سنی میں اپنے چچا کے پاس آ گئے۔ جب یہود کی نظر آپ ﷺ پر پڑی تو وہ خریداری چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ ابو طالب نے تعاقب میں ایک شخص کو روانہ کیا اور کہا جب ان تک پہنچ جاؤ تو تالی بجا کر کہنا۔ ہم نے تمہارے طرزِ عمل میں عجیب بات دیکھی پھر سننا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔

وہ شخص گیا اور ایسا ہی کیا۔ یہود نے جواب دیا۔ ہم نے جو کچھ دیکھا وہ اس سے کہیں زیادہ عجیب ہے۔ اس نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ یہود نے کہا۔ ہم نے محمد ﷺ کو چلتے پھرتے دیکھ لیا۔

ابولہب کے دل میں حضور ﷺ کی طرف سے کینہ پیدا ہونے کی ابتداء

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابوطالب اور ابولہب کے درمیان کشتی ہوئی تو ابولہب نے ابوطالب کو پچھاڑ دیا اور ان کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ابولہب کی زلفوں کو پکڑ کر کھینچا۔ ابولہب نے کہا اے لڑکے! ہم دونوں تمہارے چچا ہیں پھر تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا۔ آپ نے جواب دیا اس لئے کہ میں اُن سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔

ابوطالب کی وفات اور آخرت میں ان کا انجام

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن ثعلبہ بن صعیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے عبد المطلب کے بیٹوں کو بلایا اور کہا۔ تم لوگ ہمیشہ خیر و برکت میں رہو گے جب تک محمد ﷺ کی بات سنو گے اور ان کے حکم کی پیروی کرو گے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ نے ابوطالب کو کچھ نفع پہنچایا ہے؟ کیونکہ انہوں نے ہمیشہ آپ کی مدافعت کی اور آپ کو ان کی حمایت اور تعاون حاصل رہا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب سے ہر خیر اور کرم کی امید رکھتا ہوں۔

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن العاص ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ میرے دل میں ابوطالب کے لئے خیر خواہی ہے اور جب تک مجھے روکا نہ گیا میں ان کے لئے استغفار کروں گا۔

تمام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فوائد میں اور ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن اپنے ماں باپ، چچا ابوطالب اور اپنے بھائی جوزمانہ جاہلیت میں فوت ہوئے شفاعت کروں گا۔

(تمام کی اس روایت کی سند میں ولید بن سلمہ ہے جو منکر الحدیث ہے۔)

خطیب اور ابن عسا کر رحمہما اللہ نے ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ میں نے اُن لوگوں کے لئے استغفار کی ہے یعنی اپنے والدین ابوطالب اور رضاعی بھائی۔ امید ہے یہ لوگ پریشان حال نہ ہوں گے۔

(خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی سند کو ضعیف اور ساقط بتایا ہے۔)

حضور ﷺ کو ابوطالب کے لئے استغفار کی ممانعت

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق حسن بن عمارہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت علی ؓ قبر ابوطالب پر گئے تاکہ ان کے لئے استغفار کریں۔ اس موقع پر اللہ ﷻ نے یہ آیت نازل فرمائی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ (پ ۹ التوبہ ۱۱۳) نبی (ﷺ) اور ایمان والوں کو یہ لائق نہیں کہ وہ مشرکوں کی بخشش چاہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

ابوطالب کا کفر کی حالت میں مرنا نبی ﷺ پر بہت شاق گزرا تو اس بارے میں اللہ ﷻ نے

ارشاد فرمایا:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (پ ۲۸ القصص ۲۸) آپ ﷺ جس کو چاہیں (یعنی ابوطالب وغیرہ کو) اسے راہ ہدایت پر نہیں لاسکتے۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے راہ ہدایت پر لے آتا ہے۔

ابوطالب نے قریش کی گستاخی کو روکا

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن جعفر ؓ سے روایت کی کہ جب ابوطالب فوت ہو گئے تو ایک بد بخت قریشی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آیا اور اس نے آپ ﷺ پر مٹی اچھالی۔ آپ ﷺ کی صاحبزادی آئیں وہ مٹی صاف کرتیں اور روتی جاتیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے بیٹی نہ رو کیونکہ اللہ ﷻ تمہارے باپ کا مدافعت کرنے والا اور محافظ ہے۔

حضور ﷺ قبل بعثت بھی تمام نازیبا اور جاہلانہ رسوم و روایات سے محفوظ رہے

شیخین (بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ تعمیر خانہ کعبہ کے لئے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے اور تہبند باندھے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت عباس ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اپنے تہبند (ازار) کو کھول کر کندھے پر رکھ لو تاکہ کندھا چھلنے سے محفوظ رہے چنانچہ حضرت عباس ؓ نے جیسے ہی یہ عمل کیا حضور زمین پر آ رہے اور آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھ گئیں اور آپ ﷺ نے اسی حالت میں فرمایا: ”میرا تہبند کہاں ہے۔“ حضرت عباس ؓ نے تہبند جب آپ کو دیا اور آپ نے اس کو باندھ لیا تب آپ زمین سے اٹھے۔ اس موقع کے علاوہ آپ ﷺ کبھی بھی عریاں نہ ہوئے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عباس ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا میں اور میرا بھتیجا کندھوں پر رکھ کر پتھر لارہے تھے اور ہم نے تہبند پتھر اور کاندھے کے درمیان رکھ لیا۔ محمد ؐ آگے اور میں پیچھے تھا۔ جوں ہی آپ نے تہبند کاندھے پر رکھا کہ زمین پر گر پڑے۔ میں اٹھانے دوڑا تو آپ ؐ کی آنکھیں آسمان پر جمی تھیں میں نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ آپ ؐ نے اٹھ کر تہبند باندھا اور پھر فرمایا مجھے عریاں ہو کر چلنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ مگر میں نے اس بات کو اس خوف سے پوشیدہ ہی رکھا کہ لوگ آپ ؐ کو مجنون نہ کہیں (یا مصروع نہ سمجھیں)

حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے روایت کی اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا ہے کہ جب قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو وہ نواحی پہاڑوں سے پتھر لاتے تھے۔ حضور ؐ بھی سنگ برداری میں مصروف تھے۔ آپ کا ستر کھل گیا تو آپ کو غیب سے ندا آئی ”اے محمد ؐ! ستر پوشی کیجئے۔ یہ ندائے اولین تھی جو آپ ؐ کو کی گئی اور اس سے پہلے یا بعد آپ کا ستر نہیں دیکھا گیا۔

ابن سعد ابن عدی اور حاکم رحمہم اللہ نے روایت کی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عکرمہ ؓ کی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ ابوطالب چاہ زمزم کی مرمت کر رہے تھے اور رسول اللہ ؐ پتھر اٹھا کر لارہے تھے۔ آپ ؐ اس وقت کم سن تھے تو انہوں نے تہبند اتار کر پتھر کے نیچے شانے پر جسم کو رگڑ سے محفوظ کرنے کے لئے رکھ دیا تو حضور ؐ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے ہوش آنے پر ابوطالب نے پوچھا تو فرمایا: سفید لباس میں ایک فرشتہ نمودار ہوا اس نے مجھ سے کہا ستر ڈھکے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ؐ کا ستر کبھی نہیں دیکھا۔

ابن راہویہ ؓ نے اپنی مسند میں اور ابن اسحاق، بزار، بیہقی، ابو نعیم اور عساکر رحمہم اللہ نے حضرت علی ؓ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ؐ کو فرماتے سنا کہ میں جاہلیت کی رسوم بد اور لہو و لعب کی طرف کبھی بھی متوجہ نہیں ہوا۔ بجز دو راتوں کے اور ان دو راتوں میں اللہ تعالیٰ ﷻ نے مجھے خطا اور معصوم رکھا۔

ایک رات کا واقعہ تو یہ ہے کہ مکہ کے چند نو جوان اور میں اپنے گھر کی بکریوں کے ریوڑ میں تھے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا: ”ذرا میری بکریوں کی نگرانی کرنا تاکہ میں مکہ جا کر نو جوانوں کا شغل دیکھوں۔ اس نے کہا اچھا، پھر میں آبادی کی طرف آیا اور پہلے ہی گھر میں موسیقی کی آواز میں نے سنی۔ پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ کسی نے بتایا کہ شادی کا سلسلہ ہے۔ میں موسیقی سننے کے لئے بیٹھ

گیا۔ اللہ ﷻ نے میرے کانوں کو تھپتھپایا اور میں سو گیا حتیٰ کہ دوسرے روز سورج کی آمد پر اس کی شعاعوں نے مجھے بیدار کیا۔ میں اٹھ کر ساتھی کے پاس گیا۔ اس نے پوچھا اتنے لمبے وقت تک کیا کرتے رہے؟ میں نے اس کو پوری آپ بیتی سنائی۔“

دوسری رات پھر میں نے ساتھی سے کہا کہ میری بکریوں کا خیال رکھتا کہ میں جا کر کچھ شغل کروں اس نے اقرار کر لیا اور میں مکہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہاں آ کر میں نے موسیقی کی ویسی آواز سنی جیسی کہ میں نے گزشتہ رات سنی تھی۔ میں دیکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ پھر قدرت نے میرے کانوں کو تھپتھپایا اور میں سو گیا یہاں تک کہ دوسرے دن دھوپ نے مجھے جگایا۔ پھر میں لوٹ کر اپنے ساتھی کے پاس آیا۔

اس نے پوچھا، کیا کیا؟ میں نے کہا کچھ بھی نہیں اور اسے ساری صورتِ حال بتائی۔ اس کے بعد میں نے نہ کبھی ایسا ارادہ کیا اور نہ ہی مجھے رغبت ہوئی۔ یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے مجھے نبوت سے سر بلند و سرفراز فرمایا: (ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند متصل اور اس کے تمام راوی عدالت و صداقت اور حفاظت میں معتبر ہیں)۔

طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے عمار بن یاسر ؓ سے روایت کی کہ صحابہ ؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے ایامِ جاہلیت میں عورتوں کے کھیل تماشے میں حصہ لیا تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، البتہ میں نے دو مرتبہ اس کا ارادہ کیا تھا۔ جس میں ایک مرتبہ تو نیند مجھ پر غالب آ گئی اور دوسری مرتبہ میرے اور ان کے درمیان قومی واقعات کی کہانی حائل ہو گئی۔

شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ جب آیہ کریمہ ”وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ“ (پ۹ اشعراء: ۲۱۴) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ایک ایک خاندان کو بلایا اور پھر ان کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”اے برادرانِ قریش! اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب سے سواروں کی ایک جماعت تم پر حملہ کرنے والی ہے تو کیا تم میری اطلاع پر یقین کرو گے؟ سب نے کہا ہاں، کیونکہ ہم نے آپ سے کبھی جھوٹی بات نہیں سنی۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تو میں تمہیں پیش آنے والے عذابِ شدید سے ڈراتا ہوں۔“

ابولہب نے کہا: ”تبا لک!“ کیا اسی لئے آپ ﷺ نے ہمیں جمع کیا ہے۔ اس پر اللہ ﷻ نے سورہ ”ثَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ“ (نبتہ: ۱۱) نازل فرمائی۔

۱۔ عرب کا ایک کوسنا جو سخت طیش کے وقت مرد بھی استعمال کرتے ہیں۔ ”تیرے ہاتھ ٹوٹیں۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے زید بن عمرو بن نفیل (موجد) سے جب سے سنا کہ وہ اللہ ﷻ کے سوا کسی دوسرے کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانور کو نادرست کہتے ہیں تو میں نے کسی استھان پر ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت کبھی نہ چکھا یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے مجھے رسالت سے سرفراز فرمایا۔

ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا: ”کیا آپ نے کبھی بت کی پرستش کی ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا کبھی نہیں۔ پوچھا ”کبھی شراب پی ہے؟“ ارشاد فرمایا: کبھی نہیں۔ اور فرمایا میں جانتا تھا کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ کافر ہیں حالانکہ مجھے معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟

ابن سعد ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بطریق عکرمہ رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا کہ بوانہ میں ایک بتکدہ تھا جہاں قریش سال کے سال جایا کرتے تھے ابوطالب بھی اپنے خاندان اور قوم کے ساتھ جایا کرتے تھے چنانچہ ایک بار ابوطالب نے رسول اللہ ﷺ سے بوانہ کی عید میں شرکت کے لئے کہا مگر حضور ﷺ نے صاف انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ ابوطالب پر ناراض بھی ہوئے ام ایمن رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس روز آپ کی تمام پھوپھیاں بھی بہت شدت سے آپ پر ناراض ہوئیں اور شدید خفگی کا اظہار کیا اور کہا کہ اے برادر زادے! میں ڈر رہی ہوں کہ ہمارے معبودوں کی بیزاری سے تم پر کوئی آفت نہ آئے! تم آخر کوئی وجہ بتاؤ کہ تم ہمارے قومی تہوار میں شرکت کیوں نہیں کرتے؟

ان کے اس اصرار پر رسول اکرم ﷺ بتکدہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن اللہ ﷻ نے آپ کو راستہ ہی سے جب تک چاہا غائب رکھا اور آپ گھر پر کسی کو نظر نہیں آئے جب چند روز کے بعد آپ واپس ہوئے تو آپ ﷺ کے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ پھوپھیوں نے پوچھا: اے برادر زادے! تم کو یہ کیا ہو گیا! حضور ﷺ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ مجھے کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے۔ انہوں نے کہا کہ تم ایسے نہیں کہ اللہ ﷻ شیطان کے ذریعہ تم کو آزمائش میں ڈالے! تمہارے کردار کی نادر و مخصوص خوبیاں ہیں۔ آخر یہ تو بتاؤ کہ صدمہ پہنچنے کا احساس تم کو کیوں ہے؟

آپ نے فرمایا کہ جب میں صنم کدہ میں ایک بت کے قریب گیا تو ایک گوری شکل کے طویل القامت شخص نے زور سے مجھ سے کہا کہ اے محمد ﷺ! اس کو نہ چھوؤ!

ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ متذکرہ بالا واقعہ کے بعد حضور ﷺ بوانہ کے تہوار پر کبھی

جس طرح بوانہ میں بتوں کی پرستش اور ان کے سالانہ دیدار کا میلہ ہوتا تھا اسی طرح عکاظ کے مقام پر ایک بازار لگاتا تھا جس کو سوق عکاظ کہتے تھے۔ یہ بازار ایام جاہلیت میں شراب نوشی طاقت کے مظاہرے اور شاعری میں مسابقت کے لئے لگتا تھا۔

نہ گئے۔ یہاں تک آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا۔

ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بہ طریق عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا زاد بھائیوں کے ساتھ اساف کے قریب کھڑے ہوئے اور ایک ساعت خانہ کعبہ کی دیوار پر نظر ڈال کر لوٹ آئے۔ بھائیوں نے پوچھا: اے محمد ﷺ! کیا بات ہوئی کہ آپ ﷺ لوٹ آئے؟ فرمایا: مجھے اس بت کے پاس کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

ابو نعیم و بیہقی رحمہما اللہ نے زید بن حارثہ رحمہ اللہ سے روایت کی کہ تانبے کا ایک بت تھا جس کا نام اساف یا نائلہ تھا اور جس کو مشرکین طواف کے وقت چھوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے طواف کیا اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ جب میں اساف کے سامنے سے گزرا تو اسے چھوا۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے چھونے سے منع فرمایا: زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے ساتھ طواف جاری رکھا اور سوچا کہ میں ضرور ہاتھ لگاؤں گا تا کہ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ لہذا میں نے اسے چھوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں نے اس کو چھونے سے تمہیں منع نہیں کیا؟ زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور ﷺ کو منصب نبوت سے سرفراز کیا اور آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔ میں نے اسے نہ چھوا یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو اس سے مکرم بنایا جس سے آپ مکرم ہوئے اور آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کی کہ مجھ سے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہمسائے نے حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ ”اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! خدا کی قسم میں لات کو کبھی نہ پوجوں گا اور عزیٰ کی کبھی پرستش نہ کروں گا۔“

ابو یعلیٰ ابن عدی بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت جابر رحمہ اللہ سے روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ مشرکین کے کسی اجتماع میں تشریف لے گئے تھے وہاں آپ نے دو فرشتوں کو کہتے سنا: ”چلو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوں۔“ دوسرے نے جواب دیا یہ کیسے ممکن ہے جب کہ ان کی نیت اسلام اصنام کے قریب ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ مشرکوں کے کسی مذہبی اجتماع میں نہیں گئے۔

ابن اسحاق بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رحمہ اللہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو زمانہ جاہلیت میں دیکھا اپنی قوم کے آگے اونٹ پر سوار تھے عرفات میں توقف فرمایا اور بس ان کے ساتھ لوٹ آئے یہ توفیق الہی تھی جس کے باعث حضور ﷺ نے یہ عمل فرمایا۔

شیخین (بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ قریش اور چند ان کے ہم مذہب دوسرے لوگ اور دوسرے قبیلوں کے افراد مزدلفہ میں ٹھہرے وہ کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں۔

حسن بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے ”معجم“ میں اور مادر وی رحمۃ اللہ علیہ نے الصحابہ میں ربیعہ بن جریج سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بعثت سے قبل عرفات میں کھڑا دیکھا ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے جان لیا کہ اللہ ﷻ نے اس امر کی توفیق اور ہدایت اپنے فضل و کرم سے آپ ﷺ کو دی ہے۔

حضور ﷺ کی بعثت اور اعلان دعوت سے قبل آپ ﷺ کی تکریم کی جاتی تھی

یعقوب بن سفیان اور بیہقی رحمہما اللہ نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ قریش نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور حجر اسود کو اپنی جگہ نصب کرنے کا وقت آیا تو لوگوں میں نزاع شروع ہو گیا۔ ہر قبیلہ کا سردار یہی چاہتا کہ میں نصب کروں۔

چنانچہ انہوں نے اس پر اتفاق کیا کہ جو شخص اب ہمیں سب سے پہلے نظر آئے وہ اس معاملہ میں ہمارا حکم ہوگا۔ پس رسول اللہ ﷺ نظر پڑے حالانکہ آپ صغیر السن تھے تو ان سب نے آپ ﷺ کو حکم مان لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کو چادر میں رکھا اور چاروں کو نے مختلف چار سرداروں سے پکڑوا کر اس کی جگہ پر لائے پھر آپ ﷺ نے خود اٹھا کر اس کو نصب فرما دیا۔

ابو نعیم اور ابن سعد رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور محمد بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضور ﷺ نے رکن کو نصب فرما دیا تو ایک نجدی شخص آگے بڑھا اور چاہا کہ آپ ﷺ کو پتھر دے تاکہ حجر اسود کو مستحکم کر سکیں۔ مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اور خود قریب جا کر پتھر دے دیا۔ پھر آپ ﷺ نے مستحکم کر کے اس کو جما دیا۔ اس پر نجدی نے اعتراض کیا کہ تجربہ کار بوڑھے اور قبائل کے

۱۔ حضور ﷺ کی عمر ۳۵ سال تھی کہ قریش نے عمارت کعبہ کی جو سیلاب سے خراب ہو گئی تھی تجدید کا ارادہ کیا پرانی دیواروں کو گرانے کی ہمت کسی کو نہ ہوتی تھی۔ بلاخرہ ولید بن مغیرہ نے ابتدا کی اور جب مشاہدہ کر لیا کہ اس پر کوئی آفت نہیں آئی تو پھر انہدام میں سب شریک ہو گئے۔ جن بنیادوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دیواریں بنائی تھیں وہاں تک توڑ کر بنیادوں کو سطح تک کھودنے کے بعد چٹائی کی لکڑی کی ضرورت کے لئے ساحل جدہ پر رومی جہاز ٹوٹا پڑا تھا۔ اس کی لکڑی خریدی گئی اور باقوم رومی کو لکڑی کے کام پر مقرر کر دیا گیا باقی تمام کام خود قریش نے رضا کارانہ طور پر کرتے تھے۔ آخر میں فراہم کردہ سرمایہ ناکافی ہونے کی وجہ سے مجبوراً عمارت کو بنیاد ابراہیمی سے شمال کی جانب تقریباً گز کم کر دیا گیا۔ حجر اسود کی تنصیب کے موقع پر قریشی قبائل اور ان کے سرخیل و سرداروں میں خود غرضی کی بناء پر اختلاف رائے پیدا ہو گیا تھا جس کا انتظام و انسداد حضور ﷺ نے اس قدر حکمت و دانائی سے فرمایا کہ سب کی تسکین ہو گئی اور باہمی جنگ و جدال سے محفوظ رہے۔

دانشور سردار ہوتے ہوئے ایک کم حیثیت نو عمر لڑکے کو اس قدر آگے بڑھا دیا گیا ہے۔ متنبہ ہو جاؤ یہ تم پر سبقت کر کے تمہارے اتحاد کو ختم کر دے گا۔

(کہا جاتا ہے یہ نجدی شخص کے روپ میں ابلیس ملعون تھا)

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت داؤد بن حسین علیہ السلام سے روایت کی کہ متفقہ طور پر ہر ایک کو اعتراف تھا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قوم میں اس طرح جو ان ہوئے کہ مروت میں ان سے افضل، اخلاق میں ان سے احسن، میل جول میں ان سے اکرم، رفاقت میں ان سے اچھے، حلم میں ان سے اعظم، امانت و دیانت میں ان سے اصدق اور فحش اور بری بات کہنے سے بالکل پاک تھے۔

آپ ﷺ کو ایسی حالت میں کبھی نہ دیکھا گیا کہ آپ ﷺ نے کسی کے ساتھ جنگ و جدال، خصومت اور دشنام طرازی کی ہو۔ آپ ﷺ کو ساری قوم ”امین“ کہتی تھی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ مجھ سے میرے مولیٰ عبد اللہ بن سائب علیہ السلام نے حدیث بیان کی کہ میں زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کا (کاروبار میں شریک تھا۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم نے مجھے پہچانا؟“ میں نے عرض کیا: ”ہاں“ آپ ﷺ میرے ساتھ شریک تجارت تھے اور آپ کی شراکت بہت ہی مفید اور معتبر بھی۔“ ابو داؤد ابو یعلیٰ اور ابن مندہ رحمہما اللہ نے ”المعرفہ“ میں خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے ”مکارم الاخلاق“ میں حضرت عبد اللہ بن ابی الحجاج علیہ السلام سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے قبل بعثت خرید و فرخت کا ایک معاملہ کیا اور میرے ذمہ کچھ باقی رہ گیا تو میں نے کہا آپ ﷺ ذرا یہیں ٹھہریں میں ابھی لا کر دیتا ہوں۔ لہذا میں آپ ﷺ کو وہیں چھوڑ کر چلا گیا اور بالکل بھول گیا، تیسرے دن مجھے یاد آیا تو میں پہنچا، آپ اسی مقام پر میرا انتظار فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے بس اتنا فرمایا کہ تمہارے سبب مجھے بہت تکلیف پہنچی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ربیع بن خثیم علیہ السلام سے روایت کی کہ قبل اسلام جاہلیت میں لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس مقدمات کا فیصلہ کرانے آتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ کے ساتھ آپ ﷺ کا سفرِ شام

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے سرمایے سے تجارت کی پیشکش کی۔ آپ ﷺ نے قبول کر لی اور ان کے غلام میسرہ کو ہمراہ لے کر شام پہنچے درخت کے سایہ میں آرام فرمایا: وہیں ایک صومعہ تھا۔ جس کا راہب میسرہ کے پاس آیا اور حضور

ﷺ سے تعارف کرانے کی درخواست کی۔ میسرہ نے کہا:

”اہل حرم اور قرشی ہیں۔“ اس کے بعد راہب نے کہا: ”اس درخت کے سائے میں کبھی غیر نبی نے قیام نہیں کیا۔“

جب دوپہر ہوئی، سورج سر پر آیا اور صوف کی تمنازت بڑھ گئی تو دو فرشتوں کو آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے دیکھا۔

جب تجارتی کاروبار سے فارغ ہو کر مکہ آئے اور اسباب تجارت کی فروخت کے بعد منافع کا حساب کیا گیا تو وہ غیر معمولی تھا۔ پھر میسرہ نے راہب کی باتیں اور فرشتوں کی سایہ افلتی کا تمام ماجرا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتایا۔ یہ تمام باتیں سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت متاثر ہوئیں اور ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ آپ ﷺ کی رفیقہ حیات بن جائیں۔

(بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ ہی سے روایت کیا ہے۔)

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے یعلیٰ بن منیہ رحمۃ اللہ علیہ کی بمشیرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر شریف پچیس سال ہو گئی تھی اس زمانہ میں بھی اہل مکہ عموماً آپ ﷺ کو ”الامین“ ہی کہتے۔ اسی دوران آپ ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر شام روانہ ہوئے ساتھ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ بھی تھا۔ دوران سفر بصریٰ میں ایک درخت کے کنارے سایہ پڑاؤ کیا۔ نسطور راہب نے میسرہ سے ملاقات کی اور کہا کہ اس درخت کے نیچے نبی کے ہوا کوئی اور شخص نہیں بیٹھتا۔ پھر میسرہ غلام سے راہب نے پوچھا: ”کیا ان کی چشم مبارک میں سرخی ہے؟“ میسرہ نے جواب دیا: ”ہاں ان کی چشم مبارک میں سرخی ہے۔“ راہب نے اس علامت کو پا کر کہا: ”وہ نبی ہیں“ آخر انبیاء ہیں۔“

شام میں پہنچ کر حضور ﷺ نے مال فروخت کیا۔ اسی دوران ایک شخص الجھ پڑا اور حضور ﷺ سے کہا۔ آپ لات وعزیٰ کی قسم کھائیے۔ فرمایا: میں نے کبھی لات وعزیٰ کی قسم نہیں کھائی ہے اور میں تجھے بھی مشورہ دیتا ہوں کہ ان کی قسموں سے اجتناب کر۔ اس شخص نے کہا۔ آپ کا مشورہ درست ہے۔ پھر اس نے میسرہ سے کہا کہ یقیناً یہ نبی آخر الزماں ہیں ہمارے علماء نے آسمانی کتابوں میں آپ کے یہ اوصاف پڑھے ہیں اور ہم کو یہ اوصاف بتائے ہیں۔

جب دوپہر کا وقت ہوا اور سورج کی تمازت میں اضافہ ہوا تو میسرہ نے مشاہدہ کیا کہ دو فرشتے اپنے پروں سے آپ ﷺ پر سایہ کئے ہوئے ہیں اسی طرح جب آپ ﷺ تجارت سے فارغ ہو کر مکہ واپس تشریف لائے تو اتفاق سے دوپہر کا وقت تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے مکان کے

بالائی حصے پر تھیں انہوں نے دیکھا کہ محمد (ﷺ) اونٹ پر تشریف لا رہے ہیں اور ان کو تمازت آفتاب سے محفوظ رکھنے کے لئے دو فرشتے اپنے پردوں سے آپ پر سایہ فلگن ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دوسری عورتوں کو بھی اس حال کا مشاہدہ کرایا وہ عورتیں بھی حیران رہ گئیں۔ پھر میسرہ نے اپنے تمام مشاہدات اور روداد سفر اور تفصیل کے ساتھ سارے حالات اپنی معزز مالکہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتائے۔

حضور ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا غیبی حکم؟

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ مکہ کی عورتوں کے درمیان عید میں اختلاف ہو گیا رجب میں ان کی عید ہوتی تھی۔ وہ عورتیں ایک بت کے روبرو فیصلہ کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے رُوبہ زور مرد کی صورت میں فرشتہ نمودار ہوا اور بہ آواز بلند ان کو مخاطب کر کے کہا:

”اے یتیم کی عورتو! عنقریب تمہارے شہر میں ایک نبی کی بعثت ہوگی۔ جس کا نام احمد ﷺ ہے اللہ ﷻ اپنی رسالت کے ساتھ اسے مبعوث فرمائے گا تو تم میں جو کوئی استطاعت رکھے اس کی زوجہ بن جائے اور نکاح کر لے۔“

یہ سن کر اکثر خواتین اس کو کنکریاں مارنے اور بُرا بھلا کہنے لگیں۔ لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سکوت اختیار کیا اور ناگواری کا اظہار نہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے معجزات قبل بعثت

شیخین (بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے از قبیل وحی جو بات سب سے پہلے معرض ظہور میں آئی وہ رویائے صادقہ تھیں رات میں آپ ﷺ جو کچھ خواب کی حالت میں دیکھتے وہ دن میں ظہور میں آ جاتا۔ آپ ﷺ گوشہ نشینی کو پسند کرنے لگے۔ غار حراء میں تشریف لے جاتے مسلسل کئی کئی دن اور راتیں وہاں عبادت میں گزار دیتے اور مدت قیام کے لئے کھانا ہمراہ لے جاتے۔ سامان خورد و نوش ختم ہو چکنے پر پہاڑ سے اتر

۱۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا میسرہ سے آپ کے بارے میں بہت کچھ سن چکی تھیں اور آپ سے بہت متاثر تھیں ان کو اپنا کاروبار چلانے کے لئے ایک پاکیزہ اخلاق اور امین شوہر کی ضرورت تھی۔ اب جو یہ غیبی اشارہ پایا تو انہوں نے اپنی معتد سہیلی کے ذریعہ حضور ﷺ سے شادی کی درخواست کی۔ آپ نے منظور فرمایا اور ابوطالب نے پانچ سو طلائی درہم پر نکاح پڑھا دیا۔ حضور ﷺ کی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چالیس سال۔

آتے۔ پھر بیوی صاحبہ توشہ تیار کر دیتیں اور آپ ﷺ پھر چلے جاتے‘ حتیٰ کہ آپ پر وحی الہی کا نزول ہوا۔ رسول اللہ ﷺ حسب معمول غارِ حرا میں تھے کہ فرشتے نے آ کر کہا:

”اقْرَأْ“ (یعنی پڑھئے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ میں نے فرشتے سے کہا: ”مَا أَنَا بِقَارِئٍ“ (یعنی میں پڑھا لکھا نہیں ہوں)۔“

پھر اس نے مجھے پکڑا اور اپنے ساتھ چمٹایا‘ یہاں تک کہ مجھے شدت گرفت محسوس ہوئی اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ ”اقْرَأْ“ یعنی پڑھئے۔ میں نے اس سے کہا‘ میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ پھر اس نے مجھے دوبارہ پکڑا‘ اپنے ساتھ چمٹایا‘ یہاں تک کہ مجھے شدت گرفت محسوس ہوئی۔ اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ ”اقْرَأْ“ یعنی پڑھئے۔ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر اس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑا‘ اپنے ساتھ چمٹایا‘ یہاں تک کہ مجھے شدت محسوس ہوئی۔ اس کے بعد اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ:

”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ ۝ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ.“
(پا لعلق ۵۱۱)

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اس سورت کو لے کر واپس آئے۔ آپ ﷺ کا دل کانپ رہا تھا۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ”زَمَلُونِي زَمَلُونِي“ یعنی مجھے چادر اڑھاؤ‘ مجھے چادر اڑھاؤ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو چادر اڑھائی‘ حتیٰ کہ وہ خوف جاتا رہا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ساری کیفیت بتائی اور کہا کہ مجھے اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ اس پر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”آپ ﷺ ہرگز خوف نہ کیجئے اللہ ﷻ آپ ﷺ کو ہرگز بے سہارا نہ چھوڑے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے‘ سچی بات فرماتے اور مصیبتیں برداشت کرتے ہیں۔ مہمانوں کو کھانا کھلاتے‘ حق دار کو اس کا حق دلانے میں امداد فرماتے ہیں۔“

بعد ازاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ وہ عہد جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے۔ انجیل کی عربی میں کتابت کرتے تھے۔ جس قدر خدا نے چاہا انہوں نے لکھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ورقہ سے کہا:

”اے برادرِ عم! مہربانی کر کے اپنے بھتیجے کی بات سنو!“

۱۔ ”پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پٹک سے بنایا پڑھو اور تمہارا رب وہی سب سے بڑا ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا آدمی کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

۲۔ ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کے چچا زاد بھائی تھے۔

ورقہ نے پوچھا: ”آپ ﷺ نے کیا دیکھا؟“ حضور ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا اسے بیان کیا۔ ورقہ نے پورے بیان کو بہ غور سننے کے بعد کہا:

”یہ وہ ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آتا تھا۔ کاش کہ میں اس وقت جوان ہوتا یا اس موقع تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکالے گی۔“

رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا: ”کیا وہ مجھے نکالیں گے؟“

ورقہ نے جواب دیا: ”ہاں“ آپ ﷺ کی طرح جو کوئی بھی ہدایت و اصلاح کا پروگرام لے کر آیا ہے اس سے ضرور دشمنی کی گئی۔ اگر میں نے آپ ﷺ کے عہد نبوت کو پایا تو میں ضرور آپ ﷺ کی امکان بھرد کروں گا۔“

اس کے بعد ورقہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے اور وفات پا گئے۔

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے بہ طریق زہری رحمۃ اللہ علیہ عروہ ﷺ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی کے مانند روایت کی ہے۔ اس روایت کے آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ ”اس کے بعد عرصہ تک سلسلہ وحی بند رہا اور فترت وحی سے حضور ﷺ کی طبیعت پر بڑا حزن و ملال طاری رہتا۔“

بعض روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے کہ چند بار حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرادیں۔ مگر جب بھی آپ ﷺ اس ارادہ سے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے اور خود کو گرانے کا ارادہ فرمایا: معاً حضرت جبریل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے: ”اے محمد ﷺ! یقیناً آپ ﷺ اللہ ﷻ کے برحق رسول ہیں۔“

اس نداء سے آپ ﷺ کو صبر و قرار آ جاتا اور آپ واپس تشریف لے آتے۔ پھر سلسلہ انتظار وحی طویل ہوتا۔ پھر پہاڑ سے گرنے کا ارادہ فرماتے اور ایسی ہی شہادت آمیز نداء سن کر حضور ﷺ طمانیت حاصل کر لیتے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں فرمایا: کہ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ بھینچنے اور چمٹانے کا جو عمل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نزول وحی کے پہلے موقع پر ہوا ہے وہ صرف آپ ﷺ ہی کی خصوصیت ہے کیونکہ کسی نبی کے حالات میں اس طرح کا واقعہ مذکور نہیں ہے جیسا کہ ابتدائے وحی کے وقت آپ ﷺ کو پیش آیا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ وحی کے علاوہ ہر طرف سے توجہ ہٹ جائے اور شدت و سختی کا احساس دے کر اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ جس چیز کا تم پر نزول فرمایا جا رہا ہے وہ تم پر

۱۔ فترت وحی یا پہلی اور دوسری وحی کے درمیانی وقفہ کے بارے میں محدثین و حضرات رواد کے درمیان اختلاف سے یہ حضرات کسی ایک مدت پر متفق نہیں ہیں۔ بعض کے خیال میں یہ زمانہ تین سال کا ہے۔ ابن اسحاق کا یہی قول ہے۔ مواہب لدینہ میں اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ پہلی وحی کے بعد تین سال تک حضرت اسرائیل علیہ السلام نبوت سے قریب رہے پھر جبریل علیہ السلام تشریف لائے۔

بھاری ذمہ داری ڈالنے والے احکام ہیں۔

بعض کا کہنا ہے کہ تخیلات اور وساوس کو رفع کرنا مقصود تھا کیونکہ تخیل اور وسوسہ مادی اجسام کے عوامل ہیں۔

شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فترت وحی کے بارے میں ارشاد فرما رہے تھے کہ میں جارہا تھا دفعۃً آسمان سے ایک آواز سنی میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہ فرشتہ جو میرے پاس غار میں آیا تھا آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میرا دل کانپ گیا اور فوراً گھر پر لوٹ آیا۔ میں نے کہا مجھے چادر اڑھا دو۔ پس اس وقت اللہ ﷻ نے سورۃ المدثر کی یہ آیات نازل فرمائیں:

”يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبُّكَ فَكَبِيرٌ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝“
(۲۹ المدثر ۵۳)

”اے پاپوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دور رہو۔“
(ترجمہ کنز الایمان)
اس کے بعد مسلسل نزول وحی ہونے لگا۔

امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن سفیان رحمہما اللہ اپنی اپنی تصانیف میں اور ابن سعد و بیہقی رحمہما اللہ نے شععی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ کی نبوت کے ساتھ تین سال تک اسرافیل علیہ السلام رہے وہ آپ ﷺ کو چند کلمے اور کوئی چیز سکھاتے تھے۔ قرآن نازل نہیں ہوتا تھا۔ جب تین سال گزر گئے تو آپ ﷺ کی نبوت کے ساتھ جبریل علیہ السلام رہے اور آپ ﷺ کی زبان میں قرآن نازل ہوا۔ دس سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے پہلے رویائے صادقہ عطا ہوئے تھے۔ آپ ﷺ جو کچھ خواب میں دیکھتے ویسا ہی حقیقت میں ظہور پذیر ہوتا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جو چیز سب سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو ودیعت ہوئی وہ سچے خواب تھے۔ جب ان کے دل متحمل ہو جاتے تو وحی نازل ہوتی۔ بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ طریق موسیٰ بن عقبہ ابن شہاب رحمہما اللہ سے روایت کی کہ انہوں نے یہ روایت کی کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو رویا دکھائے اور وہ آپ ﷺ پر بہت شاق گزرے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا: ”آپ ﷺ کو مبارک ہو اللہ

ﷺ آپ کے لئے بھلائی فرمائے گا۔“ اس کے بعد آپ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے اٹھ کر آئے مگر پھر واپس ہوئے اور ان کو بتایا کہ ”میں نے دیکھا ہے کہ میرا پیٹ چاک کیا گیا ہے اور پھر صاف کر کے اسے غسل دیا گیا ہے۔ اس کے بعد درست کر کے حالت سابقہ کی مانند کر دیا گیا ہے۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ”یہ اچھا خواب ہے آپ ﷺ کو مبارک ہو۔“ اس کے بعد جبریل علیہ السلام ظاہری طور پر یعنی بے حجابانہ صورت میں آئے۔ انہوں نے آپ کو ایک عجیب و غریب عزت بخش مسند پر بٹھایا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے تھے کہ مجھے درنوک یعنی ریشمی جھالروالے فرش پر بٹھایا۔ اس فرش میں موتی اور یاقوت جڑے تھے۔ مجھے جبریل علیہ السلام نے بشارت رسالت دی۔

اور آپ سے کہا پڑھئے آپ نے کہا کیسے پڑھوں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا:

”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (الْإِنشِقَاطِ) مَا لَمْ يَعْلَمْ۔“ (پہا لعل ۵۱)

اس طرح آپ ﷺ منصب رسالت سے سرفراز ہو کر واپس لوٹے۔ راہ کے شجر و حجر آپ ﷺ کو سلام پیش کرتے تھے۔ آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جس خواب کے بارے میں میں نے تم سے ذکر کیا تھا وہ جبریل علیہ السلام تھے وہ بلا حجاب میرے روبرو منصب رسالت لے کر آئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ خیر و بھلائی ہی فرمائے گا۔ مبارک ہو کہ یقیناً آپ ﷺ رسول برحق ہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا عتبہ کے غلام کے پاس آئیں۔ جس کا نام عداس اور مذہبنا نصرانی تھا۔ خاتون اعظم زوجہ نبی مکرم ﷺ نے کہا۔

”اے عداس! میں تجھے خدا کو یاد دلاتی ہوں یعنی قسم دیتی ہوں۔ مجھے بتا کیا تیرے پاس جبریل علیہ السلام کا علم ہے؟“

عداس نے جواب میں کہا: ”قدوس قدوس! جبریل علیہ السلام کی یہ شان نہیں کہ بت پرستوں کے علاقے میں اس کا ذکر کیا جائے۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ”جبریل علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ علم تجھے ہے وہ بے کم و کاست میرے سامنے بیان کر دے۔“

عداس نے کہنا شروع کیا: ”بلاشبہ وہ خداوند تعالیٰ اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان امین ہے اور وہ حضرات موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا خلوت نشین ہے۔“

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا واپس آ گئیں اور پھر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور سارے حالات اور پیش آمدہ عجائبات کو بیان کیا۔ جن کو بہ غور سننے کے بعد ورقہ نے کہا:

”ہو سکتا ہے کہ تمہارے شوہر ہی وہ نبی ہوں جن کا انتظار اہل کتاب کر رہے ہیں اور جن کا

تذکرہ وہ کتب سماوی توریت وانجیل میں پڑھتے ہیں۔“ اس کے بعد ورقہ بن نوفل نے اللہ کی عظمت و جلال کی قسم کھا کر کہا:

لَئِنْ ظَهَرَ دُعَاءُهُ وَآنَا حَيٌّ لَّا بَلَيْنَ اللّٰهُ فِي طَاعَةِ رَسُوْلِهِ وَحُسْنِ مُّوَاَزَرَتِهِ
فَمَاتَ وَرَقَّةٌ.

”اگر آپ ﷺ کی جانب سے اعلان نبوت پہنچا اور میں بقید حیات ہوا تو اطاعت کروں گا اور مزاحمت کرنے والوں کے مقابلے میں آپ ﷺ کی بھرپور مدد کروں گا۔“ مگر نیک دل ورقہ نے وفات پائی۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مذکور بالا واقعہ کی مانند روایت کی ہے جس کے شروع میں ہے کہ حضور ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں ہیں۔ ایک آدمی آپ ﷺ کے مکان کی چھت پر آیا اور اس نے ایک ایک کر کے کڑی نکالی۔ جب سوراخ ہو گیا تو اس نے چاندی کی ایک سیڑھی لگائی اور اس کے ذریعہ دو شخص آپ کے پاس اترے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو مدد کے لئے پکاروں تو اس نے بات کرنے سے روک دیا۔ پھر ایک شخص میرے سرہانے اور دوسرا پہلو میں بیٹھ گیا۔

اس کے بعد اس نے اپنا ہاتھ میرے پہلو میں داخل کیا اور میری دو پسلیاں نکال لیں۔ پھر اس نے ہاتھ میرے پیٹ میں داخل کیا تو اس نے میرے قلب کو نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اپنے ساتھی سے کہا کہ مرد صالح کا کس قدر اچھا دل ہے پھر دل کو اس کی جگہ پر رکھ کر وہ دونوں پسلیاں لگا دیں۔ اس کے بعد وہ دونوں اوپر چلے گئے اور سیڑھی اٹھالی۔ جب میں بیدار ہوا تو چھت اپنے حال پر تھی۔ میں نے خواب کا ذکر خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ انہوں نے کہا اللہ ﷻ آپ کے ساتھ بھلائی ہی فرمائے گا۔ پھر میں ان کے پاس سے باہر گیا اور پھر لوٹ کر آیا اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کو مزید بتایا کہ اس نے تو میرا پیٹ چاک کیا پھر غسل و صفائی کے بعد اس کو درست کر دیا۔ روایت مذکورہ بالا کی مانند یہ مآ روایت بھی ہے

البتہ آخر میں اتنا زیادہ ہے کہ ”جبریل علیہ السلام نے زمین سے چشمہ جاری کیا اور وضو کیا اور محمد ﷺ دیکھتے رہے۔ انہوں نے اپنا چہرہ کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے سر کا مسح کیا اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر وضو کے بعد قبلہ کی طرف رخ کر کے دو سجدے کئے سمت قبلہ کی نہ تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری سند سے بہ روایت زہری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے اور

انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی روایت کو اضافہ آخری کے ساتھ بیان کیا ہے۔
 پہلی رحمتہ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی کہ جب اللہ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کو کرامت اور نبوت سے سرفراز فرمایا تو آپ جس شجر و حجر کے پاس سے گزرتے وہ سلام کرتا۔ آپ ﷺ یہ اعلیٰ کلمات سلامتی سن کر ہر طرف دیکھتے مگر وہاں کوئی بھی نہ ہوتا۔ وہ منصب نبوت کو خطاب کے ساتھ اس طرح پیش کرتے:
 ”السلام علیک یا رسول اللہ۔“

رسول اللہ ﷺ ہر سال غار حرا میں ایک ماہ کے لئے تشریف لے جاتے اور وہاں عبادت کرتے۔ بالآخر وہ زمانہ وہ وقت وہ سال اور وہ مہینہ آیا جس کو رمضان کہتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ حسب معمول تشریف لے گئے۔ حتیٰ کہ قیام حراء کے دوران منصب رسالت کی ذمہ داری سونپے جانے کا وقت مقررہ آ گیا۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں میں سو رہا تھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا۔ ”اقراء“ یعنی پڑھو۔ میں نے جواب دیا۔ ”ما قرأ“ یعنی میں پڑھنا نہیں جانتا۔

اس کے بعد فرشتے نے مجھ کو اپنے ساتھ اس شدت سے چمٹایا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں میری جان نہ نکل جائے۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر کہا: ”پڑھو۔“ میں نے جواب دیا۔ میں نہیں پڑھ سکتا۔ اس نے پھر پہلے کے مانند چمٹایا پھر چھوڑ دیا اور کہا: ”پڑھو۔“ میں نے جواب دیا میں نہیں پڑھ سکتا۔ اس کے بعد اس نے کہا:

”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (الْی قَوْلِهِ) مَا لَمْ یَعْلَمْ۔“ فرشتہ اب چلا گیا اور میں بھی نیند سے بیدار ہو گیا۔ میں نے دل میں کہا اس واقعہ کو قریش سے بیان نہ کروں گا۔ میں اپنے کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کر دوں گا۔ تو میں اس ارادہ سے روانہ ہوا میں ایسا کرنے ہی والا تھا کہ میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا:

”اے محمد ﷺ! تم اللہ کے رسول ہو اور میں جبریل ہوں۔“ یہ سن کر میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ جبریل علیہ السلام ایک مرد کی صورت میں کھڑے ہیں اور ان کے دونوں قدم آسمان کے افق میں ہیں۔ میں ہلاکت کے ارادہ سے رُک گیا مجھ پر ایک طرح کا سکتہ اور سکوت طاری ہو گیا اور حیرت اس لئے میرے اندر آ گئے بڑھنے پا پیچھے ہٹنے کی مجال نہ رہی۔ دیر زیادہ ہو چکی تھی اور دن ڈھل چکا تھا میں اپنے گھر لوٹ آیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قریب بیٹھ گیا۔ انہوں نے سوال کیا: ”آپ ﷺ“

۱۔ ارباب سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ عالم بیداری کا ہے عالم نوم سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

اتنی دیر سے کہاں تھے؟“ میں نے کہا: ”یہ تو ناممکن ہے کہ میں شاعریا مجنون ہوں؟“ انہوں نے میری بات سن کر کہا: ”اس بات میں آپ ﷺ کے لئے خدا سے پناہ مانگتی ہوں کہ خدا آپ کے ساتھ ایسا کرے۔ البتہ میں خوب جانتی ہوں کہ آپ اعلیٰ درجہ کے راست باز بڑے امانت دار بہت ہی پاکیزہ اخلاق اور دائمی طور پر صلہ رحمی فرمانے والے ہیں۔“ (التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے پورا واقعہ ان کو سنایا۔ جس کو توجہ اور ہمدردی سے سن کر انہوں نے کہا:

’اے ابن عم! میں یہ سب حقائق سننے کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں خوشخبریاں اور تہنیت و مبارک بادیاں پیش کرتی ہوں میں آپ سے ان حالات، مستقبل کے واقعات اور پیش آمدہ مشکلات کے مقابلے میں صبر و ثبات کی توقع رکھتی ہوں۔ میں (خود فریبی کی بناء پر نہیں بلکہ ضمیر و روح کی ہم آہنگی سے انسان پر جو حقیقت منکشف ہوتی ہے اس کی بنیاد پر عرض کرتی ہوں کہ) آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔“ پھر حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچیں سارا حال سنایا جس کو سن کر انہوں نے کہا:

”اگر تم نے واقعات کا اندازہ مشاہدہ اور میرے سامنے نقل کرنے میں غلطی نہیں کی ہے تو یقیناً محمد (ﷺ) اس امت کے نبی ہیں۔ ان کے پاس آنے والا فرشتہ وہ ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی کہ حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ”اے ابن عم! چونکہ آپ ﷺ صبر و استقامت رکھنے والے ہیں کیا آپ کے لئے ممکن ہے کہ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آنے والا آئے تو مجھے بھی بتائیے؟“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”ہاں!“ پھر حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کو بتایا۔

انہوں نے پوچھا آپ ﷺ ان کو دیکھ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ”ہاں۔“ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو اپنے دامن پہلو میں بٹھا کر پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں میں اب بھی دیکھ رہا ہوں۔“ اس کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو بائیں پہلو میں بٹھا کر دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ہاں نظر آ رہے ہیں۔“ اس کے بعد مشیر رسول خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر سے دوپٹہ اتارنا بال بکھیر دیئے اور حضور ﷺ سے وہی سوال کیا۔ اب آپ ﷺ نے انکار میں

۱۔ ابن عم باعتبار محاورہ عرب کہا ہے ویسے بھی رسول اللہ ﷺ کا سلسلہ نسب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نسب قصی پر جا کر مل جاتا ہے۔

جواب دیا۔ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ شیطان نہیں ہے بلکہ فرشتہ ہے۔ آپ ﷺ مطمئن اور ثابت قدم رہئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ پر اسی وقت ایمان لے آئیں۔
 بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو میسرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”میں تنہائی کے موقعوں پر غیبی نداء سنا کرتا ہوں اس وجہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی خاص بات وقوع پذیر نہ ہو۔“ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ:

”خدا کی پناہ! اللہ ﷻ ایسا نہیں کرے گا‘ کیونکہ آپ ﷺ امانت میں دیانت کرنے والے صلہ رحمی کرنے اور راست گوئی سے کام لینے والے ہیں۔“

ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے حضور ﷺ کا حال بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ حضور ﷺ کو ورقہ کے پاس لے جائیں لہذا دونوں حضرات ورقہ کے پاس گئے اور انہیں سارا حال سنایا حضور ﷺ نے بیان کیا:

”اے بزرگ! جب میں خلوت میں ہوتا ہوں تو مجھے پیچھے سے آواز آتی ہے اے محمد ﷺ! اے محمد ﷺ! یہ سن کر میں زمین پر دوڑا چلا جاتا ہوں۔“

ورقہ نے کہا: ”ایسا نہ کیجئے“ بلکہ جب آپ ایسی نداء سنیں تو استقلال و اطمینان کے ساتھ توجہ سے سنئے کہ قائل کیا کہتا ہے اس کے بعد آ کر مجھے بتائیے۔“

ایک مرتبہ جب کہ حضور ﷺ خلوت میں تھے تو کہنے والے نے کہا: ”يَا مُحَمَّدُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔“ اس کے بعد اس نے کہا پڑھئے: ”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (نا اجر سورہ) وَلَا الضَّالِّينَ۔“ پھر اس نے کہا پڑھئے ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔“

آپ پھر ورقہ کے پاس آئے اور ان سے سارا حال بیان کیا ورقہ نے کہا:

”آپ ﷺ کو بشارت ہو اور مبارک ہو میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ وہی نبی ہیں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دی ہے۔ آپ بلاشبہ نبی ہیں اور یقیناً آپ ﷺ کو جلد ہی جہاد کا حکم دیا جائے گا۔ اگر مجھ کو وہ دن میسر آگئے تو میں انشاء اللہ ﷻ ضرور آپ ﷺ کی کوششوں میں شریک ہو کر جہاد میں حصہ لوں گا۔“

۱۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا خواتین میں سب سے پہلی خاتون ہیں جو حضور ﷺ پر ایمان لائیں۔ آپ کے ایمان لانے اور رسول اکرم ﷺ کی تصدیق کرنے کا تفصیلی واقعہ بہ تغیر چند الفاظ اسی طرح ہے جس طرح علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش فرمایا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جب تک حیات رہیں۔ حضور ﷺ نے دوسرا عقد نہیں فرمایا۔

جب ورقہ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے ورقہ کو دیکھا وہ حریر کا لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ وہ نیک بہادر بزرگ مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن شداد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ورقہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا ”کیا تمہارے شوہر نے اپنے صاحب یعنی فرشتہ کو سبز لباس میں دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ ورقہ نے کہا: جب تو مجھے یقین ہے کہ آپ کے شوہر نبی ہیں اور جلد ہی لوگ ان کو مصائب میں مبتلا کر دیں گے۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب ورقہ سے فرشتہ کا ذکر کیا تو ورقہ نے کہا: ”سُبُوح“ ”سُبُوح“ جبریل کی یہ شان نہیں کہ ایسی سر زمین میں ان کا ذکر کیا جائے کہ جس میں بتوں کو پوجا جاتا ہے۔ جبریل تو اللہ ﷻ کے امین ہیں جو خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان ذریعہ ہیں۔ اے اچھی خدیجہ اپنے شوہر کو اس جگہ لے جاؤ جہاں انہوں نے یہ سب کچھ دیکھا مگر جب آئندہ وہ ان کو نظر آئے تو تم اپنے سر سے چادر اتار دینا۔ اگر وہ اللہ ﷻ کی جانب سے ہے تو پھر وہ ان کو نظر نہ آئے گا۔

انہوں نے ورقہ کی ہدایت پر عمل کیا وہ کہتی ہیں کہ جب میں نے سر سے دوپٹہ اتارا تو جبریل علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضور ﷺ کو نظر نہ آئے۔ پھر میں ورقہ کے پاس آئی اور انہیں بتایا تو انہوں نے کہا ”یقیناً ان کے پاس ”ناموس اکبر“ آیا ہے۔ اس کے بعد ورقہ اعلان نبوت اور دعوت اسلام کا انتظار کرنے لگے۔“

ورقہ نے مندرجہ ذیل اشعار اس سلسلہ میں کہے ہیں۔

لَجَجْتُ وَكُنْتُ فِي الذِّكْرِ لُجُوجًا لَهُمْ طَالَمَا بَلَغَ النَّشِيجَا
میں نے تکرار کی اور میں ذکر میں تکرار کرنے کا عادی تھا ان سے یہ تکرار جب کی جب کہ
میرا گلا گھٹنے کے قریب پہنچ گیا۔

وَوَصَفَ مِنْ خُدَيْجَةٍ بَعْدَ وَصْفِ فَقَدْ طَالَ انْتِظَارِي يَا خُدَيْجَا
اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یکے بعد دیگرے اوصاف بیان کئے تو اے خدیجہ رضی اللہ عنہا میرے
انتظار نے طول کھینچا۔

بِطَنِ الْمَكْتَنِ عَلَى رَجَائِي حَدِيثُكَ أَنْ أَرَى مِنْهُ خُرُوجًا

۱۔ ورقہ بن نوفل کے ایمان لانے پر جمہور علماء کا اتفاق نہیں ہے۔ صرف بعض کا قول ہے۔

میرا انتظار شہر مکہ میں صرف اس امید پر تھا کہ جو بات اے خدیجہ رضی اللہ عنہا تم نے کہی، میں اس کے ظہور کو دیکھ لوں۔

بِمَا أَخْبَرْتَنَا مِنْ قَوْلِ قَيْسٍ مِنَ الرُّهْبَانِ أَكْرَهُ أَنْ يَعْجُجَا
مجھ کو یہ انتظار تمہاری اس بات کے بتانے سے ہوا جو تم نے راہبوں میں سے ایک قیس کا قول
کہا تھا اور میں اچھا نہیں سمجھتا کہ اس قیس کی بات الٹی ہو۔

بِسَانَ مُحَمَّدًا سَيَسُودُ قَوْمًا وَيَخْصُمُ مَنْ يَكُونُ لَهُ حَاجِبَا
اس قیس نے کہا تھا کہ محمد ﷺ قوم کے سردار ہوں گے اور جو شخص بھی ان کی طرف جائے گا،
لوگ اس سے جھگڑا کریں گے۔

وَيُظْهِرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءَ نُورٍ تُقَامُ بِهِ الْبَرِيَّةُ أَنْ تَعُوجَا
حضور ﷺ کے ذریعہ آبادیوں میں نور اور روشنی کی تابانی ہوگی اور لوگ آپ ﷺ کے ذریعہ
کجروی چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر آجائیں گے۔

فَيُلْقِي مَنْ يُحَادِّثُ بِهِ خَسَارًا وَيُلْقِي مَنْ يَسْأَلُهُ فَلُوجَا
جو حضور ﷺ کے ساتھ جنگ کرے گا وہ خسارے میں رہے گا اور جو صلح و آشتی سے رہے گا،
وہ کامیاب و کامران رہے گا۔

فَيَا لَيْتَنِي إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ شَهِدْتُ وَكُنْتُ أَوَّلَهُمْ وَلُوجَا
کاش میں اس مرحلے پر موجود ہوتا جب لوگ آپ ﷺ سے برسرِ پیکار ہوں گے اور میں مدد
کرنے والوں میں سب سے پہلے ہوتا۔

وَلُوجَا فِي الَّذِي كَرِهَتْ قُرَيْشٌ وَلَوْ عَجَبْتُ بِمَكْنِهَا عَجِبَا
میں (پوری عزیمت کے ساتھ) بالیقین ان لوگوں میں شامل ہوتا جسے قریش برا جانتے ہیں اگرچہ
وہ کتنا ہی ہنگامہ کرتے اور شور مچاتے۔

أَرْجَى بِالَّذِي كَرِهُوا جَمِيعًا إِلَى ذِي الْعَرْشِ إِنْ سَلَفُوا عَرُوجَا
میں اس سے امید وابستہ کرتا ہوں جس کو سب برا سمجھتے ہیں۔ مجھ کو سہارا اور امید عرش والے
خدا سے ہے اگرچہ ناہنجار لوگ کتنا ہی مادی عروج حاصل کر لیں۔

وَهَلْ أَمْرُ السُّفَاهَةِ غَيْرُ كُفْرٍ يَخْتَارُ مَنْ سَحَكَ الْبُرُوجَا
اس شخص کے لئے جس نے اس ذات کو اختیار کیا کہ جس نے برجوں کو بلند کیا۔ کفر کے سوا
کسی بات میں حماقت نہیں ہے۔

فَإِنْ يَبْقُوا وَابْقَ تَكُنْ أُمُورًا يَضُجُّ الْكَافِرُونَ لَهَا فَجِجًا
اگر وہ لوگ زندہ رہے اور میں بھی باقی رہا تو بلا شک ایسے امور ہوں گے جن کی (تاب برداشت) نہ لا کر کافر لوگ دہائی دیں گے۔

وَإِنْ أَهْلَكَ فَكُلُّ فِتْنَى سَيُلْقَى مِنْ الْأَقْدَارِ مُتْلِفَةً خُرُوجًا
اور اگر میں فوت ہو گیا تو (ذہن نشین کر لو کہ) ہر جوان کو ان اقدار کا سامنا کرنا ہوگا۔ (جن سے کسی انقلابی تحریک کا) ظہور و نمود وابستہ ہوتا ہے۔

تیسرے شعر میں جو ”بِطْنِ الْمَكْتَبَيْنِ“ مذکور ہے۔ اس سلسلے میں عینی رحمۃ اللہ علیہ ”شواہد الکبریٰ“ میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مکہ کے دونوں یعنی اعلیٰ اور اسفل حصے مراد ہیں۔

طیالسی حارث بن ابی اسامہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے نذر مانی کہ آپ ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دونوں غار حرا میں اعتکاف کریں گے تو یہ اتفاق ماہ رمضان میں ہوا۔ ایک رات حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ”السَّلَامُ عَلَيْكَ“ کی آواز سنی۔ آپ ﷺ کو گمان ہوا کہ یہ جن کی آواز ہے اور تیزی کے ساتھ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آگئے۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے۔ آپ نے حال بیان کیا انہوں نے کہا آپ کو مسرور ہونا چاہئے کیونکہ ”السلام“ خیر کا کلمہ ہے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ کچھ دیر بعد میں دوسری مرتبہ باہر آیا تو اچانک میں نے دیکھا کہ جبریل علیہ السلام آفتاب پر کھڑے ہیں اور ان کا ایک بازو مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ میں یہ منظر دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور جلدی سے واپس ہوا تو میرے اور دروازے کے درمیان حائل ہو گئے اور انہوں نے مجھ سے کلام کیا یہاں تک کہ میں جبریل علیہ السلام سے مانوس ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ لیا۔ پھر میں حسب وعدہ وہاں پہنچا مگر جبریل علیہ السلام نے تاخیر کر دی۔ میں نے لوٹ آنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ دفعۃً میری اوپر نگاہ ہوئی میں نے دیکھا جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام آسمان وزمین کے درمیان موجود رہے پھر جبریل علیہ السلام نے مجھے پکڑ کر نرمی کے ساتھ شانے کے بل لٹا دیا اور سینہ کو چاک کر کے دل نکالا اور مشیت خداوندی کے بموجب اس سے کوئی شے خارج کی بعد ازاں آب زمزم سے اس کو دھویا پھر اسے سینہ میں رکھ کر شگاف زدہ حصہ درست کر دیا۔ بعد ازاں پشت پر مہر نبوت ثبت کر دی۔ اس کے بعد حلق کے قریب میری گردن کو پکڑا۔

۱۔ درقہ بن نوفل کے اس نعتیہ بیانہ قصیدے کو عینی نے شواہد الکبریٰ میں پیش کیا ہے۔

۲۔ یہ واقعہ تفصیل و صراحت کے ساتھ گزشتہ اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اور کہا پڑھئے میں امی تھا اس لئے نہ پڑھ سکا دوبارہ کہا پڑھئے! میں نے جواب دیا ”میں نہیں پڑھ سکوں گا۔ پھر انہوں نے کہا: ”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي“ اور پانچ آیتیں پوری کیں۔ اس کے بعد مجھے ایک شخص کے ساتھ وزن کیا اور میں اس پر وزنی رہا۔ پھر دو آدمیوں کے ساتھ اور اسی طرح میرے ساتھ ٹلنے والوں کی تعداد بڑھاتے گئے۔ حتیٰ کہ سو آدمیوں کے ساتھ مجھے وزن کیا اور میں وزنی رہا۔ پھر میکائیل علیہ السلام نے کہا۔ ان کی امت نے ان کی متابعت کر لی۔ اس کے بعد تو یہ عام ہو گیا کہ میرا گزر جس درخت اور پتھر کے قریب سے ہوتا اس میں سے آواز آتی: ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔“

امام احمد ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں ایک آواز سنتا ہوں اور ایک روشنی دیکھتا ہوں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر ورقہ سے کیا تو انہوں نے کہا: ”یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔“

اب اگر محمد ﷺ مبعوث ہوئے اور میں اس وقت تک زندہ رہا تو اُن کے فرائض منصبی کی انجام دہی میں ان کی مدد کروں گا۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان علیہ السلام سے روایت کی کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو درنوک کی مانند ایک فرش پر بٹھایا جس میں موتی اور یاقوت کی مِرْصَع کاری تھی۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے کہا:

”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ ۝ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝“
(پہا اعلق ۵۱)

اس کے بعد کہا: اے محمد ﷺ! آپ ﷺ خوف نہ کیجئے اس لئے کہ آپ اللہ ﷻ کے رسول (ﷺ) ہیں۔“ پھر آپ ﷺ لوٹ آئے راہ میں شجر و حجر کہتے ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ اس صورت حال کے بعد آپ ﷺ مطمئن ہو گئے اور خوف جاتا رہا۔

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جناب ورقہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ”آپ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام کس طرح آتے ہیں؟“ آپ ﷺ نے جواب دیا آسمان کی جانب سے آتے ہیں۔ ان کے دونوں بازو موتیوں کے ہیں اور ان کے پاؤں

۱۔ اس امر پر جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ پہلی وحی انہی پانچ آیتوں پر مشتمل تھی۔

کے تلوے سبز رنگ کے ہیں۔

ابن رستہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب المصادف“ میں زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ حراء میں تشریف فرما تھے کہ جبریل علیہ السلام دیباچ کا کپڑا لائے جس پر تحریر تھا۔

”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ (الْیٰ قَوْلِهٖ) مَا لَمْ يَعْلَمْ.“

ابن رستہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کپڑا لائے اور کہا پڑھئے! حضور ﷺ نے جواب دیا میں پڑھا لکھا نہیں۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا: ”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ.“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اجیاد میں اپنی حالتِ عبودیت میں مستغرق تھے کہ آپ ﷺ نے فرشتہ کو دیکھا کہ وہ افقِ آسمان میں ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھے ہوئے کہہ رہا ہے: ”اے محمد ﷺ! میں جبریل علیہ السلام ہوں۔“

حضور ﷺ اس عجیب و غریب آواز اور خطاب کو سن کر بہت متاثر ہوئے اور کئی بار فضا میں نگاہ اٹھا کر ملاحظہ فرمایا: ہر بار فضا میں ایک فرشتہ کو موجود پایا۔ آپ ﷺ یہاں سے اٹھ کر اپنی غمگسار اور رفیقہ حیات کے پاس تشریف لائے اور صورت حال بیان فرمائی، مزید فرمایا کہ:

”اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! اللہ ﷻ شاہد و علیم ہے کہ میں نے بتوں اور کاہنوں سے ہمیشہ نفرت کی ہے اور اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں کاہن نہ بن جاؤں۔“

انہوں نے جواب دیا (لجے اور الفاظ دونوں میں اعتماد و صداقت کی وجہ سے زور و اثر پیدا ہو گیا تھا) ”ہرگز نہیں۔ اے محترم! آپ ﷺ اس طرح نہ سوچئے، یقیناً خدا آپ ﷺ کے ساتھ اس طرح ہرگز بھی نہ ہونے دے گا، کیوں؟ اس لئے کہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے، راست بازی اختیار کرتے اور امانت میں دیانت اور حفاظت کرتے ہیں، آپ ﷺ کا اخلاق اور کردار حسن و پاکیزگی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے، بھلا خدا ایسے شخص کو ضائع کرے گا۔“

حضور ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پھر اپنے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ حالات بیان کئے ورقہ نے کہا: ”واللہ یہ صادق ہیں اور یہ رسالت کے ابتدائی مراحل ہیں اور وہ آنے والا ناموس اکبر ہے۔“ جو سابقہ پیغمبروں پر نازل ہوتا رہا ہے، اے خدیجہ رضی اللہ عنہا! محمد ﷺ سے کہہ دو، وہ خیر کے سوا کچھ نہ سوچیں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ پر جب غارِ حرا میں وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ چند روز وہیں پر مقیم رہے۔ مگر جبریل علیہ السلام نظر نہ آئے۔ اس وجہ

سے آپ ﷺ کو شدید طور پر حزن و ملال ہوا جس نے ایک بے چینی اور اضطراب کی صورت اختیار کر لی۔ آپ کبھی جبل خیبر پر جاتے اور کبھی جبل حراء پر اور کبھی ارادہ کرتے کہ خود کو ان پہاڑوں کی بلندی سے گرا دیں۔ ایک موقع پر ایسے ہی ارادہ پر عمل کرنے ہی والے تھے کہ ایک آواز کا احساس ہوا، نظر اٹھائی تو جبریل علیہ السلام نظر آئے وہ کہہ رہے تھے:

”اے محمد (ﷺ) آپ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔“

یہ ندائے شہادت سننے کے بعد آپ ﷺ واپس آ گئے۔ دل کو سکون حاصل ہو چکا تھا اور اس کے بعد سلسلہ احکام و وحی شروع ہو گیا۔

ورقہ بن نوفل کے اشعار نعتِ رسول ﷺ میں

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے روایت کی کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو رسول اللہ ﷺ کے حالات ورقہ سے بیان کرتی تھیں ان سے متاثر ہو کر اس موحد عالم و کاتب انجیل و تورات نے یہ اشعار کہے۔

يَا لِلرَّجَالِ وَ صَرْفِ الدَّهْرِ وَ الْقَدْرِ وَ مَا لِشَيْءٍ قَضَاءُ اللَّهِ مِنْ غَيْرِ
لوگوں کا، حوادثِ زمانہ کا اور قضاء و قدر کا عجیب اور حیرت فزا حال ہے حالانکہ کسی بھی شے کے لئے اللہ ﷻ کی قضاء میں تبدیلی نہیں ہے۔

حَتَّى خُدَيْجَةُ تَدْعُونِي لِأُخْبِرَهَا وَ مَا لَهَا بِخَفِيٍّ الْغَيْبِ مِنْ خَبَرِ
حتیٰ کہ (حضرت سیدہ ام المؤمنین) خدیجہ رضی اللہ عنہا مجھے بلاتی ہیں کہ میں ان کو بتا دوں، دراصل انہیں غیب کی خبر کی کچھ بھی خبر نہیں۔

جَاءَتْ لَتَسْأَلَنِي عَنْهُ لِأُخْبِرَهَا أَمْراً أَرَاهُ سَيَأْتِي النَّاسَ مِنْ آخِرِ
(حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا میرے پاس اس مقصد سے آئیں کہ میں ان کو اس بارے میں بتاؤں جو کہ حضور ﷺ نے دیکھا۔ عنقریب وہ نبی آخر کی حیثیت سے آئیں گے۔

وَ خَبَّرْتَنِي بِأَمْرٍ قَدْ سَمِعْتُ بِهِ فِيمَا مَضَى مِنْ قَدِيمِ الدَّهْرِ وَالْعَصْرِ
(حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھے ایسے امر کی اطلاع دی جس کو میں زمانہ قدیم سے سنتا آ رہا ہوں۔

بِأَنَّ أَحْمَدَ يَأْتِيهِ وَيُخْبِرُهُ جِبْرِيلُ أَنْكَ مَبْعُوثٌ إِلَى الْبَشَرِ
مجھے (حضرت) خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کی خبر دی ہے کہ (حضور) احمد ﷺ کے پاس

جبریل یعنی ناموس اکبر آئے ہیں اور یہ کہ آپ ﷺ تمام کائنات (مخلوق) اور تمام انسانوں کی طرف رسول ہیں۔

فَقُلْتُ عَلَى الَّذِي تَرْجِيْنُ يُنْجِزُهُ لَكَ إِلَّا لَهُ فَرَجِي الْخَيْرَ وَانْتَظِرِي
میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا: جس چیز کی تم امید رکھتی ہو اللہ ﷻ تمہارے لئے پوری کر دے گا۔ تو تم بھلائی کی امید رکھو اور انتظار کرو۔

وَأَرْسَلْتُهُ إِلَيْنَا كَيِّ نَسَائِلُهُ عَنْ أَمْرِهِ مَا يَرَى فِي النَّوْمِ وَالسَّهَرِ
اور خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو ہمارے پاس بھیجا تا کہ ہم ان سے وہ احوال دریافت کریں جو آپ ﷺ خواب اور بیداری میں دیکھتے ہیں۔

فَقَالَ حِينَ آتَانَا مُنْطَقًا عَجَبًا يَقِفُ مِنْهُ أَعْلَى الْجِلْدِ وَالشَّعْرِ
حضور ﷺ جب ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے ایسی عجیب بات سنائی جس سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

إِنِّي رَأَيْتُ أَمِينَ اللَّهِ وَاجْهَنِي فِي صُورَةٍ أَكْمَلْتُ مِنْ أَهْيَبِ الصُّورِ
(رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا: میں نے اللہ کے امین کو روبہ رودیکھا ایسی صورت میں جو بہت ناک صورتوں میں کامل تھی۔

ثُمَّ اسْتَمَرَّ فَكَانَ الْخَوْفُ يَذْعُرُنِي مِمَّا يُسَلِّمُ مَا حَوْلِي مِنَ الشَّجَرِ
پھر وہ اللہ کا امین مجھے مسلسل نظر آتا رہا اور ارد گرد کے درختوں کے سلام کرنے سے میں خوف و ہراس کھاتا رہا۔

فَقُلْتُ ظَنَنْتِي وَمَا أَذْرِي أَيْصِدِّقُنِي أَنْ سَوْفَ تُبْعَثُ تَتْلُو مُنْزَلَ السُّورِ
میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: میرا گمان ہے اور جو میں جانتا ہوں وہ میری تصدیق کرتی ہے کہ عنقریب آپ مبعوث ہوں گے اور نازل شدہ سورتوں کی تلاوت کریں گے۔

وَسَوْفَ آتِيكَ إِنْ أَعْلَنْتَ دَعْوَتَهُمْ مِنْ الْجِهَادِ بِلَا مَنْ وَلَا كَدَرٍ
اور میں نے کہا: عنقریب میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوں گا اگر آپ نے جہاد کا اعلان کیا۔ میرا آنا بغیر احسان اور بغیر کدورت کے ہوگا۔

پھر کار رسول اللہ ﷺ کو سلام

طیالسی ترمذی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جس رات میں مبعوث ہوا وہ پتھر مجھے سلام کرتا تھا۔ بے شک میں اس کو پہچانتا ہوں جب میں اس کے پاس سے گزرنا ہوں۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح روایت کی ہے کہ میں مکہ مکرمہ میں ایک پتھر کو پہچانتا ہوں جو مجھ کو بعثت سے پہلے سلام کرتا تھا اور میں اب بھی اسے پہچان سکتا ہوں۔

طبرانی، ابونعیم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی انہوں نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھے۔ آپ ﷺ ایک روز نواحی علاقہ میں تشریف لے گئے۔ تو جو چٹان پتھر اور درخت ہم کو قریب راہ ملتا وہ آپ ﷺ سے ”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ کہتا۔

بزار اور ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ ﷻ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی تو میں جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتا اس سے آواز آتی:

”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“

ابن سعد اور ابونعیم رحمہما اللہ نے بطریق بنت ابی تجرۃ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ جب اللہ ﷻ نے رسول اللہ ﷺ کو منصب نبوت عطا فرمایا۔ اس زمانے میں قضاء حاجت کے لئے آپ ﷺ دور تشریف لے جاتے تو راہ کے درختوں اور پتھروں سے آپ ﷺ یہ کلمات سنتے

”السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ایک اور سند سے بھی روایت کیا ہے جس کے آخر میں مزید یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ ان کو جواب سلام ”وعلیک السلام“ کے الفاظ سے عنایت فرماتے۔ یہ جواب آپ ﷺ کو جبریل الطہی نے سکھایا تھا۔

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ نے طلحہ بن عبید اللہؓ سے روایت کی کہ میں بصرہ کے بازار میں گیا ہوا تھا وہاں کے صومعہ کے راہب کو میں نے یہ کہتے سنا: ”ان نو وارد سودا گروں سے پوچھو کہ ان میں کوئی حرم مکہ کا رہنے والا ہے؟“

میں (یعنی طلحہ) نے جواب دیا: ”جی ہاں میں حرم کا رہنے والا ہوں۔“

راہب نے پوچھا: ”کیا سرزمین حرم میں احمد نے ظہور کیا ہے؟“

میں نے راہب سے وضاحت چاہی کہ: ”احمد کون؟“

راہب نے بتایا: ”ابن عبد اللہ بن عبد المطلب“ کیونکہ یہی وہ مہینہ ہے جس میں ان کا ظہور

ہوتا ہے اور وہ آخری نبی ہیں۔ ان کے ظہور کا مقام حرم اور ہجرت کی جگہ نخلستانی، پتھریلی اور شور کی زمین

ہے۔ تم کو چاہئے کہ ان پر ایمان لانے میں سبقت کرو۔“

طلحہؓ کا بیان ہے مجھ پر راہب کی بات کا اثر ہوا میں مکہ آ کر ابو بکر صدیقؓ کے پاس گیا۔ راہب نے بصرہ میں جو کچھ بیان کیا تھا انہیں بتایا حضرت ابو بکر صدیقؓ میرے ساتھ ہو گئے اور رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ سے طلحہؓ کا واقعہ بیان کیا۔ آپؐ سن کر مسرور ہوئے اور طلحہؓ نے اسلام قبول کیا۔ نوفل بن عدویہ کو معلوم ہوا تو اس نے حضرت ابو بکرؓ اور طلحہؓ کو پکڑ کر ایک رسی سے دونوں کو باندھ دیا۔ اسی وجہ سے ان دونوں حضرات گرامی کا لقب عام طور پر ”قرنین“ پڑھ گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: میں ایک قافلہ کے ساتھ بغرض تجارت یمن گیا۔ اس قافلہ میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے تو ایک خطہ حنظلہ بن ابوسفیان کا پہنچا جس میں لکھا تھا:

”محمد (ﷺ) ابطح میں کھڑے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں اور تم سب کو اللہ کی توحید کی طرف بلاتا ہوں۔“

یہ اطلاع اب پورے یمن میں پھیل گئی۔ جس کو سن کر ایک یہودی عالم میرے پاس آیا اور اس نے کہا:

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے قافلے میں اس شخص کا چچا ہے جس نے حرم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔“ حضرت عباسؓ نے جواب دیا: ”ہاں میں اس کا چچا ہوں۔“ اس کے بعد یہودی عالم نے کہا:

”میں تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہارے بھتیجے میں جوانی کی خود سری یا عقل و دانش کی کمی ہے؟“

میں نے جواب دیا: ”واللہ بالکل بھی نہیں وہ نہ جھوٹے ہیں نہ خائن اسی وجہ سے تمام قریش ان پر اعتماد کرتے اور ”الامین“ کہہ کر پکارتے ہیں۔“

پھر یہودی نے سوال کیا: ”کیا وہ لکھنا جانتے ہیں؟“

عباسؓ کہتے ہیں میرا ارادہ ہوا کہ میں کہہ دوں کہ لکھنا جانتے ہیں مگر پھر خیال ہوا ابو سفیان نے گا کہیں مجھے جھٹلا نہ دے۔

اس لئے میں نے جواب دیا: ”نہیں وہ لکھنا نہیں جانتے۔“ میرے جواب کو سن کر وہ یہودی اچھل پڑا اور اپنی رِدا چھوڑ کر تیزی سے روانہ ہو گیا۔ وہ کہتا جاتا کہ اب یہودی قتل کر دیئے جائیں گے۔

پھر جب ہم اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو ابوسفیان نے کہا: ”اے ابوالفضل! یہودی تو تمہارے بھتیجے سے مرعوب ہیں۔“ میں نے کہا: ”تم نے دیکھ ہی لیا۔ تو کیا ابوسفیان بہتر نہ ہوگا کہ تم ان پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ اگر وہ حق پر ہیں تو تم قبول حق میں سبقت لے جاؤ گے اور اگر وہ باطل پر ہیں تو تمہارے ساتھ اور بھی لوگ ہوں گے جو انجام ان کا ہوگا وہی تمہارا ہوگا۔“

ابوسفیان ؑ نے کہا: ”میں تو محمد ؐ پر اس وقت تک ایمان نہ لاؤں گا جب تک میں مقام کداء میں گھوڑے نمودار ہوتے نہ دیکھ لوں گا۔“

میں نے کہا: ”تم کیا کہہ رہے ہو؟“

ابوسفیان ؑ نے جواب دیا: ”کچھ نہیں یہ کلمہ تو میری زبان پر یونہی آ گیا ورنہ میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ ﷻ ہرگز کداء پر گھوڑے نہیں نمودار ہونے دے گا۔“

حضرت عباس ؓ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) بیان کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے روز ہم نے دیکھا کہ گھوڑے مقام کداء پر نمودار ہو رہے تھے۔ چنانچہ میں نے ابوسفیان ؑ سے کہا تمہیں اپنی وہ بات یاد ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا۔ ہاں اسی کو یاد کر رہا ہوں۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاویہ ؓ سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت ابوسفیان ؑ سے روایت کی کہ میں اور امیہ بن ابی الصلت شام گئے۔ تو امیہ نے مجھ سے کہا۔ نصرانی علماء میں سے کسی کو تم جانتے ہو کہ جو علوم کتب سماویہ کا ماہر ہو؟ تاکہ ہم اس سے مل کر کچھ سوالات کریں۔ میں نے جواب دیا کہ مجھے تو ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ امیہ میرا جواب سن کر چلا گیا اور پھر واپس آ کر اس نے مجھ سے کہا:

”میں فلاں عالم کے پاس گیا تھا اور میں نے اس سے بہت سی باتیں پوچھیں اور میں نے اس سے ”نبی منتظر“ کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا وہ عربی نژاد ہے۔ میں نے پھر سوال کیا: ”وہ عرب کے کس علاقے سے ہوگا؟“ اس نے جواب دیا: ”وہ ساکنانِ حرم قریشیوں میں سے ہوگا۔“

پھر میں نے نبی منتظر کے اوصاف بیان کرنے کو کہا تو اس نے بتایا: ”وہ ہنوز نو جوان ہیں جب کہولت (ادھیر عمر) میں داخل ہوں گے تو نبوت و بعثت سے سرفراز ہوں گے۔ وہ مظالم و محارم سے بیزار ہوں گے۔ حسنِ عمل اور صلہ رحمی ان کا مشرب ہوگا۔ تسابیح الطریفین ہوں گے اور ان کو تائید و

۱۔ خَلِ الْعَقَبُ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ. (پہلے اعراف ۱۹۹)

۲۔ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ (پہلے التوبہ

نصرت خداوندی حاصل ہوگی۔“

میں نے کہا: ”ان کے ظہور و بعثت کے آثار کیا ہوں گے؟“

اس نے بتایا: ”جب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا سے گئے ہیں، ملک شام میں تیس زلزلے آچکے ہیں جن میں ہر زلزلہ ایک بڑی مصیبت تھی۔ اب صرف ایک زلزلہ باقی ہے جس کے اثرات عام ہوں گے۔“

ابوسفیان ؑ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے امیہ سے کہا: ”یہ سب باتیں افسانہ اور غلط ہیں اور ان پر یقین کر لینا سادہ لوحی ہے۔“

امیہ نے جواب دیا: ”قسم ہے اس ذات کی کہ جس کی سوگند اور قسم کھائی جاتی ہے۔ یہ باتیں وقوع پذیر ہوئی ہیں اور جن کا تعلق آنے والے دنوں سے ہے وہ رونما ہو کر رہیں گی۔“

پھر ہم واپس آنے لگے تو اچانک ہمارے پیچھے ایک سوار یہ کہتا ہوا آیا کہ تمہارے بعد شام میں ایسا زلزلہ آیا کہ اہل شام ہلاک ہو گئے اور ایک ابتلائے عام میں گرفتار ہیں۔ ابوسفیان ؑ کہتے ہیں کہ امیہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تم نے نصرانی کی بات کو کیا پایا؟ میں نے کہا واللہ اس کی بات حق ہے۔ جب سامان تجارت فروخت کر کے مکہ واپس آیا تو لوگ میرے پاس آئے اور سب سے پہلے اپنے مال کے بارے میں انہوں نے استفسار کیا پھر میرے پاس محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے مجھے خوش آمدید کہا میرے سفر اور قیام کے بارے میں دریافت کیا لیکن اپنے مال تجارت کے بارے میں کچھ نہ پوچھا جس پر مجھے حیرت ہوئی۔ میں نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ مجھے محمد ﷺ پر تعجب ہے کہ انہوں نے اپنے مال کے بارے میں کچھ نہ پوچھا، ہندہ نے کہا کہ تم ان کی شان کو نہیں جانتے وہ گمان کرتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ہندہ نے یہ باتیں کچھ اس طرح کہیں کہ میں قائل سا ہو گیا۔ اس وقت مجھے اس نصرانی کی بات یاد آ گئی۔ میں نے ہندہ سے کہا کہ محمد گمان سے زیادہ عاقل ہیں کہ وہ یہ فرمائیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

ہندہ نے کہا کہ ہاں واللہ وہ یہی کہتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

حضرت امیر معاویہ ؓ اپنے والد ابوسفیان ؑ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا درازی عمر کے حسن و قبح کے سلسلہ میں امیہ اور میرے درمیان بات چھڑی ہوئی تھی۔

امیہ نے کہا: ”ابوسفیان! قطع کلام نہ کرو میری بات تمام ہونے دو۔ ہاں تو میں نے اپنی کتاب میں ایک نبی کا ذکر پڑھا ہے جو ہمارے علاقہ میں پیدا ہوگا اور یہیں مبعوث ہوگا میرا گمان خود اپنے بارے میں بھی تھا کہ شاید یہ منصب مجھ کو مل جائے۔ میں نے پھر مزید معلومات اور تحقیق کی تو

معلوم ہوا کہ وہ نبی اولاد عبد مناف سے ہوگا۔ پھر میں نے ان سب کا پوری احتیاط سے فرداً فرداً جائزہ لیا تو میری نظر سب برادری پر سے گزرتی ہوئی عتبہ بن ربیعہ پر ٹھہری۔ اب جب تم نے عتبہ کی عمر کے بارے میں وضاحت کی تو میں نے سمجھ لیا کہ وہ نبی عتبہ بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس کی عمر چالیس سے زیادہ ہو چکی ہے۔

ابوسفیان ؓ نے بیان کیا جب میں واپس آیا تو رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ میں امیہ کے پاس پہنچا اور استہزاء کے طور پر کہا۔ جس نبی کے بارے میں تم ذکر کرتے تھے وہ ظاہر ہو گیا ہے۔

امیہ نے جواب میں کہا، آگاہ ہو جاؤ وہ نبی برحق ہے اس کی پیروی کرو اور گواہ رہو کہ میں اس کی پیروی کرتا ہوں۔

حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں عکرمہ بن خالد ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے دنوں میں قریش کے کچھ لوگ سمندری سفر پر تھے طوفانی ہواؤں نے کشتی کو ساحلِ جزیرہ پر لگا دیا۔ جزیرہ کے ایک شخص نے اہل کشتی سے پوچھا: ”تم کون لوگ ہو؟“ انہوں نے بتایا: ”ہم قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے ہیں۔“ اس نے پوچھا: ”قریش کون لوگ ہیں؟“

اہل کشتی نے جواب دیا: ”ساکنانِ حرم۔“ جب اس نے پہچان لیا تو کہا: ”اہل حرم تو ہم ہیں، تم اہل حرم نہیں ہو سکتے۔“ اس وقت معلوم ہوا کہ وہ قدیم قوم جرہم سے تعلق رکھتا تھا جو اس وادی غیر ذی زرع کے اولین آبادکار تھے۔ اس نے کہا تم جانتے ہو کہ کس وجہ سے گھوڑوں کا نام اجیاد رکھا گیا؟ پھر خود ہی کہا اس لئے کہ وہ تیز رفتار تھے۔

اس کے بعد قریشیوں نے اس سے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا کہ ہم میں ایک شخص اس طرح دعویٰ نبوت کرنے لگا ہے۔ جرہمی شخص نے کہا تم سب اس کی پیروی کرو اگر میں اس قدر بوڑھا نہ ہوتا تو ان کی خدمت میں ضرور پہنچتا۔

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ عبد الرحمن بن حمید رحمۃ اللہ علیہ کے دادا سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے حضور ﷺ کی بعثت کے سالِ اول میں یمن کا سفر کیا اور عسقلان حمیری کے پاس قیام کیا۔ وہ بہت بوڑھا اور کمزور تھا اور ثقلِ سماعت بھی تھا۔ اس کی اولاد دور اولاد کا سلسلہ طویل تھا۔ صبح کو مسند پر اس کو بٹھایا گیا اور سب بیٹے پوتے اور پرپوتے وغیرہ سلیقہ کے ساتھ اس کے روبرو بیٹھے۔ مجھ کو بھی مہمان کی حیثیت سے بٹھایا گیا۔ حمیری بزرگ نے مجھ سے کہا:

”قریشی مہمان! اپنا نسب بیان کرو۔“

میں نے دوبارہ سلام کیا اور کہا: ”میرا نام عبدالرحمن ہے اور میں عوف بن عوف بن عبدعوف بن عبدالحارث بن زہرہ کا بیٹا ہوں۔“ اس نے کہا: ”اے معزز زہری مہمان! بس کافی ہے کیونکہ باقی سے میں واقف ہوں کیا میں تم کو ایک ایسی اچھی خبر نہ دوں جو تمہارے لئے تجارت کے فائدوں سے زیادہ نفع بخش ہے؟“ میں نے کہا: ”ضرور بتائیے۔“

اس نے کہا میں تم کو تعجب میں ڈالنے والی اور رغبت و شوق پیدا کرنے والی بشارت سناتا ہوں۔ ”گذشتہ ماہ تمہاری قوم میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے جس کے خصائل پسندیدہ ہیں اور اس پر کتاب نازل ہوئی ہے اور اس کے لئے ثواب مقرر کیا گیا ہے۔ وہ اصنام پرستی سے روکتا اور اسلام کی طرف بلاتا ہے حق کی تلقین کرتا اور اس پر عمل پیرا رہتا ہے۔“

میں نے دریافت کیا: ”وہ کس قبیلہ سے ہے؟“

انہوں نے کہا: ”وہ بنی ہاشم سے ہے اور تم لوگ اس کے ”نا نہالی“ ہو۔ تو عبدالرحمن تم قیام کو مختصر کر دو اور جلد لوٹ جاؤ جا کر اس کے کاموں میں تعاون کرو اور اس کی تصدیق کرو اور ان اشعار کو لے جا کر ان کی بارگاہ میں پیش کرو۔

أَشْهَدُ بِاللّٰهِ ذِي الْمَعَالِي وَفَالِقِ اللَّيْلِ وَالصَّبَاحِ

میں اس اللہ کی گواہی دیتا ہوں جو بلند یوں والا اور سلسلہ روز و شب کا قائم رکھنے والا ہے۔

إِنَّكَ فِي السَّرْوِ مِنْ قُرَيْشٍ يَا ابْنَ الْمُفْضَى مِنَ الذَّبَاحِ

بے شک آپ ﷺ جو اس مردی میں قریش ہیں اور اس شخص کے فرزند جس کا ذبیحہ سے فدیہ

دیا گیا۔

أُرْسِلْتَ تَدْعُو إِلَى يَقِينٍ تُرْشِدُ لِلْحَقِّ وَالْفَلَاحِ

آپ ﷺ رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور (تذبذب و ریب سے نکال کر) یقین کی منزل کی طرف

لے جاتے ہیں اور حق و فلاح کی راہ دکھاتے ہیں۔

أَشْهَدُ بِاللّٰهِ رَبِّ مُوسَى إِنَّكَ أُرْسِلْتَ بِالْبَطَاحِ

میں اس اللہ ﷻ کی گواہی دیتا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام کا رب ہے بلاشبہ آپ ﷺ بطحا میں

رسول اللہ ہو کر تشریف لائے ہیں۔

فَكُنْ شَفِيعِي إِلَى مَلِيكَ يَدْعُو الْبَرَّ إِلَى الْفَلَاحِ

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بارگاہ خداوندی میں میری شفاعت فرمائیے کیونکہ حق

تعالیٰ لوگوں کو فلاح کی طرف بلاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمن ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ان اشعار کو (جن میں ”شہادت رسالت“ مدح نبوت فلاح کی دعوت اور منصب شفاعت کا مضمون ہے پناہ ارادت اور جذبہ اخلاص کے ساتھ نظم کیا گیا تھا) یاد کر لیا اور اپنی ضروریات جلد از جلد پوری کر کے مکہ لوٹ آیا۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ سے ملاقات اور تبادلہ خیال کیا۔

انہوں نے کہا وہ محمد بن عبد اللہ ہیں تم ان کی خدمت میں حاضر ہو۔ چنانچہ میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ آپ ؓ بیت خدیجہ میں تشریف فرما تھے۔ حضور ؓ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ ”میں ایک خوش اخلاق شخص کے چہرے کو دیکھ رہا ہوں اور میں اس کے لئے خیر کی امید رکھتا ہوں جسے تم پیچھے چھوڑ کر آئے ہو۔“

میں نے عرض کیا: ”اے محمد ؓ وہ کون سی بات ہے؟“

حضور ؓ نے ارشاد فرمایا: ”تم میرے لئے ایک امانت لے کر آئے ہو کسی بھیجنے والے نے تم کو میرے پاس ایک پیام کے ساتھ بھیجا ہے وہ جو کچھ ہے بیان کرو۔“

پھر مجھے اپنے میزبان اور بوڑھے حمیری کا پیام یاد آ گیا اور حضور ؓ کی خدمت میں اس کے ارادت مند اشعار جو دراصل اس کے والہانہ جذبات تھے جو شعر و نغمہ میں اپنی پرزور کیفیت کی وجہ سے ڈھل گئے تھے سنائے اور میں نے اسلام قبول کیا۔

حضور ؓ نے ارشاد فرمایا: معمر حمیری ؓ خاص مومنین میں سے ہے چونکہ ایسے لوگوں کی تعداد جنہوں نے اپنی چشم سر سے مجھے نہ دیکھا مگر میری تصدیق کی مجھ پر ایمان لائے اور انہوں نے میری محبت میں آنکھوں کو پرہیز اور دلوں کو داغدار کر لیا وہ لوگ میرے سچے بھائی ہیں۔

غیبی آوازوں اور کاہنوں کی زبانوں سے بعثت محمدی (ﷺ) کی شہادت اور ثبوت

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر ؓ سے روایت کی کہ ان کے پاس سے ایک خوبصورت شخص کا گزر ہوا جو چہرے اور بشرے سے نیک اور ذہین معلوم ہوتا تھا۔ حضرت عمر ؓ نے اس شخص کو روک کر اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا زمانہ جاہلیت میں وہ عرب کا کاہن تھا۔ حضرت عمر ؓ نے پوچھا تمہاری جدیہ (جینی) سب سے زیادہ عجیب اور غیر متوقع کون سی خبر لے کر تمہارے پاس آئی؟ اس نے بتایا کہ ایک روز میں بازار مکہ میں تھا تو وہ جدیہ مجھ سے ملی۔ میں نے اس کو پریشان حال دیکھ کر اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا:

الْمُتَرَالِجْنُ وَابْنُ سَهْلٍ وَيَأْسَهَا مِنْ بَعْدِ انْكَاسِهَا

وَلَحُوقِهَا بِالْقَلَاصِ وَأَخْلَابِهَا

یعنی تم نے جنوں کو اور ان کی حالت بے خبری کو نہیں دیکھا اور ان کو اوندھا ہونے کے بعد ان کی محرومی کو اور ان کا اونٹوں اور پالانوں کے پاس ہونا نہیں دیکھا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ میں بھی ایک روز عرب کے اصنامی معبودوں کے پاس ہی محو خواب تھا کہ ایک شخص گائے کا پھڑالے کر آیا جس کو اس نے ذبح کیا ہی تھا کہ اس نے ایک بہت بڑی اور غیر معمولی چیخ ماری میں نے اس قدر پر زور آواز کبھی نہیں سنی تھی اس کے کلمات یہ تھے۔ ”يَا جَلِيحُ، أَمْرٌ نَجِيحٌ، رَجُلٌ نَصِيحٌ، يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔“ یعنی اے جلیح! یہ امر نجات بخش ہے اور وہ شخص سچا خیر خواہ ہے جو اس حقیقت کا ابلاغ کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں ہے۔

لوگ دنگ رہ گئے اور پھر راہ فرار اختیار کی۔ میں نے اپنے جی میں سوچا کہ اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ کر لوں کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اس کے بعد دوسری بار پھر اس نے وہی کلمات اسی آواز سے کہے اور پھر تیسری بار اور اس واقعہ نداء کے بعد کچھ ہی مدت گزری تھی کہ اِغْلَاءِ کلمۃ اللہ کے لئے حضور ﷺ مبعوث ہو گئے۔

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ قبیلہ غفار کے لوگ اپنے بتوں پر چڑھاوے کے لئے ایک گائے کو لائے ابھی وہ گائے صنم پر ذبح ہونے کی وجہ سے پجاریوں کے نزدیک تبرک بنی کھڑی ہی تھی کہ اس نے بہ بانگ دہل کہا:

”يَا لَذَرِيحُ، أَمْرٌ نَجِيحٌ، صَائِحٌ يَصِيحُ لِسَانَ فَصِيحٍ، يَدْعُو بِمَكَّةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔“ یہ سن کر لوگ اس کے قربان گاہ پر بھیٹ چڑھانے میں توقف کرنے لگے اور وہاں سے ٹل گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ہی وہ نبوت محمدی ﷺ سے کفر کے ماحول میں ہلچل کی خبریں سننے لگے۔

امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ہم سے ایک بوڑھے نے حدیث بیان کی اس نے کہا میں اپنے گھر والوں کی گائے کو ہانک رہا تھا تو میں نے اس کے پیٹ میں سے یہ آواز سنی:

”يَا لَذَرِيحُ، قَوْلٌ فَصِيحٌ، رَجُلٌ يَصِيحُ، أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔“ اس کے بعد ہم مکہ آ گئے تو ہم کو معلوم ہوا کہ محمد ﷺ نبوت سے سرفراز ہو گئے ہیں۔

سوا دھند نے اپنے جن کی زبانی بعثت رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بزار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت عمرؓ نے سوا دھند بن قاربؓ

۱۔ بعد کے دونوں واقعات میں بالکل مطابقت ہے لیکن وہ الگ الگ بیان کئے گئے ہیں اور راوی بھی الگ الگ ہیں۔

سے فرمایا: ”تم کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب یا تحریک کس طرح ہوئی؟“

سواد رضی اللہ عنہ نے کہا: ”میرا ایک جن تھا۔ میں ایک رات میں سو رہا تھا کہ وہ جن میرے پاس آیا اور اس نے کہا: اٹھو اور سمجھو اور جان لو اگر تم میں کچھ عقل ہے کہ لوئی بن غالبؑ کی اولاد سے رسول خدا مبعوث ہو چکے۔

پھر اس نے یہ اشعار پڑھے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَأَنْجَاسِهَا وَشَدَّهَا الْعَيْسِ بِأَخْلَاسِهَا
مجھے جنات اور ان کی نجاستوں اور ان کے اپنے اونٹوں پر کجاوے کئے پر تعجب ہے۔

تَهْوِي إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى مَا مُؤْمِنُوها مِثْلُ أَرْجَاسِهَا
کہ وہ جنات مکہ کی طرف آ کر ہدایت کے خواستگار ہو رہے ہیں اور جنات میں جو صاحب ایمان ہیں وہ ناپاک جنات کی طرح نہیں ہیں۔

فَانْهَضْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ وَاسْمُ بِعَيْنَيْكَ إِلَى رَأْسِهَا
لہذا تم بنی ہاشم کے صاحب پاک سیرت کی خدمت میں پہنچو اور اولاد ہاشم کے سردار کی جانب ذرا جائزہ گیر نگاہ سے تو دیکھو۔

پھر اس نے مجھے بیدار کر کے اور خوف زدہ کر دیا اور کہا اے سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے اپنے نبی کو مبعوث فرما دیا ہے تو تم اس کے پاس پہنچو اور رشد و ہدایت حاصل کرو۔ دوسری رات میں وہ جن پھر آیا اور مجھے خواب سے بیدار کر کے یہ اشعار سنائے لگا۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَلِطَلَابِهَا وَشَدَّهَا الْعَيْسِ بِأَقْتَابِهَا
مجھے جنات اور ان کی طلب اور ان کے اپنے اونٹوں پر کجاوے کئے پر حیرت ہوتی ہے۔
تَهْوِي إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى مَا صَادِقُوا الْجِنِّ كَكَذَابِهَا
جنات مکہ کی جانب سفر کر کے رشد و ہدایت کے طالب ہیں اور گروہ جنات میں جو صدق و صفا کے حامل ہیں۔ وہ کذب و افترا کے خوگر جنوں کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں۔

فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَيْسَ قَدْ امِهَا كَأُذُنَا بِهَا
تو تم بنی ہاشم کے پاک سیرت شخص کے پاس سفر کر کے پہنچو ان کے اگلے لوگ ان کے پیچھے لوگوں کی مانند نہیں ہیں۔

پھر جب تیسری رات آئی تو وہ جن میرے پاس آیا اور اس نے مجھ کو بیدار کر کے حسب

۱۔ ”لوی بن غالب“ لوی فہر بن مالک (قریش) کے بیٹے کے بیٹے یعنی پوتے تھے۔

ذیل اشعار سنائے۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَتَجَسَّارِهَا وَشَدَّهَا الْعَيْسِ بِأَكْوَارِهَا

میں جنات پر اور ان کی جسارت پر اور اونٹوں پر کجاوے باندھنے پر تعجب کرتا ہوں۔

تَهْوِي إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَى لَيْسَ ذُو الشَّرِّ كَأَخْيَارِهَا

وہ جنات مکہ پہنچ کر ہدایت و رہنمائی کی جستجو میں ہیں اور برے جنات ان کے اچھے جنوں کی

مانند ہرگز نہیں ہیں۔

فَانْهَضْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ مَا مُومِنُوا الْجِنِّ كَكُفَّارِهَا

تو تم بنی ہاشم کے پاک سیرت شخص کی خدمت میں حاضر ہو اور صاحب ایمان جن کا فر جنوں

کے مانند نہیں ہیں۔

سواد بن قارب ؓ نے کہا۔ جب میں نے مسلسل تین راتوں تک یہ وعظ سنا تو میرے

دل میں اسلام کی محبت اور عظمت جا نشین ہو گئی۔ میں روانہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس

میں حاضر ہو گیا۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا:

”اے سواد بن قارب ؓ! مرحبا ہم جانتے ہیں کہ کس نے تم کو بھیجا ہے۔“ میں نے

گزارش کی اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! میں نے واردات اور تاثرات کو اشعار کے قالب میں بھالا

ہے براہِ لطف و کرم اجازت دیجئے کہ بیان کر کے قلب کو سکون دوں۔ پھر میں نے عرض کیا:

أَتَانِي رُئِي بَعْدَ لَيْلٍ وَهَجْعَةٍ وَلَمْ يَكُ فِيمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبٍ

میرے پاس میرا جن رات کو سونے کے بعد آیا اور میں نے جس بارے میں بھی اس کی

آزمائش کی وہ جھوٹا ثابت نہیں ہوا۔

ثَلَاثَ لَيَالٍ قَوْلُهُ كُلُّ لَيْلَةٍ أَتَاكَ رَسُولٌ مِّنْ لُّوَيِّ بْنِ غَالِبٍ

تین راتوں میں وہ آیا اور ایک ہی بات اس نے کہی کہ ”تیرے قرین لوی بن غالب کی اولاد

سے پیغمبر ﷺ تشریف لے آئے ہیں۔“

فَشَمَرْتُ عَنْ سَاقِي الْأَزَادِ وَسَطْتُ بِي الدَّغْلِبُ الْوَجْنَاءُ عِنْدَ السَّبَاسِبِ

پھر میں نے پنڈلی سے اپنا تہبند اونچا کیا تیز رفتار اور بڑے چہرے والی اونٹنی پر سوار ہو کر قطع

مسافت کر کے حاضر ہو گیا۔

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ لَا رَبَّ غَيْرَهُ وَإِنَّكَ مَأْمُونٌ عَلَى كُلِّ غَائِبٍ

اے سواد بن قارب ؓ نے اپنے اشعار میں ان تمام کیفیات کو پیش کیا ہے جن سے متواتر تین راتوں تک دو چار ہوئے۔

اب میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہے اس کے سوا کوئی رب نہیں اور بلاشبہ آپ ﷺ ہر غائب پر مامون ہیں۔

وَإِنَّكَ أَذْنَى الْمُرْسَلِينَ شَفَاعَةً إِلَى اللَّهِ يَا ابْنَ الْكَرَمِينَ الْأَطَائِبِ
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے حضور میں تمام رسولوں سے زیادہ مقرب و شفیع ہیں۔ اے صاحبان کرامت اور پاکوں کے فرزند۔

فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيكَ يَا خَيْرَ مَنْ مَشَى وَإِنْ كَانَ فِيمَا جَاءَ شَيْبُ الذِّوَابِ
اے افضل الخلائق! جو اُمرا آپ ﷺ لائے ہیں اس کا ہمیں حکم دیجئے، اگرچہ وہ اس قدر دشوار ہو کہ آدمی بوڑھا ہو جائے۔

وَكُنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَا ذُو شَفَاعَةٍ سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ
مگر آپ ﷺ میری اس دن شفاعت فرمائیں جس دن کوئی صاحب شفاعت آپ ﷺ کے سوا سواد بن قارب کو چھڑانے والا نہ ہوگا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن محمد کلبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ مجھ سے طی کے مشائخ میں سے ایک شیخ نے حدیث بیان کی کہ مازن طائی سرزمین عمان میں تھا وہ اپنے گھرانے کے بتوں کا خدمت گار تھا اور اس کا ایک بت تھا جس کا نام ناجز تھا۔ ایک روز اس بت پر بھیٹ چڑھائی۔

تو بت سے آواز آئی۔ اے مازن ایک خیر صادق سنو جس سے تم بے خبر ہو۔ وہ یہ کہ ایک نبی کی بعثت اور اس پر نزولِ کلام ہوا ہے تم ان پر ایمان لا کر اس عذابِ آتش سے بچ سکتے ہو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ مازن نے کچھ دنوں بعد ایک اور ذبیحہ قربان کیا تو پھر آواز آئی ”اے مازن تو مسرور ہوگا“ خیر ظاہر اور بدی ناپید ہوگئی، مضر سے ایک نبی دین الہی کی اشاعت کے لئے مبعوث ہو چکا ہے تو اصنام پرستی چھوڑ دے تاکہ عذابِ جہنم سے بچ سکے۔“

مازن نے دل میں سوچا یہ تو حیرت ناک طریقہ پر ہدایت کی گئی جو میری بھلائی کی خاطر ہے۔ اسی اثنا میں مازن کا کہنا ہے کہ حجاز سے ایک شخص میرے پاس آیا۔ میں نے اس سے پوچھا اپنے علاقے کی کوئی خاص خبر سناؤ۔ اس نے بتایا تہامہ میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو خود کو دین الہی کا داعی بتاتا ہے اور اس کا نام احمد ہے۔ میں نے خیال کیا واللہ یہ تو وہی اطلاع مل گئی جس کی مجھے خبر دی گئی ہے۔

اس کے بعد جلد ہی سفر کر کے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور حضور ﷺ کی دعوتِ دین کو قبول کیا۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں موسیقی، شراب اور عورتوں سے والہانہ

فریفتگی رکھتا ہوں نیز سالوں سے ہم قحط سالی میں مبتلا ہیں۔ جس کی وجہ سے ہمارے اموال تباہ ہو گئے ہمارے بچے عورتیں اور مرد بھوکوں سے کمزور ہو گئے اور میرا کوئی لڑکا بھی نہیں ہے۔ میں ان باتوں کے لئے آپ سے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ ان کی درخواست پر اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَبْدِلْهُ بِالطَّرِبِ قِرَاةَ الْقُرْآنِ وَبِا
اے پروردگار کائنات! اس کے ذوق موسیقی کو
اَلْحَرَامِ الْحَلَالِ وَاَتِهِ بِالْحَيَاءِ وَهَبْ لَهٗ
قرآن قرآن سے اور حرام کو حلال سے بدل
وَلَدًا
دے اور بارش کے لئے حکم فرما دے اور اس کو
فرزند نرینہ عطا فرما۔

مازن رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس دعا مستجاب کے بعد اللہ ﷻ نے ہماری تمام پریشانیاں رفع فرما دیں اور ہمارا سارا علاقہ عمان سرسبز و شاداب ہو گیا۔ میں نے چار خواتین سے نکاح کیا اور اللہ نے مجھے حیان جیسا لائق فرزند عطا فرمایا۔

(اس روایت کو طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بھی روایت کیا)۔

ابن سعد احمد طبرانی بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کی کہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سب سے پہلے یہ خبر آئی کہ مدینہ کی ایک عورت کے تابع جن تھا۔ ایک روز جن پرندے کی صورت میں اس کے گھر کی دیوار پر بیٹھ گیا۔ عورت نے اس سے کہا نیچے اتر آ۔ تو اس نے جواب دیا، ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم میں جو نبی مبعوث ہوا ہے اس نے ہر طرح کی بداخلاقی کو منع اور زنا کو حرام کر دیا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ارطاة بن منذر رحمہ اللہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے ضمیرہ رحمہ اللہ سے سنا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ میں ایک عورت پر جن آتا تھا پھر وہ غائب رہا اور ایک عرصہ تک نہیں آیا۔ کافی دنوں کے بعد وہ اس طریق پر جو اس کے سابقہ معمول کے خلاف تھا آیا۔ عورت نے پوچھا پہلے تیری عادت تو یہ نہ تھی؟ اس نے جواب دیا کہ مکہ مکرمہ میں اللہ ﷻ کے نبی مبعوث ہوئے ہیں اور میں نے ان کی ہدایت میں ”حرمت زنا“ کو معلوم کر لیا ہے۔ لہذا اب میرا تجھ کو سلام ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان ابن عفان رحمہ اللہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب باب شام پر پہنچے تو وہاں ایک کاہنہ تھی اس نے بتایا میرا جن آیا اور مکان کے دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے کہا اندر کیوں نہیں آیا؟ جن نے جواب دیا اب اس کی کوئی صورت نہیں اس لئے کہ احمد رحمہ اللہ کا ظہور ہو گیا ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں قطعی ممانعت کر دی ہے۔

یہ بتا کر وہ کاہنہ چلی گئی۔ جب میں مکہ واپس پہنچا تو اہل مکہ نے بتایا رسول اللہ ﷺ مبعوث ہو گئے ہیں اور قریش کو اللہ کے دین فطرت کی دعوت دے رہے ہیں۔

ابن شاہین ابن مندہ اور المعانی رحمہ اللہ نے علی الترتیب کتب الصحابہ دلائل النبوة اور الجلیس میں ابن ابی سبرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے بتایا کہ مجھ سے حضرت ذباب بن حارث رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ابن وقشہ رضی اللہ عنہ کا ایک جن تابع تھا جو اس کو مستقبل کے بارے میں بتاتا تھا۔ ایک دن آیا اور اس نے کوئی خبر ابن وقشہ رضی اللہ عنہ کو دی اور پھر بہ غور دیکھ کر کہا کہ آج میں تجھے بڑی تعجب خیز بات سناتا ہوں کہ محمد ﷺ اپنے بارے میں ”نبی اللہ“ ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور لوگوں کو دعوت اسلام دے رہے ہیں۔ مگر لوگ اعتناء نہیں کر رہے ہیں بلکہ انکار اور سرتابی پر اتر آئے ہیں۔

اس کی بات سن کر میں نے کہا: ”یہ ایک عجیب اور انوکھی خبر ہے؟“

جن نے کہا: ”میں اس سے زیادہ نہیں جانتا۔“

ابن وقشہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کچھ ہی عرصہ بعد میں نے حضور ﷺ کی رسالت اور تحریک دین کی خبریں معتبر لوگوں سے سنیں اور اسلامی جماعت اور پیروان رسول میں شامل ہو گیا۔

عمر بن شبہ رحمۃ اللہ علیہ نے جموح بن عثمان غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا زمانہ جاہلیت میں ہم اپنے گھروں میں تھے تو رات کے وقت ایک شخص کے چیخنے کی آواز سنی اور اس نے چھ اشعار کہے۔ دوسری اور تیسری راتوں میں بھی ایسی ہی آوازیں سنیں۔ پھر کچھ ہی دنوں کے بعد ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی خبر پہنچی۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے سفیان ہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم ایک مرتبہ سفر شام کے لئے روانہ ہوئے تھے دوران سفر ہمارے قافلے نے زرقاء اور معان کے درمیان پڑاؤ کیا۔ یکا یک ہم نے ایک سوار کو کہتے سنا: ”اے لذت خواب کے دل دادگان اٹھو! یہ خواب راحت کا وقت نہیں۔ بحکم خداوندی! بیشک مکہ میں عبدالمطلب کے گھرانے میں احمد رضی اللہ عنہ نے ظہور فرمایا ہے اور جنات ہر طرح سے راندہ کر دیئے گئے ہیں اور ان کو دھتکار دیا گیا ہے۔“

اس آواز سے ہم سب لوگ کانپ گئے اگرچہ ہم لوگ قوی ہمت اور جوان تھے ہمارے گروہ میں کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ آواز نہ سنی ہو۔ بہر حال جب ہم اس سفر شام سے واپس اپنے اپنے گھر کو ہوئے تو ہم نے مکہ مکرمہ میں نبی کے ظہور کے سلسلہ میں مختلف الخیال اور متضاد آراء کو موجود پایا۔

لوگوں کو ہم نے ہر جگہ اور ہر طرف یہی ذکر کرتے سنا کہ قریش میں بنی عبدالمطلب سے ایک

چالیس سالہ شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس شخص کا نام احمد (ؑ) ہے، ہم نے یہ بھی دیکھا کہ مکہ میں اس نبی کی دعوت کے سلسلہ میں دو گروہ پیدا ہو گئے ہیں، ایک گروہ اہل شرک کا ہے اور ایک جماعت علمبرداران حق کی ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے طلحہ تیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق ؓ کے پاس آیا تو حضرت عمر ؓ نے اس سے پوچھا: تو کا ہن ہے اور اپنی صاحبہ کے ساتھ تو نے عہد کیا تھا؟ اس نے جواب دیا، اسلام سے پہلے ایک دن وہ آئی اور سلام کہہ کر اس نے کہا: ”الْحَقُّ الْمُبِينُ“ وَالْخَيْرُ الدَّائِمُ“ غَيْرَ حِلْمِ النَّائِمِ اللَّهُ أَكْبَرُ۔“ پھر وہ چلی گئی۔

اس موقع پر ایک مسلمان نے کہا: ”اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! اسی طرح کی ایک بات میں آپ سے عرض کرتا ہوں۔“ ہم ایک لق و دق بیابان میں جا رہے تھے اس میں بجز اپنے قدموں کی چاپ کے ہم کچھ نہ سنتے تھے کہ دفعۃً ہم نے سامنے سے ایک سوار کو آتے دیکھا اور اس نے ”يَا أَحْمَدُ، يَا أَحْمَدُ، اللَّهُ أَعْلَىٰ وَأَمَجَدُ، أَتَاكَ مَا وَعَدَكَ مِنَ الْخَيْرِ يَا أَحْمَدُ۔“ پکارا۔ پھر وہ چلا گیا، پھر ایک انصاری نے کہا ایک واقعہ میں بھی عرض کرتا ہوں۔ شام کے سفر کے دوران ہم بادیہ نوردی (بے آب گیاہ آبادی) میں تھے کہ ہاتف غیبی کو گاتے سنا۔ اشعار یہ تھے۔

قَدْ لَاحَ نَجْمٌ فَاضَاءَ مَشْرِقُهُ يُخْرِجُ مِنْ ظُلُمَاءَ عَسَوفٍ مُّوْبِقِهِ
بلاشبہ ایک ستارے نے طلوع فرمایا جس نے اپنی ضو سے مشرق کو جگمگا دیا، ہلاکت خیز اندھیروں سے وہ مخلوق کو نکالتا ہے۔

ذَاكَ رَسُولٌ مُّفْلِحٌ مَنْ صَدَّقَهُ اللَّهُ أَعْلَىٰ أَمْرُهُ وَحَقَّقَهُ
وہ ستارہ ایک رسول (ؑ) ہے جس نے اس کی تصدیق کی پس اس نے فلاح پائی۔ اللہ ﷻ نے ان کے امر کو بلند کیا اور اسے ثابت کر دیا۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ ایک جن نے جبل ابوقبیس پر جو مکہ میں ہے یہ آواز دی کہ:

قَبَّحَ اللَّهُ رَأْيَ كَعْبِ بْنِ فِهْرٍ مَا أَرَقَّ الْعَقُولِ وَالْأَحْلَامِ
اللہ ﷻ کعب بن فہر کی رائے کو برا کرے وہ کتنا کم عقل اور نادان ہے۔

دِينُهَا أَنَّهُ يُعْغَفُ فِيهَا دِينُ آبَائِهَا الْحُمَاةِ الْكِرَامِ
ان کا دین ان کے برگزیدہ آباء کی حمایت کرنے والوں کا دین ہے اور (پھر بھی) وہ اس دین

۱۔ حق ظاہر و باہر ہو گیا اور خیر و بھلائی ہمیشہ کے لئے قائم ہو گئی۔ اللہ بہت بڑا ہے۔

میں ملامت کئے جاتے ہیں۔

خَالَفَ الْجَنُّ حِينَ يُقْضَى عَلَيْكُمْ وَرَجَالَ النَّخِيلِ وَالْعَمَامِ
جب ان کو حکم دیا جائے گا تو جنات اور برنخلستان اور ریگ زار زمین کے رہنے والے لوگ
ان کی حمایت کریں گے۔

يُوشِكُ الْخَيْلُ أَنْ تَرَاهَا تَهَادِي تَقْتُلُ الْقَوْمَ فِي الْبِلَادِ الْعِظَامِ
عنقریب سبک خرام سواروں کو تم دیکھو گے جب کہ بڑے بڑے شہروں میں لوگ قتل کئے
جائیں گے۔

هَلْ كَرِيمٌ مِّنْكُمْ لَهُ نَفْسٌ حُرٌّ مَا جَدَّ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَعْمَامِ
کیا تم میں کوئی جان ایسی ہے جو آزاد اور باعزت ہے اور جس کے والدین اور چچا لائق
احترام سمجھے جاتے ہیں۔

ضَارِبٌ ضَرْبَةً تَكُونُ نَكَالًا وَرَوَاحًا مِنْ كُرْبَةٍ وَاعْتِمَامِ
وہ عزت والا شخص خواری کی مار لگانے والا ہے اور سختی و مصیبت سے خوشی کی جانب لے
جانے والا ہے۔

جب صبح ہوئی تو یہ بات تمام مکہ میں پھیل گئی اور مشرکین آپس میں ان شعروں کو مزاحیہ انداز
میں گنگناتے اور مہذب و باوقار مسلمانوں کی جانب اشارے و کنایے کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان
کے اس طرز عمل کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ یہ شیطان کی آواز ہے جو بتوں کے ذریعہ لوگوں سے
”ہرزہ سرائی“ کرتا ہے اس کا نام مسعر ہے۔ اللہ ﷻ اسے ذلیل و خوار کرے۔ اس کے تین دن بعد
اچانک جبل ابوالقیس پر ہاتف کو کہتے سنا:

لَحْنُ قَتَلْنَا مُسْعِرًا لِمَا طَغَى وَاسْتَكْبَرًا
ہم نے مسعر شیطان کو قتل کر ڈالا جب کہ اس نے سرکشی کی اور تکبر کیا۔
وَسَفَهُ الْحَقُّ وَسَنُّ الْمُنْكَرِ قَنَعَتْهُ سَيْفًا جَرُوفًا مُبْتَرًا
مسعر نے حق کو سبک ٹھہرایا اور بری بات کو نعمت قرار دیا۔ مسعر کو اسی تلوار سے قتل کیا جو
بنیادوں کو کھودنے والی ہے۔

بَشْتَمِهِ نَبَيْنَا الْمُطَهَّرَا
مسعر کا قتل اس بناء پر ہے کہ اس نے ہمارے پاک نبی ﷺ کے ساتھ دشنام طرازی کی۔
اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنات میں وہ عفریت ہے جس کا نام مسعر ہے۔

اس نے مسعر کو قتل کیا۔ میں نے کج کا نام عبد اللہ رکھ دیا ہے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لے آیا اور اس نے مجھے بتایا کہ وہ مسعر کی تلاش میں کئی روز سے تھا۔

فاہی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اخبار مکہ“ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کو عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہم ابتدائے اسلام کے وقت مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اچانک ہم نے مکہ کے ایک پہاڑ پر سے نداء سنی ”اس میں لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا گیا تھا۔“ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ شیطان ہے اور جس شیطان نے کسی نبی ﷺ کے خلاف علانیہ لوگوں کو ابھارا اللہ ﷻ نے اسے ہلاک کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ﷻ نے اس شیطان کو جنات کے اس عفریت کے ذریعہ قتل کر دیا جس کا نام کج ہے اور میں نے اس کا نام عبد اللہ رکھ دیا ہے۔“ پھر جب غروب آفتاب کا وقت ہوا تو میں نے ایک نداء کرنے والے کو اسی جگہ ندا کرتے سنا:

نَحْنُ قَتَلْنَا مُسْعِرًا لِمَا طَغَى وَاسْتَكْبَرَ

وَصَغَّرَ الْحَقُّ وَسَنَ الْمُنْكَرَا بِشْتِمِهِ نَبِينَا الْمُطَهَّرَا

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اور فاہی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اخبار مکہ“ میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبوت محمدی ﷺ کا جب اعلان و اظہار ہوا تو ایک جن نے جس کا نام مسعر ہے جبل ابو فہیس پر کھڑے ہو کر کہا۔

قَبَّحَ اللَّهُ رَأْيَ كَعْبِ بْنِ قَهْرٍ

جب صبح ہوئی تو قریش کہنے لگے کہ تم نے اس قدر سستی دکھائی کہ جن تم کو ابھارنے پر مجبور ہو گئے۔

پھر جب دوسری رات آئی تو اسی جگہ ایک جن جس کا نام کج تھا کھڑے ہو کر کہا:

نَحْنُ قَتَلْنَا مُسْعِرًا لِمَا طَغَى وَاسْتَكْبَرَ

یعنی ہم نے مسعر کو قتل کر دیا جب اس نے سرکشی اور تکبر کیا۔

بِشْتِمِهِ نَبِينَا الْمُطَهَّرَا أَوْرَدَتْهُ سَيْفًا جَرَوْفًا مُبْتَرَا

ہم نے اس لئے قتل کیا کہ اس نے ہمارے پاک نبی کے ساتھ گستاخی کی میں اس پر ایسی تلوار لایا جو جڑ اور بنیاد کو کھود ڈالے۔

إِنَّا نَذُو دُمْنُ أَرَادَ الْبَطْرَا

ہم اسے دور کرتے ہیں جو غیر مکروہ کو برا جانے۔

ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ نے ”شرف المصطفیٰ“ میں جندل بن نھملہ ؓ سے روایت کی، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے انہوں نے کہا: ایک جن میرا ساتھی تھا وہ اچانک میرے پاس آیا اور اس نے ڈراتے ہوئے کہا:

هَبْ فَقَدْ لَاحَ سِرَاجُ الدِّينِ لَصَادِقٌ مُهَذَّبٌ أَمِينٌ
اٹھ! دین کا چراغ روشن ہو گیا، اس نبی ﷺ کے ذریعہ جو صادق، مہذب اور امین ہے۔
فَارْخُلْ عَلَى نَاجِيَةِ أَمُونٍ تَمْشِي عَلَى الصَّحْبِ وَالْحُزُونِ
اور تو ایسی اونٹنی پر سوار ہو جو مضبوط ہے اور وہ نرم و سخت ہر جگہ پر چلتی ہے۔

میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہو گیا۔ میں نے حقیقت حال دریافت کی تو اس نے کہا: ”وَسَاطِحُ الْأَرْضِ وَفَارِضُ الْفَرَضِ لَقَدْ بُعِثَ مُحَمَّدٌ فِي الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ نَشَاءَ فِي الْحُرْمَاتِ الْعِظَامِ وَهَاجَرَ إِلَى طَيِّبَةِ الْأَمِينَةِ“ یعنی قسم ہے سطح زمین اور فرض کرنے والے کی یقیناً محمد ﷺ طول و عرض میں مبعوث ہو گئے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں نشوونما پائی اور مدینہ طیبہ کی جانب ان کی ہجرت ہوگی۔

یہ سن کر میں خوش ہو گیا اور جانے لگا تو اچانک میں نے ہاتھ غیبی کو کہتے سنا:
يَا أَيُّهَا الرَّائِبُ الْمُزْجِي مَطِيئَهُ نَحْوَ الرَّسُولِ لَقَدْ وَفَّقْتَ لِلرُّشْدِ
اے ساربان! جو سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں رواں دواں ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تو نے ہدایت کی توفیق پائی۔

حالب بن دغنه ؓ کا تصدیق رسالت کرنے کا عجیب طریقہ

ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے عدی بن حاتم ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا قبیلہ بنی کلب کا ایک مزدور تھا جس کا نام حالب بن دغنه تھا۔ ایک دن میں اپنے مکان کے صحن میں تھا کہ وہ بھاگ کر خوف زدہ حالت میں میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ”آپ اپنے اونٹوں کو سنبھال لیجئے۔“
میں نے پوچھا: ”تو کس وجہ سے اس قدر خوف زدہ اور لرزاں و ترساں ہے۔“ تو اس نے جواب دیا کہ: ”میں فلاں وادی میں تھا کہ میں نے ایک بوڑھے کو پہاڑ کی گھاٹی سے نمودار ہوتے دیکھا اس کا سر رخمہ کی مانند تھا۔ پھر وہ آگے کی طرف بڑھتے ہوئے ایسی جگہ اتر ا جہاں پر عقاب تک پھسل جائے، مگر وہ قطعی بے خوف لٹکا ہوا تھا۔ میں دیکھتا رہا حتیٰ کہ اس کے قدم زمین پر جم گئے۔ اس کے بعد میں نے جو کچھ دیکھا بہت ہی عجیب ہے۔ اس نے کہا:

اے اس کا سر رخمہ یعنی گدھ کی مانند تھا۔

يَا حَابِسُ بَنُ دَغْنَةَ يَا حَابِسُ لَا تَعْرِضَنَّ إِلَيْكَ الْوَسَاوِسُ

اے حابس بن دغنه تو اپنے دل میں کسی نوح کا خوف و ہراس اور کسی طرح کا خدشہ نہ لا۔

هَذَا سَنَا الْمُنُورِ بِكَفِّ الْقَابِسُ فَاجْنَحْ إِلَى الْحَقِّ وَلَا تَوَالِسْ

یہ روشنی دراصل تیرے نور بکف ہونے کی بناء پر ہے تو حق اور سچائی کی طرف مائل ہو اور

فریب میں مبتلا نہ ہو۔

حابس نے بتایا وہ بوڑھا یہ کہہ کر غائب ہو گیا اور میں نے اونٹوں کو وہاں سے ہانک کر دور

ایک دوسری جگہ پر چرنے چھوڑ دیا اور میں لیٹ گیا اور پھر کسی کے ٹھوکر مارنے سے میری آنکھ کھلی دیکھا

تو وہی بوڑھا تھا۔ پھر اس نے کہا:

يَا حَابِسُ اِسْمَعْ مَا اَقُولُ تُرْشِدِ لَيْسَ ضَلُولٌ حَائِرٌ كَالْمُهْتَدِي

اے حابس! میرے قول پر دھیان دینے سے تو ہدایت یافتہ ہو جائے گا، گمراہ شخص ایک

ہدایت یافتہ شخص کی طرح نہیں ہو سکتا۔

لَا تَتْرُكَنَّ نَهْجَ الطَّرِيقِ الْاَقْصَدِ قَدْ نَسَخَ الدِّينُ بَدِيلِ اَحْمَدَ

اے حابس! تو اعتدال اور میانہ روی کی راہ کو نہ چھوڑ۔ بلاشبہ دین احمد ﷺ کے ذریعہ تمام

ادیان منسوخ ہو گئے۔

حابس نے بتایا میں اس کے بعد بے ہوش ہو گیا اور بہت دیر کے بعد مجھے ہوش آیا۔ بلاشبہ

حق تعالیٰ نے اسلام کے لئے میرے دل کا امتحان لیا۔

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے عمرو بن مرہ جہنی ؓ سے روایت کی کہ میں حج کے ارادہ سے

نکلا۔ میں نے خواب میں دیکھا دریاں حال یہ کہ میں مکہ میں تھا۔ میرا خواب یہ تھا کہ کعبہ سے ایک نور

چمکا اور پھر مدینہ کی پہاڑیاں مجھے نظر آنے لگیں، نیز میں نے نور سے آواز سنی، کوئی کہتا تھا۔ اِنْقَشَعَتِ

الظُّلُمَاءُ وَ سَطَعَ الضِّيَاءُ وَ بُعِثَ خَاتِمُ الْأَنْبِيَاءِ۔

پھر میں نے دوبارہ نور کو روشن ہوتے دیکھا اور اس کی چمک میں میں نے حیرہ کے محلات اور

ابيض المدائن دیکھ لئے۔ پھر میں نے سنا کہ ظَهَرَ الْإِسْلَامُ، وَ كُسِرَتِ الْأَصْنَامُ وَ وُصِّلَتْ

الْأَرْحَامُ۔

پھر میں خوف زدہ ہو کر بیدار ہو گیا اور میں نے اپنے علاقے کے لوگوں سے کہا: میرا خیال

۱۔ یعنی تاریکی چھٹ گئی نور روشن ہو گیا اور حضرت خاتم الانبیاء مبعوث ہو گئے۔

۲۔ یعنی اسلام ظاہر ہوا اور بتوں کو توڑ دیا گیا اور صلہ رحمی کا دور دورہ ہو گیا۔

ہے کہ قبیلہ قریش میں کوئی غیر معمولی بات رونما ہو گئی ہے اور پھر میں نے ان لوگوں سے اپنے خواب کو بیان کیا حتیٰ کہ جب ہم اپنے علاقے میں واپس پہنچے تو ہمیں معلوم ہوا کہ مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے۔ میں یہ اطلاع پا کر مکہ آیا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خواب کو بیان کیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو کر حضور ﷺ سے عرض کیا۔ حضور ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے قبیلے میں جا کر دعوت اسلام دوں۔

آپ نے اجازت دیدی۔ لہذا میں نے اگر تبلیغ اسلام کی جس کے نتیجے میں سب لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ مگر ایک پختہ شخص مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے عصیت کے پر زور جذبہ کے ساتھ کہا:

”اے عمرو بن مرہ! تیری زندگی خراب ہو گیا تو ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں اور دین اسلام کے مخالف ہو جائیں۔ اس نے کہا:۔

إِنَّ ابْنَ مُرَّةٍ قَدْ أَتَى بِمَقَالَةٍ لَيْسَتْ مَقَالَةً مَنْ يُرِيدُ صَلَاحًا
بلاشبہ ابن مرہ ایسی بات لے کر آیا ہے جو (اپنے انجام و عواقب کے لحاظ سے) درستی و تعمیر کی حامل نہیں۔

إِنِّي لَا حِسْبُ قَوْلِهِ وَفِعَالِهِ يَوْمًا وَإِنْ طَالَ الزَّمَانُ رِيَا حَالًا
میں ابن مرہ کے اقوال و نظریات کو ایک دن خلا میں سوچی ہوئی باتیں خیال کروں گا۔ اگرچہ اس میں زمانہ طویل گزر جائے۔

أَيْسَفُهُ إِلَّا شَيْخٌ مِّمَّنْ قَدْ مَضَى مَنْ رَامَ ذَلِكَ أَصَابَ فَلَاحًا
ہمارے بزرگ و اسلاف کیا بے وقوف تھے جس کسی نے ایسا خیال کیا وہ فلاح کو نہ پاسکا۔
اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ و ابن مرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم دونوں میں جو بھی جھوٹا ہے اللہ ﷻ اس کی زندگی خراب کر دے اس کو زبان سے گونگا اور آنکھوں سے اندھا کر دے۔ تو پھر وہ شخص اس حال میں مرا کہ منہ ٹیڑھا آنکھوں سے اندھا اور کانوں سے بہرا ہو گیا۔

ابو نعیم خرائطی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بہ طریق ابن خربوذکی شیعہ رحہما اللہ سے روایت کی۔ اس نے کہا اہل عرب حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لیا کرتے تھے۔ وہ بتوں کو پوجتے اور ان سے فریادیں کرتے تھے۔ ایک رات ہم ایک بت کے پاس بیٹھے اس سے طلب دعا کر رہے تھے کہ دفعۃً ایک غیبی آواز نے کہا:

۱۔ ان تمام اشعار میں ابن مرہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر طعن کیا ہے۔ ۲۔ یہ مبالغہ ہی کی ایک شکل ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ ذُورُوا الْأَجْسَامَ وَ مُسْنِدُ وَالْحُكْمِ إِلَى الْأَصْنَامِ

اے لوگو! تم صاحب اجسام ہو کر بتوں سے فریادری چاہتے ہو اور ان کو درمیان میں سہارا یا سفارشی قرار دیتے ہو۔

مَا أَنْتُمْ وَ طَائِشُ الْأَحْلَامِ هَذَا نَبِيٌّ سَيِّدُ الْأَنَامِ

حالانکہ تم کم عقل اور نادان نہیں ہو۔ سنو! یہ نبی ﷺ تمام مخلوق کے سردار ہیں۔

أَعْدَلُ ذِي حُكْمٍ مِنَ الْحُكَّامِ يَصْدَعُ بِالنُّورِ وَ بِالْإِسْلَامِ

یہ رسول اللہ ﷺ سارے حاکموں سے زیادہ عادل ہیں اور اسلام کے ہمہ گیر نور کو ظاہر کرتے

ہیں۔

وَيُرَدُّعُ النَّاسَ عَنِ الْآثَامِ مُسْتَعْلِنٌ فِي الْبَلَدِ الْحَرَامِ

یہ لوگوں کو پرستش اصنام سے روکتے ہیں اور یہ نبی بلد حرام میں ظاہر ہوا ہے۔

راوی نے کہا ہم یہ اشعار سن کر خوف زدہ ہو گئے اور اس بت کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے اور مذکورہ اشعار ہماری زبان زد ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہمیں خبر ملی کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ میں ظہور فرمایا اور اب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں۔ تو میں مدینہ پہنچا اور اسلام لایا اور کچھ میرے ساتھ دوسرے لوگ بھی۔

ابن سعد بزار اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے ایک ماہ پہلے بوانہ میں بت کے قریب بیٹھے تھے اس روز ایک اونٹ بت کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا چکے تھے کہ اچانک بت کے پیٹ سے بہ آواز بلند صدا ہوئی۔

اے لوگو! سنو تعجب کی بات ہے خبروں کے لئے
جنات کا آسمانوں سے باتوں کا چوری کرنا ختم
ہوا اب ان پر شعلے مارے جاتے ہیں یہ ان نبی
کی وجہ سے ہے جن کا نام مکہ میں احمد ہے

اور ان کی ہجرت کا مقام مدینہ ہے۔

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر ہم رکے رہے اور حیرت و استعجاب کرتے رہے۔

بالآخر رسول اللہ ﷺ نے ظہور فرمایا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ

کی بعثت کے وقت میں شام گیا ہوا تھا۔ میں اپنی کسی ضرورت سے باہر نکلا اور مجھے رات ہو گئی۔

میں نے دل میں کہا میں اس وقت کتنے بڑے بیابان کے آغوش میں ہوں۔ اس کے بعد میں لیٹ گیا۔ پھر میں نے ایک غیر معلوم آواز کو کہتے سنا:

”اللہ ﷻ کے بندو! اللہ ﷻ کی پناہ تلاش کرو! کیونکہ جنات اللہ ﷻ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔“ میں نے کہا: ”میری ہدایت کے بارے میں وضاحت کرو۔“ آواز آئی ”رسول امین ﷺ ظہور فرما چکے ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں ہم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ ہم نے اسلام قبول کر کے ان کا اتباع کر لیا ہے اب جنوں کا فریب جاتا رہا ان پر آگ کے شعلے مارے جاتے ہیں۔ اب تو محمد رسول اللہ ﷺ کے حضور میں جا اور دعوت اسلام کو قبول کر۔“

تمیم داری رحمہ اللہ نے بیان کیا جب صبح کا وقت ہوا تو میں ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے جواب دیا تم نے سچ کہا حرم سے ایک نبی کا ظہور ہوگا اور اس کی ہجرت گاہ بھی حرم ہوگی۔ تم کو تلقین صدا کے مطابق حرم مکہ جانا چاہئے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے خویلہ ضمیری سے روایت کی انہوں نے بیان کیا ہم ایک بت کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے اس کے پیٹ سے آواز سنی: ”خبریں لانے کے لئے جنوں کی رسائی ختم ہو گئی یہ اس نبی کی وجہ سے ہے جو مکہ میں مبعوث ہوا وہ مدینہ میں ہجرت کرے گا اور وہ نماز روزہ اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ اس کا نام احمد ہے۔“

ابو نعیم ابن جریر ابن زکریا اور ابن الطراح رحمہم اللہ نے ”کتاب الشعراء“ میں اپنی سندوں کے ساتھ عباس بن مرداس رحمہ اللہ سے روایت کی کہ انہوں نے اپنے اندر قبول اسلام کی تحریک پیدا کرنے والے ابتدائی واقعہ کا تذکرہ اس طرح کیا کہ:

”میرے باپ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو اس نے مجھے ایک بت کی پرستش کی وصیت کی اس صنم کو ضمار کہتے تھے۔ میں نے اس کو لا کر گھر میں مخصوص مقام پر رکھ لیا۔ میں ہر روز اس بت کے مراسم پرستش بجالاتا۔ جس زمانے میں حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو میں نے ایک رات بت سے سنا وہ کہتا تھا:

قُلْ لِلْقَبَائِلِ عَنْ سُلَيْمٍ كُفْلُهَا هَلَكَ الْأَنْبِيسُ وَعَاشَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ

اے عباس! نبی سلیم کے تمام قبیلوں سے کہہ دو انہیں ہلاک ہو گیا اور مسجد والے زندہ ہو گئے۔

أَوْدَى ضِمَارٌ وَكَانَ يُعْبَدُ مَرَّةً قَبْلَ الْكِتَابِ إِلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

ضمار بھی ہلاک ہو گیا وہ کبھی پوجا جاتا تھا نبی کریم ﷺ پر نزول کتاب سے پہلے۔

إِنَّ الَّذِي وَرَثَ النَّبُوَّةَ الْهُدَى بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ مُهْتَدَى

قریش کے اس شخص نے ابن مریم علیہ السلام کے بعد نبوت اور راہِ راست کی میراث پائی ہے وہ ہدایت یافتہ اور ہدایت رساں ہے۔

(عباس نے کہا) میں نے اس بات کو لوگوں سے چھپایا اور اس کا چرچا نہ کیا۔ حتیٰ کہ جب لوگ (علمبردارانِ اسلام) غزوہ احزاب سے واپس آ رہے تھے اور ہم وادی عقیق میں ذاتِ عرق میں تھے تو میں نے زوردار آواز سنی جب دیکھا تو ایک شخص شتر مرغ پر کھڑا نظر آیا وہ کہہ رہا تھا۔

”النُّورُ الَّذِي وَقَعَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَلَيْلَةَ الثَّلَاثِ مَعَ صَاحِبِ النَّاقَةِ الْغَضْبَاءِ فِي دِيَارِ بَنِي اَخِي الْعَنْقَاءِ“ اس آواز کا جواب اپنے بائیں جانب سے کسی غیبی آواز نے دیا۔
بَشِّرِ الْجَنَّ وَابْلَاسَهَا اَنْ وَضَعَتِ الْمُطَيَّ اَحْلَاسَهَا
وَبَيَّنَّتِ السَّمَاءُ اَحْرَاسَهَا

عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خائف ہو گیا اور یقین آ گیا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ خراطی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے دوسری سند کے ساتھ عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت کی میں دوپہر کے وقت اپنی اونٹنیوں میں گشت کر رہا تھا اچانک مجھے ایک شتر مرغ سفید روئی کی مانند نظر آیا اور اس پر سفید روئی کی مانند لباس پہنے ایک شخص سوار تھا اس نے کہا:
”اے عباس رضی اللہ عنہ! تم نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں کو محافظوں نے گھیر لیا ہے اور جنگ اپنا سانس ختم کر چکی ہے اور گھوڑوں نے اپنے پالانوں کو رکھ دیا ہے۔ وہ شخص جو نیکی کو لائے گا پیر کے بعد منگل کی شب میں پیدا ہو گیا اور وہ قصواء نامی اونٹنی کا مالک ہے۔“
یہ سن کر میں خوف زدہ ہو کر نکلا اور ضاربِ بت کے پاس آیا کہ اچانک وہ چیخا اور اس کے اندر سے آواز آئی: قُلْ لِّلْقَبَائِلِ جمیع ابیات سابقہ۔^۱

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری سند کے ساتھ عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا کہ ایک آواز کی طرف میں متوجہ ہوا تو دیکھا ایک خوش رُو سفید پوش شخص سفید رنگ شتر مرغ پر سوار کہہ رہا ہے۔ ”اے عباس رضی اللہ عنہ! کیا تو نے جنوں اور ان لوگوں کو نہ دیکھا جو بھلائی سے محروم ہیں۔ لڑائی نے بہادروں کو ہضم کر لیا ہے اور آسمان کو اس کے محافظوں نے گھیر لیا ہے۔“

یہ سن کر میں اس قول کے آثار اور تعبیر کی تلاش اور جستجو میں لگا رہا۔ بالآخر میرا چچا زاد بھائی یہ اطلاع لے کر آیا کہ رسول اللہ ﷺ خفیہ طور پر دین الہی کی دعوت دے رہے ہیں۔

۱۔ یہ وہی اشعار ہیں جو ابھی سابقہ صفحہ پر گزرے ہیں۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے سعید بن عمرو ہذلیؓ سے روایت کی کہ میں نے بت پر جانور ذبح کیا تو اس بت سے یہ آواز سنی: ”الْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ خَرَجَ نَبِيٌّ مِّنْ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَحْرُمُ الزَّيْنَةَ وَيَحْرُمُ الذَّبْحَ لِلْأَصْنَامِ وَخَرَسَتِ السَّمَاءُ وَرَمِينَا بِالشَّهْبِ“ کتنی عجیب اور حیرت ناک بات ہے کہ بنی عبدالمطلب میں ایک نبی ظاہر ہوئے ہیں۔ انہوں نے زنا کو حرام قرار دیا اور بتوں کے لئے جانور ذبح کرنے کو حرام فرمادیا اور آسمان کو محافظوں نے گھیر لیا، اب ہمیں آگ کے شعلے مارے جاتے ہیں۔ یہ آواز سن کر ہم وہاں سے لوٹ آئے۔

پھر ہم مکہ مکرمہ آئے تو کسی نے بھی ہم کو رسول اللہ ﷺ کی خبر نہ دی۔ ایک روز ہماری ملاقات حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ہوئی تو ہم نے ان سے مدعی نبوت کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا ”ہاں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے عبد اللہ بن ساعدہ ہذلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ان کے والد نے کہا میں صنم خانے میں ایک بت کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو مجھے اس بت سے آواز آئی: قَدْ ذَهَبَ كَيْدُ الْجِنَّ وَرَمِينَا بِالشَّهْبِ جنوں کی مکاریاں اور فریب کاریاں ختم ہوئیں، اب ہمیں شعلہ ہائے آتشیں سے مارا جاتا ہے۔ ان نبی کی وجہ سے جن کا نام احمد ﷺ ہے۔

پھر کچھ دنوں کے بعد مجھے ایک شخص ملا اور اس نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی خبر سنائی۔ ابن مندہؒ نے بکر بن جبلة سے روایت کی کہ ہمارا ایک بت تھا جس پر ہم نے ایک روز ایک جانور کی قربانی دی تو اس بت سے میں نے سنا کہ اس نے کہا: ”اے بکر بن جبلة! تم حضرت محمد ﷺ کو پہچانو۔“

نبیہتی و ابن عسا کر رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے بتایا: ”اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! میں زمانہ جاہلیت میں ایک روز اپنے بھاگے ہوئے اونٹ کی تلاش میں نکلا تو میں نے ہاتھ ٹھیکری کو کہتے سنا:

يَا أَيُّهَا الرَّاقِدُ فِي اللَّيْلِ الْأَجَمِ قَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ نَبِيٌّ فِي الْحَرَمِ اے شب تاریک! میں سونے والے! اللہ ﷻ نے (برسبیلِ کرم) گم کردہ راہ لوگوں کے لئے (حرم میں نبی کریم کو مبعوث فرمادیا ہے۔

مِنْ هَاشِمٍ أَهْلِ الْوَفَاءِ وَالْكَرَمِ يَجْلُو دُجْنَاتِ الدِّيَاجِي وَالظُّلَمِ

اے شب تاریک! میں سونے والے سے اشارہ ہے کفر و شرک کی تاریکیوں میں زندگی بسر کرنے سے۔

وہ نبی ﷺ قبیلہ بنی ہاشم سے صاحب وفا و کرم ہے۔ وہ نبی (ہدایت الہی سے) ظلمتوں اور تاریکیوں کو نور (سے تبدیل) کر دیتا ہے۔

میں نے منادی کو دیکھنے کے لئے ہر طرف نظریں دوڑائیں مگر کوئی بھی نظر نہ آیا۔ تب میں نے ایک بے تابانہ انداز سے عرض کیا:

يَا أَيُّهَا الْهَاتِفُ فِي ذَا جِي الظُّلَمِ أَهْلًا وَسَهْلًا بِكَ مِنْ طَيْفِ أَلَمِ
شب تاریک میں آنے والے ہاتف! اہلاً و سہلاً تو بتا دے کہ (حقیقتاً) تو کس لئے آیا ہے؟
بَيْنَ هَذَاكَ اللَّهُ فِي لَحْنِ الْكَلِمِ مَاذَا الَّذِي تَدْعُو إِلَيْهِ يُغْتَنِمِ
اللہ ﷻ تجھے ہدایت دے صاف صاف الفاظ میں (مقصد) بیان کر کہ وہ کون ہے جس کی
طرف تو بلاتا ہے تاکہ میں ٹھیک طور پر جان سکوں۔

اس کے بعد میں نے کسی کو گلا صاف کرتے سنا۔ پھر اس نے کہا: ”نور ظاہر ہو گیا اور ظلمت چھٹ گئی اور محمد ﷺ تمام بھلائیوں کے ساتھ مبعوث ہو گئے۔ اس کے بعد نظروں سے اوجھل منادی نے یہ اشعار پڑھے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَثَ
وہی اللہ ﷻ لائق تعریف ہے کہ جس نے کسی مخلوق کو بے کار نہ پیدا کیا۔
أَرْسَلَ فِينَا أَحْمَدًا خَيْرَ نَبِيِّ قَدْ بُعِثَ
اس نے ہمارے درمیان احمد ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا بلاشبہ وہ افضل نبی مبعوث ہوئے۔
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ مَا حَجَّ لَهُ رَكْبٌ وَحَتَّ
اللہ ﷻ حضور ﷺ پر صلوٰۃ بھیجے جب تک کہ حج کرنے والے سوار ہو کر آئیں اور اس پر
آمادہ ہوں۔

اس کے بعد صبح ہو گئی اور مجھے اونٹ مل گیا۔ ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ نے ”شرف المصطفیٰ“ میں جعد بن قیس مرادی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے ذکر کیا کہ ہم چار آدمی زمانہ جاہلیت میں ارادہ حج سے سفر پر روانہ ہوئے۔ ہم یمن میں ایک وادی کو عبور کر رہے تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ہم اس بڑی وادی میں ٹھہر گئے اور اپنے اونٹوں کے پاؤں باندھ دیئے۔ جب تاریکی مسلط ہو گئی اور میرے رفقاء سفر سو گئے تو میں نے دفعۃً ہاتف کو کہتے سنا۔

إِذَا مَا وَقَفْتُمْ بِالْحَاطِطِمْ وَزَمَزَمَا
الَا أَيُّهَا الرَّاكِبُ الْمُعْرِسُ يَلْغُوا

اے اونٹوں پر سواری کرنے والو! جب تم حطیم اور زمزم کے قریب ٹھہرو تو پہنچاؤ۔
 مُحَمَّدًا الْمَبْعُوثَ مِنَّا حَيًّا تَشِيعُهُ مِنْ حَيْثُ سَارُوا يَمَّمَا
 ہماری طرف سے محمد ﷺ کو سلام جہاں وہ تشریف لے جائیں اور جس جگہ کا وہ قصد و ارادہ کریں ہماری تحیت ساتھ ہو۔

وَقُولُوا لَهُ إِنَّا لِدِينِكَ شِيعَةٌ بِذَلِكَ أَوْصَانَا الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَا
 ان سے عرض کر دو کہ ہم آپ ﷺ کے دین کے پیرو اور متبع ہیں اور اس بات کی ہمیں حضرت ابن مریم علیہ السلام نے بھی وصیت کی ہے۔

ابو سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ”شرف المصطفیٰ“ میں بہ سند ضعیف روایت کی کہ جندع بن صمیل ﷺ کے پاس کسی آنے والے نے اس سے کہا: ”اے جندع تو اسلام قبول کرتا کہ اس آگ سے محفوظ رہے جو بھڑک رہی ہے۔“ جندع نے کہا: ”اسلام کیا ہے؟“ ہاتف نے کہا: ”بتوں سے بیزاری اور خدائے علیم وخبیر کے ساتھ خلوص۔“

جندع ﷺ نے سوال کیا: ”علیم وخبیر خدا سے تقرب پانے کی کیا صورت ہے؟“ ہاتف نے جواب دیا: ”عرب میں ایک ستارہ منور کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ وہ نجیب النسب حرم مکرم سے طلوع ہوگا اور تمام عرب و عجم اس کے دین کے اتباع میں فلاح سمجھیں گے۔“ پھر جندع ﷺ کے برادر عم زاد نے جس کا نام رافع بن خدش اطلاق دی کہ نبی مکرم ہجرت کر کے مدینہ آ گئے ہیں تو پھر وہ آیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔

حضور ﷺ کی بعثت پر بتوں کی کیفیت اور کسریٰ شاہ ایران کی حالت

ابن اسحاق اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت وہب بن منبہ ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا۔ اللہ ﷻ نے جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ایران میں قصر کسریٰ کے کنگرے گر گئے اور دریائے دجلہ کا بہاؤ اور روانی متاثر ہو گئی۔ کسریٰ اس صورت حال سے غمناک ہو گیا۔ اس نے کاہنوں، نجومیوں اور ساحروں کو طلب کیا اور کہا تم اس معاملہ پر غور کرو مگر وہ ناکام رہے اور آسمانوں کے گوشے بند کر دیئے گئے اور وہ کچھ بتانے اور کسی نتیجے پر پہنچنے میں ناکام ہو گئے اور سائب نے اندھیری رات میں ایک ٹیلے پر بسر کی اور حجاز کی جانب سے ایک روشنی آتی دیکھی جو مشرق تک پھیل گئی۔ جب صبح ہوئی تو وہ ایک سرسبز باغ میں تھا۔ پھر اس نے کہا: میں نے جو غیر معمولی مظاہر دیکھے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو یقیناً حجاز سے ایک بادشاہ ظہور کرے گا۔ جو مشرق تک پہنچے گا اور اس کے عہد میں زمین سرسبز ہو

جائے گی۔

جب کاہن اور نجومی تخلیہ میں گئے تو ایک نے دوسرے سے کہا: ”تم نے محسوس کیا کہ تمہارے اور علم کے مابین کوئی شے حائل نہ تھی بجز اس شے کے جو آسمان کی جانب سے آئی۔ بلاشبہ وہ نبی ہے جو مبعوث ہوا ہے وہ اس ملک پر قبضہ کر لے گا اور یہاں کے سلسلہ شہنشاہیت کو مستقلاً ختم کر دے گا۔“

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت محمد بن کعب ؓ سے روایت کی کہ میں ۸ھ میں کسریٰ کے مدائن میں گیا اور وہاں کے محلات کو دیکھ کر حیرت کر رہا تھا تو وہاں کے مقامی بوڑھے نے مجھے بتایا کہ کسریٰ نے سب سے پہلی بدشگونئی اس رات میں محسوس کی کہ جس رات میں حضور ﷺ پر پہلی بار وحی کا نزول ہوا اور یہاں قصر کے کنگرے گر پڑے اور پھر مذکورہ بالا پوری حدیث کے مطابق اس نے اپنا شنیدہ و مشاہدہ بیان کیا۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو صنم کدوں کے تمام بت منہ کے بل گر پڑے۔ پھر شیاطین ابلیس لعین کے پاس گئے تو اس نے کہا یہ نبی کی بعثت کی علامت ہے۔ تم اسے تلاش کرو شیاطین نے کہا ہم نے بہت ڈھونڈا لیکن نہ پاسکے پھر وہ خود تلاش میں نکلا اور اس نے حضور ﷺ کو مکہ میں پایا۔ پھر وہ اپنے شاگردوں اور ذریات میں واپس آیا اور کہا میں نے ان کو پایا ہے۔ مگر جبریل ؑ ان کے ساتھ ہیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیہ“ میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابلیس ملعون نے چار مرتبہ دہائی مانگی اور فریاد کی۔

اول بار: جب وہ ملعون و مردود ہوا۔ دوسری بار: اس وقت جب اس کو زمین پر پھینکا گیا۔ تیسری بار: اس وقت جب کہ نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے۔ چوتھی بار: اس وقت جب الْحَمْدُ لِلّٰہ رَبِّ الْعَالَمِینَ نازل ہوئی۔

حضور ﷺ کی بعثت کے بعد آسمان پر جنات کی رسائی مسدود ہو گئی

اللہ ﷻ نے جنات کی خبر دیتے ہوئے سورہ جن میں ارشاد فرمایا:

وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجدْنَا فِيهَا صُفْرًا شَدِيدًا وَشُهَبًا ۝ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۖ فَمَنْ يَسْمَعُ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شُهَبًا ۝
رُصَدَرَا ۝

(پ۲۹ الجن ۸۹)

واقدی نے بھی اسی طرح کی حدیث بیان کی ہے۔ اس لئے میں ان پر قابو نہ پاسکا اور نہ آئندہ پاسکوں گا۔

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو چھوا تو اسے پایا کہ سخت پہرے اور آگ کی چنگاریوں سے بھر دیا گیا ہے اور یہ کہ ہم آسمان میں سننے کے لئے کچھ موقعوں پر بیٹھا کرتے تھے پھر اب جو کوئی سنے وہ اپنی تاک میں اپنے لئے آگ کا ٹوکا پائے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے بہ طریق سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ شیاطین آسمان پر چڑھا کرتے تھے اور وہاں سے پوشیدہ باتوں کو سنا کرتے اور ان میں اپنی طرف سے کچھ مزید اضافہ کر کے بر خود غلط لوگوں اور کاہنوں کو مبتلائے فریب کرتے۔ جب حضور ﷺ مبعوث ہوئے تو آسمانوں تک ان کی رسائی ختم کر دی گئی۔ شیاطین نے اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے ہر طرف بھاگ دوڑ شروع کر دی حتیٰ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو تلاوت قرآن کرتے پایا اور انہوں نے آپس میں کہا کہ بے شک آسمانوں پر ہماری بندش کی یہی وجہ ہے۔

ابن سعد بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے دوسری سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جنات کے ہر کنبے اور قبیلے کے لئے آسمان میں خاص جگہ تھی جہاں سے وہ آسمانی باتوں کو سن لیا کرتے تھے اور اس کی خبریں کاہنوں کو دیا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو انہیں روک دیا گیا اور جب ان کو جنات نے خبریں لا کر نہ دیں تو عرب کے کج فہموں نے کہا کہ آسمان کے لوگ ہلاک ہو گئے ہیں۔ تو اونٹوں والے ایک اونٹ کی اور گایوں والے ایک گائے کی بکری کے ریوڑ والے ایک بکری کی اس سے متاثر ہو کر قربانی دینے لگے۔

ابلیس نے بھی کہا: زمین پر کوئی خاص نئی بات ہوئی ہے۔ اس نے اپنے شاگردوں اور ساتھیوں سے کہا زمین کے ہر خطہ سے ایک مشتمل خاک لاؤ۔ وہ اس کے پاس مٹی لے کر آ موجود ہوئے اس نے ہر جگہ کی خاک کو سونگھا پھر اس نے خاک حرم کو سونگھ کر کہا۔ اس جگہ وہ نئی بات ظاہر ہوئی ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عوفی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جس روز نبی ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو شیاطین کو روک دیا گیا اور آتشیں شعلوں سے ان کی خبر لی گئی۔

ابلیس نے کہا کسی خطہ زمین پر نبی مبعوث ہوا ہے جا کر جستجو کرو۔ پھر ساتھی شیاطین لوٹ کر آ گئے اور کہیں نشان نبوت نہ پاسکے۔ اس کے بعد خود ابلیس مکہ مکرمہ آیا اور اس نے حضور ﷺ کو اولین مقام نزول وحی (غار حرا) سے نکلتے دیکھا پھر وہ اپنی ذریات میں لوٹ گیا اور ان کو مطلع کر دیا۔

واقدی و ابو نعیم رحمہما اللہ صاحب حلیہ نے حضرت ابی بن کعب ؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ستاروں کا ٹوٹنا بند ہو گیا تھا اس کے بعد یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا۔ جب رسول اکرم حضرت محمد ﷺ مکہ میں مبعوث ہوئے آپ کی بعثت کے بعد چند ستارے ٹوٹے!

قریش کا خیال یہ تھا کہ اب ستارے اسی وقت ٹوٹیں گے جب قیامت کا وقت قریب ہوگا وہ اس خیال سے اپنی پریشانی دور کرنے کے لئے بتوں پر نذرانے اور قربانی کے جانور چڑھانے لگے اور غلاموں کو آزاد کرنے لگے اور کہنے لگے کہ دنیا کی فنا کا وقت قریب ہے۔ طائف کا سردار عبد یلیل کو جب یہ معلوم ہوا کہ ستارہ ٹوٹا ہے تو اس نے کہا کہ پریشان مت ہو گھبرانے اور پریشان ہونے سے پہلے یہ معلوم کرو کہ ٹوٹنے والا ستارہ کون سا ہے؟ اگر وہ جانا پہچانا ستارہ ہے تو سمجھ لو کہ سب کی فنا کا وقت قریب آ گیا ہے اور اگر وہ جانا پہچانا ستارہ نہیں ہے تو فنا کا وقت تو نہیں آیا ہاں کوئی نئی بات ضرور ہوئی ہے یا ہونے والی ہے اور یہ اس کا پیش خیمہ ہے۔

انہوں نے ستارہ نہیں پہچانا اور عبد یلیل کو اس بات سے آگاہ کیا تو اس نے کہا یہ نبی کے ظہور کا وقت ہے۔ کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ طائف میں ابوسفیان بن حرب آیا اور اس نے کہا کہ محمد ﷺ نے نبی مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ عبد یلیل نے جواب دیا انہی کی دعوت و مشن کی کامیابی کے لئے جنوں پر شہاب پھینکے گئے ہیں۔

سعيد بن منصور اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ستاروں کو فضا میں نہ پھینکا جاتا تھا جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو ستارے پھینکے گئے۔ اس کی وجہ سے اہل عرب نے چوپایوں کو بھینٹ چڑھانا اور غلاموں کو آزاد کرنا شروع کر دیا یہ دیکھ کر سردار عبد یلیل نے کہا دیکھو جلدی نہ کر دینا دیکھو وہ ٹوٹنے والا ستارہ کون سا ہے اگر ایسا ہے جسے تم جانتے ہو تو سمجھ لو کہ لوگ فنا ہو گئے ورنہ خطرے کی کوئی بات نہیں بلکہ کوئی نئی بات رونما ہوگی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ ؓ سے روایت کی کہ عرب میں سب سے پہلے ستاروں کے ٹوٹنے کے سبب ثقیف خوف زدہ ہوئے اور وہ عمرو بن امیہ کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا کیا تم نے وہ نئی بات نہیں دیکھی جو مئصہ شہود پر آ رہی ہے؟ اس نے ثقیفوں سے جواب میں کہا ”ہاں“ دیکھی تو ہے۔“

ثقیفوں نے پھر عمرو سے کہا: ”تم توجہ اور غور سے دیکھو کہ وہ بڑے بڑے ستارے آئے دن ٹوٹ رہے ہیں کہ جن کے ذریعہ ہم بہت سی رہنمائی لیتے تھے۔ یہ تو دنیا کے خاتمہ اور فنا کی علامت

معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یہ ہمارے آسمان کے وہ مستقل ستارے نہیں ہیں کوئی دوسرے روشن شعلے ہیں تو پھر شاید عرب میں کوئی پیغام لانے والا آیا ہوگا۔“

خرائلی رحمۃ اللہ علیہ نے ”ہوائف“ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے مرداس بن قیس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضور ﷺ سے کہانت اور آپ کے ظہور سے کاہنوں کے جو سلسلہ اخبار منقطع ہوا اس کا ذکر کیا۔ میں نے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری قوم میں ایک خالصہ نامی عورت تھی ہم اسے برگزیدہ سمجھتے تھے۔ ایک روز وہ ہمارے پاس آئی اور اس نے کہا:

”اے دوس کے لوگو! تم نے مجھ سے بھلائی کے سوا اور کوئی چیز نہیں معلوم کی۔“ ہم نے جواب دیا وہ کون سی بات ہے جس کی وجہ سے تم یہ کہتی ہو؟ اس نے کہا: ”میں اپنی بکریوں کے ریوڑ میں تھی کہ دفعۃً مجھ پر تاریکی مسلط ہو گئی اور میں نے اس طرح محسوس کیا کہ جس طرح عورت مرد کے ساتھ (جماع کے موقع پر) حظ محسوس کرتی ہے اس کے بعد مجھے اندیشہ ہو گیا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں حتیٰ کہ بچے کی پیدائش کا وقت آ گیا اور میرے بطن سے لٹکے ہوئے کانوں والا بچہ پیدا ہو گیا اس کے دونوں کان کتے کے کانوں کے مشابہ تھے۔ وہ بچہ اس قابل ہو گیا کہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے لگا۔ پھر ایک دن وہ خوب اچھلا کودا اور اپنا تہبند کھول کر پھینک دیا اور اونچی آواز سے چیخا اور کہا:

”ہائے ویلا ہائے ویلا! اس پہاڑی کے پیچھے گھوڑے ہیں اور ان پر حسین و خوبصورت جوان ہیں۔“ پھر لوگ سوار ہو کر پہاڑی کے عقب میں گئے اور اس میں سواروں کو موجود پایا اور ان کو مار بھگایا اور ان کا سامان چھین لیا۔

وہ بچہ جو کچھ کہتا ویسا ہی ہوتا اور اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! جب آپ ﷺ کی بعثت کا زمانہ آیا تو وہ جھوٹی خبریں دینے لگا۔ ہم نے اس سے کہا تیری خرابی ہو تو ہر خبر لغو اور جھوٹی دینے لگا ہے اس نے کہا میں نہیں جانتا مجھے وہی جھوٹا کر رہا ہے جو پہلے سچا کرتا تھا۔ مجھے تین دن کسی گھر میں قید کر کے رکھو پھر میرے پاس آؤ۔ تو ہم نے ایسا ہی کیا تین روز کے بعد ہم گئے اور اس کو کھولا دیکھا تو وہ آگ کا انگارہ تھا۔ اس نے کہا:

”اے دوس کے لوگو! آسمان کی حفاظت کی جاتی ہے اور خیر الانبیاء علیہم السلام نے ظہور فرمایا ہے۔“ ہم نے پوچھا: ”کس مقام پر؟“ اس نے جواب دیا: ”مکہ میں۔“ پھر اس نے کہا: میں مردہ تو ہو چکا ہوں مجھے پہاڑ کی چوٹی پر دفن کر دو کیونکہ میں آگ بھڑکاؤں گا۔ جب تم مجھے آگ بھڑکاؤ دیکھو تو مجھے تین پتھر مارنا اور ہر پتھر کے مارتے وقت ”بِاسْمِکَ اللّٰہُمَّ“ کہنا۔ اس کے بعد میں

۱۔ اللہ تیرے نام سے آغاز ہے۔

بھڑکنے سے رُک جاؤں گا اور میری آگ سرد ہو جائے گی۔

پھر ہم نے ایسا ہی کیا اور کچھ ماہ بعد حاجیوں نے مکہ سے واپس آ کر ہم کو آپ ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی طرف سے دعوتِ اسلام کی خبر دی۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ پہلے آسمانی خبریں سنی جاتی تھیں۔ اسلام کے آنے کے بعد مسدود ہو گئیں۔ بنی اسد کی ایک عورت سعیدہ نامی کے ایک جن تابع تھا جب اس کو آسمانی خبریں لانے پر قدرت نہ رہی تو ایک دن وہ اس عورت کے سینہ میں داخل ہو کر چیخنے لگا:

”رسم اتحاد ختم ہو گئی۔ گردنیں اڑ گئیں اور ایسا حکم آیا جس (کے مقابلہ) کی طاقت نہیں اور احمد ﷺ نے زنا کو حرام کر دیا۔“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے اسلام کی وجہ سے شیاطین کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا۔ کہانت منقطع ہو گئی اب کہانت کا وجود نہیں۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا شیاطین جاہلیت کے دور میں آسمانی خبریں سن لیا کرتے تھے اور انہیں مارا نہ جاتا تھا۔ مگر جب سے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے آگ کے گولوں سے ان کو مارا جاتا ہے۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ طریق عطاء رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کہ کہ شیاطین آسمانی خبریں اُچک لیا کرتے تھے۔ جب سے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے ان کو روک دیا گیا۔ جس کی اطلاع انہوں نے ابلیس کو دی۔ اس نے کہا کوئی نئی بات واقع ہوئی ہے۔ پھر وہ جبل ابو قتیس پر چڑھا اور اس نے حضور ﷺ کو مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا۔ اس نے کہا میں جاتا ہوں اور ان کی گردن توڑ دیتا ہوں۔ تو وہ آیا اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس تھے تو جبریل علیہ السلام نے اس کے ٹھوکری اور وہ فلاں مقام پر گرا۔

(واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسی ہی روایت کی)۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو بیان کیا کہ اللہ ﷻ نے جب رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ابلیس حضور ﷺ کے قریب آ کر اپنا فریب چلانا چاہتا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کو شانہ کے اشارے سے وادی اردن میں پھینک دیا۔

ابوالشیخ طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ بہ حالت نماز سجدہ میں تھے تو ابلیس آیا اور اس نے چاہا کہ آپ ﷺ کی گردن پر حملہ کرے تو جبریل علیہ السلام

نے پھونک ماری اور وہ اردن جا گرا۔

مشرکین شعراء فصحاء اور زبان دانوں کا اعجازِ قرآن تسلیم کرنا

مشرکین عرب میں نزولِ قرآن کے وقت بڑے بڑے خطیب اور ماہرینِ زبان اور زبردست بلیغ و فصیح کا ہن موجود تھے۔ ان اہل کمال کو اعتراف تھا کہ قرآن کے اسلوب بیان کو اعجاز حاصل ہے اور خود اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ:

قُلْ لِّئِنْ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا.

(پہلی اسرائیل ۸۸)

آپس میں مدد کریں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور مزید حق تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ.

(پ البقرہ ۲۳-۲۴)

اور اگر تمہیں شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (اس خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لیا اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور اللہ ﷻ نے فرمایا کہ:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ

(پ۲ الطور ۲۳)

تو قرآن کی مانند ایک بات ہی لے آؤ اگر سچے ہو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انبیاء علیہم السلام میں سے ہر نبی کو جو شے (کتاب و شریعت) دی گئی وہ اس دور کے انسانوں کے لئے اور ان کے حال کے مطابق تھی۔ بلا شک و شبہ مجھے جو چیز دی گئی وہ وحی ہے جسے اللہ نے میری طرف بھیجا ہے میں امید رکھتا ہوں کہ میرا اتباع کرنے والے ان سے زیادہ ہوں گے۔

علماء نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جتنے معجزات دیئے گئے تھے وہ ان کے زمانے کے ختم ہونے کے بعد خود بخود ختم ہو گئے ہر نبی کو عطا کردہ معجزات کا مشاہدہ اسی

نہی کی امت نے کیا (جو اس کے زمانہ میں موجود تھی) لیکن قرآن کا معجزہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔
 قرآن کریم اپنے اسلوب بیان، اپنی بلاغت اور اپنے غیبی اخبار میں ایک فرق عادی اور معجزہ ہے اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرتا کہ جس کی بابت قرآن نے خبر دی ہے کہ آئندہ ایسا ہوگا وہ خبر ویسی ہی واقع نہ ہوئی ہو (قرآنی خبر کے مطابق واقعہ ظہور میں آیا) چنانچہ اس خبر کی صداقت قرآن کے دعویٰ صحت پر دلالت کرتی ہے۔

بعض علماء نے سرور کائنات ﷺ کے ارشاد مبارک کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ انبیاء سابقہ کے معجزات حسی تھے وہ نگاہوں سے مشاہدہ کئے جاسکتے تھے۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے اور قرآن شریف کے معجزات بصیرت سے مشاہدہ ہوتے ہیں۔ پس جو لوگ قرآن شریف کا اتباع بصیرت سے کرتے ہیں بوجہ بصیرت دوسروں سے زیادہ ہوں گے۔

قرآن کریم ایسی ظاہری و باطنی جامعیت، ایجاز، معنوی خصوصیات کا حامل ہے اور بہ لحاظ اسلوب بیان، لطافت زبان، محاورہ، عرب، فصاحت و بلاغت اور تاثیر میں اس درجہ پر ہے کہ بلا استثناء کوئی کتاب اس کے مقابل میں نہیں لائی جاسکتی۔

حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے بہ طریق عکرمہ رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ولید بن مغیرہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا تو حضور ﷺ نے اس کو قرآن پڑھ کر سنایا۔ ولید پر رقت طاری ہو گئی۔ یہ بات ابو جہل کو معلوم ہوئی تو وہ اس کے پاس آیا اور کہا: اے چچا! قوم کا ارادہ ہے کہ تمہارے لئے مال جمع کرے۔ ولید نے پوچھا کس لئے؟ اس نے جواب دیا۔ اس لئے کہ وہ تمہیں دیا جائے، کیونکہ تم محمد ﷺ کے پاس اس لئے گئے کہ جو شے ان کے پاس ہے تم اس کی تمنا رکھتے ہو۔ ولید نے کہا تم یہ تو جانتے ہو کہ قریش میں سرمایہ اور دولت کے لحاظ سے میں کافی سرمایہ دار ہوں۔ ابو جہل نے کہا: ”محمد ﷺ کے بارے میں تم کچھ بتاؤ تا کہ وہ قریش کو معلوم ہو اور وہ سب جان لیں کہ تم ان کے منکر ہو اور نفرت کرتے ہو۔“

ولید نے جواب دیا: ”میں عرض کروں؟ یہ حقیقت ہے کہ زبان و ادب اور اس کی لطافتوں اور نزاکتوں کو سمجھنے والا کوئی مجھ سے بہتر نہیں ہے اور میں اس کا اعتراف نہ کرنا انصافی سمجھتا ہوں کہ محمد ﷺ جو کلام پڑھتے ہیں اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا کلام نہیں کہا جاسکتا بلاشبہ وہ ایک عجیب نادر اور تیکھا کلام ہے اور تاثیر کے اعتبار سے سحر آفریں۔“

ابو جہل نے پھر کہا: ”قوم اس بارے میں آپ کے خیالات سے واقف ہونا چاہتی ہے۔“
 ولید نے کہا: ”مجھے مہلت دو کہ میں سوچ سکوں۔“ چنانچہ ولید نے بعد میں کہا: ”محمد ﷺ

کے پاس جو کلام ہے وہ ان کا ذاتی نہیں بلکہ القا والہام کے ذریعہ سیکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔“ اس موقع پر اس آیت کا نزول ہوا۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے بطریق عکرمہ رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ولید بن مغیرہ اور قریش کے چند افراد جمع ہوئے ولید ان میں عمر رسیدہ تھا اسی نے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ”زمانہ حج نزدیک ہے میرا خیال ہے مختلف علاقوں کے وفد تمہارے پاس آ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کریں گے کیونکہ انہوں نے اس بارے میں کچھ نہ کچھ سن رکھا ہوگا۔ لہذا تم سب کسی رائے پر اتفاق کر لو تا کہ ہماری باتوں میں تناقض اور تضاد نہ ہو۔“

لوگوں نے جواب میں کہا: ”اے عبد شمس! آپ ہی مشورہ دیجئے کہ کیا کہا جائے؟“ ولید سوچتا رہا اور پھر اس نے کہا: ”نہیں میں تمہارے خیالات سننا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔“ قریش نے کہا: ”ہم کا ہن بتائیں گے۔“

ولید نے کہا: ”وہ کاہن تو نہیں ہیں تم نے کاہنوں کو دیکھا ہے اور کلام بھی سنا ہے مگر ان کا کلام تو کاہنوں کا سا بے معنی زمزمہ نہیں ہے۔“ اس کے بعد لوگ کہنے لگے ”مجنون بتا دیں گے۔“ ولید نے پھر مخالفت کی اور کہا: ”وہ حواس باختہ پریشان خیال اور جذباتی نہیں حالانکہ ہر مجنون میں ایسا ہی کچھ ہوتا ہے۔“

لوگوں نے پھر کہا: ”شاعر بتایا جاسکتا ہے۔“ ولید نے کہا وہ شاعر بھی نہیں کہ ہم اصناف شعر رَجُزُ، ہَزَجُ، قَرِیْضَہ، مَقْبُوضَہ، مَبْسُوطَہ وغیرہ سب سے واقف ہیں۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تو بے نظیر اور بے مثال ہے۔

اس کے بعد لوگوں نے کہا: ”ساحر کہہ دیں گے۔“ ولید نے کہا۔ وہ جادو گر بھی نہیں ہم میں سے ہر ایک نے ساحروں کو دیکھا ہے ان کے انداز کلام میں تو جھاڑ پھونک اور گرہ بندی لازمی طور پر ہوتی ہے۔ لوگوں نے کہا: ”اے عبد شمس! تم ہی بتاؤ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا جواب دو گے؟“ اب ولید نے کہنا شروع کیا:

”واللہ ان کے کلام میں تو عجیب حلاوت ہے تازگی اور لذت ہے۔ تو تم بیان کردہ باتوں میں سے جو بھی کہو گے جھوٹ سمجھا جائے گا۔ بہر حال قرین عقل یہ ہے کہ ساحر کہو اور بتاؤ کہ یہ ساحر لوگوں کے درمیان جدائی ڈالتا ہے۔ لوگوں کو باپوں سے بیویوں سے بھائیوں سے اور خاندان سے کاٹ دیتا ہے۔“

پس لوگ اس کی رائے سے اتفاق کر کے اس اجتماع سے رخصت ہو گئے اور جب حج کا

زمانہ آیا تو ہر طرف سے لوگ آ آ کر بیت اللہ کے طواف کے لئے جمع ہونے لگے اور مشرکین قریش ان کو حضور ﷺ سے برگشتہ کرنے کے لئے ان کے اجتماعات اور دائر الاقامتوں میں جانے آنے لگے۔ جو بھی ان کے پاس آتا وہ حضور ﷺ کے بارے میں اسے ڈراتے اور بچنے کی ترغیب دیتے رہے۔

اللہ ﷻ نے ولید بن مغیرہ کے بارے میں ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيداً ۝ (الی قولہ) سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝ آیتیں نازل فرمائیں اور نیز ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے اس جھوٹے پروپگنڈے میں ولید کو اپنا قائد اور پیشوا بنالیا تھا آیت کریمہ ”الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ فَوَسَّوْا بَيْنَ يَدَيْهِمْ أَعْيُنَ النَّاسِ لِنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ“ نازل ہوئی۔ یہ وہ لوگ تھے جو لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاس بٹھاتے اور رسول اکرم ﷺ کی برائی اور بدگوئی ان سے کرتے۔

راوی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ حج سے فراغت کے بعد جب لوگ اپنے اپنے علاقوں اور قبائل میں واپس ہوئے تو چپہ چپہ پر رسول مکی ﷺ اور آپ ﷺ کی نبوت کا چرچہ ہو گیا اور اس طرح تمام بلاد عرب ذات نبی ﷺ سے واقف ہو گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عوفی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ولید بن مغیرہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور وہ قرآن حکیم کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو بتایا تو وہ اٹھ کر قریش کے پاس آیا اور کہا:

”جو کلام ابن ابی کبشہ سناتا ہے وہ بہت ہی عجیب ہے۔ وہ شعر ہے نہ سحر نہ بے معنی گفتگو ہے یقیناً ان کا کلام خدا کا کلام ہے۔“

ابن اسحاق بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نصر بن حارث نے

لَذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيداً ۝ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالاً مَمْدُوداً ۝ وَبَنِينَ شُهُوداً ۝ وَمَهْدُتٌ لَهُ تَمْهِيداً ۝ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۝ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيداً ۝ سَأَرْهَقُهُ صُعُوداً ۝ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝ فَقَتَلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ قَبِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝ ثُمَّ نَظَرَ ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَحَالَ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْتَرُ ۝ إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ۝ (پ۲۹ الدثر۱۱۲۲)

اسے مجھ پر چھوڑ جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے وسیع مال دیا اور بیٹے دیئے سامنے حاضر رہتے اور میں نے اس کے لئے طرح طرح کی تیاریاں کیں پھر یہ طمع کرتا ہے کہ میں زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ تو میری آیتوں سے عناد رکھتا ہے امید ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں بے شک وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی پھر اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی پھر نظر اٹھا کر دیکھا تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا پھر پیٹھ پھیری اور تکبر کیا پھر بولا یہ تو وہی چادر ہے۔ اگلوں سے سیکھا یہ تو نہیں مگر آدمی کا کلام کوئی دم جاتا ہے کہ اسے دوزخ میں دھنساتا ہوں۔

۲۱۲ الحج۹۱۔

کھڑے ہو کر کہا: ”اے قرشی بھائیو! تم ایک ایسی الجھن میں مبتلا ہوئے ہو کہ اس سے پہلے نہ ہوئے تھے جب محمد (ﷺ) نوجوان تھے تو وہ تمہارے اندر سب سے زیادہ پسند کئے جاتے اور وہ سب سے زیادہ صادق القول اور امانت دار سمجھے جاتے تھے اور جب وہ جوان ہوئے اور ان کی نہاد میں مزید پختگی اور خویو میں متانت کا نکھار آ کر ان کی خوبیوں میں اور جلاء ہو گئی اور وہ خدا کا کلام لے کر آئے تو پھر تم اسی جامع صفات کو ساحر کہنے لگے حالانکہ سحر سے ان کو کیا نسبت۔ کاہن کہنے لگے دریاں حالیکہ کہانت سے ان کو کیا سروکار۔ مجنون کہنے لگے باوجود یہ کہ جنون سے ان کو کیا علاقہ۔ پس اے برادرانِ قریش! انصاف کر کے اپنے رویہ پر نظر ثانی کرو بلاشبہ اللہ ﷻ نے تم پر احسان عظیم فرمایا ہے کہ تمام عالم آباد کو چھوڑ کر تمہارے اندر سے ایک نبی کو اٹھایا ہے۔

ابن ابی شیبہ، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جماعتِ قریش نے ابو جہل بن حکم سے کہا محمد (ﷺ) کی دعوتِ دین عوامی تحریک کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے تم ایسے کسی شخص کو منتخب کرو جو سحر، کہانت اور شعر سے بخوبی واقف ہو۔ وہ محمد (ﷺ) کے پاس جائے اور ان کے عزائم و اغراض کے بارے میں ان سے گفتگو کر کے ہمیں اطلاع دے۔ عتبہ نے کہا میں سحر کہانت اور شعر کی حقیقتوں سے بخوبی واقف ہوں۔ لہذا وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا:

”اے محمد (ﷺ) آپ بہتر ہیں یا ہاشم؟ آپ بہتر ہیں یا عبدالمطلب؟ آپ بہتر ہیں یا عبد اللہ؟“ مگر حضور ﷺ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

عتبہ نے پھر کہا: ”آپ ﷺ کس لئے ہمارے معبودوں کو برا اور ہمارے اسلاف کو گمراہ بتاتے ہیں؟ اگر آپ (ﷺ) کو حکومت و ریاست کی خواہش ہے تو ہم جھنڈا آپ کے لئے بلند کئے دیتے ہیں اور آپ کو اپنا سردار بنائے لیتے ہیں۔ اگر جنسی میلان ہے تو دس ایسی عورتوں سے شادی کرائے دیتے ہیں جو آپ کو محبوب ہوں۔ اگر دولت و سرمایہ کی ضرورت ہے تو ہم لا کر آپ کی خدمت میں ڈھیر کر دیں گے۔

یہ آپ (ﷺ) کی ضرورت سے زیادہ اور آپ کی آئندہ نسلوں تک کو کافی ہوگا۔“ آپ ﷺ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا اور جب آپ ﷺ نے سمجھ لیا کہ عتبہ اپنا سلسلہ کلام ختم کر چکا تو پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حَمَّ ۝ تَنْزِيلَ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ كَتَبَ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا
لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضْ اَكْثَرُھُمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ

۝ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِيْ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ وَفِيْ اِذَانِنَا وَقْرٌ مِّنْ بَيْنِنَا
 وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاَعْمَلْ اِنَّا عَمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ
 يُوحَىٰ اِلَيَّ اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهُ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ط
 وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝
 اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ قُلْ اِنَّكُمْ
 لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمِيْنٍ وَتَجْعَلُوْنَ لَهُ اَنْدَادًا ط
 ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوٰسِيْ مِّنْ فَوْقِهَا وَبَرَكَ فِيْهَا
 وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ط سَوَآءٌ لِّلْسَآئِلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى
 السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ اُنْتِي طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ط قَالَتَا
 اَتَيْنَا طٰبِعِيْنَ ۝ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمَوٰتٍ فِيْ يَوْمِيْنٍ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ
 سَمَآءٍ اَمْرَهَا ط وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصٰبِيْحٍ وَحِفْظًا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ
 الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ
 وَثَمُوْدَ ۝

(پ ۲۴ حم السجده ۱۳۲)

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

یہ اتارا ہے بڑے رحم والے مہرباں کا ایک کتاب ہے جس کی آیتیں مفصل فرمائی
 گئیں عربی قرآن عقل والوں کے لئے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا تو ان میں اکثر
 نے منہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں اور بولے ہمارے دل غلاف میں ہیں۔ اس بات
 سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ٹینٹ (روٹی) ہے اور
 ہمارے اور تمہارے درمیان روک ہے تو تم اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کرتے
 ہیں۔ تم فرما دو آدمی ہونے میں تو میں تمہیں جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا
 معبود ایک ہی معبود ہے تو اس کے حضور سیدھے رہو اور اس سے معافی مانگو اور
 خرابی ہے شرک والوں کو وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں بے
 شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بے انتہا ثواب ہے۔ تم فرماؤ
 کیا تم اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دودن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر
 بٹھراتے ہو وہ سارے جہاں کا رب ہے اور اس میں اس کے اوپر سے لنگر ڈالے
 (بھاری بوجھ رکھے) اور اس میں برکت رکھی اور اس میں اس کے بسنے والوں کی

روزیاں مقرر کیں۔ یہ سب ملا کر چار دن میں ٹھیک جواب پوچھنے والوں کو پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا اور وہ دھواں اٹھا تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے یا نہ خوشی سے۔ دونوں نے عرض کیا ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔ تو انہیں پورے سات آسمان کر دیا و دن میں اور ہر آسمان میں اسی کے کام کہ احکام بھیجے اور ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور نلہبانی کے لئے یہ اس عزت والے علم والے کا ٹھہرایا ہوا ہے۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی۔ (ترجمہ کنز الایمان)

جب حضور ﷺ یہاں تک پہنچے تو عتبہ میں مجال سماعت نہ رہی اس نے قسم دے کر آپ کو آگے پڑھنے سے روک دیا اور رحم کی بھیک مانگ کر کہنے لگا کہ اس کو ایسے عذاب سے دور رکھیں۔ عتبہ یہاں سے نہ اپنے گھر گیا نہ ان لوگوں کے پاس پہنچا تو ابو جہل نے کہا:

”اے گروہ قریش! ہم کو کہیں پر عتبہ نظر نہیں آتا۔ شاید وہ محمد ﷺ کی طرف مائل ہو گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اسے کوئی حاجت درپیش ہے۔ پھر وہ عتبہ کے پاس آئے۔ ابو جہل نے کہا:

”عتبہ! ہمارا خیال ہے کہ تو کسی طمع کا شکار ہو کر محمد (ﷺ) کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ اگر تجھے مالی اعانت کی ضرورت ہے تو ہم اس کو پورا کرنے کے لئے تیار ہیں تا کہ پھر تو محمد (ﷺ) سے بے نیاز ہو جائے۔“

یہ سن کر عتبہ غضبناک ہو گیا اور قسم کھا کر بولا کہ ”میں محمد (ﷺ) سے کبھی بات نہ کروں گا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں تم میں سب سے زیادہ مالدار ہوں اس وجہ سے میں کسی سے اعانت کا طالب نہیں۔“

سنو! جب میں محمد (ﷺ) کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے ایسے کلام کے ساتھ جواب دیا کہ خدا کی قسم نہ تو وہ سحر ہے اور نہ وہ شعر و کہانت ہے انہوں نے میرے جواب میں پڑھا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ حَمْدُ تَنْزِیْلِ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تَا صَاعِقَۃٌ مِّثْلُ صَاعِقَۃِ عَادٍ وَ ثَمُوْدٍ! پھر میں نے ان سے التجا کی اور ان کو آگے پڑھنے سے روک دیا اور ان سے رحم کی بھیک مانگی تا کہ وہ اس عذاب میں مجھے مبتلا نہ کر دیں اور یہ تو تم جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) جو کچھ فرماتے ہیں وہ جھوٹ نہیں ہوتا لہذا ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر عذاب نہ نازل ہو جائے۔ میرا کہا مانو تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور تعرض نہ کرو! اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو ان کا ملک اور ان کی عزت تمہارا ملک اور

تمہاری عزت ہوگی۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت نقل کرتے ہیں۔ جس میں تفصیل کے بجائے اجمال اور اختصار ہے۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابو جہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق ایک شب میں رسول اللہ ﷺ سے کلام اللہ سننے کی نیت سے روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ اس وقت مصروف نماز تھے یہ تینوں اشخاص اندھیرے میں اپنے اپنے زاویوں پر بیٹھ کر حضور ﷺ کی تلاوت سے کچھ اس طرح لذت اندوز اور متاثر ہوئے کہ خبر نہ ہوئی اور پوری رات گزر گئی۔ طلوع فجر پر جب جانے لگے تو تینوں نے بہم ایک دوسرے کو دیکھا اور سب پر انفعال طاری ہو گیا۔ تین راتوں کو اسی طرح عمل ہوتا رہا اس کے بعد اخنس، ابوسفیان کے گھر پر آیا اور کہا اس کلام کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے جس کو محمد ﷺ سے سنا ہے؟

ابوسفیان نے جواب دیا: ”میں اس کلام کو نیز اس کے تاثر کو محسوس کرتا ہوں۔“

اس کے بعد اخنس ابو جہل کے پاس پہنچا اور اس سے کہا اے ابوالحکم اس کلام کے بارے میں جو ہم نے محمد ﷺ سے سنا ہے تمہاری کیا رائے ہے۔ ابو جہل نے کہا کہ میں نے کیا سنا ہے اسے سنو! ہم اور بنی عبد مناف شرف میں ہمیشہ جھگڑا کرتے تھے اگر انہوں نے کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھانا کھلایا۔ انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم نے بھی لوگوں کے لئے سواریاں فراہم کیں، انہوں نے لوگوں کو مال دیا تو ہم نے بھی دیا۔ یہاں تک کہ ہمارے اور انکے درمیان یہ مسابقت جاری رہی اور اس دوڑ میں ہم اور وہ برابر رہے۔ تو بنی عبد مناف نے از روئے فخر و شرف کہا کہ ہم میں ایک نبی ہوگا جس پر آسمان سے وحی نازل ہوگی تو اگر ہم نے اس نبی کو پایا تو خدا کی قسم ہم اس پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے اور ہم اس کی تصدیق نہیں کریں گے، اخنس ابو جہل کی یہ باتیں سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مغیرہ بن شعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ سب سے پہلا دن جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کی شان رسالت کو پہچانا وہ دن تھا کہ میں اور ابو جہل شہر مکہ کی ایک گلی میں جا رہے تھے ہماری ملاقات حضور ﷺ سے ہو گئی۔ آپ ﷺ نے ابو جہل سے فرمایا: ”ابوالحکم! اللہ ﷻ و رسول ﷺ کی طرف آؤ۔“ ابو جہل نے جواب دیا: ”محمد ﷺ! کیا تم ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز نہ آؤ گے؟ جو کچھ تم کہتے ہو اگر میں اسے حق جانتا تو ضرور اتباع کر لیتا۔“ اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لے گئے اور ابو جہل نے مجھ سے کہا:

”میں جانتا ہوں کہ وہ سچے ہیں لیکن قصی کی اولاد سے ہیں۔ قصی کے لوگوں نے کہا ہم

غلاف! کعبہ چڑھاتے ہیں، ہم مشاورت کے لئے ندوہ کو منظم رکھتے ہیں، ہمارا لواء ہے، ہم میں سقائے ہے پھر انہوں نے کہا، ہم میں اس کا نبی ہے۔ میں نے کہا، ہم چاروں باتوں کو تسلیم کرتے ہیں مگر خدا کی قسم پانچویں دعوے کو ہرگز نہ مانیں گے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میرا بھائی انیس جو مکہ گیا تھا اس نے آ کر بتایا کہ میں نے حرم میں ایک شخص سے ملاقات کی جو کہتا ہے کہ مجھے اللہ ﷻ نے بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انیس نے جواب دیا:

لوگ اسے شاعر، ساحر اور کاہن کہتے ہیں اور انیس شعر و ادب میں پاکیزہ ذوق رکھتا تھا، دنیائے عرب اس کی اس حیثیت کو تسلیم کرتی تھی۔ نیز وہ بڑا سمجھدار اور فہم و ادراک والا شخص تھا، لہذا میں نے خود اس کا تاثر لیا تو اس نے کہا میں نے کاہنوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے، وہ کاہن نہیں ہیں۔ ادب و شعر کی اصناف میں سے کسی صنف سے ان پر جو کلام نازل ہوا ہے تعلق نہیں رکھتا۔ اس وجہ سے میں تو یہ سمجھا ہوں کہ وہ سچے ہیں اور بدگو لوگ متعصب اور جھوٹے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کے بعد میں خود مکہ آیا اور پورے تیس روز مقیم رہا مجھے خور و نوش کے سلسلے میں آب زمزم کے سوا کچھ دستیاب نہ تھا مگر مجھے گرسنگی تھی نہ نقاہت بلکہ میں اور بھی فریبہ اور چست ہو گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ اسعد بن زرارہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت عقبہ کے دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم نے قریب و بعید اور ذی رحم رشتہ کو چھوڑ دیا اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خدا کے بھیجے ہوئے ہیں وہ دور غ کو نہیں اور یہ کہ جو کلام آپ لائے ہیں اس کے مشابہہ کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کی انہوں نے کہا کہ بنی سلمہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ جب میرے قبیلے کے لوگ اسلام لائے تو عمرو بن الجموح نے اپنے بیٹے سے کہا۔ تو نے جو کلام محمد ﷺ سے سنا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی سنا۔ تو بیٹے نے عمرو کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے صراطِ الْمُسْتَقِیْمِ تک پڑھ کر سنایا۔ اس پر عمرو نے کہا یہ کلام کس قدر حسین و جمیل ہے! کیا حضور ﷺ کا سارا کلام ایسا ہی ہے؟ بیٹے نے کہا! ابا جان سب ایسا ہی ہے۔

غلاف کعبہ کا اہتمام اور کعبہ پر چڑھانا۔ ندوہ یعنی دارالمشاورت کا انتظام قریش کے سپرد تھا۔ اسی طرح قومی پرچم کے اٹھانے والے بھی وہی تھے۔ حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت بھی ان کے سپرد تھی۔ عربوں میں یہ تمام کام عظمت و بزرگی کی نشانی سمجھے جاتے تھے اسی وجہ سے قریش اپنے آپ کو دوسرے قبیلوں سے ممتاز سمجھتے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے شعی وزہری رحمہما اللہ وغیرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قیس سلیمیؓ آیا اس نے حضور ﷺ سے کلام اللہ کی تلاوت سن کر کچھ سوالات کئے اور حضور ﷺ نے جوابات دیئے۔ اس کے بعد وہ اسلام لے آیا اور بنو سلیم سے واپس جا کر کہا:

”میں نے روم و ایران کا ادب لطیف، عرب شعراء کی تخلیقات، کاہنوں کی کہانت اور حمیر کے مقالات اور کلام سنا ہے لیکن ان سب کا کلام محمد ﷺ کے کلام کی حکمت و حسن سے قطعاً مناسبت نہیں رکھتا۔ لہذا میرا مشورہ قبول کرو تو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں خود کو دے دو اور ان پر نازل شدہ کلام سے استفادہ کرو۔“

پھر بنی سلیم کے لوگ فتح مکہ کے سال حاضر ہو کر داخل ملت اسلام ہوئے وہ سات سو اور ایک قول کے مطابق ایک ہزار تھے۔

وجوہ اعجازِ قرآن

تمام دنیا کے دانشمندوں اور مفکرین نے ہر ہر رخ سے غور کیا، درایت کی کسوٹی پر پرکھا تو ہر ایک کو جو عصبيت کے مرض کا مارا نہیں تھا یہی کہنا پڑا کہ قرآن حکیم انسانی کلام نہیں ہے بلکہ ایسا کلام ہے جو اللہ ﷻ کی طرف سے نازل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کا یہ سب سے عظیم معجزہ ہے اللہ ﷻ نے فصیحان عرب کو لاکار اور فرمایا: فَاتُّوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ لیکن وہ اس کلام الہی کے مقابل میں ایک سورہ بھی پیش نہ کر سکے۔

پھر یہ کہ قرآن شریف کو ڈھکا چھپا نہیں رکھا گیا اس کی صداقت اس کے اعجاز کو عام کرنے کے لئے اس کے سنانے کا اہتمام کیا گیا۔ چنانچہ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے۔
وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ
أَوْ آوَىٰ إِلَىٰ مَنٍّ أَوْ تَوَلَّىٰ مَثَلًا لِّمَنِ كَذَبُواْ بِكَلِمَاتِنَا
فَأَجْرُهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ۔
اور اے محبوب اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو
اسے پناہ دو کہ وہ اللہ کا کلام سنے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

(پہلا توبہ: ۶)

اور اگر کلام ربانی سننے کے باوجود ان کے قلوب غیر متاثر رہیں تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ کلام بے اثر ہے بلکہ ان کے دل مریض ہیں۔ کلام تو یقیناً معجزہ ہے۔

وَقَالُوا لَوْ لَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ طُفُلٌ إِنَّمَا أَلِيتُ عِنْدَ اللَّهِ
وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ
يَتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۝

(پہلا عنکبوت: ۵۵-۵۶)

اور بولے کیوں نہ اتریں کچھ نشانیاں ان پر ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ
 نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں اور کیا یہ
 انہیں بس نہیں کہ ہم نے کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)
 اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم منجملہ اس کی نشانیوں کے ایک نشانی ہے۔ اہل عرب
 فصیح و بلیغ انشاء پرداز، خطیب اور شاعر تھے اور ان کو اس صنعت پر بڑا غرور، گھمنڈ اور پندار بھی تھا۔
 لہذا ان کو تحدی کی گئی اور سال ہا سال کی ان کو مہلت دی گئی مگر وہ ایک چھوٹی سورہ بنانے پر
 بھی قادر نہ ہو سکے ہر چند کہ وہ اللہ کے نور کو بجھانے اور چھپانے پر تلے بیٹھے تھے تو اگر اس سے معارضہ
 کرنا ان کی قدرت میں ہوتا تو یقیناً قطع حجت کے لئے کام میں لاتے مگر سارے زبان آور عاجز
 رہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو اس حال میں مبعوث فرمایا کہ
 عربوں کے اندر اس زمانے میں بڑے بلند پایہ خطیب اور شعراء موجود تھے اور زبان کی لطافت کو
 پورے طور پر سمجھتے تھے ان کے ذہنوں میں الفاظ کا بڑا ذخیرہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل عرب کو
 معارضہ قرآن کی دعوت دی مگر وہ سب عاجز رہے۔

جن وجوہ کے ساتھ قرآن کے اعجاز کا وقوع ہوا ان میں لوگوں کا اختلاف ہے اور ان میں کئی
 قول ہیں جن کو میں نے کتاب تفسیر اتقان میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند وجوہ کا
 خلاصہ یہ ہے۔

پہلی وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم اپنے نظم و اسلوب کی صورت میں عجیب و غریب ہے جو
 اسالیب عرب کے مطابق نہیں۔ قرآن کریم کی وہ ترتیب و نظم جس کا وہ حامل ہے اور اس پر آیات کے
 مقاطع، کلمات کے فواصل اور عبارت میں اوقاف کا جو نظام ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے۔

دوسری وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم ایسی غیبی خبروں پر مشتمل ہے جو اس وقت واقع نہیں
 ہوئی تھیں اور جب وہ واقع ہوئیں تو ویسی ہی واقع ہوئیں جیسی کہ خبر دی گئی تھی۔

تیسری وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرونِ ماضیہ اور شرائع سابقہ کی خبریں اس قبیل سے تھیں جن کو اہل
 کتاب میں سے کوئی شخص اس وقت تک نہیں مان سکتا تھا جب تک کہ وہ اپنی عمر کا بیشتر حصہ اس کی تحصیل
 میں صرف نہ کر دے رسول اللہ ﷺ ان وجوہ کے ساتھ جن پر وہ منصوص تھیں قرآن کریم میں لے کر
 آئے حالانکہ آپ امی تھے پڑھنا لکھنا کسی سے نہیں سیکھا تھا۔

چوتھی وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم ضمیر کی کیفیات اور قلب کے احساسات کو بیان کرتا

ہے۔ مثال کے طور پر قرآن حکیم نے بیان کیا:

”إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا“

(پہلے آل عمران ۱۲۲)

”جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہو کہ نامردی کر جائیں۔“ (کنز الایمان)

اور فرمایا: ”وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ“ (پہلے المجادلہ ۸)

”اپنے دلوں میں کہتے ہیں اور اللہ ہمیں عذاب کیوں نہیں کرتا ہمارے اس کہنے پر۔“ (ترجمہ کنز

الایمان)

پانچویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ قوم کو عا جز اور ناچار بتانے کے سلسلے میں بعض قضایا اور اخبار وارد ہوئے مثلاً قرآن نے بتایا کہ فلاں لوگ ایسا نہ کر سکیں گے اور پھر واقعات کی دنیا میں وہ ویسا نہ کر سکے۔ جیسا کہ یہود کے بارے میں بتایا گیا: ”وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا“ یعنی یہود کبھی بھی اس کی آرزو نہ کریں گے۔

چھٹی وجہ اعجاز یہ ہے کہ عرب فصحاء شعراء اور ماہرین زبان ایڑی چوٹی کا زور اور اجتماعی و متفقہ کوششوں کے باوجود معارضت میں ناکام رہے۔

ساتویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ سماعت قرآن کے موقع پر مخالفوں اور منکروں پر خوف و دہشت پیدا ہو جاتی اور تلاوت کی سماعت کے وقت عجیب ہیبت و رعب طاری ہو جاتا جیسا کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے دل پر رعب و دہشت طاری ہوا۔

حضور ﷺ مغرب کی نماز جہری میں سورہ طور کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمْ
الْخَالِقُونَ ۝ أَمْ خُلِقُوا السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ۝ أَمْ عِنْدَهُمْ
خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمْ الْمَصْطَرُونَ ۝

کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں یا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کئے بلکہ انہیں یقین نہیں یا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ کڑوڑے (حاکم اعلیٰ)

(پہلے الطور ۳۶-۳۵) ہیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کلام الہی کو سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاید میرا دل پارہ

پارہ ہو جائے گا اور یہ پہلا موقع تھا کہ اسلام کی صداقت میرے دل میں جا گزیں ہوئی۔

آٹھویں وجہ اعجاز یہ کہ نہ تو اس کے پڑھنے والے کا دل بھرتا ہے اور نہ سننے والے کا بلکہ بار

بار اس کی تلاوت کے لئے وہ بے قرار ہوتا ہے اور ہر بار اس کی لذت بڑھتی جاتی ہے۔ اسی وجہ سے

حضور ﷺ نے قرآن کی ایک صفت یہ بھی بیان کی کہ بار بار پڑھنے سے قرآن پرانا نہیں ہوتا۔

نویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ قرآن کریم رہتی دنیا تک باقی رہنے والی خدا کی کتاب ہے اس میں کبھی کوئی تحریف نہیں کر سکے گا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ ﷻ نے خود لی ہے۔

دسویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے قرآن کریم میں تمام علوم و معارف کو جمع فرمایا ہے جو کسی کتاب میں یکجا نہیں ہوئے اور نہ آئندہ ہوں گے اور نہ کسی فرد کا علم اس کے چند کلمات اور گنتی کے حروف کا احاطہ کر سکتا ہے۔ اللہ ﷻ نے اپنی اس آخری کتاب میں زندگی کے ہر شعبہ کے لئے اصول عطا فرمائے ہیں۔

گیارہویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اس کتاب کی مزاجی خصوصیت کو ثواب و عذاب انعام و عتاب اور رحمت و عقاب کے بین بین رکھا ہے اس لئے یہ مایوس ہونے دیتا ہے نہ امید کا دامن چھڑواتا ہے۔ اگر ایک وقت خوف کے سائے پڑنے لگتے ہیں تو معاً دوسرے وقت رجاء اور امید سے دل کو سہارا ملنے لگتا ہے۔

بارہویں وجہ اعجاز یہ ہے کہ اللہ ﷻ اس کتاب کو دوسری سابقہ کتابوں کے لئے ناسخ قرار دیا اور کتب سابقہ کے اساطیری بیانات کی صحت و عدم کا معیار قرار دیا جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

”إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝“

(نپ اہل ۷۶)

”بے شک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے بنی اسرائیل سے اکثر وہ باتیں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔“

(ترجمہ کنزالایمان)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلی چار وجوہ اعجاز قرآن میں ایسی ہیں جن پر اعتماد کیا گیا ہے اور باقی وجوہ قرآن کی خصوصیات میں بیش بیش ہیں بقیہ خصائص قرآن سے یہ ہے کہ اس کا نزول سات حروف (فت) پر ہوا ہے اور یہ کہ اس کا نزول ٹکڑے ٹکڑے اور تھوڑا تھوڑا ہوا ہے اور یہ کہ قرآن حفظ کے لئے بہت آسان کیا گیا ہے۔ (بہت آسانی سے حفظ ہو جاتا ہے) دیگر تمام کتابیں ان تین خصوصیتوں سے عاری ہیں میں نے پہلی دو خصوصیتوں کو تفصیل کے ساتھ الاقان میں بیان کیا ہے ان میں سے کچھ حصہ ان خصائص کے بیان میں پیش کرتا ہوں جن کی وجہ سے حضور ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز ہیں۔

قرآن پاک کے اعجاز کی جو وجوہات ذکر کی گئیں ان میں تیسری چوتھی پانچویں چھٹی وجوہات مخصوص آیات سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ باقی وجوہات عام میں اور ان کا تعلق ہر آیت سے ہے اور تقریباً ان ستر ہزار کو آٹھ وجوہ میں ضرب دی جائے یا ان آٹھ وجوہ میں اول کی دو وجوہ پر ضرب دو یا

ساتویں آٹھویں اور نویں وجوہ اور معرفت سے اگر ضرب دیا جائے تو معجزات کی یہ تعداد لاکھوں پر پہنچے گی اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ پہلی دو وجوہ کے اعتبار سے قرآن کے معجزات سے واقف ہو تو وہ ہماری کتاب الاتقان ملاحظہ کرے پھر ہماری کتاب اسرار التنزیل کا بغور مطالعہ کرے ان دونوں کتابوں میں قاری اس سلسلہ میں سنتا جائے گا کہ اس کی تشنگی دور ہو جائے گی۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن پاک کے اس انداز کو جان لینے کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ بلاشبہ ہزار یا دو ہزار پر ان کا حصر نہیں بلکہ وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان کو احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کی ایک سورہ کے ساتھ تحدی فرمائی تو وہ ایک سورہ کے لانے میں عاجز رہ گئے۔ قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی سورۃ الکوتر ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے دس کلمات میں ہر کلمہ اپنی جگہ ایک مستقل معجزہ ہے اور پوری کتاب اللہ ۹۳۴ میں ۷۷ کلمات ہیں تو صرف انشاء و عبارت کے لحاظ سے کلمات مذکور کے مطابق اتنے ہی تعداد میں معجزات ہوئے۔

مجھے یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ میں نے قرآن کی ایک آیت مبارکہ سے ۱۲۰ انواع بلاغت نکالی ہیں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر قرآن کریم چڑے میں ہو تو اسے آگ نہیں کھائے گی۔ ابن اثیر نے بیان کیا کہ بعض علماء کا قول ہے کہ قرآن کریم کا یہ معجزہ صرف زمانہ رسالت میں تھا۔

نزول وحی کے موقع پر ظہور معجزات

ابن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب المصاحف“ میں ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جبریل علیہ السلام کی مناجات جو نبی کریم ﷺ کے لئے ہوتی، سنا کرتے تھے اور وہ ان کو نظر نہ آتے تھے۔

امام احمد ترمذی، نسائی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بہ سند جید حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو ہم شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی مانند آواز سنا کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے چہرے کے قریب سے یہ آواز سنی جاتی۔ شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول

اللہ ﷺ سے حارث بن ہشام ؓ نے پوچھا کہ آپ ﷺ پر وحی کس طرح نازل ہوتی ہے؟
فرمایا میرے پاس کبھی گھنٹی کی سی آواز آتی ہے اور یہ کیفیت مجھ پر بہت سخت گزرتی ہے۔
پھر وہ زائل ہو جاتی ہے اور فرشتہ جو کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں۔ کبھی فرشتہ انسانی صورت میں آ کر مجھ
سے کلام کرتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے سخت سردی کے دن حضور ﷺ
پر وحی نازل ہوتے دیکھی تو آپ ﷺ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا تھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسلمہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ میرے
پاس وحی دو طرح پر آتی ہے۔ ایک فرشتے کے ذریعہ دوسرے آواز کے ذریعہ جو مثل گھنٹے کی آواز کے
ہوتی ہے مگر یہ صورت مجھ پر گراں گزرتی ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نزول وحی کے
وقت بوجھ محسوس کرتے تھے اسی لئے ارشاد باری ہے:

”إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا“

(پہلے ۲۹ لہجہ)

”بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے“

(ترجمہ کنز الایمان)
ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید بن ثابت ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ پر جب وحی
نازل ہوتی تو آپ ﷺ اس کا بوجھ محسوس فرماتے اور پیشانی پر پسینہ نمودار ہو جاتا خواہ سردی کا موسم
ہو۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن ثابت ؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ جب
رسول اللہ ﷺ کی وحی لکھا کرتا تھا جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو شدید لرزہ لاحق ہو جاتا اور
آبدار موتی کی مانند پسینہ آ جاتا۔ پھر جب یہ کیفیت رفع ہو جاتی تو حضور ﷺ وحی لکھواتے اور میں اس
کو تحریر کرتا۔

جب میں وحی کی کتابت سے فارغ ہو جاتا تو قرآن کریم کے بوجھ سے مجھے اپنے پاؤں
ٹوٹے معلوم ہوتے حتیٰ کہ میں خیال کرتا کہ اب میں کبھی چلنے کے قابل نہ رہوں گا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: کہ رسول
اللہ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کے رنگ کے تغیر سے لوگ پہچان لیتے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ
ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرہ انور اور جسم مقدس کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور آپ ﷺ کے
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گفتگو سے رک جاتے اور آپ ﷺ خود بھی کسی سے گفتگو نہ فرماتے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نزول وحی کے وقت اگر رسول اکرم ﷺ اونٹنی پر سوار ہوتے تو بار وحی سے اونٹنی گردن ڈال دیتی تھی۔ احمد و طبرانی و بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی آپ ﷺ اس پر سوار تھے کہ سورہ مائدہ نازل ہوئی تو قریب تھا کہ اونٹنی کے بازو بار وحی سے ٹوٹ جائیں۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ پر جب نزول وحی ہوتا تو ہم میں سے کسی میں مجال نہ ہوتی کہ حضور ﷺ پر نظر ڈال سکیں۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھا

امام احمد ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ ان کی اصل صورت میں دیکھا۔ پہلی مرتبہ خود حضور ﷺ کے کہنے پر جبریل علیہ السلام نے خود کو دکھایا اور وہ عظیم جسامت سے افق کو گھیرے ہوئے تھے اور دوسری مرتبہ شب معراج میں آپ ﷺ نے ان کو سدرۃ المنتہی کے پاس دیکھا۔

شیخین (امام بخاری و مسلم) رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو اپنی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔ آپ نے ان کو دیکھا کہ وہ آسمان سے زمین کی طرف اتر رہے ہیں اور ان کی خلقت عظیم نے زمین و آسمان کو گھیر لیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کی ہے۔ اس میں اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام سندس (ریشی) لباس میں ملبوس تھے۔ جس پر موتی اور یاقوت جڑے تھے۔

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو بازو موتیوں کے تھے اور انہوں نے مور کی مانند اپنے بازوؤں کو پھیلا یا ہوا تھا۔

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو سبز خلتے میں دیکھا اس وقت انہوں نے زمین و آسمان کو گھیر لیا تھا۔

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ ان کے دونوں پاؤں سدرہ پر معلق تھے۔

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شرح بن عبید اللہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے جب آسمان پر صعود فرمایا تو آپ نے جبریل علیہ السلام کو ان کی تخلیقی صورت میں دیکھا۔

ابن سعد اور نسائی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جبریل علیہ السلام وحیہ کلبیہ کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے اور طبرانی رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی اس میں من مزید یہ بھی ہے کہ حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ بہت حسین و جمیل شخص تھے۔

نبوت کے مکی دور سے متعلق معجزات

ابن ابی شیبہ، ابویعلیٰ، دارمی، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بطریق اعمش رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اہل مکہ نے بعثت کے بعد رسول اللہ ﷺ پر بہت شدائد کئے۔

ایک بار آپ ﷺ ان کے گستاخانہ رویے اور نازیبا حرکات سے خون میں تر مکہ سے باہر تشریف فرما تھے کہ جبریل امین علیہ السلام آئے اور پرستش احوال کے بعد کہا اے محمد (ﷺ) اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ اسی وقت آپ کے ایک معجزے کا ظہور ہو تو آپ فلاں درخت کو حکم دیجئے کہ وہ آپ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے اس کو اپنے پاس بلایا اور درخت حکم ملتے ہی آپ کے قریب آ گیا! جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اب حکم دیجئے کہ وہ اپنی جگہ لوٹ جائے آپ ﷺ نے اس درخت کو حکم دیا وہ فوراً اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین مکہ کے معاندانہ رویہ اور تکذیب سے رنجیدہ ہو کر ایک روز پہاڑ کی گھاٹی کی جانب چلے گئے اور اللہ ﷻ سے سکون قلب کے لئے دعا کرنے لگے۔ رب العزت نے وحی کی کہ سامنے والے درخت کی کسی بھی ٹہنی کو آپ ﷺ اپنی طرف بلائیں پس حضور ﷺ نے ایک ٹہنی کو طلب کیا اور وہ درخت سے منقطع ہو کر سامنے آ گئی اس کے بعد فرمایا ویسے ہی اپنے مقام پر درست ہو جا۔ تو اس نے تعمیل کی اور لوٹ کر اپنے مقام پر پیوست ہو گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی طبیعت میں انبساط پیدا ہو گیا اور آپ نے فرمایا: اب مجھے ان کے جھٹلانے کی پرواہ نہیں۔

بکری کے چھوٹے بچے سے حضور ﷺ کا دودھ نکالنا

طیالسی، ابن سعد، ابن ابی شیبہ رحمہم اللہ وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میرا ابھی بچپن ہی تھا اور ابن ابی معیط کی گھاٹی میں بکریاں چرا رہا تھا تو حضور ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

دونوں مشرکوں کی افیت سے بچ کر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تمہارے پاس پلانے کے لئے کچھ دودھ ہے؟ میں نے کہا میں امانت دار ہوں۔ فرمایا تمہارے کوئی ایسی بکری ہے جس کی عمر کم اور زمانہ دودھ دینے کا نہ ہو؟ میں نے اقرار میں جواب دیا اور پھر ایک مادہ بچہ جو قدرے بڑا تھا لا کر دیا تو حضرت ابو بکر ؓ نے اس کے پیر باندھے پھر حضور ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی تو اس کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ پھر حضرت صدیق ؓ کا سہ لے کر آئے اور حضور ﷺ نے اس بچے سے دودھ نکالا اور دونوں حضرات نبی اکرم ﷺ اور صدیق اکبر ؓ نے خود بھی دودھ پیا مجھے بھی پلایا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: اے دودھ اتر جا، تو وہ اتر گیا۔

حضرت خالد بن سعید بن العاص ؓ کا خواب

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ نے محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن عثمان ؓ سے روایت کی کہ حضرت خالد بن سعید ؓ متقدمین اسلام سے تھے۔ ان میں قبول اسلام کا جذبہ پیدا ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ جہنم کے کنارے کھڑے ہیں پھر انہوں نے جہنم کی وسعت بیان کی جس کو خدا ہی خوب جانتا ہے انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے والد انہیں جہنم میں دھکیل رہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ دخول جہنم سے روک رہے ہیں۔ وہ خوف زدہ ہو کر بیدار ہوئے اور کہا کہ یہ خواب برحق ہے۔

پھر وہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے پاس آئے اور ان سے بیان کیا کہ میں نے اس طرح کا خواب دیکھا ہے۔ حضرت صدیق ؓ نے جواب دیا: ”اللہ ﷻ کے رسول ﷺ تمہاری بھلائی کے خواستگار ہیں، تم ان سے رجوع کرو۔“ پس وہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: ”آپ ﷺ کس امر کی دعوت دیتے ہیں۔“

حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ ﷻ کی طرف بلاتا ہوں کہ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، تم جن پتھروں کی پرستش میں مبتلا ہو اس سے باز آ جاؤ کیونکہ وہ پتھر نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ وہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع وہ تو اتنا بھی نہیں جانتے کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں۔

یہ سن کر حضرت خالد ؓ ایمان لے آئے جب حضرت خالد ؓ کے والد کو معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے نے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے تو اس نے حضرت خالد ؓ پر طرح طرح کی سختیاں کیں اور ان کو ڈرایا دھمکایا اور کہا کہ آج سے میں تم کو کھانے پینے کو کچھ نہیں دوں گا۔ حضرت خالد ؓ نے کہا کہ

مجھے تمہارے رزق کی کچھ پروا نہیں اللہ ﷻ مجھے اتنا رزق دے گا کہ میں اس سے زندگی گزار لوں گا اور تم سے سوال نہ کروں گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے صالح بن کیسان ﷺ سے روایت کی کہ حضرت خالد بن سعید ﷺ نے بیان کیا کہ میں نے ظہور نبوت و اسلام سے پہلے خواب میں دیکھا کہ مکہ اور اس کے اطراف کو گہری تاریکی نے ڈھانپ لیا ہے۔ صرف اطراف ہی نہیں بلکہ اس کی تاریکی میں زمین و آسمان تک پوشیدہ ہو گئے ہیں اچانک زمزم سے نور افشاں قندیل بلند ہونی شروع ہوئی۔ جتنا وہ نور قندیل بلند ہوتا جاتا اتنی ہی اس کی چمک بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ مجھے سب سے پہلے اس کی روشنی میں بیت اللہ نظر آیا پھر اس علاقے کی ساری اشیاء پہاڑ عمارات اور نباتات پھر وہ منظر اور وسیع ہوا اور مجھے مدینہ کے نخلستان ایسے روشن نظر آئے کہ میں ان پر نیم پختہ کھجوریں دیکھ رہا تھا۔ پھر کسی کہنے والے نے اس روشنی کے درمیان سے کہا:

سُبْحَانَهُ سُبْحَانَهُ تَمَّتِ الْكَلِمَةُ وَ هَلَكَ
ابْنُ مَارِدٍ بِهَضْبَةِ الْحَصَاءِ بَيْنَ أَذْرَجٍ
وَالْأَكْمَةِ
پاک ہے وہ ذات پاک ہے وہ ذات کلمہ پورا
ہوا اور ابن مارڈ ادرج و اکمہ کے درمیان ہضبتہ
الحصاء میں ہلاک ہوا۔

خالد ﷺ نے اپنے بھائی عمرو بن سعید سے اپنا یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ تم نے یہ عجیب و غریب خواب دیکھا ہے میرا خیال ہے کہ روشن قندیل عبدالمطلب کے گھرانے سے نمایاں ہوگی کیونکہ چاہ زمزم انہی کی تحویل میں ہے اور تم نے اس نور کو چاہ زمزم سے نکلتے دیکھا ہے۔ اس روایت کو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے الامزاد میں بیان کیا ہے۔ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ چند الفاظ کے تغیر کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ کا خواب

ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا۔

میں نے قبول اسلام سے تین روز قبل خواب دیکھا کہ ”میں ایک تاریک اور اندھیرے ماحول میں ہوں کہ دفعۃً مجھے چاند کی روشنی نظر آئی۔ میں اس روشنی کے پیچھے چلا میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ اس تک پہنچنے میں مجھ سے سبقت حاصل کر چکے ہیں۔ پھر میں ان لوگوں سے نزدیک ہوا تو میں نے پہچانا ان میں زید بن حارثہ ﷺ علی بن ابی طالب ﷺ اور ابو بکر صدیق ﷺ نظر آئے۔ میں نے

ان حضرات سے دریافت کیا تم اس جگہ کب آئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ چاند کے روشن ہوتے ہی ہم اس تک پہنچ گئے۔

پھر کچھ ہی دن ہوئے تھے میں اطلاع پا کر ایک روز اجیاد کی وادی میں حضور ﷺ سے ملا اور پوچھا کہ آپ کی دعوت کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کی توحید اور اپنی رسالت کی دعوت۔ میں نے اس کو قبول کیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر داخل اسلام ہو گیا۔

حضور ﷺ کا ایک صاع مقدارِ طعام سے چالیس افراد کو شکم سیر ہو کر کھانا کھلانا

ابن اسحاق اور بیہقی نے رحمہما اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آیت کریمہ **وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ** (پ۱۹ الشعراء) اور محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ (ترجمہ کنز الایمان)۔ نازل ہوئی تو اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”ایک بکری کے پائے اور ایک صاع غلہ کا طعام تیار کرو اور ایک قدح دودھ بھی رکھو پھر اقرباء یعنی اولاد عبدالمطلب کو بلا لو۔“ تو میں نے تعمیل کی اور وہ سب آ گئے۔ جن کی تعداد ۲۹، ۴۰ یا ۴۱ تھی۔ ان لوگوں میں حضور ﷺ کے چچا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابولہب بھی موجود تھے میں نے ان کے سامنے گوشت کا بڑا پیالہ رکھا۔ حضور ﷺ نے اس میں سے ایک بوٹی لی اور دانتوں سے توڑ کر پیالے میں بکھیر دی اور فرمایا: بسم اللہ کر کے شروع کیجئے۔ تو سب مہمانوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا مگر کھانا تقریباً ویسا ہی موجود اور باقی تھا۔ اس کے بعد فرمایا: علی رضی اللہ عنہ! سب کو دودھ پلاؤ تو میں نے پیالہ لیا جس میں سے سب نے سیر ہو کر پیا۔ حالانکہ وہ دودھ مقدار میں صرف ایک شخص کے لئے کافی تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے دعوت اسلام پیش کی۔

پانی کا زمین سے جوش زن ہونا

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو بیان کیا کہ ابوطالب نے کہا۔ میں ذی الحجاز میں محمد (ﷺ) کے ساتھ تھا کہ مجھے پیاس لگی۔ میں نے کہا مجھے پیاس لگی ہے۔ تو حضور ﷺ نے اونٹنی کو بٹھایا اس پر سے اترے اور پیچھے کی طرف چند قدم چل کر جھکے وہاں پانی تھا۔ مجھ سے کہا چچا پانی پیجئے اور میں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔

ابوطالب کی صحت کے لئے حضور ﷺ کا دعا کرنا

ابن عدی بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابوطالب کی بیماری

میں رسول اللہ ﷺ نے ان کی عیادت فرمائی اور ابوطالب کی خواہش پر دعا بھی کی: ”اے اللہ ﷻ! میرے چچا کو صحت اور شفاء عطا فرما۔“ تو ابوطالب اُٹھ کھڑے ہوئے اور بیماری کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ ابوطالب نے کہا: اے بھتیجے! تمہارا مبعود تم پر بہت مہربان ہے۔ آپ نے جواب دیا: اے چچا اگر تم بھی اسی مبعود کی بندگی اختیار کر لو تو یقیناً تم بھی مہربانی فرمائے گا۔

(اس حدیث کی روایت میں ٹیم منفرد ہیں اور وہ ضعیف مانے جاتے ہیں)

حضور ﷺ کے وسیلے سے ابوطالب کا دعائے استسقاء کرنا

ابن عسا کر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں جہلمہ بن عرفطہ سے روایت کی کہ میں مسجد حرام پہنچا تو وہاں قریش کو شور مچاتے سنا وہ بارش کی دعا مانگ رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا: لات وعزیٰ سے مدد مانگو اور کسی نے کہا منات سے یہ سن کر ایک پیر سال، خوب رو اور تجربہ کار شخص نے کہا۔ ابوطالب نہیں ہے اس کے پاس چلو چنانچہ وہ سب اور میں بھی ان کے ہمراہ ابوطالب کے گھر پر پہنچے آواز دی تو ابوطالب زرد چادر گردن میں لپیٹے باہر نکلے لوگوں نے کہا:

”اے ابوطالب! وادیاں خشک ہو گئیں، جانور دُبلے ہو گئے۔ چلو بارش کی دعا مانگیں۔“ ابو طالب نے کہا زوالِ آفتاب اور ہوا کے ٹھہرنے تک رُکو۔ پھر ابوطالب ایک بچہ کو ہمراہ لے کر نکلے انگلی پکڑی اور بچہ کی پشت کو خانہ کعبہ سے ملا کر کھڑا کیا اور طلب بارش کی دعا کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں صاف مطلع ابر آلود ہو گیا اور موسلا دھار بارش سے وادیاں، تالاب اور آبی ذخیرے بھر گئے۔“

باغات اور کھیت سرسبز ہو گئے۔ اس موقع پر ابوطالب نے کہا۔

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثَمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِأَزَامِلِ

یعنی آپ ﷺ کی ذات ایسی برکت والی ہے کہ آپ کے چہرے سے بادل پانی کا خواستگار ہوتا ہے۔ آپ یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کی عصمت (کے محافظ) ہیں۔

تُطِيفُ بِهِ الْهَلَاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَفَضَائِلِ

ہاشم کی بھونکی پیاسی اولاد آپ ﷺ کو گھیرے رہتی ہے۔ وہ لوگ آپ ﷺ کے دامن میں نعمت و فضائل (دیکھتے) ہیں۔

وَمِيزَانُ عَدْلٍ لَا يَسْحَسُ شَعِيرَةً وَوَزَانُ صَدَقٍ وَزْنُهُ غَيْرُ هَاسِلِ

اور آپ ﷺ میزانِ عدل ہیں کہ ایک جو برابر کم و بیش نہیں تولتے اور آپ سچائی کا وزن کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کی تول کسی طرف جھکتی نہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (سید الشہداء) کا حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھنا

ابن سعد و بیہقی رحمہما اللہ نے روایت کی کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے جواب دیا: ”چچا! آپ میں ان کو دیکھنے کی تاب نہیں۔“ انہوں نے عرض کیا:

”درست ہے بایں ہمہ ان کو مجھے دکھائیے ضرور۔“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”بیٹھ جائیے۔“ لہذا وہ بیٹھ گئے۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس لکڑی پر اترے جو کعبہ میں نصب تھی اور مشرکین طواف کے وقت اس پر کپڑے ڈالا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

چچا جان اپنی نگاہیں اوپر اٹھائیے تو انہوں نے نگاہ اٹھائی اور دیکھا کہ ان کے دونوں پاؤں سبز زبرجد کی مانند ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بیہوش ہو گئے۔

حضور ﷺ کا معجزہ شق القمر

اللہ ﷻ فرماتا ہے: اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۚ (پ: اقرا)

”پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند“ (ترجمہ کنز الایمان)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو حضور ﷺ نے دو مرتبہ چاند کے ٹکڑے کر کے انہیں دکھائے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی چاند دو ٹکڑے ہوا، ہم اس وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے اور دوسرا ٹکڑا آگے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم گواہ رہو۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا مکہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو مشرکین مکہ نے کہا: یہ جادو ہے جو تم پر کیا گیا ہے۔ پھر انہوں نے اطراف و جوانب کے مسافروں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا قمر کو شق ہوتے تو ہم نے بھی دیکھا ہے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد سعادت میں شق القمر ہوا۔

بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تو ہم بہ عہد رسالت مکہ میں تھے۔ کافروں نے کہا ہم پر حضور ﷺ نے جادو کیا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عطاء رضی اللہ عنہ اور ضحاک رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت

کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس مشرکین مکہ مجتمع ہو کر آئے اور کہا: ”اگر آپ ﷺ سچے ہیں تو ہمیں چاند کے اس طرح دو ٹکڑے کر کے دکھائیں کہ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر ہو اور دوسرا ٹکڑا جبل قعقعاں پر ہو۔ اور وہ رات چودھویں کی تھی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب سے دعا کی کہ کفار جس چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں اے میرے رب ﷻ! اس کو پورا کر دے بحکم ایزدی پھر چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ آدھا جبل ابوقبیس پر اور آدھا جبل قعقعاں پر تھا، حضور ﷺ نے فرمایا: تم گواہ ہو۔

علماء کرام نے شق القمر کو معجزہ عظیم قرار دیا ہے اور اس کو برہان نبوت کی اعلیٰ ترین نشانی قرار دیا ہے اور کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات میں کوئی معجزہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔

اللہ ﷻ نے حضور ﷺ کو دشمنان دین کے شر سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا

ترمذی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اپنی حفاظت کے لئے دربانوں کو مقرر فرمایا کرتے تھے اور جب آیہ کریمہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (پالمائدہ ۶۷) ”اور اللہ تعالیٰ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے۔“ (ترجمہ کنز الایمان) نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے اپنے قبہ سے سر مبارک نکال کر پاسبانوں سے فرمایا: اے صاحبو! اب تکلف نہ کرو کیونکہ میرے رب نے حفاظت کا وعدہ فرمالیا ہے۔

احمد، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے جعدہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھی کہ ایک شخص کو لایا گیا اور اس کے بارے میں بتایا کہ یہ آپ کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے، پھر حضور ﷺ نے اس سے کہا: ”تم مطلق خوف نہ کرو اگر واقعی تمہارا ارادہ یہی ہے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ ﷻ تم کو مجھ پر غلبہ نہ دے گا۔“

حضور ﷺ کی ابو جہل کی بداندیشیوں سے معجزانہ طور پر حفاظت

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابو جہل نے لوگوں سے پوچھا کیا محمد (ﷺ) تمہارے سامنے اپنے چہرے کو گرد آلود کرتے ہیں؟ لوگوں نے بتایا ہاں۔ اس نے کہا قسم ہے لات وعزیٰ کی اگر میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا تو ضرور ان کی گردن مروڑ دوں گا یا ان کے چہرے کو خاک آلود کر دوں گا۔

تو ایک روز ابو جہل حضور ﷺ کو مصروف نماز دیکھ کر آیا اور آپ ﷺ کی گردن مبارک کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ حضور ﷺ کے قریب بھی نہ پہنچا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے خود کو بچاتا ہوا لٹے

قدم لوٹا لوگوں نے پوچھا: کیوں کیا حال ہے؟ اس نے بتایا میں نے اپنے اور محمد (ﷺ) کے درمیان آگ سے پُر خندق حائل دیکھی۔ اس بارے میں آپ (ﷺ) نے فرمایا اگر ابو جہل میرے قریب آ جاتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو الگ کر ڈالتے اس موقع پر اللہ (ﷻ) نے یہ سورہ مبارکہ نازل فرمائی: کَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّاظٍ (پہا اعلق ۶) ”ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے۔“ (ترجمہ کنزالایمان)

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی کہ ابو جہل نے کہا: اے گروہ قریش! محمد (ﷺ) جس دین کی دعوت دے رہے ہیں اسے تم دیکھ ہی رہے ہو وہ ہمارے دین کو باطل، آباء و اجداد کو گمراہ اور ہم سب کو عقل سے کورا کہتے ہیں۔ میں اپنے معبودوں سے عہد کرتا ہوں کہ کل دوران نماز ایک بڑا پتھر ان کے سر پر ماروں گا۔ پس وہ دوسرے روز پتھر لے کر بیٹھ گیا۔ جب آپ سجدہ کے لئے جبین مبارک رکھ رہے تھے کہ ابو جہل بڑھا اور قریب تھا کہ وہ سر پر پتھر مار دے کہ دفعۃً وہ چیختا چلاتا ہوا دہشت زدہ ہو کر بھاگا۔ قریش نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک نر اونٹ کے مشابہ جانور جو انتہائی خوفناک تھا مجھے نکلنے کے لئے میری جانب بڑھا۔ یہ بات حضور (ﷺ) سے بیان کی گئی تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: ابو جہل کو ڈرانے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے اگر وہ کچھ اور میرے قریب ہو جاتا تو اس کو ختم کر دیا جاتا۔

بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بھی مذکورہ بالا حدیث کی مثل حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی ہے جس میں قدرے تفصیل اور جملہ مختلف ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے نماز میں اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ کی قرأت کی اور جب حضور اکرم (ﷺ) ابو جہل کی مذمت والی آیت کَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّاظٍ پر پہنچے تو کسی شخص نے ابو جہل سے کہا کہ یہی تو محمد (ﷺ) ہیں۔ ابو جہل نے کہا کہ اے شخص جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس کو تم نہیں دیکھ رہے ہو، مجھ پر سارا افتخار گھر گیا ہے۔

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے عبد الملک بن ابوسفیان ثقفی سے روایت کی کہ ایک نووارد بدوی پہلی بار شہر مکہ میں آیا۔ ابو جہل نے غریب کا اونٹ ہتھیا لیا اور کوئی قیمت بھی ادا نہ کی وہ قریش کی مجلس مشاورت میں کسی طرح پہنچ گیا اور کہا اے سردارو! مجھ غریب مسافر کو اونٹ کی قیمت دلا دو۔ قریشی ندوہ کے سامنے ہی حرم کے ایک گوشے میں حضور (ﷺ) نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے فتنہ پرداز کے جذبہ کی تسکین کی خاطر آپ (ﷺ) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس مظلوم صحرائی سے جواب میں کہا:

”مظلوموں کے مددگار وہ بیٹھے ہیں جا اور ان سے مدد مانگ۔“

بے چارہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور ماجرا بیان کرنے لگا۔ پس حضور ﷺ مدد کے لئے کھڑے ہو گئے اور بدوی کو ساتھ لے کر ابو جہل کے گھر پہنچے۔ آواز دی وہ باہر آیا۔ آپ نے اس کا حق ادا کرنے کو کہا اور ابو جہل نے غیر معمولی عجلت کے ساتھ اس کو قیمت ادا کر دی۔

قرشیوں نے جو اپنے خیال میں تماشا دیکھنے ندوہ سے یہاں آ گئے تھے ابو جہل کے اس رویہ پر ملامت کی۔ اس نے کہا تمہارا برا ہو بڑی حیرت ہوئی میں بچ گیا کیونکہ ایک عظیم الجثہ خوفناک اور بڑے زبردست جثروں والا جانور مجھے نکل جاتا۔

حضور ﷺ کا عورت بنت حرب کی نظروں سے پوشیدہ ہو جانا

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا (پانی اسرائیل ۳۵)

اور اے محبوب تم نے قرآن پڑھا اور ہم نے تم پر اور ان میں کہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ (پ ۲۲ یسین ۹)

اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سو جھتا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

ابو یعلیٰ ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب سورہ تبت یذا ابی لہب (پ ۳۰) نازل ہوئی تو عوراء بنت حرب آئی وہ شدید غضبناک تھی اس کے ہاتھ میں پتھر تھا۔ اس وقت حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسجد حرام میں تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی تو آپ نے حضور ﷺ کو بتایا آپ نے جواب دیا وہ مجھ کو نہ دیکھ سکے گی۔ چنانچہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑی ہوئی اور کہا:

”اے عبد الکعبہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے آقا میری مذمت کرتے ہیں؟“

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: ”میرے آقا نہ شعر کہتے ہیں اور نہ شعر پڑھتے ہیں۔“ یہ سن کر وہ لوٹ گئی اور حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکی باوجود یہ کہ حضور ﷺ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے۔

اسی روایت کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند میں روایت کیا ہے اس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب کے سلسلے میں ہے کہ ”آپ نے جواب دیا: میرا آقا پیشوا شاعر ہے نہ شعر کہتا ہے۔“

اللہ ﷺ کا حضور ﷺ کو بنی مخزوم کے شر سے بچانا

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قول باری تعالیٰ ”وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا“ کی تفسیر میں فرمایا کہ جن لوگوں کے آگے اللہ نے پردہ ڈالا وہ قریش مکہ ہیں۔ اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم نے ان کی آنکھوں کو ڈھانپ لیا اس وجہ سے حضور ﷺ کو نہیں دیکھ سکے۔ اس سے متعلق واقعہ یہ ہے کہ

بنی مخزوم کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف مشورہ کیا کہ آپ ﷺ کو قتل کرنے کی ذمہ داری کون شخص قبول کرتا ہے۔ ان مشورہ کرنے والوں میں ابو جہل اور ولید بن مغیرہ بھی تھا۔ اسی دوران رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ کفار نے آپ کی قرأت سنی تو ولید کو بھیجا کہ وہ حضور ﷺ کو قتل کرے۔ وہ آیا مگر حضور ﷺ کی آواز تو نہ سن سکا۔ لہذا وہ واپس ہو گیا اور دوسرے ساتھیوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد وہ سب مل کر آئے اور اس جگہ پہنچے جہاں پر حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے وہ آواز اپنے صوتی مقامات بدلتی رہی اور کافر مرکز آواز پر آگے پیچھے دائیں بائیں پھرتے رہے مگر حضور ﷺ نظر نہ آئے۔ اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب ”وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ“ (پ ۲۲، ص ۹) یہی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو نضر کے شر سے بچانا

واقدی والو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نضر بن حارث رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیتا اور آپ سے تعرض کرتا تھا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ شدید گرمی میں دوپہر کے وقت قضائے حاجت کے ارادہ سے تشریف لے گئے اور آپ حسب عادت بہت دور نکل گئے تو نضر بن حارث نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور تنہا سمجھ کر برے ارادے سے حضور ﷺ کے قریب پہنچا ہی تھا کہ پھر سراسیمہ ہو کر لوٹا راہ میں ابو جہل مل گیا، پوچھا نضر کہاں سے آرہے ہو؟ نضر نے جواب دیا: ”میں نے محمد ﷺ کا تعاقب کیا تھا اور ارادہ تھا کہ قتل کر دوں گا کہ اچانک چند شیر منہ کھول کر میری طرف تیزی سے بڑھے اور میں خوف زدہ ہو کر پلٹ آیا۔“

ابو جہل سنتا رہا اور پھر بولا: یہ ان کا جادو ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو حکم کے شر سے بچانا

طبرانی، بیہقی ابن مندہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے یہ طریق قیس رضی اللہ عنہ روایت کی کہ بنت حکم رضی اللہ

عہدہ نے کہا کہ مجھے والد نے بتایا۔ اے بیٹی میں تم کو وہ بات بتاتا ہوں جس کو میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن ہم نے حضور ﷺ کو پکڑ لینے کا ارادہ کیا تو ہم اس ارادہ سے آپ ﷺ کی طرف گئے لیکن ہم نے ایک بڑی خوفناک آواز سنی جس سے ہم نے گمان کیا کہ تہامہ کا کوئی پہاڑ پھٹے بغیر نہ رہا ہوگا۔ ہم پر غشی طاری ہو گئی جب ہماری حالت درست ہوئی تو حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس تشریف لے جا چکے تھے۔

دوسری شب ہم نے پھر ارادہ کیا۔ جب ہم نے حضور ﷺ کو آتے دیکھا تو ہم بھی حضور ﷺ کی طرف بڑھے لیکن ہم نے دیکھا کہ صفا اور مردہ بھی اپنی جگہ سے چلنے لگے اور دونوں ایک دوسرے سے مل گئے اور ہمارے درمیان حائل ہو گئے اور خدا کی قسم ہمارے اذیت رسانی کے ارادے کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے ہمیں اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور اسلام میں داخل ہونے کی سعادت بخشی۔

حضور ﷺ نے معجزانہ طور پر رکانہ پہلوان کو زیر کر دیا

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ طریق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے رکانہ بن عبد یزید کو دعوت اسلام دی تو اس نے کہا اے محمد (ﷺ) مجھے اسلام کی صداقت میں شبہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے رکانہ اگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا تو اسلام کو حق سمجھ کر قبول کر لے گا۔ رکانہ نے جواب دیا بے شک۔

رکانہ کا یہ جواب سن کر حضور ﷺ عرب کے اس نامور پہلوان سے جس کو آج تک کسی نے نہیں پچھاڑا تھا کشتی لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور بہت جلد رکانہ کو کشتی میں پچھاڑ دیا۔ رکانہ نے کہا اے محمد (ﷺ) یہ تو اتفاقہ طور پر جیت گئے لہذا دوبارہ مقابلہ ہونا چاہئے۔

حضور ﷺ نے دوبارہ کشتی کی اور پھر رکانہ کو پچھاڑ دیا۔ اس کے بعد وہ یہ کہتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا کہ ”یہ جادوگر ہیں اور ان کا جادو بڑا پر زور ہے۔“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے رکانہ بن عبد یزید سے روایت کی اور رکانہ کا اس زمانے کے بڑے پہلوانوں میں شمار ہوتا تھا۔ اس نے کہا میں اور رسول اللہ ﷺ ابوطالب کے ریوڑ کے ساتھ موجود تھے سب سے پہلے جو بات میں نے دیکھی یہ تھی کہ: ”ایک دن حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ کشتی کرو گے؟“

میں نے جواب دیا: ”کیا آپ ﷺ میرے ساتھ کشتی کرنے پر تیار ہیں؟“ آپ نے

کہا: ”ہاں تیار ہوں۔“ میں نے کہا: ”کس شرط پر؟“ جواب میں فرمایا: ”ایک بکری پر۔“ پس میں نے کشتی کی اور آپ نے مجھے پچھاڑ دیا اور ایک بکری مجھ سے وصول کی۔ اس کے بعد تبسم آمیز لہجے میں فرمایا:

”رکانہ! کیا دوبارہ کشتی کرنے کی ہمت ہے؟“ میں نے کہا: ”ہاں“ پھر کشتی ہوئی اور آپ نے پھر پچھاڑ دیا اور مجھ سے ایک اور بکری لے لی۔ میں نے پاس نظریں دوڑائیں تو حضور ﷺ نے پوچھا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے جواب دیا دیکھ رہا ہوں کہ کوئی چرواہا ہماری کشتی کو دیکھ کر حیرت تو نہیں کر رہا ہے؟

حضور ﷺ نے پوچھا: ”کیا تیسری بار پھر کشتی لڑو گے؟“ میں نے کہا تیار ہوں۔ پھر ہم دونوں نے کشتی کی اور مجھے پھر ہار ہو گئی اور مجھ کو تیسری بکری اور دینی پڑی۔

اب میں اپنی کمتری کے احساس اور بکریوں کے مزید نقصان کی بنا پر فکر مند ہو کر بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: ”رکانہ! کیا بات ہے؟“ میں نے جواب دیا: ”مجھے اس بات کی فکر ہے کہ عبد یزید اپنے باپ سے کیا کہوں گا کیونکہ تین بکریاں آپ کو دے چکا ہوں اور مزید فکر یہ ہے کہ میرا گمان تھا کہ میں قریش میں سب سے زیادہ قوی ہوں۔“ میرے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

”کیا تم چوتھی بار مقابلہ کی ہمت کرو گے؟“ میں نے عرض کیا: ”نہیں اب بے سود ہے۔“ اس پر آپ ﷺ نے کہا: ”میں تیری تینوں بکریاں لوٹائے دیتا ہوں۔“ پھر آپ نے میری بکریاں واپس کر دیں۔ اس کے بعد آپ نے بحکم خداوندی نبوت کا اعلان فرمایا۔ جس کو سن کر میں حاضر ہوا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا اور میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اس دن مسلسل میری ہار ایسی عظیم اور برگزیدہ ہستی کے مقابلے پر یقینی اور ناگزیر تھی۔

وہ واقعات جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے وقت ظاہر ہوئے

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں عورتوں کی طرف رغبت اور جنسی میلان رکھنے والا شخص تھا۔ اتفاقاً ایک رات میں قریش مکہ کے ساتھ صحن کعبہ میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے آ کر خبر دی کہ نبی ﷺ نے اپنی صاحبزادی رقیہ کا عقد ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دیا ہے۔ چونکہ حضرت رقیہ بہت حسین و جمیل تھیں۔ اس بناء پر میرے دل میں حسرت ہوئی کہ میں نے کیوں نہ ان کی طرف سبقت کی کچھ دیر بعد میں گھر چلا گیا۔ وہاں میری خالہ بیٹھی ہوئی تھیں وہ ایک کاہنہ خاتون تھیں۔ جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو انہوں نے کہا: ۔

أَبَشِّرْ وَاحِيَّتَ ثَلَاثًا تَتَرَا ثُمَّ ثَلَاثًا وَ ثَلَاثًا أُخْرَى
اے عثمان! تمہیں بشارت ہو کہ تم نے پے درپے تین بار عزت و توقیر سے نوازے جاؤ گے۔
پھر تین بار اور دوسری مرتبہ تین بار۔

ثُمَّ بِأُخْرَى كُنِيَ تَعَمُّ عَشْرًا أَتَاكَ خَيْرٌ "وَوُفِّتَ شَرًّا"
اس کے بعد مزید ایک بار اور عزت سے نوازے جاؤ گے تاکہ دس باریاں پوری ہو جائیں۔
تمہارے پاس خیر اور بھلائی آئی اور تم شر سے مامون و محفوظ رہے۔
أَنْكِحَتْ وَاللَّهُ حَصَانًا زَهْرًا وَأَنْتَ بِكْرٌ وَلَقِيتَ بِكْرًا
اللہ جانتا ہے! تمہارا نکاح ایک حسین و جمیل دوشیزہ سے ہوگا۔ کیونکہ تم خود نکاح لے رہے ہو تو تمہیں
دوشیزہ ہی ملے گی۔

وَأَفْتَتْهَا بِنْتُ عَظِيمٍ قَدْرًا

وہ عورت جو عظیم المرتبت کی بیٹی ہیں انہیں تم نے پالیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ان کی پیش گوئی اور اظہال خیال پر تعجب کیا اور کہا
اے خالہ کیا کہہ رہی ہو؟ تو انہوں نے کہا اے عثمان! تم بلاشبہ صاحب جمال ہو اور اہل زبان بھی۔ وہ
نبی جو صاحب بُرہان اور اللہ ﷺ کا پیغمبر ہے اور تنزیل و فرقان کا حامل ہے تم خود کو اس کے حوالے کر
دو اس کی سپردگی میں دے دو ایسا نہ ہو کہ بت تمہیں دھوکے میں ڈال دیں۔ میں نے کہا کہ اے خالہ! تم
ایسی بات کہہ رہی ہو جس کا چرچا ہمارے اس شہر میں نہیں ہے مجھے صاف صاف بتاؤ کیا بات ہے؟ اس
کے جواب میں انہوں نے کہا کہ محمد بن عبد اللہ ﷺ اللہ ﷺ کی طرف سے رسول ہیں اللہ ﷺ نے ان پر
کتاب نازل فرمائی ہے۔ وہ اس کتاب کے ساتھ ساتھ اللہ ﷺ کی طرف بلاتے ہیں ان کی شمع ہدایت
حقیقت میں شمع ہے۔ ان کا دین فلاح ہے۔ ان کا حکم ماننے میں نجات ہے۔ ان کا زمانہ جنگ و جدال
کا زمانہ ہے۔ یہ تمام سر زمین ان کے زیر فرمان ہے۔ اگرچہ جہاد میں کفار قتل ہوں، تلواریں کھینچی
جائیں اور نیزے بلند کئے جائیں لیکن چیخنا چلانا کچھ نفع نہ دے گا۔ پس یہی بہتر ہوگا کہ تم خود کو ان کی
سپردگی میں دے دو!

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں پلٹ آیا اور خالہ کی باتیں میری لوح دل
پر کندہ ہو گئیں۔ میں اپنے اچھے دوست ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور خالہ کی باتوں کا تذکرہ کیا تو انہوں
نے نہایت مخلصانہ انداز میں فرمایا:

”اے عثمان! تم ایک سمجھ دار اور سلیم الطبع شخص ہو۔ بے شک وہ تمہیں حق کی طرف متوجہ

کرنے والی ایک حق شناس خاتون ہیں، حضور ﷺ کے بارے میں ان کی اطلاع درست ہے، اگر ان کی خدمت میں پہنچ کر ان کی دعوت و ہدایت کے بارے میں کچھ سننا چاہتے ہو تو چلو۔“

میں نے کہا: ”ضرور۔“ پھر میں حضور ﷺ کے دربار میں آیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے کہا: ”اے عثمان! اللہ ﷻ تمہیں جنت کی طرف بلاتا ہے اور میں اللہ ﷻ کا رسول ہوں۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! جب میں نے حضور ﷺ کا کلام سنا تو میں بے اختیار ہو گیا اور اسی وقت اسلام قبول کیا اور کچھ عرصہ بعد نور چشم رسول اللہ ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے میرا نکاح ہو گیا۔ اس وقت لوگ کہا کرتے تھے کہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور عثمان رضی اللہ عنہ کا جوڑا کتنا اچھا ہے اور اس طرح میری خالہ کی پیش گوئی پوری ہو گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے وقت معجزانہ اور نادر واقعات

ابن سعد ابو یعلیٰ، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شیر بکف جارہے تھے، بنی زہرہ کا ایک شخص ان کو راہ میں ملا تو اس نے پوچھا:

”اے عمر رضی اللہ عنہ! اس اندازِ جلال سے کہاں جارہے ہو؟“

انہوں نے کہا: ”محمد (ﷺ) کو قتل کر کے آج فتنہ کو دفن کر دینے کا ارادہ ہے۔“ زہری شخص نے کہا: ”اس کے بعد تم خود کو بنی ہاشم اور اولادِ زہرہ سے کس طرح بچا سکو گے؟“

اس کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برا بیگختہ ہو کر کہا کہ ”تم شاید صابی یعنی بے دین ہو گئے ہو اپنا دین چھوڑ دیا ہے؟“ زہری نے کہا:

”میں تم کو اس سے زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں، تمہاری بہن اور بہنوں کی دونوں صابی ہو چکے

ہیں۔“

یہ اطلاع پا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو کر بہن کی طرف چلے۔ جب وہ ان کے مکان پر پہنچے تو وہاں حضرت خباب رضی اللہ عنہ گھر میں موجود تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آہٹ محسوس کی تو وہ گھر کے ایک گوشے میں چھپ گئے۔ چونکہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ سورہ طہ پڑھ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنتے ہی حضرت خباب رضی اللہ عنہ تو پردے کے پیچھے چھپ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر آئے اور بہن اور بہنوں سے کہا۔

”تم لوگ آہستہ اور پراسرار انداز میں کیا اور کس سے باتیں کر رہے تھے؟“ دونوں نے

بالا تفاق اور یک زبان ہو کر کہا:

”کوئی خاص بات نہ تھی، بس ایسی ہی باتیں کر رہے تھے۔“

حضرت عمرؓ نے کہا: ”شاید تم دونوں صابی ہو گئے ہو؟“ اس پر ان کے بہنوئی نے کہا: ”اے عمر! اگر حق تمہارے اور ہمارے آباؤی دین سے باہر ملے تو؟“ یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ بہنوئی کو مارنے لگے اور جب ان کی بہن اپنے شوہر کو بچانے آئیں تو ان کو بھی بے حد مارا۔ (جب حضرت عمرؓ کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا تو) حضرت عمرؓ نے کہا تم جس کلام کو پڑھ رہے تھے وہ میرے پاس لاؤ تا کہ میں بھی اسے دیکھوں کہ کیا خوبیاں تم کو مل گئی ہیں کہ اس بے دینی کی بدنامی اور رسوائی کی بھی تم کو پروا نہیں۔ باوجود تم اس کی عظمت اور حقانیت کے پرستار ہو؟ بہن نے جواب دیا: تم نجس ہو پہلے غسل کرو۔ پھر حضرت عمرؓ اٹھے اور وضو کیا اور سورہ طہ پڑھی۔ یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے۔

اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ
الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ ۝
بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں،
تو میری ہی بندگی کرو اور میری یاد کے لئے نماز
(پطہ ۱۱۳) پڑھو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

تو بے قابو ہو گئے اور فرمانے لگے کہ مجھے محمد (ﷺ) کے پاس ابھی لے چلو، یہ حال دیکھ کر
خوابؓ گوشہ مکان سے سامنے آئے اور کہا:

اے عمرؓ! تمہیں بشارت ہو! مجھے امید ہے کہ تم ہی رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے مقصود ہو
جو حضور ﷺ نے جمعرات کی شب میں اس طرح فرمائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّا لِسَلَامٍ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ
بِعُمَرَ وَبْنِ هِشَامٍ
اے اللہ! اسلام کو عمر بن الخطاب یا عمرو بن ہشام
کے ذریعے عزت دے۔

پس حضرت عمرؓ ”دار ارقم“ میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں بازیاب ہوئے اور
اسلام قبول کیا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: میں ایک روز قبول
اسلام سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے لڑنے اور جھگڑنے کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلا اور حرم کی
طرف چلا حضور ﷺ مجھ سے پہلے ہی مسجد حرام میں پہنچ چکے تھے۔ میں چپکے سے آپ کے پیچھے کھڑا ہو
گیا۔ آپ سورہ الحاقہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ میں نے کچھ سنا تو دل میں سوچا۔ قریش ٹھیک ہی کہتے
ہیں یہ شاعر ہیں کہ اتنے میں رسول اللہ ﷺ اس آیت پر پہنچے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ رَّسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝
 بے شک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے
 باتیں ہیں اور وہ کسی شاعر کی بات نہیں کتنا کم
 یقین رکھتے ہو۔ (پہاۃ ۴۰: ۴۱) (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے بعد میں نے خیال کیا، کاہن ہوں گے۔ تو حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔
 وَلَا يَقُولُ كَاهِنٌ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۔
 اور نہ یہ کسی کاہن کی بات کتنا کم دھیان کرتے
 (پہاۃ ۴۱: ۴۲) ہو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے بعد آخر سورہ تک آپ نے پڑھا اور میں نے پوری سورہ کو سنا۔ جس سے میرا دل
 بے حد متاثر ہوا اور اس کے بعد اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا جیسا کہ اس کا حق تھا۔
 ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مشرکین قریش جمع تھے اور میں ابو جہل
 اور شبیبہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ابو جہل نے کہا: اے گروہ قریش! محمد ﷺ نے تمہارے معبودوں کو باطل
 اور بیچ کہا، تمہارے اسلاف کو بیوقوف بتایا اور ان کا خیال ہے کہ وہ سب داخل جہنم ہوں گے۔ لہذا تم
 میں کوئی ہے جو محمد ﷺ کو قتل کرے اور اس کے عوض سو سرخ و سیاہ اونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی حاصل
 کرے۔

تو میں نے تلوار اور تیرکمان سے مسلح ہو کر آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلا اور
 میں ایک پچھڑے کے پاس سے گزرا جس کو لوگ ذبح کرنے والے تھے کہ دفعۃً پچھڑے سے زوردار
 آواز نکلی۔ یَا اِلَٰهَ ذَرِیْجٍ، اَمْرٌ نَّجِیْحٌ، رَجُلٌ یَّصِیْحٌ، بِلِسَانٍ فَصِیْحٍ، یَدْعُوْا اِلَی السَّهَادَةِ اَنْ
 لَا اِلَٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ میں نے ذبح کئے جانے والے پچھڑے کے پیٹ سے
 یہ کلمات سننے کے بعد خیال کیا کہ ”یہ میرے سنانے کے لئے ہے۔“ اس کے بعد میں کچھ سوچتا ہوا
 آگے بڑھا تو اچانک ایک ہاتف نے کہا: ۔

یَا اَیُّهَا النَّاسُ ذُوقُوا الْاَجْسَامَ مَا اَنْتُمْ وَ طَائِشُ الْاَحْلَامِ

اے صاحبانِ اجسام! تم میں اور بیوقوفوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

وَمُسْنِدُ وَالْحُكْمِ اِلَى الْاَصْنَامِ فَكُلُّكُمْ اَوْرَةُ كَاْلَاَنْعَامِ

تم لوگ بتوں سے فیصلہ لیتے اور پھر اس پر یقین کرتے ہو (اس بناء پر) تم سب لوگ جو پاؤں
 کی مانند (بیوقوف اور بے عقل) ہو۔

اَمَّا تَسْرُوْنَ مَا اَرٰی اَمَامِی مِنْ سَاطِعٍ یَّجْلُوْ ذُجٰی الظَّلَامِ

کیا تم لوگ وہ نہیں دیکھتے جس کو میں اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ وہ ایک نور تاباں ہے۔ جو

ظلمت کو چھانٹ دیتا ہے۔

قَدْ لَاحَ لِلنَّاطِرِ مِنْ تِهَامٍ أَكْرَمَ بِهِ لِسَهُ مِنْ إِمَامٍ
صاحبانِ بصیرت کے لئے وہ نور تہامہ سے طلوع ہوا ہے وہ کس قدر برگزیدہ ہے اور اللہ ﷻ
کے لئے اس کی پیشوائی ہے۔

قَدْ جَاءَ بَعْدَ الْكُفْرِ بِالْإِسْلَامِ وَالْبِرِّ وَالصَّلَاةِ لِلْأَرْحَامِ
وہ کفر کے بعد اسلام، نیکی، صلوٰۃ اور صلہ رحمی کو (تحفہ) لایا ہے۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے خیال کیا کہ یہ میری ہی ہدایت کے لئے کہا گیا ہے۔ پھر
میرا گزربت ضمار پر ہوا تو اس کے پیٹ سے میں نے یہ آواز سنی۔

تُرِكَ الضَّمَارُ وَكَانَ يُعْبَدُ وَحْدَهُ بَعْدَ الصَّلَاةِ مَعَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
نبی ﷺ پر درود ہوا اور سنو ضمار کی پوجا اب بند ہوگی جبکہ اس سے پہلے وہ پوجا جاتا تھا۔
إِنَّ الْإِدَى وَرِثَ النَّبُوءَةِ وَالْهُدَى بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ مُهْتَدَى
وہ شخص سیدنا ابن مریم کے بعد نبوت و ہدایت کا وارث ہوا ہے وہ ہدایت کرنے والا اولاد
قریش سے ہے۔

سَيَقُولُ مَنْ عَبْدِ الضَّمَارِ وَمِثْلُهُ لَيْتَ الضَّمَارُ وَمِثْلُهُ لَمْ يُعْبَدْ
عنقریب ضمار کے پرستار کہیں گے کاش ضمار جیسے بتوں کی پرستش نہ کی جاتی۔
فَاصْبِرْ أَبَا حَفْصٍ فَإِنَّكَ آمِنٌ يَا تُيُوكَ عِزٌّ غَيْرَ عِزِّ بَنِي عَدِيٍّ
اے ابو حفص! باز آ جاؤ اس لئے کہ تم ایمان لانے والے ہو تم کو وہ عزت نصیب ہوگی جو
بنی عدی کے اعزاز کے سوا ہے۔

لَا تَعْجَلْنَ فَإِنَّ نَاصِرَ دِينِهِ حَقًّا يَقِينًا بِاللِّسَانِ وَبِالْيَدِ
تم عجلت نہ کرو تم بلاشبہ ان کے دین کے مددگار ہو۔ تم یقیناً قول و عمل سے بھرپور تعاون کر
کے ان کا حق ادا کرو گے۔

حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ اس کے بعد میں بخوبی سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ میری فہمائش
کے لئے ہو رہا ہے اس کے بعد میں اپنی بہن کے پاس آیا تو ان کے پاس خباب بن الارت کو اور ان
کے شوہر کو بیٹھے دیکھا۔

حضرت خبابؓ نے کہا کہ اے عمرؓ خدا تمہارا بھلا کرے اسلام قبول کر لو پھر میں نے
پانی منگایا اور وضو کیا اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ

(یٰۤاَافْعَالۡ ۶۵) ہوئے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صہیبؓ سے روایت کی کہ جب حضرت عمرؓ جماعت اسلام میں شامل ہوئے تو اسلام نے نصرت پکڑی اس کی اعلانیہ دعوت دی جانے لگی اور مسلمان خانہ کعبہ میں حلقہ بنا کر بیٹھنے لگے اور ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر طواف اور نشستیں کرنے لگے۔ جس نے بھی اشاعت دین میں مزاحمت کی ہم نے اس سے بدلہ لے لیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن مسیبؓ سے روایت کی کہ چالیس مردوں اور دس عورتوں کے بعد حضرت عمرؓ اسلام لائے اور اسلام کی ایک ”خفیہ تحریک کی حیثیت اعلانیہ تحریک کی حیثیت سے بدل گئی۔“

حاکم نے اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے حضرت عباسؓ سے روایت کی ہے جب حضرت عمرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے تو جبریلؑ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آسمان والے (فرشتے) حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر آپ کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور عالم بالا میں خوشی منارہے ہیں۔

حضرت ضمادؓ کا بغرض علاج رسول اللہ ﷺ آنا اور متاثر ہو کر اسلام قبول کر لینا امام مسلم احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ضمادؓ اپنی کسی ضرورت سے مکہ میں آئے اور جنتر و منتر میں مشہور تھے۔ ایک روز مشرکین مکہ سے انہوں نے سنا کہ محمد (ﷺ) (نعوذ باللہ) مجنون ہو گئے ہیں۔ لہذا انہوں نے خیال کیا کہ کیا بعید ہے کہ میں جھاڑ پھونک سے محمد (ﷺ) کو تندرست اور صحت مند کر دوں۔

پس وہ آ کر حضور ﷺ سے ملے اور کہا: ”میں منتر پڑھتا ہوں مالک جس قدر چاہے گا تم کو صحت اور شفا دے دے گا۔“ ضمادؓ کا قول ہے۔ حضور ﷺ میری باتیں سننے کے بعد مجھ سے نزدیک ہوئے اور پھر پڑھا:

”الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلِّهِ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَاشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَاشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ۝“

حضرت ضمادؓ نے عرض کیا: ”ان ہی کلمات کو براہ مہربانی دوبارہ پڑھئے۔“ لہذا حضور ﷺ نے یہ مقدس کلمات دوبارہ پڑھے پھر ضمادؓ نے عرض کیا:

”واللہ میں نے ایسا کلام کبھی سنا نہ پڑھا۔ یہ سحر ہے نہ شاعری ہے اور نہ کہانت واقعی یہ الہام و وحی ہے بے شک یہ خدائی کلام ہے۔ اس میں تلوار سے زیادہ کاٹ کائنات سے زیادہ حسن آفتاب سے زیادہ نور اور اسحار سے زیادہ تاثیر ہے۔ اس کے بعد وہ دوزانو ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمانوں کے زمرہ میں مصائب سہنے اور قربانیاں دینے کے لئے شامل ہو گئے۔

بنا کر دند خوش ز سے بہ خاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حضور ﷺ کی خدمت میں عمرو بن عبد القیس ؓ کا حاضر ہونا اور اسلام لانا

ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ نے چند واسطوں سے مزید ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انج عبد القیس کا ایک دوست تھا جو راہب تھا۔ وہ ایک سال دارین آیا اور انج سے ملا اور اس کو بتایا کہ عنقریب مکہ میں نبی کا ظہور ہونے والا ہے جس کی علامات یہ ہوں گی کہ وہ صدقہ نہیں کھائے گا ہدیہ کھائے گا دونوں شانوں کے درمیان نشانِ نبوت ہوگا اور اس کا دین حق تمام باطل ادیان پر غالب اور مستولی ہو جائے گا۔

کچھ عرصہ بعد راہب مر گیا۔ تو انج نے اپنے بھانجے عمرو بن عبد القیس کو مکہ بھیجا جو ہجرت کے سال مکہ آیا اور رسول اللہ ﷺ سے ملا اور شانوں کے درمیان علامت کو دیکھ کر دین اسلام کو قبول کیا۔ حضور ﷺ نے عمرو ؓ کو سورۃ فاتحہ اور سورۃ ابراء سکھائیں اور ارشاد فرمایا کہ اپنے ماموں کو دعوت اسلام دو۔

پھر عمرو ؓ لوٹ کر آیا اور انج کو حالات سنائے جس کے نتیجے میں انج ؓ نے بھی اسلام قبول کیا۔ مگر اس نے عرصہ تک اپنے اسلام کو چھپایا۔ پھر وہ سولہ آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچا۔ ان لوگوں کے مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ایک روز صبح کو حضور ﷺ اپنی آرام گاہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا مشرق کی طرف سے چند سوار آرہے ہیں وہ ہماری دعوت اسلام سے بدگمان اور بیزار نہیں ہیں اور ان کے قائد کی ایک پہچان ہے چنانچہ حضور ﷺ کے ارشاد کے بموجب یہ لوگ مدینہ پہنچ گئے۔

طفیل بن عمرو دوسی ؓ کا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا اور اسلام قبول کرنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی کہ طفیل بن عمرو دوسی ؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا: ”اے اللہ ﷻ کے رسول صلی اللہ علیک وسلم! دوس کے لوگوں

نے نافرمانی کی ہے اور انکار کیا ہے آپ ان کے حق میں بددعا کیجئے۔“
پس حضور ﷺ نے رُقبلہ ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور التجا کی ”اے پروردگار!
دوسیوں کو ہدایت فرما اور ان کو یہاں پہنچا۔“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ طفیل بن عمرو سیّدیؓ بیان کرتے
تھے کہ وہ مکہ گئے اس زمانہ تک حضور ﷺ نے ہجرت نہیں کی تھی۔ طفیلؓ (ایک شریف دانشور اور
معروف شخص تھے۔ صاحب علم اور شاعر بھی تھے۔ مشرکین مکہ میں سے چند لوگ ان سے ملے اور بتایا
کہ محمدؐ) نے ہمارے درمیان تفریق پیدا کر دی اور جمعیت کو پراگندہ کر دیا ہے اور ان کے اقوال
ساحروں کی مانند ہیں اور جو باپ کی بیٹے سے اور بھائی کی بھائی سے اور شوہر کی بیوی سے جدائی کرا
دیتے ہیں۔ لہذا تم ان سے بات کرنا نہ ان کی سننا۔ قریش بہ زعم خود برابر مجھے اس خیر خواہانہ مشورہ کے
لئے یاد دہانی اور تاکید کرتے رہے اس لئے میں نے بھی اسی کے مطابق عمل کرنے میں خیریت سمجھی اور
اپنے کانوں کو ان کے کلام سے بچانے کی خاطر میں نے اس درجہ اہتمام برتا کہ اپنے کانوں میں روئی
رکھ کر سماعت سے محروم کر لیا۔

ایک روز صبح کے وقت میں اسی حالت میں مسجد حرام میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ
کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کے قریب کھڑا ہو گیا اور باوجود اس کوشش کے میں ان کا کلام نہ
سنوں اللہ ﷻ نے ایک بہترین کلام سنوا دیا۔ سوچا کہ قریش نے مجھے ایک ایسے نشاط انگیز کلام کو سننے
سے کیوں منع کیا۔ قریش کی اطلاع تو غلط نکلی کیوں نہ میں ان سے ملاقات کر کے دیکھوں اور ان کے
خیالات سنوں۔ میں ایک سمجھ دار اور نیک و بد اور صحیح اور غلط میں تمیز کرنے والا شخص ہوں۔ میں ٹھہرا رہا
پھر حضور ﷺ اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا اور آپ ﷺ کے
قریب ہو کر کہا۔

”آپ ﷺ کے بارے میں لوگوں نے اس طرح بیان کیا ہے لہذا ذرا بتائیے کہ آپ کن
باتوں کی دعوت دیتے ہیں؟“

پس حضور ﷺ میرے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور قرآن حکیم کے ایک جزو کی تلاوت
فرمائی تو بس ایک عجیب اثر اہتراز اور خشیت سے ملے جلے جذبات نے مجھے بے قابو کر دیا اور اسلام کی
فطری اور معقول دعوت پر روح و وجدان نے لبیک کہا میں نے اس کے ساتھ ہی زبان سے بھی توحید و
رسالت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا: ”اے اللہ ﷻ کے صاحب عزت رسول ﷺ! میں اپنی قوم کا

قائد اور رہنما ہوں۔ اب میں واپس جا کر ان سب کو دعوت اسلام دوں گا۔ مگر زندگیوں کے ساتھ پرانے ہو چکنے والے خیالات میں بہت پختگی ہوتی ہے اس لئے اس کام میں آسانی پیدا کرنے کے لئے دعا فرمائیے کہ خداوند تعالیٰ اس مہم میں میرے لئے آسانیاں پیدا فرمادے اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمادے۔

حضور ﷺ نے ازراہ نوازش دعا فرمادی اور میں وطن واپس ہونے کے لئے سفر پر روانہ ہو گیا۔ دورانِ راہ میں کداء کے مقام میں تھا کہ میری دونوں ابرو کے درمیان نور طلوع ہو گیا۔ میں نے اپنے خدا سے نور کی منتقلی کے لئے دعا کی تو وہ باذن اللہ میرے کوڑے کے تسمے میں آ گیا۔ اس کے بعد میں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی مگر اس نے تامل کیا اور اسلام قبول نہ کیا۔

لہذا میں مکہ جا کر حضور ﷺ سے ملا صورتِ حال سے آگاہ فرمایا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے دعا کی ”اے بارالہا! دوسیوں کو ہدایت دے۔“ اور مجھ سے فرمایا:

”طفیل (ﷺ)! اب تم اپنی قوم میں واپس جاؤ اور ان کو نرمی اور حکمتِ عملی کے ساتھ دعوت اسلام دو۔“ لہذا میں واپس آ گیا اور دوسیوں میں نرمی اور حکمت و تحمل کے ساتھ تبلیغ کرتا رہا۔ اس دوران میں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور میں ستر یا اسی مسلمان گھرانوں کو ہمراہ لے کر بمقام خیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو متاثر کرنے والا واقعہ

امام احمد و ابن سعد رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ اپنے مکان میں تھے کہ سامنے سے ابن مظعون رضی اللہ عنہ گزرے۔ حضور ﷺ نے آواز دی اور بیٹھ جانے کو کہا۔ وہ بیٹھ گئے کہ اتنے میں حضور ﷺ پر نزول وحی ہونے لگا اور ابن مظعون رضی اللہ عنہ حیرت و استعجاب سے بہ غور دیکھتے رہے۔ جب حضور ﷺ کی حالت درست ہوئی تو ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

آپ کے چہرہ کا رنگ متغیر تھا اور نگاہ ایک خاص زاویہ پر جمی رہی پھر اوپر کو اٹھی جیسے وہ کسی جانے والے کا تعاقب کر رہی ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابھی جبریل علیہ السلام آئے تھے۔ ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے پوچھا: انہوں نے آپ ﷺ سے کیا کہا؟

حضور ﷺ نے جواب دیا کہ: ”انہوں نے یہ پیغام خداوندی پہنچایا: اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيتَايَ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (پہلا نحل ۹۰)

بے شک اللہ حکم فرماتا انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں کے رہنے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی
 بری بات اور سرکشی سے تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان کرو۔ (ترجمہ کنز الایمان)
 حضرت ابن مطعون ؓ نے بیان کیا کہ اسی وقت سے اسلام کی محبت اور قدر میرے دل
 میں پیدا ہو گئی۔

جنات کا قبول اسلام اور اس سلسلہ میں معجزات کا ظہور

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا: ”وَإِذْ مَرَضْنَا الْيَكَّ - الْآيَةُ“ یعنی جب ہم نے آپ ﷺ کی
 طرف کچھ جنوں کو بھیجا کہ وہ قرآن سنیں۔ نیز دوسری جگہ اس طرح ارشاد ہوا۔
 قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۖ يَهْدِي
 إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا
 أَحَدًا۔
 تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا
 پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب
 قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے۔ تو ہم اس
 پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا
 شریک نہ کریں گے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ان صحابہ
 کے ساتھ جو ”سوقِ عکاظ“ جانے کا ارادہ کر رہے تھے طائف تشریف لے گئے۔
 یہ وہ زمانہ تھا جب شیاطین کی پہنچ خبریں لانے کے لئے آسمانوں پر بند ہو چکی تھی اور ان کو
 آگ کے شعلوں سے مارا جانے لگا تھا۔ شیاطین نے مشاورت کر کے زمین پر مشرق سے مغرب تک
 جائزہ لیا کہ ان وجوہ اور اسباب کو دریافت کریں کہ جن کی وجہ سے ہمیں روکنے کے انتظامات ہوئے
 ہیں۔ جنات اس جائزہ کے دوران تہامہ پہنچے تو انہوں نے حضور ﷺ کو مقامِ نخلہ میں نمازِ فجر پڑھتے
 دیکھا۔ جب انہوں نے حضور ﷺ سے قیامِ صلوٰۃ میں تلاوت کو غور سے سنا تو کہنے لگے کہ خدا کی قسم
 یہی وہ چیز ہے۔ جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوتی ہے۔ پھر وہ پلٹ کر اپنی قوم میں
 پہنچے اور کہا کہ اے قوم!

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ۖ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ
 بِرَبِّنَا أَحَدًا ۖ

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے
 ایک عجیب قرآن سنا کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے۔ تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم

ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ابن جریر و حاکم رحمہما اللہ نے اور بیہقی و ابونعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کے مطابق ٹھہر گیا۔ پس حضور ﷺ رات کو گھر سے روانہ ہوئے اور مجھے ساتھ رکھا، ہم مکہ کے بالائی حصے میں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے فرش زمین پر خط کھینچ کر ایک دائرہ بنایا اور مجھ سے فرمایا: اس دائرے کے اندر بیٹھ جاؤ۔ حضور ﷺ تھوڑی دور گئے اور کھڑے ہو کر تلاوت قرآن شروع کر دی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ آپ کو لوگوں نے آ کر گھیر لیا حتیٰ کہ وہ لوگ میرے اور حضور ﷺ کے درمیان حائل ہو گئے۔ اب نہ میں آپ ﷺ کو دیکھ سکتا تھا نہ تلاوت کی آواز سن سکتا تھا پھر وہ اڑتے بادلوں کی طرح ٹکڑیوں کی صورت میں روانہ ہو گئے۔ صرف ایک جماعت رہ گئی اور اس نے حضور ﷺ کی امامت میں نماز فجر پڑھی، پھر وہ بھی رخصت ہو گئی۔ پھر حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا وہ لوگ کہاں گئے؟

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ لوگ وہاں ہیں۔ اس کے بعد کچھ ہڈیاں اور گوبر ان لوگوں کو آپ ﷺ نے دیا۔ اس واقعہ کے بعد ہڈی اور گوبر سے استنجا کرنے کی آپ نے ممانعت فرمادی۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابورجاء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم ایک سفر میں تھے چنانچہ ایک چشمہ پر اترے اور خیمے نصب کئے اور میں دوپہر میں قیلولہ کرنے لیٹ گیا کہ ایک سانپ برآمد ہوا اور خیمہ کے اندر ترپنے لگا۔ میں نے یہ دیکھ کر چھاگل سے پانی لیا اور اس پر چھینٹا مارا۔ تو وہ ساکن ہو گیا مگر پھر لوٹنے اور ترپنے لگا۔ میں نے نماز عصر پڑھی تو اتنی دیر میں وہ سانپ مر گیا۔ میں ایک سفید کپڑے کا ٹکڑا لیا اور اس سانپ کو اس میں لپیٹ کر کفن دیا اور زمین میں گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا۔ اس کے بعد ہم پھر سفر پر روانہ ہو گئے اور دن کا بقیہ حصہ اور پوری رات سفر جاری رکھا جب صبح ہوئی تو ہم نے ایک چشمہ کے کنارے پر پڑاؤ کیا اور میں استراحت کے لئے لیٹ گیا کہ اچانک میں نے چند آوازیں سنیں۔

جس میں کہا جا رہا تھا: ”تم کو سلام ہے ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ، دو مرتبہ نہیں بلکہ دس مرتبہ دس مرتبہ نہیں بلکہ سو مرتبہ نہیں ہزار مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔“

میں نے پوچھا: ”تم کون لوگ ہو؟“ انہوں نے کہا ہم جن ہیں اللہ ﷻ تم پر برکتیں نازل کرے تم نے ہم پر وہ احسان کیا ہے جس کا بدل کرنے کی ہم استطاعت نہیں رکھتے۔

میں نے پوچھا کہ تم پر کون سا احسان کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ سانپ جو تمہارے پاس

مرا تھا وہ ان جنات میں آخری تھا جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیعت کی تھی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت عبد اللہ ﷺ کے اصحاب کی ایک جماعت حج کے ارادہ سے چلی۔ راہ میں انہیں ایک سفید سانپ زمین پر تڑپتا ہوا ملا اور اس کے پاس سے خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے اپنے ہم سفر ساتھیوں سے کہا: آپ لوگ اپنا سفر جاوی رکھیں اور میں تو اس سانپ کا انجام دیکھ کر یہاں سے آگے بڑھوں گا۔ زیادہ دیر نہ گزری کہ سانپ مر گیا میں نے اسے ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر گزرگاہ سے الگ ایک طرف کو دفن کر دیا اور پھر تیزی سے چل کر اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

انہیں دنوں ہم بیٹھے تھے کہ مغرب کی طرف سے چار عورتیں آئیں ان میں سے ایک نے کہا۔ تم میں کس شخص نے عمر کو دفن کیا ہے؟ ہم نے پوچھا عمر کون؟ اس نے کہا وہ سفید سانپ جو دفن کیا گیا ہے۔ میں نے کہا اس کو میں نے دفن کیا تھا۔ میرے جواب کو سن کر اس خاتون نے کہا: تم نے ایک ایسی جان کو دفن کیا ہے جو روزے دار اور نماز کی پابند احکام خداوندی کی تبلیغ کرتا اور ذاتِ ختمِ رسل پر ایمان لائے ہوئے تھا اور حضرت رسول قرشی و عربی کی بعثت سے چار سو سال پہلے آسمانوں میں اس نے ان کی حمد و ثناء اور توصیف سنی تھی۔

یہ واقعہ سننے کے بعد ہم سب نے اللہ ﷻ کی حمد و ثنا کی۔ پھر ہم حج کر کے واپس ہوئے تو مدینہ میں حضرت عمر بن الخطاب ﷺ سے ملے اور سانپ کا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابی بن کعب ﷺ سے روایت کی کہ کچھ لوگ سفر حج پر روانہ ہوئے اور اثنائے سفر میں راستہ بھول گئے اور جب نامعلوم راہوں پر بھٹکتے رہے غذا نہ ہونے کی وجہ سے بھوک اور خشک و گرم جنگل کی پیاس سے نڈھال ہو کر مرنے کے بالکل قریب تھے تو انہوں نے اپنے کفن پہن لئے اور موت کا انتظار کرنے لگے۔ اس حالت میں ایک جن ان کے پاس آیا اور بتایا کہ میں مسلمان ہوں اور رسول اللہ ﷺ سے میں نے قرآن بھی سنا ہے اور حضور ﷺ کا قول مجھے پہنچا ہے کہ:

”مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں وہ ایک دوسرے کے مددگار اور بھائی خواہ ہوں اور مصائب میں اپنے بھائی کو تنہا نہ چھوڑیں گے۔“ یہ کہہ کر اس نے ہم سب کو پانی پلایا اور مناسب طریقے پر ہماری راہنمائی کی اور ہم کو سیدھے راستے پر ڈال دیا۔

بیہقی ابو نعیم رحمہما اللہ نے چند واسطوں سے حضرت عمر ﷺ سے روایت کی کہ ہم تہامہ کی ایک پہاڑی پر نبی ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ضعیف شخص ہاتھ میں عصا لئے ظاہر ہوا اور رسول

اللہ ﷺ کو سلام کیا اور آپ نے جواب دیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے پوچھا کہ تمہاری تعریف؟
 بوڑھے نے مودبانہ انداز میں عرض کیا۔ میں ہامہ بن ہیم بن الاقیس بن ابلیس ہوں۔ آپ
 ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اور ابلیس کے درمیان صرف دو پشتوں کا فرق ہے۔ اے ہامہ! تم کتنے عرصہ
 سے اس عالم فانی میں بسر کر رہے ہو؟

ہامہ نے عرض کیا: ”حضور ﷺ! پوری عمر بسر کر چکا ہوں بس اب کوچ کا وقت نزدیک ہے
 جب آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا میں بچہ تھا۔ میں اس زمانے میں فساد برپا کرتا اور
 قطع رحمی کی ترغیب دیتا تھا، ٹیلوں پر چڑھ جاتا تھا لوگوں کا کھانا خراب کرتا تھا۔“
 حضور ﷺ نے فرمایا جو بوڑھا ایسی باتیں کر چکا ہے وہ کتنا برا ہے اور جو جوان ایسی باتوں پر
 عمل کرتا ہے وہ کتنا برا ہے۔ بوڑھے نے کہا:

”اے معصیت پوش و خطا بخش خدا کے رسول اللہ ﷺ! درگزر کا رویہ اختیار فرمائیے اور
 ملامت نہ کیجئے۔ میں اللہ ﷻ سے استغفار کرتا ہوں اور ندامت کے ساتھ توبہ کر چکا ہوں۔ نوح پر جو
 لوگ ایمان لائے تھے میں ان کے ساتھ مسجد نوح میں حاضر ہوتا تھا اور میں نے نافرمان اور سرکش
 کافروں پر بددعا کرنے سے ان کو روکنا چاہا تھا۔ میں ہمیشہ اپنی قوم کے حق میں ان کو بددعا کرنے پر
 ملامت کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ وہ خود بھی روتے اور مجھے بھی رلاتے اور فرماتے یقیناً میں اس پر
 ندامت کرنے والوں میں سے ہوں اور میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ مجھے نادانوں میں سے
 کرے۔“

میں نے عرض کیا: ”اے نوح علیہ السلام! میں نیک بخت ہابیل ابن آدم علیہ السلام شہید کے خون
 میں شریک تھا تو کیا آپ اللہ ﷻ اپنے رب کے حضور میری مغفرت میں کوشش فرمائیں گے؟“
 انہوں نے جواب دیا: ”اے ہامہ! تم نیکی کا ارادہ رکھو اور نیکی کرتے رہو اور یہ حسرت و ندامت دل
 سے ہو کیونکہ اللہ ﷻ نے جو علم مجھے ودیعت فرمایا ہے میں اس کے ذریعہ یہ جانتا ہوں کہ جس بندے
 نے ارتکاب گناہ کے بعد صدق دل سے توبہ کر لی ہے یقیناً اللہ ﷻ اس کی توبہ قبول فرمالتا ہے۔ تو اب
 اٹھ اور وضو کر کے دو گانہ پڑھ۔“

میں نے اسی وقت اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر سیدنا حضرت نوح علیہ السلام نے مجھے آواز
 دی ”اے خوش قسمت ہامہ! سجدے سے سراٹھا آسمان سے تیری توبہ کی قبولیت آگئی ہے۔“ پھر میں
 مسلسل ایک سال تک اللہ کے حضور سجدہ شکر میں پڑا رہا۔

میں سیدنا حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ ان کی مسجد میں ان کی امت کے ایمان داروں کے

ساتھ رہا اور میں ان کو اکثر منکروں اور کافروں پر بددعا نہ کرنے کا مشورہ دیتا رہا اور پھر بھی ایسا ہوتا رہا کہ اس عہد کے سرکشوں کی زیادتیوں پر وہ بھی غم زدہ ہوتے اور مجھے بھی کرتے۔

میں سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام کی زیارت کو بہ کثرت جایا کرتا اور میں سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مکان امین میں تھا اور میں نے حضرت الیاس علیہ السلام سے جنگلوں میں ملاقات کی اور اب بھی میں ان سے ملا کرتا ہوں۔

میں نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات کی اور آپ نے مجھے توریت مقدس سکھائی ہے اور فرمایا: اگر میرے بعد آنے والے رسول سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے ملو تو ان کو میرا سلام پہنچانا اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر سیدنا حضرت محمد ﷺ سے شرفِ نیاز حاصل ہو تو میری طرف سے سلام اخلاص پہنچانا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس تہنیت و سلام کے پیغام کو سنتے وقت حضور ﷺ کی آنکھیں بھیگنی شروع ہوئیں اور پیغام کے آخری الفاظ سنتے وقت آنکھیں اشک ریز ہو گئیں اور آواز گریہ میں آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا، جواب کے الفاظ یہ تھے:

”جب تک دنیا کا قیام و بقا ہے برا درم سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہواے ہامہ!“ پھر فرمایا حق امانت ادا کرنے پر تم پر بھی سلام ہو۔

اس کے بعد ہامہ نے عرض کیا: ”اے اللہ ﷻ کے آخری رسول ﷺ! میں اب تک شریعت موسویٰ پر عمل کرتا رہا ہوں جس کی تعلیم بذریعہ توریت مجھ کو صاحب توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔

حضور ﷺ نے اس کے جواب میں ہامہ کو سورہ واقعہ۔ وَالْمُرْسَلَاتُ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ مُعَوِّذَتَيْنِ اور سورہ اخلاص کی تعلیم دی اور فرمایا ہامہ تم کو جب کوئی حاجت پیش آئے بلا تکلف میرے پاس آ جانا اور مجھ سے ملاقات اور رابطہ قائم رکھنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہامہ کی کوئی خبر معلوم نہ ہوئی اس لئے میں نہیں جانتا کہ وہ ہنوز زندہ ہیں یا وفات پا چکے۔

علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سفر مکہ کے دوران ایک بیابان سے گزر رہے تھے کہ ان کی نظر ایک مردہ سانپ پر پڑی۔ انہوں نے ایک ساتھی سے فرمایا:

زمین کھودنے کا اوزار لاؤ۔ پس انہوں نے زمین کھودی اور مردہ سانپ کو کپڑے میں لپیٹ

کردفن کر دیا۔ اس کے بعد ایک آواز سنی گئی کہ:

”اے سرق! تم پر اللہ مہربان ہو۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی وہ پیشین گوئی آج پوری ہوئی جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اے سرق! تم ایک غیر آباد جنگل میں مرو گے اور میری امت میں اس وقت جو سب سے بہتر شخص ہوگا وہ آ کر تم کو دفن کرے گا۔“

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ سے سوال کیا کہ:

”اے شاہد! تم کون ہو؟ اللہ تم پر رحمت کرے۔“

جواب آیا: ”اے ملت مسلمہ کے صالح سردار! میں ایک جن ہوں اور مرحوم و مدفون سرق ہے۔ اب صرف میں اور سرق دو ایسے جن زندہ تھے جنہوں نے براہ راست دست نبوت ﷺ پر بیعت کی تھی۔“ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ

اے سرق! تم ایک بیاباں میں مرو گے اور میری امت کا بہترین شخص تم کو دفن کرے گا۔

غلبہ روم کے بارے میں حضور ﷺ کے معجزانہ ارشادات

اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

الْمَ ۝ غَلِبَتِ الرُّومُ ۝ فِيْ اٰذْنِیْ الْاَرْضِ
وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلِبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ
بِضْعِ سِنِيْنَ ط لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ
ۢبَعْدُ ط وَ يَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ بِنَصْرِ
اللّٰهِ ط يَنْصُرُ مَنۢ يَّشَآءُ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ
الرَّحِيْمُ ۝ وَ عَدَّ اللّٰهُ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ
وَعَدَهُ وَلٰكِنۡ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(پا الروم ۶۱)

رومی مغلوب ہوئے پاس کی زمین میں اور اپنی
مغلوبی کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند
برس میں قلم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اس
دن ایمان والے خوش ہوں اللہ کی مدد سے مدد
کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے عزت والا
مہربان اللہ کا وعدہ اللہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرتا
لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

امام احمد بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ مسلمان چاہتے
تھے کہ اہل روم اہل فارس پر غالب رہیں اس لئے کہ رومی اہل کتاب اور فارسی اصنام پرست یا آتش
پرست تھے۔ لوگوں نے اس کا ذکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کیا اور پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے تو
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب رومی ایرانیوں پر غالب آ جائیں گے۔ یہ بات ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
مشرکین سے کہہ دی۔ مشرکین نے کہا اس بارے میں کوئی مدت معین کرو تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پانچ سال کی

میعاد مقرر کر دی۔ جب اس بات کی خبر حضرت محمد ﷺ کو ہوئی تو فرمایا کہ دس سال کی مدت مقرر کرنا بہتر ہوتا۔ اس کے بعد رومی ایرانیوں پر بدر کے دن غالب ہوئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا جب اللہ ﷻ نے ان آیتوں کو نازل فرمایا تو مسلمانوں نے اپنے رب کو سچا جانا اور یقین کر لیا کہ عنقریب رومی اہل فارس پر غلبہ پالیں گے چنانچہ مسلمانوں نے مشرکوں سے شرط لگائی اور پانچ اونٹ شرط کے مقرر کر کے پانچ سال کی مدت متعین کر لی۔ مسلمانوں کی شرط کے ضامن حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور مشرکوں کی شرط کا ضامن ابی بن خلف ہوا۔

یہ شرط بازی جوئے کے حرام ہونے سے پہلے ہوئی۔ جب معینہ وقت آیا اور رومی فارسیوں پر غالب نہ ہوئے تو مشرکوں نے شرط کے اونٹ مانگے۔ اس کا ذکر حضور ﷺ کے اصحاب نے رسول اللہ ﷺ سے کیا کہ یہ لوگ اس کا حق نہیں رکھتے تھے کہ دس سال سے کم کی مدت متعین کرتے کیونکہ لفظ بضع تین سے دس سال کے عدد کے لئے ہے۔ لہذا اس شرط کو بڑھا دو اور مدت میں اضافہ کر دو تو مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور اللہ ﷻ نے نویں برس کے شروع میں رومیوں کو اہل فارس پر غلبہ عطا فرمادیا۔

مشرکوں کا سوالات کے ذریعہ حضور ﷺ کا امتحان لینا

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ مشرکین قریش نے نصر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ کے یہودی احبار کے پاس بھیجا۔ انہوں نے ان دونوں کو ہدایت کی کہ ان یہودی عالموں سے حضور ﷺ کے بارے میں دریافت کرو اور جو خوبیاں مشہور ہیں ان کی تحقیق ان سے کرو اور ان کا نقطہ نظر دریافت کرو کیونکہ وہ آسمانی کتاب کے وارث اور علم و فہم میں برتری کے مدعی ہیں۔ چنانچہ نصر اور عقبہ دونوں مدینہ پہنچ کر احبار سے ملے۔ اس نے پورے حالات سن کر مشورہ دیا کہ:

”اے معزز نمائندگان قریش! میرا مشورہ یہ ہے کہ تم محمد (ﷺ) سے تین سوالات کرو اگر وہ ان کا جواب صحیح دیں تو سمجھ لو کہ وہ دعوے میں سچے ہیں اور اگر اس کے برعکس معاملہ ہو تو جان لو کہ ان کا دعویٰ فریب اور جھوٹ ہے۔ وہ تین سوالات یہ ہیں۔

۱۔ ان سے پوچھو کہ ”پچھلے زمانے میں جو جوان گزرے ہیں ان کا واقعہ کیا ہے؟“

۲۔ ان سے دریافت کرو کہ ”وہ شخص جو زمین کے مشارق و مغارب کی بہت زیادہ سیر کرتا

تھا اس کی خبر کیا ہے؟“

۳۔ ان سے سوال کرو کہ ”روح کیا ہے؟“

نظر اور عقبہ دونوں نے مکہ آ کر مشرکوں سے کہا کہ ”ہم چند ایسے سوالات محمد (ﷺ) سے کریں گے کہ جن کے صحیح جوابات دینا کسی بھی انسان کے لئے ناممکن ہے اگر خدا کی طرف سے کسی کو واقعی الہام و ہدایت ملتی ہے تو بس ایسے بندہ برگزیدہ کے لئے ممکن ہے۔

پھر انہوں نے اپنی دوراندیشی اور مصلحت کی بناء پر عوامی اجتماع میں پوچھنے کی بجائے صرف دانشوروں کے اجتماع میں حضور ﷺ سے یکے بعد دیگرے تینوں سوالات اسی ترتیب سے کئے اور بلا تاخیر جوابات مانگے۔

حضرت جبریل علیہ السلام اس مرحلہ پر سورہ کہف لے کر حاضر ہوئے اور حضور ﷺ نے اس علم کی روشنی میں بڑے پر وثوق لہجے میں کافروں کو جواب دیئے۔

۱۔ فرمایا عہد قدیم کے وہ جوان ”اصحاب کہف“ ہیں اور ان کا یہ واقعہ ہے۔

۲۔ فرمایا مشارق و مغارب کے سیر کرنے والے ”ذوالقرنین“ ہیں۔

۳۔ فرمایا ”قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي“ روح کی حقیقت یہ ہے کہ ”وہ امر رب ہے۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی انہوں نے فرمایا قریش نے یہودیوں سے پوچھا ہمیں ایسے سوالات بتاؤ کہ جو نبی کریم ﷺ سے دریافت کریں تو انہوں نے کہا کہ تم روح کے بارے میں ان سے پوچھو چنانچہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي ۖ (پہلی اسرائیل ۸۵)

اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے احبار یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ مسجد میں جا کر اپنے رب سے نیکو کاری پر قائم رہنے کے لئے عہد و پیمان کروں۔ وہ مکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس منیٰ میں ملنے کے لئے گئے۔

اس وقت حضور ﷺ کے پاس سے بہت سے لوگ کھڑے ہوئے تھے یہ بھی لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

”تم عبد اللہ بن سلام ہو؟“ انہوں نے کہا: ”جی ہاں۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”میرے قریب آ جاؤ۔“ تو وہ نزدیک ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عبد اللہ ﷺ! کیا تم توریت آسمانی میں اللہ کے رسول کا ذکر نہیں پاتے؟ ابن سلام ﷺ نے کہا: ”میرے جواب سے پہلے آپ اپنے رب کی صفت بیان کیجئے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں۔ اس وقت حضور ﷺ پر سورہ اخلاص وحی کی گئی۔ چنانچہ آپ نے کہا: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ O اللَّهُ الصَّمَدُ O لَمْ يَلِدْ O وَلَمْ يُولَدْ O وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ O“ (پہلا اخلاص ۴ تا ۱۲)

”تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔“

یہ کلام سننے کے بعد ابن سلام ﷺ نے کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ۔ اس کے بعد حضور ﷺ سے رخصت لے کر وہ مدینہ آ گئے۔ لیکن اپنے اسلام کو چھپایا۔

پھر جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو ابن سلام ﷺ کہتے ہیں کہ میں اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کی خبر سے مجھے وجد آ گیا اور میں درخت سے گر پڑا۔

کفار کی ایذا رسانی کے سلسلے میں ظہور معجزات

نبیہتی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کو قریش نے جو تکالیف پہنچائیں ان میں تم نے سب سے اہم چیز کون سی دیکھی؟ انہوں نے کہا

کہ میں نے دیکھا قریش کے کچھ سردار حجر اسود کے قریب جمع تھے اور حضور ﷺ نے جو اسلام کی تبلیغ و تحریک شروع فرمائی تھی۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے اس بارے میں جس صبر و برداشت کا مظاہرہ کیا ہے اس کی مثال نہیں ملے گی۔ محمد (ﷺ) نے ہمارے معزز سرداروں کو بے وقوف ہمارے اسلاف کو گم کردہ راہ اور ہمارے مذہب کو باطل ٹھہرایا۔ ہماری جمعیت اور قومی اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور ہمارے معبودوں کو باطل قرار دیا۔ مگر ہم ایسی دیوانگی کی باتوں پر صبر کرتے رہے۔

اتفاقاً اسی وقت حضور ﷺ اس طرف سے گزرے اور حجر اسود کے پاس ٹھہر کر اس کو بوسہ دیا۔ پھر ان لوگوں کے پاس سے گزر کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ قریش کے سردار یہ ناگوار باتیں

آپ ﷺ کو آزار اور تکلیف پہنچانے کے لئے جاری رکھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ چشم پوشی فرما رہے تھے۔

حضرت عبد اللہ ﷺ راوی حدیث کا کہنا ہے کہ میں نے حضور ﷺ کے چہرہ انور سے ناگواری کا اندازہ کر لیا۔ جب آپ ﷺ طواف کے دوسرے چکر میں ان کے قریب سے گزرے تو پھر آپ نے کوئی ناگوار بات سنی مگر درگزر فرمایا اور طواف جاری رکھا۔ میں نے چہرہ انور پر نظر ڈالی اور ناگواری کو محسوس کیا۔ تیسرے چکر پر کفار نے جب آوازے کیے تو پھر آپ نے ٹھہر کر فرمایا۔ اے گروہ قریش! قسم اس ذات کی جو خالق کل ہے یقیناً میں تمہارے پاس خاتمہ کے لئے آیا ہوں اور ہر برائی کو ختم کروں گا۔ قریش یہ سن کر دم بخود ہو گئے اور کہنے لگے اے ابوالقاسم! آپ ﷺ تمسخر کو سنجیدگی میں نہ لیں اور اس بے وقوف کو معاف کریں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عروہ ﷺ حضرت عثمان ابن عفان ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو قریش بہت زیادہ ایذا پہنچاتے تھے۔ پھر روایت مذکورہ بالا کے مانند قریش کے حجر اسود کے قریب بیٹھنے اور حضور ﷺ کے تیسرے طواف پر ٹھہرنے کے بعد یہ فرمانا روایت کیا ہے کہ ”اے سرکشان قریش! تم باز نہ آؤ گے جب تک تم لوگوں کو عذاب الہی اپنی گرفت میں نہ لے لے“ یہ سن کر مشرکین لرز گئے۔ جب حضور ﷺ گھر کی طرف روانہ ہوئے تو میں آپ ﷺ کے ساتھ رہا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”عثمان ﷺ! اللہ اپنے دین کو تمام باطل دینوں پر جلد غالب کرنے والا ہے اور وہ وقت آنے والا ہے کہ خدائے واحد کا کلمہ ان سب لوگوں کے قلب و جگر میں خون زندگی بن کر دوڑے گا۔“

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت خباب ﷺ سے روایت کی انہوں نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا آپ اس وقت خانہ کعبہ کے سائے میں چادر اوڑھے کھڑے تھے۔ میں نے اس وقت دشمنان اسلام کی اذیت کے پیش نظر عرض کیا:

”اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ ﷻ سے دعا نہیں فرماتے؟“ میری یہ بات سن کر حضور ﷺ بیٹھ گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ انور سرخ ہو گیا اور فرمایا تم سے پہلے لوگ ایسے بھی تھے جن کے جسموں سے لوہے کی کنگھیوں کے ذریعہ ہڈیوں پر سے گوشت سونتایا چھیلا جاتا تھا مگر یہ تکلیف بھی ان کو اپنے دین اور عقیدوں سے برگشتہ نہ کر سکی اور بعض کے سروں پر آرا چلایا جاتا اور اس کو دو حصوں میں بانٹ دیا جاتا۔ مگر یہ اذیت بھی ان کو ان کے مذہب اور مسلک سے نہ پھیر سکی۔ مجھے اپنے رب سے امید ہے کہ وہ اس دین کو اس طرح نافذ اور کلی طور

پر نافذ فرما دے گا کہ ایک شخص صنعا سے حضرموت تک سوار ہو کر چلے گا اور اس کو اللہ ﷻ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ ابو جہل اور ابوسفیان کے سامنے سے گزرے۔ ابو جہل نے کہا:

اے بنی عبد شمس یہ تمہارا نبی ہے اس پر ابوسفیان نے کہا: تعجب ہوتا اگر ہم میں سے کوئی نبی ہوتا۔ ابو جہل نے کہا تعجب تو اس پر ہے کہ بوڑھے داناؤں کے درمیان ایک بچہ نے نبوت کا اعلان کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ان دونوں کی باتیں سن لیں اور فرمایا:

اے ابوسفیان! سن لو تم نے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ پر غصہ اور غضب کا اظہار نہیں کیا۔ لیکن تم نے اپنے اصل کی حمایت کی ہے اور اے ابوالحکم سن لے خدا کی قسم تو ہنسے گا بہت کم لیکن روئے گا بہت زیادہ۔

بخاری، ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب اللہ ﷻ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور مکہ میں نبوت کا اعلان کیا اسی زمانہ میں میرا شام جانا ہوا جب میں بصری پہنچا تو میرے پاس نصاریٰ کی ایک جماعت آئی اور مجھ سے پوچھا کیا تم حرم سے آئے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ پھر انہوں نے پوچھا تم اس مدعی نبوت کو جانتے ہو جو تمہارے علاقہ میں ظاہر ہوا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں اچھی طرح۔ اس کے بعد وہ مجھ کو اپنے معبد میں لے گئے اس میں شبیبہیں اور تصویریں تھیں۔ تھوڑا توقف کرنے کے بعد انہوں نے پوچھا:

آپ نے ان تصاویر کو بہت دلچسپی سے دیکھا کیا ان میں اس مدعی نبوت کی تصویر ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر وہ مجھے ایک دوسرے بڑے دیر میں لے گئے۔ یہاں کثیر تعداد میں تصویریں تھیں۔ میں نے ان تصویروں سے بھی تفریح اور دلچسپی لی میری نگاہ ایک طرف سے سامنے کی تصویروں پر پڑتی ہوئی آگے کی تصویروں کے لئے بڑھ رہی تھی کہ میری نظریکبارگی ایک چبوترہ کی شبیبہ پر پڑی اس پر رسول اللہ ﷺ کی شبیبہ تھی اس سے نظر ہٹی ہی تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شبیبہ پر پھر ٹھہری۔ معبد کے عابدوں نے پوچھا کیا تم صاحبِ شبیبہ کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں انہوں نے پوچھا: کیا وہ نبی یہ ہیں (انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شبیبہ کی طرف اشارہ کیا)

میں نے جواب دیا: ”جی ہاں یہی ہیں۔“

انہوں نے کہا: ”کیا تم ان کو پہچانتے ہو۔“ (دوسرے چبوترے والی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا)

میں نے جواب دیا: ”پہچانتا ہوں۔“

انہوں نے کہا: ”تم میں سے ہیں اور ان کے صحابی ہیں اور یہی نبی ﷺ کے خلیفہ اول ہوں گے۔“

طبرانی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت کی کہ میں قریش کی سنگ دلی اور ایذا رسانی کو نہایت ہی برا سمجھتا تھا۔ جب ان مشرکین کے بارے میں یہ یقین کر لیا گیا کہ وہ کسی صورت بھی آپ کے مقصد (اقامتِ دین) اور آپ کی ذات کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں اور حضور ﷺ کو قتل کرنے کے منصوبے بار بار بنا رہے ہیں تو میں اس دیر کے راہب کے پاس گیا جس کو میں نیک خدا رسیدہ اور ایک واقفِ علم و اسرار ذات سمجھتا تھا۔

وہ مجھے اپنے سردار کے پاس لے گیا اس کے بعد تصویروں کا سارا واقعہ بیان کیا کہتے ہیں کہ جب میں نے حضور ﷺ کی شبیہ دیکھی تو میں نے کہا کہ اس شبیہ سے زیادہ مشابہہ کسی اور تصویر کو میں نے نہیں دیکھا۔

اس راہب نے مجھ سے کہا کہ کیا تم ڈرتے ہو کہ کفار قریش انہیں قتل کر دیں گے؟ میں نے کہا ہاں میرا خیال یہی ہے ممکن ہے کہ انہوں نے قتل بھی کر دیا ہو۔ راہب نے کہا خدا کی قسم وہ لوگ ان کو قتل نہیں کر سکیں گے البتہ وہی لوگ قتل ہوں گے جن کے قتل کا ارادہ وہ نبی فرمائیں گے۔ قریش کی سب و شتم اور مذمت خود ان پر پلٹ جاتی اور وہ خود مورد ہوتے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم تعجب کرو گے کہ اللہ ﷻ نے قریش کی گالیوں اور ان کی لعنت کو میری مدافعت اور ان کی تادیب کے لئے خود ان کی ذات کی طرف لوٹا دیا ہے۔ وہ نا سمجھ لوگ ”مذمم“ کہہ کر گالیاں دیتے ہیں۔ دریاں حالیکہ میں تو اللہ کی رحمت سے ”محمد ﷺ“ ہوں۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی انہوں نے کہا:

”إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ“ (پچا اہل ۹۵)

”بے شک ان ہنسے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

کی تفسیر میں بیان کیا کہ ولید بن مغیرہ، اسود ابن عبد یغوث، اسود بن مطلب، حارث بن عیطل سہمی، عاص بن وائل وغیرہ کفار قریش استہزاء کرتے تھے۔

جب جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کافروں کے

استہزاء کا تذکرہ ان سے کیا تو

حضرت جبریل علیہ السلام نے ولید کو سرا منے کر کہ اس کی شہ رگ کی طرف اشارہ کر کے دکھایا۔ حضور ﷺ نے کہا آپ نے یہ کیا کیا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا میں نے تدارک کر دیا۔

پھر اسود ابن مطلب کی آنکھ کی طرف اشارہ کر کے دکھایا۔ حضور ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے اس کا تدارک کر دیا۔

اس کے بعد اسود بن یغوث کے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھایا۔ حضور ﷺ نے پوچھا تو جبریل علیہ السلام نے جواب دیا میں نے اس کا تدارک کر دیا۔

بعد ازاں حارث کو اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھایا۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر جواب دیا میں نے اس کا تدارک کر دیا۔

پھر عاص کو گزارا اور اس کے پیر کے تلوے کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا آپ نے کیا کیا؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا میں نے تدارک کر دیا۔

کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ولید اتفاقاً ایک خزاعی شخص کا تیر گردن پر لگنے سے مر گیا اور اسود سمرہ کے درخت سے اتر ا اور ”بول کا درخت کا کاٹا گھسا“ کہتے کہتے اپنی آنکھ اور اس کی بینائی کھو بیٹھا۔ اسود بن یغوث دماغ کے اندر پھوڑا ٹکنے سے مر گیا۔ حارث پیٹ میں پانی اتر آنے سے مرا اور عاص کا انجام یہ ہوا کہ وہ گدھے پر سوار ہو کر طائف گیا۔ اثنائے راہ میں اتر ا شبرقہ کا کاٹا پیر کے تلوے میں گھسا جس کی وجہ سے بیمار ہو کر مر گیا۔

(اس حدیث کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہ کثرت اسناد بیان ہوئی ہیں اور جن کو انہوں نے ”تفسیر مسند“ میں ذکر کیا ہے۔)

ابولہب کے بیٹے لہب کے لئے حضور ﷺ کی بددعا

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ابو عقرب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ لہب حضور ﷺ کے ساتھ بدگوئی کرتا تھا۔ ایک روز آپ ﷺ کے سامنے استہزاء کرتا ہوا آیا تو حضور ﷺ نے بددعا کی کہ: ”اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبَكَ۔“ اے خدا! اس پر اپنے کتے کو مسلط کر دے۔

راوی نے کہا ابولہب ملک شام سے کپڑوں کی تجارت کرتا تھا اور اپنے بیٹے لہب کو معاونوں اور وکیلوں کے ساتھ بھیجا کرتا وہ کہتا میں اپنے بیٹے کے بارے میں محمد (ﷺ) کی بددعا سے ڈرتا ہوں۔ وہ انہیں خوب تاکید کرتا کہ جب تم کسی منزل پر پڑاؤ کرو تو منزل کی دیواروں سے چھپا کر کپڑے کے تھانوں اور اپنے سامان سے اسے چھپا دیا کرنا۔ مگر ایک روز کوئی درندہ آیا اور

اس نے اسے بچھاڑ کر پھاڑ ڈالا۔ ابولہب کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے کہا۔ میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ میں اس کے بارے میں محمد (ﷺ) کی بددعا سے ڈرا کرتا ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ (ؓ) سے روایت کی کہ عتبہ بن ابولہب نے رسول اللہ ﷺ پر زیادتی کی اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس پر کوئی کتا مسلط کر دے۔ تو وہ قریش کی ایک جماعت کے ساتھ گیا یہاں تک کہ شام کے ایک مکان میں رات کو ٹھہرے جس کا نام زرقاء تھا۔ تو ایک شیر نے چکر لگایا اور عتبہ کو پکڑ لیا وہ چیختا رہا کہ ہائے ستیاناس جائے یہ شیر ہے خدا کی قسم یہ مجھے کھا جائے گا؟ جیسا کہ محمد (ﷺ) نے میرے لئے بددعا کی تھی اور محمد (ﷺ) نے مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے مجھے قتل کر دیا۔ پھر وہ شیر لوگوں کے سامنے اس پر جھپٹا اور اس کا سر دبوچ لیا اور چبا ڈالا۔

اس روایت کو ابن اسحاق اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ایک اور سند کے ساتھ مرسل محمد بن کعب قرظی (ؓ) وغیرہ سے روایت کی ہے اس میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت حسان بن ثابت (ؓ) نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں۔

سَائِلُ بَنِي الْأَشْقَرِ إِنْ جِئْتَهُمْ مَا كَانَ أَبْنَاءَ أَبِي وَاسِعٍ
اگر بنی اشقر کے پاس تمہارا جانا ہو تو ان سے پوچھو کہ ابی واسع کے بیٹوں کا کیا قصہ ہے؟
لَا وَسَّعَ اللَّهُ لَهُ قَبْرَهُ بَلْ ضَيَّقَ اللَّهُ عَلَى الْقَاطِعِ
اللہ ﷻ ابو واسع کی قبر کو کشادہ نہ کرے بلکہ اللہ ﷻ ایسے کاٹنے والے پر تنگ کر دے۔
رَحِمَ بَنِي جَدِّهِ ثَابِتٌ يَدْعُو إِلَى نُورٍ لَهُ سَاطِعٍ
جس نے ایسے نبی کے ساتھ قطع رحمی کی جس کی کوشش ثابت ہے اور وہ ایسے نور کی دعوت دیتا ہے جو چمکنے والا ہے۔

أَسْبَلَ بِالْحَجَرِ لَتَكْذِيبِهِ دُونَ قُرَيْشٍ نَهْزَةَ الْقَادِعِ
حجر اسود کے پاس ابو واسع نے قریش کی موجودگی میں نبی کریم کی موجودگی میں ان کو جھٹلانے کے لئے زبان درازی کی۔

فَاسْتَوْجَبَ الدَّعْوَةَ مِنْهُ بِمَا بَيْنَ النَّاطِرِ وَالسَّامِعِ
تو نبی کریم ﷺ کے لئے اس پر ایسی بددعا لازم ہوئی جو کہ دیکھنے والے اور سننے والے کے لئے خوب واضح ہے۔

أَنَّ سَلْطَ اللَّهِ بِهَا كَلْبَهُ يَمْشِي الْهُوَيْنَا مُشِيَةَ الْخَادِعِ

یہ کہ اللہ ﷻ ابو واسع پر اپنا ایک کتا مسلط کر دے۔ جو آہستہ آہستہ دھوکہ کی چال چلتا

ہو۔

حَتَّى أَتَاهُ وَسُطَّ أَصْحَابِهِ وَقَدْ غَلَتْهُمْ سِنَةُ الْهَاجِجِ
یہاں تک کہ وہ درندہ اس کے ساتھیوں کے بیچ میں آیا اور ان پر گہری نیند مسلط تھی۔

فَالْتَقَمَ الرَّأْسَ بِيَا فَوْخِهِ وَالنَّحْرَ مِنْهُ فَغُرَّةَ الْجَائِعِ
تو اس درندہ نے اس کے سر تالو اور گردن کو بھوکے شیر کی مانند منہ کھول کر چبا ڈالا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے طاؤس ؓ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ
وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ تِلَاوَت کی تو عتبہ بن ابولہب نے کہا۔ میں نجوم کے رب سے کفر کرتا ہوں۔
اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تجھ پر کتا مسلط کرے۔

کچھ عرصہ کے بعد وہ کچھ ساتھیوں کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوا۔ شام کو شیر کے
دھاڑنے کی آوازیں آئیں سب مسافروں نے حصار میں سامان لگا کر بستر کیے اور سو گئے شیر آیا
اور چند افراد کو سونگھ کر بڑھ گیا۔ حتیٰ کہ عتبہ کو سونگھا اور پھر چبا ڈالا اور وہ آخر دم تک یہی کہتا رہا کہ
میں نہ کہتا کہ محمد ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ صادق ہیں اور یہی کہتے کہتے مر گیا۔

عرب میں قحط اور پھر نزول بارش کے لئے حضور ﷺ کی دعائیں

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ
نے قریش کو اسلام سے انکار کرتے دیکھا تو دعا کی کہ الہی یوسف علیہ السلام کے سات سال کی مانند
میری سات سے بدد فرما۔ تو ان کو قحط نے گھیر لیا یہاں تک کہ انہوں نے مردار کھالوں اور ہڈیوں
تک کو کھایا۔ اس وقت ابوسفیان اور کچھ اہل مکہ آئے انہوں نے کہا کہ

اے محمد (ﷺ) آپ ﷺ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ حالانکہ آپ
کی قوم ہلاک ہو رہی ہے لہذا اللہ ﷻ سے ان کے لئے دعا کیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے بارش کے
لئے دعا مانگی اور بارش ہوئی یہاں تک کہ سات دن تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ اس مسلسل بارش
سے تنگ آ کر انہوں نے بارش کی زیادتی کی شکایت حضور ﷺ سے کی تو حضور ﷺ نے یہ دعا مانگی
کہ اَللّٰهُمَّ حَوِّالَيْنَا وَمَا عَلَيْنَا (اے ہمارے چاروں طرف بارش ہو اور ہمارے اوپر نہ ہو) چنانچہ اسی دم بادل
حضور ﷺ کے سر اقدس سے چھٹ گیا اور اطراف میں بارش ہوتی رہی۔

نسائی حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ ابوسفیان رسول

اللہ ﷻ کے پاس آئے اور کہا۔ اے محمد ﷺ میں اللہ ﷻ کا واسطہ دیتا ہوں کہ رحم فرمائیے۔ نادار قریش کی زبانوں حالی کا تو عالم یہ ہے کہ انہوں نے چمڑا اور چھال شدت بھوک میں کھانا شروع کر دیا ہے۔ اس حالت کو قرآن اس طرح بیان فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُم بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَغَاثُوا
لِرَبِّهِمْ وَمَا يَنْصُرُهُمْ
نَهْ وَهَ اپنے رب کے حضور میں جھکے اور نہ
(پ۱۸ المؤمنون ۷۱) گڑ گڑاتے ہیں۔ (ترجمہ کنزالایمان)

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے باری تعالیٰ سے ان کے لئے درخواست کی تو ان سے یہ عذاب دور ہوا۔

ایک مسلمان نابینا خاتون کی بینائی لوٹ آنے کا ایک عجیب ترین واقعہ

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسے سات غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کہ جن کے مالک ان کے توحید پرست اور مرید رسالت ہونے کی بناء پر سخت ترین عذاب اور وحشتناک تکلیفیں پہنچاتے رہتے تھے۔

ان میں سے ایک عورت زنیہ تھی۔ حتیٰ کہ ان بے چاری کی بینائی شدت عذاب سے زائل ہو چکی تھی اور طرفہ ستم یہ تھا کہ مشرکین کہتے کہ اس بد بخت کی بصارت لات وعزیٰ نے چھین لی ہے۔ وہ خاتون اپنے خدائے واحد و کار ساز حقیقی سے دعا کرتیں۔ پس ان کے مہربان خدا نے ان کی دعا سن لی اور ان کی بینائی لوٹ آئی۔

وہ نشانیاں جو ہجرت حبشہ کے سلسلہ میں ظاہر ہوئیں

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ جب حضرت جعفر ابی طالب رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ اپنے دین کی خاطر پناہ لینے حبشہ کی طرف گئے اور قریش نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو بھیجا اور وفد کے ساتھ نجاشی کے لئے تحفہ میں ایک عربی گھوڑا اور دیبا کا بنا ہوا شاہی طرز کا جُبہ اور دوسرے مقررین شاہ کے لئے بھی تحائف بھیجے تو نجاشی نے تحائف قبول کئے اور عمرو کو شرف باریابی بخشا۔ عمرو نے کہا:

”اے محترم بادشاہ! ہمارے علاقے سے کچھ لوگ جو نہ آپ کے دین پر ہیں اور نہ ہمارے دین پر آپ کی سر زمین میں آگئے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے فرما دیا جائے۔ یہ لوگ اس شخص کے فرمانبردار ہیں جس نے ہمارے ہی درمیان سے اٹھ کر

دعویٰ نبوت کیا ہے۔ یہ نبی جن بنیادی عقائد کو پھیلا رہا ہے ان میں سے چند یہ ہیں: ”وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ”ابن اللہ“ نہیں مانتے۔ وہ کسی بادشاہ کا احترام اور عظمت نہیں کرتے نہ حکم مانتے ہیں نہ سجدہ کرتے ہیں۔“

نجاشی نے مہاجرین عرب مسلمانوں کو بلوایا۔ جب حضرت جعفر علیہ السلام اور دوسرے مسلمان دربار شاہی میں پہنچے تو وہاں کے روایتی آداب کو نظر انداز کر کے مسلمانوں کی طرح السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے۔ اس طرز عمل پر توجہ دلاتے ہوئے عمرو اور عمارہ نے یک زبان ہو کر کہا:

”اے محترم اور صاحبِ عظمت بادشاہ! یہ وہی صورتِ حال ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔“ نجاشی نے مسلمان وفد سے کہا:

”اے عرب مہمانو! کیا تم لوگ بتاؤ گے کہ ہماری تعظیم کس وجہ سے نہیں کی گئی اور مجھے بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارے خیالات کیا ہیں؟ اور تم لوگوں کا دین اور عقیدہ کیا ہے؟ کیا تم نصرانیت سے تعلق رکھتے ہو؟

انہوں نے جواب دیا: ”ہم نصاریٰ یا عیسائیوں سے تعلق نہیں رکھتے۔“

نجاشی نے دریافت کیا: ”تو کیا تم یہودیت سے متعلق ہو؟“

”ہم تو یہودی نہیں ہیں۔“ مسلمانوں نے جواب دیا۔

نجاشی نے پھر سوال کیا: ”تم عرب قوم کی طرح اصنام پرست ہو؟“

”ہم اصنام پرستی کی تو مخالفت کرتے ہیں۔“ حضرت جعفر علیہ السلام نے جواب دیا۔

نجاشی نے پوچھا: ”تو پھر تمہارا دین و مذہب کیا ہے؟“

”ہمارا دین اسلام ہے۔“ حضرت جعفر علیہ السلام نے جواب دیا۔

نجاشی نے سوال کیا: ”اسلام کیا ہے؟“

”اللہ کی توحید کا اقرار اور دل سے اعتراف اور حضرت محمد (ﷺ) کی رسالت و بعثت کو

قبول کر کے ان کی فرمانبرداری میں خود کو دے دینا۔“ حضرت جعفر علیہ السلام نے کہا۔ نجاشی نے پھر پوچھا: ”یہ اسلام تمہیں کیسے ملا؟“

”اس کو ایک نجیب اور شریف خاندان کا ایک عرب لے کر آیا۔ وہ مثل انبیاء سابقین کے

مبعوث ہوئے ان پر احکام و الہام اور وحی اللہ ﷻ کا امین فرشتہ لے کر آتا ہے۔ وہ ہم کو والدین کے ساتھ حسن سلوک راست گوئی و فائے عہد اور ادائے امانت کا حکم دیتے ہیں اور بتوں کی پرستش سے ہمیں منع کرتے ہیں اور اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ ان کی یہ تعلیم ہم نے

اس وجہ سے پسند کی کہ ہمارے قلب نے اس کی تصدیق کی۔ قرآن کو ہم نے اس کے اعجاز اور امتیاز کی وجہ سے کلام الہی جانا اور اس پر عمل کیا تو ہماری قوم دشمن ہو گئی اور نبی صادق ﷺ کو انہوں نے ایذا پہنچائی۔ ان کے دشمن ہو گئے اور قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ ہم وطن میں رہ کر مدافعت نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے جانیں بچا کر دین کی خاطر آپ کے پاس پناہ لینے آئے ہیں۔“

حضرت جعفرؓ کی یہ مختصر تقریر سننے کے بعد نجاشی نے کہا:

”اگر واقعی یہ حالات ہیں تو ان کا ظہور اس مرکز نور سے ہوا ہے۔ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا ظہور ہوا تھا۔“

حضرت جعفرؓ نے مزید فرمایا: ”رہا تعظیم کرنے کا سوال تو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم کیا ہے کہ اہل جنت کی تحیت یعنی تعظیم ”السلام“ ہے۔

نیز سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جناب نے ہمارے خیالات دریافت فرمائے ہیں تو اس بارے میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے اس کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طرف القاء کیا گیا اور اس کی روح ہیں وہ پاک ستھری بتول کے فرزند ہیں۔“

اس قدر سننے کے بعد نجاشی نے اپنے ہاتھ کو اوپر اٹھایا اس میں ایک تنکا تھا اور کہا تمہارے بیان میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت میں اس تنکے کے برابر بھی فرق نہیں ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ مشرکین عرب کے نمائندہ وفد کو ان کے تحفے واپس کر دو اور حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں سے کہا آپ حضرات یہاں اطمینان سے رہیں اور اراکین مملکت کو ان کے آرام و آسائش کی ہدایت کی اور دربار سے رخصت ہونے کی اجازت دی۔

مسلمانوں کا مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) اور بنو ہاشم کا شعب ابوطالب میں پناہ لینا بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بطریق موسیٰ بن عقبہ زہریؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مشرکین مکہ مسلمانوں کی ایذا رسانی میں پوری شدت برت رہے تھے اور یہ شدت اس وقت اور بھی زیادہ ہو گئی جب قریش کا وفد حبشہ سے ناکام لوٹا اور نجاشی نے مسلمانوں کو حبشہ میں امن و امان اور پورے احترام کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مشرکین مکہ نے جلسہ عام میں طے کیا کہ بنو ہاشم جب تک محمد (ﷺ) کو ہمارے سپرد نہ کر دیں اس وقت تک ان سے کوئی تعلق نہ رکھئے نہ کوئی ان سے رشتہ

کرے اور نہ میل جول رکھے نہ خرید و فروخت جائز رکھے اس قرار داد کو عہد نامہ کی شکل دے دی گئی اور کتابت کر کے کبار قریش کے دستخط ہونے کے بعد خانہ کعبہ کی دہلیز پر آویزاں کر دیا گیا۔ ابو لہب کے سوا جو اس مرحلہ پر بنو ہاشم سے کٹ کر مخالفین سے مل گیا تھا۔ باقی تمام بنو ہاشم اور مسلمان ناچار و مجبور ہو کر پہاڑ کے ایک درہ میں جس کا نام ”شعب ابو طالب“ ہے چلے گئے اور دو برس چار ماہ اس قدر اذیتوں کو جھیلا اور جان سوز تکلیفوں کو برداشت کیا جن کو سن کر پتا پانی ہوتا ہے۔ کھانے کو جب کچھ نہیں ملتا تو درختوں کی پتیاں چھال اور جانوروں کا خشک چمڑہ ابال کر کھا لیتے۔

ان لوگوں میں عورتیں مرد بچے اور بوڑھے بیمار سب ہی شامل تھے۔ حضور ﷺ اس قدر شدید صبر آزما اور حوصلہ شکن حالات میں بھی شب و روز دعوت و تبلیغ اسلام میں مصروف رہتے۔ آخر ہشام بن عمرو اور زہیر بن ابوامیہ وغیرہ سرداران قریش کو بنو ہاشم کی حالت زار پر ترس آیا۔ وہ خانہ کعبہ پہنچے اور ابو جہل کی مخالفت کے باوجود اس عہد نامہ کو چاک کر ڈالا بنو ہاشم تین سال تک شعب ابو طالب میں رہنے کے بعد پھر اپنے اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایتوں میں تفصیل دیتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ عہد نامہ کی عبارت کرم خوردہ (دیمک والی) ہو گئی تھی اور عہد نامہ کے محرر منصور بن عکرمہ کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عثمان بن ابی سلیمان بن جبیر بن مطعم ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ اس مقاطعہ کا لکھنے والا منصور بن عکرمہ عبوری تھا اس کا ہاتھ جب شل ہو گیا تو قریش اس کے ہاتھ کو دیکھ کر آپس میں کہا کرتے تھے کہ ہم نے یقیناً بنی ہاشم کے ساتھ ظلم کیا ہے۔ دیکھو منصور بن عکرمہ کو کیا دکھ پہنچا ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ ابو طالب نے ترکِ مؤالات کے سلسلے میں جو اشعار کہے ان میں سے ایک یہ ہے۔
 اَلَمْ يَأْتِكُمْ اَنَّ الصَّحِيفَةَ مُزَقَّتٌ وَاِنَّ كُلَّ مَا لَمْ يَرْضَهُ اللّٰهُ يَفْسَدُ
 کیا تم کو خبر نہیں کہ وہ عہد نامہ ضائع ہو گیا۔ بے شک جس چیز سے اللہ ناراض ہو وہ نیست و نابود ہو جاتی ہے۔

واقعہ معراج اور رسول اللہ ﷺ کا ملاءِ اعلیٰ میں پہنچنا

اللہ ﷻ نے سورہ نبی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:

پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گردا گرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْإِثْنَانِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

(پہا بنی اسرائیل ۱) ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ثابت ﷺ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا براق لایا گیا جو سفید گدھے سے اونچا اور خچر سے تھوڑا چھوٹا ایک چوپایہ تھا۔ میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس آیا دو رکعت نماز پڑھی۔ میں مسجد اقصیٰ سے باہر آیا تو جبریل علیہ السلام نے دو پیالے پیش کئے ایک شربت کا اور دوسرا دودھ کا۔ میں نے دودھ کو پسند کیا۔ اس کے بعد ہم آسمان دنیا کی طرف پہنچے جبریل علیہ السلام نے دستک دی کہا کون ہے؟ کہا جبریل علیہ السلام پوچھا ساتھ میں کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا محمد ﷺ۔ پوچھا کیا ان کی طرف کوئی بھیجا گیا ہے؟ کہا ہاں ان کی طرف بھیجا گیا ہے تو ہمارے لئے دروازہ کھل گیا۔ وہاں میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم دوسرے آسمان پر پہنچے اور یہاں پر بھی آسمان اول کی طرح حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال و جواب ہوئے پھر دروازہ کھل گیا۔ وہاں میں نے دو خالہ زاد بھائیوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم تیسرے آسمان پر پہنچے اور یہاں پر بھی حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ وہاں میں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم چوتھے آسمان پر پہنچے اور یہاں پر بھی حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میں نے وہاں حضرت ہارون علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم پانچویں آسمان پر پہنچے اور یہاں پر بھی حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میں نے وہاں حضرت ہارون علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور مجھ کو دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم چھٹے آسمان پر پہنچے اور یہاں بھی حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال و

جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ میں نے وہاں حضرت موسیٰ کو دیکھا انہوں نے مرحبا کہا اور پھر مجھ کو دعائے خیر دی۔

اس کے بعد ہم ساتویں آسمان پر پہنچے اور یہاں بھی حضرت جبریل علیہ السلام سے سوال و جواب کے بعد دروازہ کھل گیا۔ وہاں میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے اپنی پشت لگائے بیٹھا دیکھا۔

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ لے گئے اور مجھ پر اور میری امت پر ایک رات اور دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ پھر میں چھٹے آسمان پر اترا اور دوبارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا۔ انہوں نے نمازوں کی فرضیت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے کہا پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اپنے رب کے حضور واپس جائیے اور نماز میں کمی کے لئے عرض کیجئے کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی تو میں حضور خداوندی ﷺ میں واپس گیا اور تخفیف نماز کے لئے عرض کی اور بارگاہِ کریمی سے پانچ نمازیں کم ہو گئیں۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جا کر بتایا۔ انہوں نے کہا لوگوں کی برداشت کم ہے رب ﷻ کے حضور جائیے اور مزید کمی کے لئے درخواست کیجئے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اسی طرح اپنے رب ﷻ کے اور حضور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا یہاں تک کہ رب العالمین نے فرمایا:

”اے محمد ﷺ! ہر دن کے لئے پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز دس نمازوں کے قائم مقام ہے۔“ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کو بتایا تو انہوں نے بتایا کہ آپ پھر واپس جائیے اور کمی کے لئے درخواست کیجئے۔

میں نے کہا اب تو کمی کے لئے درخواست کرتے ہوئے مجھے حیا آتی ہے۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ روایت معراج کو بیان کیا ہے جس میں تقریباً متذکرہ بالا روایت کے مطابق بیان کرنے کے بعد آخر میں اس قدر مزید ہے کہ:

جب حضور ﷺ نیچے تشریف لائے تو جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ ”آسمانوں پر میری ملاقات جس سے ہوئی اس نے تبسم اور شگفتگی کے ساتھ مرحبا اور خوش آمدید کہا“ بجز ایک فرشتہ کے کہ تبسم اور شگفتگی کے آثار اس کے چہرے پر نہ تھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ داروغہ جہنم ہے۔ وہ کبھی شگفتہ نہیں ہوتا۔

حضور ﷺ نے صبح کو معراج کے واقعات کا ذکر کیا۔ ان واقعات کو سن کر مشرکین مکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ازراہ استہزاء کہنے لگے:

”ابوبکر ؓ تمہیں اپنے آقا اور سردار کے بارے میں کچھ خبر ہے؟ وہ کہنے لگے ہیں کہ آج رات کے ایک حصہ میں وہ ایک ماہ کی مسافت تک گئے اور پھر اپنے مقام پر لوٹ آئے۔“
حضرت صدیق اکبر ؓ نے جواب دیا: ”اگر اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی شک و شبہ نہیں اور یہ آپ ﷺ کی شان سے بعید نہیں۔“

پھر مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا جو کچھ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ اس کی نشانی کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں قریش کے ایک قافلے پر گزرا جو فلاں مقام پر تھا ان کے اونٹ ہم سے بد کے اور چکر لگانے لگے۔ ان میں ایک اونٹ ایسا تھا جس پر دو چادریں تھیں ایک چادر سیاہ اور ایک چادر سفید وہ گر گیا اور اس کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔“

جب وہ قافلہ آیا تو لوگوں نے اہل قافلہ سے وہی باتیں کیں جو حضور ﷺ نے بیان فرمائی تھیں اور اس طرح رسول اکرم ﷺ کے ارشادات کی تصدیق ہو گئی اور حضرت ابوبکر ؓ کا لقب صدیق رکھا۔ لوگوں نے پوچھا جن لوگوں سے آپ نے ملاقاتیں کی ہیں کیا ان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تھے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“ پوچھا کہ ان کی صفت بیان فرمائیے۔ حضور ﷺ نے بتایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا گندمی رنگ تھا جیسے از دیمان کے یمنی باشندوں کا رنگ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد لمبے بالوں والے اور رنگ سرخی مائل تھا گویا کہ ان کی داڑھی سے موتی جھڑتے تھے۔

امام احمد اور ابو داؤد رحمہما اللہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب معراج کے مشاہدات میں ایسے لوگوں کو بھی دیکھا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے منہ اور سینے کو چھیل رہے تھے۔ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا تجسس اور ان کے درپے ہو کر بے آبروی کرتے تھے۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کے مشاہدات میں سے ایک یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا اور کٹے ہوئے ہونٹوں کی جگہ دوسرے ہونٹ پیدا ہو جاتے۔ میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں۔ تو مجھے بتایا گیا یہ آپ ﷺ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں کو تو تبلیغ کرتے تھے مگر خود عمل نہ کرتے۔ جن کی پرائیوٹ اندرونی زندگی اور اس کے معاملات ان کی پبلک زندگی عوامی رویہ سے متضاد ہوتی ہے جو بد اخلاقیوں کو چھپاتے اور تقویٰ اور خوش اخلاقی کا مصنوعی رنگ چڑھا کر دکھاتے ہیں۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روایت کر کے صحیح کہا اور ابو نعیم و ابن مردویہ اور بزار رحمہم اللہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب وہ رات آئی جس میں مجھے معراج ہوئی تو جبریل علیہ السلام بیت المقدس کے صخرہ کے پاس آئے اور انہوں نے اپنی رسی صخرہ میں داخل کی جس سے اس میں سوراخ ہو گیا اور اس سوراخ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے میرے براق کو باندھ دیا۔

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ”نوادرا الاصول“ میں اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کے مشاہدات میں دروازہ جنت پر لکھا دیکھا کہ ”صدقہ کی جزا اصل سے دس گنا ہے اور قرض دینے والے کو رقم قرضہ سے اٹھارہ گنا زیادہ ثواب ملے گا۔“ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے قرض صدقہ سے افضل ہے انہوں نے فرمایا اس لئے کہ سائل سوال کرتا ہے اور اس کے پاس موجود ہوتا ہے اور قرض کا طالب اسی وقت قرض مانگتا ہے۔ جب اسے سخت ضرورت لاحق ہوتی ہے۔

حدیث اسراء بیان کردہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج ہوئی تو میں نے جنت کو درہ بیضا سے دیکھا۔ میں نے کہا: ”اے جبریل علیہ السلام! لوگ مجھ سے جنت کے بارے میں پوچھیں گے؟“ جبریل علیہ السلام نے کہا: ”آپ سوال کرنے والوں کو بتادیں کہ جنت کی سطح ہموار اور وسیع ہے اور اس کی مٹی مشک ہے۔“

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق قتادہ رضی اللہ عنہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے شب معراج میں پاکیزہ ترین خوشبو پا کر حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میں ایسی خوشبو ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ ایک کنگھی کرنے والی کی اور نیز اس کے شوہر اور بیٹی کی خوشبو ہے۔ جس کا پس منظر یہ ہے کہ عورت ایک روز فرعون کی بیٹی کے کنگھی کرنے بیٹھی تو اس کے ہاتھ سے کنگھی گر پڑی اس نے اس کو اٹھاتے ہوئے کہہ دیا کہ فرعون ہلاک ہو جائے۔ بیٹی نے اس کی شکایت اپنے باپ فرعون سے کر دی۔ جس پر اس نے مشاطہ کو قتل

کرادیا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث بیت المقدس کے سلسلے میں

شیخین رحمہما اللہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب مجھے بیت المقدس کی سیر کرائی گئی اور مشرکین کو معلوم ہوا تو وہ اعتراض کرنے اور مضحکہ اڑانے کے خیال سے آئے اور مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنے لگے۔ میں اس وقت حجر اسود کے پاس کھڑا ہو گیا اور اللہ ﷻ نے اپنی رحمت سے بیت المقدس کو میرے روبرو کر دیا اور میں اس کو دیکھ دیکھ کر مشرکین مکہ کے سوالات کے جوابات جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ دیتا رہا۔

ابن مردویہ اور طبرانی رحمہما اللہ نے ”اوسط“ میں بہ سند صحیح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج جب میں ملائِ اعلیٰ پہنچا تو حضرت جبریل علیہ السلام کی خشیتِ الہی سے ایسی حالت ہو گئی کہ گویا ان میں کوئی حسن و حرکت ہی نہیں ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی حدیث اسراء و سیر جنت و دوزخ کے بارے میں

امام احمد ابن ابی شیبہ ترمذی، حاکم نسائی، ابن جریر ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ براق پر ہی سوار رہے کہ آپ ﷺ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھلے پھر آپ نے جنت و دوزخ اور عالم بالا کے مذکور قرآن تمام حقائق کو دیکھا پھر واپس تشریف لائے۔ ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

”آپ کو آسمانوں کی (مابعد الطبیعی) تمام اشیاء اور مقامات اور زمین کی تمام (طبیعی مادی) اشیاء اور مقامات کی سیر کرائی گئی۔“

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث انجام سود خواری کے بارے میں

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شب معراج سماوی مشاہدات کے سلسلے میں ایک شخص کو آتش سیال کی نہر میں غوطے لگاتے اور پتھر نکلتے دیکھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے جو اس دردناک عذاب میں مبتلا ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا یہ سودی کاروبار کرنے والا ہے۔

حضور ﷺ کا نام نامی عرش پر تحریر تھا

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سہیل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب اسراء میں نے سموات علیٰ میں تسبیح کی آواز سنی تو میرا دل دھڑکنے لگا۔ جبریل علیہ السلام نے اس وقت مجھ سے کہا کہ اے اللہ ﷻ کے رسول (ﷺ) خوف نہ کھائیے۔ بلاشبہ آپ ﷺ کا نام عرش پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا ہے۔

حضور ﷺ سے براق کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا شے تھی اور کس نوع کی سواری تھی؟ آپ ﷺ نے بتایا کہ وہ مثل چوپائے کے تھا، طویل القامت اور سفید رنگ اور اس کے قدموں کے درمیان حد نظر تک فاصلہ تھا۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت صخرہ کے شق ہونے میں

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مردویہ اور بزار رحمہما اللہ نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اس رات جب مجھے معراج ہوئی۔ جبریل علیہ السلام اس صخرہ کے پاس آئے جو بیت المقدس میں ہے اور اپنی انگلی اس صخرہ پر رکھی اور اس کو شق کر دیا اور پھر اس سے براق کو باندھا۔

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کی حدیث قدح شیر کے اختیار کرنے کے سلسلہ میں

طبرانی و ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جس رات میں آپ ﷺ کو معراج ہوئی تو آپ کے سامنے پانی، شراب اور دودھ کے پیالے پیش کئے گئے۔ تو آپ نے ان میں سے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے راہ راست اختیار فرمائی اور طریقہ فطرت کو پسند فرمایا۔ دودھ ہر جاندار کی اعلیٰ اور بہترین غذا ہے اس میں پانی اور غذا دونوں کا امتزاج ہے یہ گر سگی اور تشنگی دونوں کا مداوا ہے۔ اگر آپ ﷺ شراب قبول کر لیتے تو آپ کی امت کے بھٹک جانے کا احتمال تھا وہ ان میں سے ہوتے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اس صحرا کی طرف اشارہ کیا جس میں جہنم تھا جب آپ نے اس طرف نظر کی تو وہ بھڑکتی ہوئی آگ تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث اذانِ بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں

امام احمد و ابو نعیم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

جس رات میں نبی ﷺ کو معراج ہوئی اور آپ ﷺ جنت میں داخل ہوئے تو ایک گوشے سے آپ نے دھیمی سی آواز سنی دریافت کیا:

”اے محترم جبریل علیہ السلام! یہ کیسی آواز ہے؟“ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: ”یہ آپ کے موزن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آواز ہے۔“

رسول اللہ ﷺ جب واپس تشریف لائے تو آپ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ بلال رضی اللہ عنہ نے فلاح پائی میں نے ان کی مقامِ اعلیٰ میں اذان سنی ہے۔

پھر حضور ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملے اور انہوں نے آپ ﷺ کو مرحبا کہا۔ یعنی مرحبا یا نبی الامی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام گندی رنگ، طویل القامت اور کانوں تک یا اس سے کچھ اونچے لٹکے ہوئے بالوں والے شخص تھے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

پھر اور آگے بڑھے اور حضور ﷺ سے ایک جلیل القدر صاحبِ عظمت و سطوت شخص نے ملاقات کی اور مرحبا کہا۔ حضور ﷺ نے ان سے سلام و کلام فرمایا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا۔

حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا۔ یہ کون صاحب ہیں؟
”حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ ﷺ کے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: پھر میں نے جہنم کا معائنہ کیا اور وہاں لوگوں کو مردار کھاتے دیکھا۔ میں نے پوچھا: ”اے جبریل علیہ السلام (علیہ السلام) یہ کون لوگ ہیں؟“ انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں، یعنی غیبت کرتے ہیں۔

پھر میں نے ایک سرخ رنگ کا آدمی دیکھا جس کی آنکھیں وحشت ناک گہری نیلی تھیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا آدمی ہے اور جب رسول اللہ ﷺ مسجدِ اقصیٰ پہنچے اور نماز کا ارادہ فرمایا تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا اجتماع ہوا اور ان سب حضرات نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور جب واپسی کا ارادہ فرمایا تو آپ کے داہنے اور بائیں جانب سے دو پیالے پیش ہوئے، ایک دودھ کا دوسرا شہد کا۔ آپ نے دودھ کا پیالہ لے لیا اور اسے پی لیا تو پیالہ لے کر آنے والے شخص نے کہا:

اے اللہ ﷻ کے آخری رسول ﷺ آپ نے فطرت کو پالیا۔
امام احمد، ابو یعلیٰ، ابو نعیم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بہ طریقِ عکرمہ ﷺ حضرت ابن عباس

ﷺ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: جس رات میں رسول اللہ ﷺ کو بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر بہ فضل و رحمت باری اسی وقت رات میں واپس آئے اور لوگوں سے حضور ﷺ نے اپنے سفر اور بیت المقدس کی نشانیاں اور زیر سفر قافلوں کے حالات بیان کئے جس کے بارے میں کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ جو کچھ حضور ﷺ بیان فرما رہے ہیں، ہم اس پر کسی طرح یقین نہیں کر سکتے، وہ لوگ اسی بنا پر مرتد و کافر ہو گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد ایسے تمام لوگوں کی جو اپنے زعم میں مسلمانوں کا قلع قمع کرنے آئے تھے اور بڑا اہتمام کر کے اور بہت انتظام لے کر چلے تھے۔ بے سرو سامان، مختصر اور غریب الدیار دین الہی کے فوج داروں اور علمبرداروں نے ان سب حقائق معراج کے منکروں کی گردنیں اللہ ﷻ کے دین کے دشمن ابو جہل کے ساتھ کاٹ دیں۔

ابو جہل نے کہا تھا کہ ”محمد (ﷺ) ہمیں درخت زقوم کی خوراک کا ڈراوا دیتے ہیں۔ لوگو! تم کھجور اور مکھن خوب کھاؤ۔“

اور دجال کو اس کی اصل صورت میں حضور ﷺ کو دکھایا گیا اور آپ نے ردیت عینی سے دیکھا، حضرت موسیٰ اور سیدنا ابراہیم علیہم السلام سے ملاقاتیں کیں۔

ایک شخص نے حضور ﷺ سے دجال کے بارے میں پوچھا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے اسے عظیم الجثہ اور واضح و ظاہری خباثت کے ساتھ دیکھا۔ اس کی ایک آنکھ صحیح حالت میں تھی گویا وہ چمکتا ستارہ ہے اور میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو گورا، گھنگریا لے بال والا اور تیز نظر دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گندمی رنگ، سیاہ بال اور قوی خلقت دیکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام شکل و شمائل میں مجھ سے زیادہ قریب تھے۔ اتنے مماثل کہ گویا میں خود اپنا عکس دیکھ رہا ہوں، جب وہ اور میں نزدیک ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے کہا ”اپنے جد اعلیٰ کو سلام کیجئے۔“ تو میں نے ان کی خدمت میں سلام پیش کیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیہ کریمہ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ کی تفسیر میں روایت کی کہ معراج کی رات میں امور غیبی کا مشاہدہ رسول اللہ ﷺ نے چشم ظاہری سے کیا تھا۔

۱۔ عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو رات میں بیت المقدس کی سیر کرائی گئی اور آپ اسی رات میں واپس آ گئے اور لوگوں سے آپ نے اس بارے میں فرمایا اور بیت المقدس کی نشانیاں اور وہاں کے قافلے کے بارے میں بیان فرمایا تو انہوں نے تصدیق نہیں کی اور وہ مرتد ہو کے کافر ہو گئے۔

۲۔ (پ ۱۵ بنی اسرائیل ۶۰) اور ہم نے کہا وہ دکھاوا جو تمہیں دکھایا تھا مگر لوگوں کی آزمائش کو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو طویل القامت اور گھنگریالے بالوں والا شخص دیکھا گویا کہ وہ قبیلہ اَزْدِ شَتَوٰہ کے لوگوں میں سے ہیں اور میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو میانہ قد، سرخی مائل سفید رنگ اور سر کے بال لٹکے ہوئے دیکھا اور میں نے داروغہ جہنم اور دجال کو دیکھا اور ان سب کا دیکھنا ان نشانیوں میں سے ہے جن کو رحمت پروردگار نے دکھایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: فَلَا تَكُنْ فِي مَرِيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقیناً دیکھا ہے اور ملاقات کی ہے۔

امام احمد، نسائی، بزار، طبرانی، بیہقی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں سماوی سفر میں ایک لطیف خوشبو پر سے گزرا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ دختر فرعون کی مشاطہ کی خوشبو ہے اور واقعہ اس خاتون نیک کا یہ ہے کہ ایک روز دختر فرعون کے بالوں میں کنگھی کرنے کے دوران اس کے ہاتھ سے وہ کنگھی گر گئی اور مشاطہ نے بسم اللہ پڑھ کر اس کو اٹھایا۔ دختر نے پوچھا: کیا میرے باپ کا نام اللہ ہے؟ مشاطہ نے جواب دیا: میرا اللہ سارے جہان کا میرا اور تیرا نیز وہ تیرے باپ کا بھی رب ہے۔

لڑکی نے حیرت سے پوچھا: ”کیا تمہارا رب میرے باپ کے سوا کوئی اور ہے؟“

مشاطہ نے جواب دیا: ”ہاں! میرے رب کے سوا کوئی رب نہیں۔“

یہ خبر دختر فرعون نے اپنے باپ کو کر دی۔

پس فرعون نے اس کو طلب کیا اور پوچھا: ”اے معمر اور وفا دار مشاطہ! کیا تم میرے

علاوہ کسی اور کو رب سمجھ بیٹھی ہو؟“

پرستار تو حید مشاطہ نے جواب دیا: ”میرا رب اور تیرا بھی، نیز ساری کائنات کا تو وہی

ایک رب ہے جو رب السموات والارض ہے۔“

مشاطہ کے اس جواب کے بعد فرعون نے ایک کھوکھلے مجسمے کو جو تانبے سے بنایا گیا تھا۔

آگ پر تپانے اور سرخ کر دینے کا حکم دیا۔ جب وہ تپ کر مثل شعلہ کے ہو گیا تو اس نے حکم دیا

کہ اس مجسمہ کے اندر مشاطہ کو اور اس کی اولاد کو ڈال دیا جائے تو انہوں نے ایک ایک کر کے اس

کی اولاد کو ڈالاجتی کہ شیر خوار بچے کو بھی اس میں ڈالا تو اس نے کہا:

”اے اماں! تم اس میں آ جاؤ پیچھے نہ ہٹنا کیونکہ تم حق پر ہو۔“

حضور ﷺ نے فرمایا چار بچوں نے شیر خوارگی میں کلام کیا ایک تو یہی بچہ دوسرا بچہ وہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی دی۔ تیسرا بچہ جرج کا تھا اور چوتھے شیر خوار حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) ہیں۔

امام احمد ابن ابی شیبہ، بزار، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس رات میں مجھے لے جایا گیا اور مکہ مکرمہ میں صبح کو میں ایک گوشے میں بیٹھ کر فکر مند ہو رہا تھا کہ رات کے واقعہ معراج کو سن کر لوگ مجھے جھٹلائیں گے کہ اسی دوران دشمن خدا ابو جہل آیا اور میرے قریب بیٹھ کر اس نے استہزاء کے طور پر کہا کیا کوئی نئی خبر یا تازہ بات ہے؟ میں نے جواب دیا ”ہاں“ اس نے پوچھا: ”ہم سے بھی ارشاد ہوا؟“ میں نے کہا ”رات مجھ کو لے جایا گیا۔“ اس نے پوچھا: ”کہاں تک؟“ میں نے بتایا ”بیت المقدس تک۔“ اس نے کہا: ”کیا اس سفر کے بعد صبح کو ہمارے شہر میں آپ ﷺ موجود ہیں؟“ میں نے کہا ”ہاں۔“

کج فہم اور بد باطن ابو جہل نے سوچا کہ اسی وقت تردید کرنا اور جھٹلانا مناسب نہیں۔ مبادا ایسا نہ ہو کہ قوم کے سامنے محمد (ﷺ) ان باتوں سے انکار کر بیٹھیں۔ کچھ دیر وہ اسی انداز پر سوچتا رہا۔ پھر اس نے کہا:

”محمد (ﷺ) آپ کی کیا رائے ہے اگر میں قبیلے کے لوگوں کو بلاؤں تو کیا آپ ان کے سامنے وہی باتیں فرمائیں گے جو مجھ سے بیان کی ہیں؟“

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کیوں نہیں؟ حقائق تو ہر ماحول اور ہر صورت جوں کے توں رہتے ہیں اور حق و سچائی کو مصلحتوں کی بناء پر چھپانا درست نہیں۔“

یہ سن کر دشمن رسول ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا کیونکہ اس نے سوچا کہ نعوذ باللہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ ان کی سخن سازی اور دروغ گوئی کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ پس اس نے پکارا:

اے بنی کعب آؤ! آؤ!

ابو جہل کی یہ آواز سن کر لوگ ادھر ادھر سے دوڑ دوڑ کر جمع ہونے لگے اور پھر سب اکٹھے ہو کر ابو جہل اور میرے پاس آ کر بیٹھ گئے اس وقت ابو جہل نے مجھ سے کہا:

”اے ابن عبد اللہ! آپ ﷺ رات کی وہی باتیں جو مجھ سے بیان کر چکے ہیں اس وقت

اپنی قوم کو سنائیے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے رات بیت المقدس تک لے جایا گیا۔“ لوگوں نے پوچھا: ”دراں حالیکہ صبح کو آپ ﷺ یہیں تھے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں مجھے جلد ہی لوٹا دیا گیا تھا۔“

راوی کا بیان ہے کہ اس پر کچھ لوگوں نے ہاتھ پر ہاتھ مارے اور کچھ لوگ اپنے سر پر ہاتھ رکھے تعجب کرنے لگے۔ اجتماع میں سے کوئی بولا: ”کیا آپ ﷺ مسجد اقصیٰ کی پہچان بتا سکتے ہیں؟“ ان لوگوں میں چند افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے بیت المقدس کو دیکھا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بیت المقدس کے بارے میں سوالات کے جوابات دیتا رہا یہاں تک کہ بعض جوابات کے سلسلے میں مجھے شبہ ہوا تو فوراً مسجد اقصیٰ کو میرے روبرو کر دیا گیا اور میں دیکھ دیکھ کر سوالات کے جوابات پورے اعتماد کے ساتھ دیتا رہا۔ آخر میں لوگوں نے کہا جہاں تک نشانیوں کا معاملہ ہے خدا کی قسم آپ ﷺ نے بالکل صحیح صحیح بیان فرمایا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ارشاد فرمایا: اے محمد (ﷺ) آپ اپنی امت کو بتا دیجئے کہ جنت ہموار و وسیع جگہ ہے اور پھول بوٹے سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ہیں۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ شبِ اسراء میں تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس سے گزرے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ گروہ اور جماعتیں تھیں۔ مگر چند انبیاء کرام علیہم السلام ایسے بھی تھے جن کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ پھر حضور ﷺ ایک بہت بڑی جماعت کے پاس سے گزرے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ اے نبی ﷺ آپ سراٹھائیے۔

میں نے سراٹھایا تو بہت بڑی جماعت دیکھی جس نے افق کے ایک سرے سے دوسرے سرے کو گھیر رکھا تھا مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی امت ہے اور ان کے سوا آپ ﷺ کی امت میں ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرے تو وہ اپنی قبر میں مصروفِ نماز تھے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے امتِ محمدیہ

ﷺ پر پچاس نمازیں فرض کیں تھیں۔ پھر آپ ﷺ کی تخفیف کی درخواست پر ان کو صرف پانچ کر دیا گیا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب مجھے معراج ہوئی تو مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کا پھل یعنی پیر بہت ہی بڑا پہاڑ کی چوٹی کے برابر تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث روایت الہی کے بارے میں

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوسط“ میں بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ چشم ظاہری سے ایک مرتبہ چشم قلب سے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری حدیث بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس سلسلہ میں روایت کی کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کو اپنی چشم ظاہر سے دیکھا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا حضور ﷺ نے اپنی نظر اپنے رب کی طرف ڈالی؟ انہوں نے جواب دیا:

ہاں! حضور ﷺ نے اپنی نظر سے اپنے رب کو دیکھا۔

اللہ ﷻ نے ”کلام“ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ”خلت“ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دید کو محمد ﷺ کے لئے مخصوص فرمایا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الرؤیہ“ میں ان الفاظ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے ساتھ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے ساتھ اور محمد ﷺ کو رؤیت کے ساتھ برگزیدہ فرمایا اور

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں سے روایت کی کہ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے خلت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کلام اور محمد ﷺ کے لئے رؤیت ہے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آیہ کریمہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى (پہاڑم ۱۸)

! اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کہتے ہیں۔

یعنی دل نے نہ جھٹلایا جو آنکھ نے دیکھا۔ انہوں نے اسے دوبارہ دیکھا کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے اپنے رب کو دل کی آنکھ (قلب بصیرت) سے دو مرتبہ دیکھا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ شبِ اسراء میں اللہ ﷻ نے مجھے یاجوج ماجوج کی طرف بھیجا۔ میں نے ان کو دین اسلام اور اللہ کی بندگی کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ پس وہ سب اور ان کے ساتھ نافرمان بنی آدم اور ابلیس اور اس کی ذریات سب جہنم میں جائیں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اذان کے بارے میں

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوسط“ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب شبِ معراج آسمان پر لے جایا گیا تو آپ کی طرف اذان وحی کی گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو جبریل نے اذان پڑھنے کا طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا۔

ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ شبِ معراج میں پچاس نمازیں اور سات مرتبہ رفع جنابت کے لئے پانی بہانا اور کپڑوں سے نجاست وغیرہ کو سات مرتبہ دھونا فرض کیا گیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر کی کے لئے استدعا کرتے رہے حتیٰ کہ نمازیں پانچ اور غسل جنابت ایک بار اور کپڑے پر سے نجاست کو ایک بار دھونا فرض کر دیا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث تاریخِ معراج کے بارے میں

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس رات میں معراج ہوئی وہ ایک سال قبل ہجرت ربیع الاول کی سترہویں شب تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس تک لے جایا گیا اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ رضی اللہ عنہ سے اسی روایت کی مانند روایت کی ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت سے سولہ مہینہ پہلے معراج ہوئی۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن

”اے محمد (ﷺ) آپ اپنی امت کو میری طرف سے سلام پہنچائیے اور ان کو بتائیے کہ جنت کی مٹی خوشبودار ہے اور آب شیریں، وہ وسیع و ہموار ہے اور اس کے نیل بوٹے ”سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ“ ہیں۔“

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے آیہ کریمہ ”لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى“ (پہا ۱۸) ”بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔“ (ترجمہ کنز الایمان) کی تفسیر میں بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رُف کو دیکھا کہ جس سے سارا اُفق پُر ہو گیا۔

بغوی اور ابن عساکر جہا اللہ نے اس کو ان الفاظ میں روایت کیا کہ مجھ کو موتیوں کے ایک قفس کی سیر کرائی گئی اور اس کا فرش سونے کا تھا۔

فرشتہ کو اذان کا حکم

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وہ اس جگہ کھڑا ہوا جہاں اس سے پہلے کوئی کھڑا نہ ہوا تھا۔ اس کو حکم ملا اذان دو۔ تو فرشتے نے کہا
 اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اس پر اللہ ﷻ نے فرمایا: ”میرے بندے نے سچ کہا“ میں ہی اللہ اکبر
 ہوں۔“

پھر فرشتے نے کہا: ”اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ“ اللہ ﷻ نے فرمایا: ”میرے بندے
 نے سچ کہا“ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔“

پھر فرشتے نے کہا: ”اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ اللہ ﷻ نے فرمایا: ”میرے
 بندے نے سچ کہا میں نے ہی محمد کو رسول اللہ ﷺ بنایا اور ان کو پسند کیا اور میں ہی ان کی حفاظت
 کروں گا۔“

پھر فرشتے نے کہا: ”حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ“ اللہ ﷻ نے فرمایا: میرے بندے نے سچ کہا
 وہ میرے فریضے اور حق کی طرف بلاتا ہے۔ تو جو کوئی اس کی طرف یکسو ہو کر آئے گا وہ اس کے ہر
 گناہ کا کفارہ ہوگا۔“

پھر فرشتے نے کہا: ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ اللہ ﷻ نے فرمایا: ”میرے بندے نے سچ
 کہا“ میں نے ہی اس فریضہ کو قائم کیا اور اس پر وعدہ دیا اور اس کے لئے اوقات مقرر کئے۔“
 اس کے بعد رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا۔ آپ ﷺ آگے بڑھیے تو حضور ﷺ آگے
 بڑھے اور تمام اہل آسمان کھڑے ہوئے۔ اس طرح آپ ﷺ کی بزرگی کو ساری مخلوقات پر قائم
 فرمایا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج کی
 رات اذان سکھائی گئی اور آپ ﷺ اور آپ کی امت پر نماز کو فرض کیا گیا۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 شبِ معراج عالمِ سموات میں فرشتوں کے جس گروہ پر میں گزرا اس نے مجھ سے یہی کہا کہ آپ
 ﷺ اپنی امت کو سچھنے لگوانے کا حکم فرمائیں۔ (امام احمد اور امام حاکم رحمہما اللہ نے صحیح بتا کر اور ابن مردویہ رحمۃ اللہ
 علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی کے مثل روایت کی ہے)

حدیثِ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اقامتِ صلوٰۃ اندرونِ بیت المقدس کے بارے

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عبید بن آدم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن
 الخطاب رضی اللہ عنہ جابیہ میں تھے۔ وہاں بیت المقدس کی فتح کا ذکر ہوا تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

کہ آپ وہاں کس جگہ پر نماز پڑھنا پسند کریں گے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: صحرہ کے پیچھے۔ کعب ؓ نے کہا اس جگہ نہیں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا مگر میں وہاں نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ پھر (جب وہ وہاں سے بیت المقدس پہنچے تو) حضرت عمر ؓ رو بہ قبلہ ہوئے اور نماز پڑھی۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر ؓ سے روایت کی کہ شبِ اسراء میں رسول اللہ ﷺ نے مالک کو دیکھا تو وہ ترش روتھا اور اس کے چہرے سے غیظ و غضب پہچانا جاتا تھا۔ ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمر بن الخطاب ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شبِ معراج میں نے مقدم مسجد میں نماز پڑھی۔ اس کے بعد میں صحرہ کے پاس آیا وہاں پر ایک فرشتہ کو کھڑا دیکھا اور اس کے پاس تین پیالے تھے جو اس نے مجھے پیش کئے۔ میں نے ان میں سے شہد کا پیالہ لیا اور اس میں سے کچھ نوش کیا۔ پھر میں نے دوسرے پیالے کو لیا اور میں نے اس میں سے پیا جتنا میں پی سکتا تھا اور یہ دودھ تھا۔

پھر فرشتے نے کہا اس تیسرے میں سے لیجئے۔ میں نے جواب دیا کہ میں شکم سیر ہو گیا ہوں اور یہ شراب کا پیالہ تھا۔ اس کے بعد فرشتہ نے کہا: ”اگر آپ اس جامِ شراب میں سے پی لیتے تو پھر آپ ﷺ کی امت دینِ فطرت پر کبھی مجتمع نہ ہوئی۔“

پھر مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا اور وہاں مجھ پر نمازیں فرض کی گئیں۔ بعد ازاں میں حضرت خدیجہ ؓ کے پاس لوٹا دیا گیا اور انہوں نے کروٹ بھی نہ بدلی تھی۔

قنادہ ؓ نے کہا: ہم سے حسن رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے حضرت ابو ہریرہ ؓ نے اور ان سے رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضور ﷺ نے بیت المعمور کو دیکھا کہ وہاں روزانہ ستر ہزار ایسے فرشتے آتے ہیں کہ پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ پھر قنادہ ؓ نے حضرت انس ؓ کی حدیث کی طرف رجوع کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

پھر تین پیالے شراب دودھ اور شہد کے سامنے آئے تو میں نے دودھ لیا کہا یہی وہ فطرت ہے جس پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت ہے۔ اس کے بعد ہر روز کے لئے پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر حضور ﷺ اترے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ ؑ کے پاس پہنچے تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ آپ ﷺ کے رب ﷻ نے آپ ﷺ پر کیا فرض کیا ہے؟ فرمایا روزانہ کی پچاس نمازیں حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔

اس کے بعد حدیث شریف میں حضرت موسیٰ ؑ کے مشورے سے ان میں تخفیف ہو

کر پانچ نمازوں کی تعداد کا تعین مذکور ہے۔

حدیث حضرت ابو ایوب و انصاری رضی اللہ عنہ قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے

ابن ابی حاتم و ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ معراج کے موقع پر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات حضور ﷺ سے ہوئی تو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: آپ ﷺ امت کو ترغیب دیں کہ وہ جنت کے وسیع اور زرخیز ہموار میدانوں میں جہاں کی رسیدگی دوامی اور جہاں کی شادابی پر بہار ہے اور جہاں کی مٹی طیب، لطیف اور پاکیزہ ہے نخلستان، باغستان اور پر کیف بہاریں لگائیں۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے پوچھا کہ ”لوگ جنت میں اس طرح کے گلستان کیسے لگائیں؟“ تو انہوں نے جواب دیا کہ ”وہ کثرت کے ساتھ (اور معافی و مطالب کو ذہن میں رکھتے ہوئے) پڑھیں ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ“

حدیث حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ معراج کے بارے میں

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں مکہ میں تھا کہ میرے گھر کی چھت کھلی اور حضرت جبریل علیہ السلام اترے پھر انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور آب زمزم سے دھویا اور سونے کا ایک طشت جس میں ایمان و حکمت تھا لائے اور اس سے میرے سینے کو لبریز کر دیا۔ بعد ازاں کچھ سینے کو ملا مسلا اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی جانب لے چلے۔

جب میں آسمان پر پہنچا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان کے محافظ سے کہا دروازہ کھولو۔ اس نے کہا کون ہے؟ جواب دیا جبریل! پوچھا کیا تمہارے ساتھ کوئی ہے؟ کہاں ہاں میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا کیا ان کی طرف بھیجا گیا ہے؟ کہا ہاں۔ پھر جب دروازہ کھلا تو ہم آسمان دنیا پر پہنچے۔

میں نے دیکھا کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہے اس کی داہنی جانب کثیر جماعتیں ہیں اور بائیں طرف بھی کثیر لوگ ہیں۔ جب وہ داہنی جانب دیکھتا ہے تو ہنستا ہے اور جب بائیں طرف دیکھتا ہے تو روتا ہے۔ پھر اس نے کہا: ”ابن الصالح اور نبی صالح کو مرحبا۔“

میں نے حضرت جبریل علیہ السلام سے کہا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کی دونوں جانب ان کی اولادوں کی رُو ہیں۔ داہنی جانب کی جماعتیں اہل جنت کی

ہیں اور بائیں جانب کی اہل دوزخ کی۔ جب وہ داہنی جانب کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو تبسم فرماتے ہیں اور جب بائیں جانب کے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں۔

پھر اوروہ مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے اور اس کے محافظ سے کہا۔ دروازہ کھولو اور یہاں بھی حسب سابق سوال و جواب ہوئے اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے آسمانوں میں حضرت آدم علیہ السلام، اور لیس علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کو پایا اور ان کے مقامات اور درجات کی کیفیت بیان نہیں کی۔

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ایوب ابوجہ انصاری رضی اللہ عنہ دونوں فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اتنا اونچا لے جایا گیا کہ مجھ پر مستوی ظاہر ہوا اور اس جگہ میں نے قلموں کے سر سراہٹ کی آواز سنی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں ان کو لے کر واپس ہوا۔ یہاں تک کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا اللہ ﷻ نے تمہاری امت پر کیا فرض کیا ہے؟

میں نے بتایا پچاس نمازیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آپ ﷺ اللہ ﷻ کے حضور واپس جائیے اور کمی کے لئے درخواست کیجئے کیونکہ آپ ﷺ کی امت اتنی نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی۔ چنانچہ میں بارگاہ خداوندی ﷻ میں حاضر ہوا تو حق ﷻ نے فرمایا یہ پانچ نمازیں ہیں جو پچاس نمازوں کے قائم مقام ہیں اور سمجھ لو کہ میرے حضور بات میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس کے بعد میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف پہنچا تو انہوں نے کہا: ”آپ ﷺ پھر اپنے رب کے حضور جائیے۔“ میں نے کہا: ”اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔“

اس کے بعد مجھے ایک طویل ترین مسافت پر لے چلے یہاں تک کہ میں سدرۃ المنتہی پہنچا، میں نے اسے مختلف رنگوں سے ڈھانپا ہوا دیکھا، میں نہیں جانتا وہ کیا ہیں۔ بعد ازاں میں نے جنت کی سیر کی وہاں موتیوں کے قے دیکھے اور اس کی مٹی مشک کی تھی۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا ”کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے نور دیکھا ہے جس جگہ بھی اسے دیکھا ہے۔“

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ ابونضرہ سے انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج جب مجھے لے جایا گیا تو میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج میں نے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو وہ تمہارے ہادی وقائد سے بہت زیادہ مشابہ تھے یعنی مجھ سے (ﷺ)

حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ اور سفارتِ روم

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت وحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصرِ روم کی طرف بھیجا اور ایک مکتوب گرامی انہیں دیا اور وہ حمص میں قیصر سے ملے اور نامہ گرامی اس کو دیا قیصر کے بھائی نے مکتوب گرامی میں لکھا پایا ”محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قیصر صاحب روم کے نام“ تو وہ مشتعل ہو گیا اور قیصر سے کہنے لگا تم خط میں نہیں دیکھتے کہ اس نے تحریر کا آغاز اپنے نام سے کیا ہے اور تمہارا نام ”قیصر صاحب روم“ لکھا ہے اور تم کو بادشاہ نہیں لکھا۔

قیصر نے معترض خط یعنی اپنے بھائی سے کہا: ”اے بھائی! میں تجھے کم عقل بے وقوف نہیں سمجھتا تھا۔ تیرا خیال ہے کہ خط کے مضمون سے آگاہی کے بغیر ہی اسے پھاڑ دوں۔ اپنی زندگی کی قسم اگر وہ اللہ کے رسول ہیں تو حقیقتاً وہ زیادہ حقدار ہیں کہ اس مکتوب میں وہ اپنا نام مقدم رکھیں۔ اگر انہوں نے مجھ کو ”صاحب روم“ کہہ کر خطاب کیا ہے تو یہ حقیقت سے زیادہ قریب ہے کیونکہ میں اہل روم کا ”صاحب“ ہی تو ہوں اور میں ان کا مالک تو نہیں ہوں۔ صورت حال یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے رومیوں کو میرے لئے مسخر کر دیا ہے اور اگر وہ چاہے تو کسی دوسرے کو بھی رومیوں پر مسلط کر دے۔“ اس کے بعد قیصر نے خط کو سنا اور کہا:

”اے رومیو! میرا خیال ہے کہ یہ وہی شخص ہیں کہ جن کی بشارت (حضرت عیسیٰ ابن مریم نے دی ہے۔ اگر مجھے یقین ہو جائے کہ ایسا ہی ہے تو میں ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر خود ان کی خدمت بجالاؤں) اور ان کے وضو کا پانی زمین پر نہ گرنے دوں۔“

روم کے سرداروں نے جواب میں کہا: ”اللہ ﷻ کی یہ شان نہیں کہ وہ عرب میں نبوت اور رسالت کا منصب رکھے جو ان پڑھ ہیں اور وہ ہمیں چھوڑ دے حالانکہ ہم اہل کتاب ہیں۔ قیصر روم نے کہا میرے نزدیک میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی ہدایت انجیل ہے ہم اسے منگاتے ہیں اور اسے کھولتے ہیں اب اگر یہ وہی نبی ہیں جن کی خبر انجیل میں موجود ہے تو ہم ان

کی اتباع کریں گے۔ ورنہ اس پر دوبارہ مہریں لگا دیں گے جیسی کہ پہلے اس پر لگی تھیں۔ اس میں ایک مہر کی جگہ دوسری مہر لگنے کے سوا اور کچھ فرق نہ ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس وقت انجیل پر بارہ مہریں سونے کی اپنے اپنے دور میں شاہانِ روم نے لگائی تھیں ہر پہلا قیصر اپنے بعد کے قیصر کو یہ وصیت کرتا رہا تھا کہ تمہارے دین میں کسی کو یہ حلال نہیں ہوگا کہ وہ انجیل محترم کو کھولے اور جس دن اسے کھولا جائے گا ان (رومیوں) کے دین میں تغیر آ جائے گا۔

قیصر روم (ہرقل) نے کہا: ”اے روم کے دانشورو! میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرنے والی اور راہِ ہدایت دینے والی انجیل ہے لہذا ہم اسے منگاتے ہیں اور راہنمائی لیتے ہیں۔ اگر انجیل کی تائید عرب مدعی نبوت کے حق میں ہوتی ہے تو ہم سب اس کا اتباع کریں گے ورنہ ہم اس پر دوبارہ مہریں لگا دیں گے۔“

پس قیصر روم نے انجیل کو منگایا اور یکے بعد دیگرے گیارہ مہریں جدا کر دیں اور ایک مہر باقی رہ گئی تو اس کے اعیانِ مملکت اور تمام اسقف و بطریق کھڑے ہو گئے، گریبان چاک کر دیئے ضبط و آداب ایوان سے رخصت ہو گیا، ہر فرد اپنے اپنے وفور جذبات سے مغلوب ہو کر نہ معلوم کیا کچھ ادا کرنے لگا۔ سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ قیصر بھی کچھ کہتا تھا اس کی آواز شور و غل میں گم ہو کر رہ جاتی تھی۔ وہ اس ہنگامہ خیز ماحول سے پریشان ہو گیا اور پھر اس نے کھڑے ہو کر پُر وقار انداز میں کہا۔

”اے میرے مشیرو اور دانشورو! آج یہ کیا اضطراب ہے؟“

انہوں نے اپنی اپنی بولیاں بند کر لی تھیں صرف چند نمایاں راہنماؤں نے نمائندگی کرتے ہوئے قیصر سے کچھ اور نزدیک ہو کر جواب دیا:

”تم مہریں توڑ کر ایک بہت بڑا اقدام کر چکے پس اب موجودہ خانوادہ قیصریت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور تمہاری قوم کا دین بدل جائے گا۔“

قیصر نے پھر کہا: ”تم لوگ اس وقت بہت زیادہ جذباتی ہو رہے ہو۔ میرے خیال میں میرا یہ عمل کتابِ مقدس سے راہنمائی کے لئے ہے جس سے ہمارے عرب مکتوب نگار اور مدعی رسالت کو صحیح جواب دیا جاسکے گا۔“

لوگوں نے کہا: ”مناسب رویہ اور صحیح جواب کی تشخیص کے لئے کچھ لوگوں سے محمد ﷺ کے بارے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں اور مراسلات کے ذریعہ تحقیق کی جاسکتی ہے۔ مگر انجیل

کی مہر میں توڑنا بہت بڑا گناہ اور معصیت ہے۔“

قیصر نے کہا: ”تمہارے خیال میں کن لوگوں سے ہم اس خاص معاملے میں رجوع کر سکتے یا پوچھ گچھ کر سکتے ہیں؟“

انہوں نے قیصر کو جواب دیا کہ: ”بہت سے لوگ شام میں موجود ہیں۔ ان کو تلاش کر کے یہ کام ان کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔“

چنانچہ قیصر نے آخری مہر انجیل کی نہیں توڑی اور رومی سرداروں کے کہنے کے بموجب چند امراء کو اطراف مملکت میں ایسے لوگوں کی تلاش میں روانہ کیا جو عرب نژاد ہوں اور مکہ سے جن کا تعلق ہو چنانچہ لوگ گئے اور ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو بلا لائے ابوسفیان اس وقت حسن اتفاق سے بغرض تجارت شام کی مملکت میں موجود تھے۔

قیصر نے ابوسفیان سے چند دوسرے عربوں کی موجودگی میں پوچھا: ”اے ابوسفیان! مجھے اس شخص کے حالات بتاؤ جو تم میں مبعوث ہوا ہے۔“ ابوسفیان نے حضور ﷺ کے حالات بیان کرنے میں جہاں تک ممکن تھا محاسن کو چھپایا ابوسفیان نے کہنا شروع کیا:

”اے شاہِ روم! محمد (ﷺ) کو مقدس اور محترم نہ سمجھو ہم ان کو ساحر اور شاعر کہتے ہیں اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کاہن ہیں۔“

قیصر نے کہا: ”یہ تو ان کے رد میں کوئی دلیل نہیں بلکہ انبیاء سابقین علیہم السلام کے حالات کی روشنی میں تو یہ باتیں ظہورِ حق کے ابتدائی مراحل میں ضروری اور ناگزیر ہوتی ہیں۔ پہلے نبیوں کو بھی ایسا ہی کہا گیا تھا۔ مجھے پہلے تم ان کی حیثیت کے بارے میں بتاؤ۔“

ابوسفیان نے جواب دیا: ”وہ ہم لوگوں کے درمیان ایک اوسط درجہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔“ قیصر نے کہا:

”اللہ ﷻ سابقہ دور میں ہر نبی کو اوسط درجے کے خاندان ہی میں پیدا کرتا رہا ہے۔ ان کے ماننے والے ہمنواؤں کے متعلق بتاؤ؟“ ابوسفیان نے جواب دیا:

”ان کے پیرو وہ لوگ ہیں جو ہمارے اندر کمن، جوشیلے اور کم فہم لوگ ہیں۔ مگر قوم کے سردار اور زوساء میں سے کوئی بھی نہ ان کے کاموں میں شریک ہے نہ حلقہ اثر میں ہے۔“ یہ جواب سن کر قیصر نے علمی واقفیت کی بناء پر زور دے کر کہا:

”خدا شاہد ہے انبیاء کے متبعین اور معاونین ہمیشہ ایسے ہی لوگ ہوئے ہیں کیونکہ قوم کے سرداروں اور با اثر لوگوں کو اپنی جھوٹی سرداری اور اقتدار کی موت نظر آنے لگتی ہے کیونکہ ان کی

سرداری، ظلم اور اثر سازشوں کی وجہ سے قائم ہوتے ہیں۔“

قیصر نے ابوسفیان سے اس کے بعد پوچھا:

”اے محمد (ﷺ) کے حالات سے واقفیت کا دعویٰ کرنے والے شخص! یہ بتاؤ کہ ان کے رفیقوں میں سے کوئی رفیق یا ان کا کوئی پیروان کے دین سے پھرا ہے یا نہیں یا کسی نے یہ کہا ہے کہ محمد (ﷺ) جو دین لے کر آئے ہیں۔ اس میں یہ یہ خرابیاں ہیں اور ان برائیوں اور خرابیوں کے باعث اس نے محمد (ﷺ) کے دین کو ترک کر دیا ہے۔“

قیصر کا یہ سوال ایسا تھا کہ ابوسفیان ٹپٹا گئے اور جھوٹ بولتے بن نہ پڑی۔ (صداقت اسی کا نام ہے کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جائے) چنانچہ:

ابوسفیان نے کہا: ”ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد کوئی واپس نہیں ہوتا۔“ قیصر نے دریافت کیا کہ کیا ان کے دین میں لوگ برابر داخل ہوتے جا رہے ہیں اور کیا اس کو قبول کرنے والے افراد کی تعداد روز افزوں ہو رہی ہے؟“ ابوسفیان نے جواب دیا کہ:

”ہاں! اضافہ ہو رہا ہے۔“

قیصر روم نے کہا: اے عرب کے معزز سردار!

تم نے ان کے یہ حالات بیان کر کے میری بصیرت میں اور اضافہ کیا! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ عنقریب وہ شخص اس مملکت پر قبضہ کر لے گا جو اس وقت میرے قبضے میں ہے پھر قیصر نے اپنے درباریوں اور سرداروں کو مخاطب کیا اور کہا کہ:

اے روم کے لوگو! اور سردارو! حقیقت پسندی سے کام لو، ہم کو اس شخص کی دعوت کو قبول کر لینا چاہئے جس کی طرف وہ ہمیں بلاتا ہے اور ہم اس سے اپنی اس مملکت کے بارے میں استدعا کریں کہ ہماری یہ سرزمین کبھی پامال نہ کی جائے۔ اس لئے کہ جب کسی نبی نے کسی بادشاہ کو خط لکھا اور اسے اللہ (ﷻ) کی طرف بلایا ہے تو اس سے اس دعوت کو قبول کر لیا ہے اور جیسا اس نبی نے چاہا ہے ویسا ہی ہوا ہے۔ لہذا تم میرا کہا مانو اس کی اطاعت کو قبول کر لو! اس میں میری تمہاری اور تمام اہلیان ملک کی فلاح و بہبود مضمر ہے۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس کے غلط ہونے پر میں ان کی نظروں سے گرجاؤں اور ان کے سامنے میرا جھوٹ ظاہر ہو جائے تو وہ اس پر مجھ سے مواخذہ کریں۔ میں اس کو برا سمجھتا تھا یہاں تک کہ میں نے واقعہ معراج بھی اس طرح بیان کر دیا کہ میں نے قیصر روم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے معزز قیصر کیا میں تمہیں ایسی بات بتاؤں

جس کو سن کر تم پر محمد ﷺ کا جھوٹ ظاہر ہو جائے۔ قیصر نے کہا ضرور سناؤ کہ وہ کیا بات ہے؟
ابوسفیان دل میں بہت خوش تھے کہ اب محمد (ﷺ) کے جھوٹ پر ہر قل قیصر روم ضرور
برا بیچتے ہو گا اور کسی طرح واقعہ معراج کو قابل یقین نہیں سمجھے گا اور بازی میرے ہاتھ رہے گی۔
قیصر نے کہا: ”وہ کیا بات ہے؟“

ابوسفیان نے کہنا شروع کیا کہ: ”محمد (ﷺ) اظہار واقعہ کے طور پر بتاتے ہیں کہ تہامہ
کی اس سرزمین سے جس کو حرم کہتے ہیں رات کے کسی حصہ میں وہ روانہ ہوئے اور پھر آپ کی اس
مقدس مسجد میں جس کو آپ حضرات ”ایلیا“ کہتے ہیں پہنچے اور اسی رات کو واپس اپنے شہر مکہ میں آ
گئے۔“

قیصر کی اس مجلس میں ایلیا کا ایک بطریق موجود تھا۔ اس نے کہا: اے قیصر! میں اس
رات سے واقف ہوں جس کا ذکر ابھی عرب مہمان نے کیا ہے۔“

ابوسفیان بطریق کی طرف متوجہ ہوا اور کہا: ”تم اس رات کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“
بطریق نے جواب دیا: ”میں رات کو مسجد کے سارے دروازے بند کر کے سوتا تھا۔ مگر
مذکورہ رات تمام دروازے تو بند کر دیئے گئے مگر ایک دروازہ بند نہ ہوا اور اس کا بند کرنا ہمارے
لئے ناممکن ہو گیا۔ مجبور ہو کر میں نے مدد کے لئے تمام کارکنوں کو بلایا جو اس وقت وہاں موجود
تھے۔ انہوں نے آکر امکان بھر کوشش کی مگر وہ جنبش بھی نہ دے سکے۔ بڑھئیوں کو بلایا انہوں نے
دیکھ بھال کر کہا یا تو اس پر دروازے کی چوکھٹ گر پڑی ہے یا عمارت میں کوئی نقصان پیدا ہو گیا
ہے۔ بہر حال اب رات میں اس کی درستگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا دن میں ٹھیک کر دیا جائے۔
پھر میں لوٹ گیا اور دروازے کو کھلا چھوڑ دیا۔ صبح کو ہم نے جا کر دیکھا تو وہ پتھر جو
دروازہ کے ایک گوشے میں نصب تھا اس میں سوراخ ہو گیا ہے اور اس میں جانور کے بندھنے کا
نشان ہے۔ یہ سب کچھ ہوتا رہا جس کو میں نے دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا:

”اس مقدس عمارت اور اس کے دروازے میں قطعاً کوئی نقص نہیں یہ کسی نبی کی آمد کے
لئے کھلا رکھا گیا تھا اور یقیناً آج رات میں کسی نبی نے ہماری مسجد میں نماز پڑھی ہے اور ان کی
سواری کا جانور سوراخ کر کے اس پتھر میں باندھا گیا ہے۔“

بطریق نے جب اپنا بیان ختم کر لیا تو قیصر ہر قل نے چند لمحے توقف کے بعد دونوں
جانب نظر ڈالنے کے بعد کہا:

”اے روم کے ذی علم باشندو! کیا تم اس بات سے واقف نہیں ہو کہ سیدنا حضرت مسیح

ابن مریم علیہ السلام اور قیامت کے درمیان ایک نبی کو مبعوث ہونا ہے اور جس کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام نے دی ہے اور بلا خوفِ تردید میں کہتا ہوں کہ یہ وہی نبی مبشر ہیں۔ ہم سب کو چاہئے کہ ان کی دعوت کو قبول کر لیں۔“

رومی سرداروں نے ہر قل کی مبلغانہ تقریر سن کر نہ صرف یہ کہ اسے رد کر دیا بلکہ انتہائی برا بیچختہ ہوئے اور ایسے کلمات کہہ بیٹھے جن کے سننے کا رومی شہنشاہ کے دربار میں کوئی اندازہ کر سکتا تھا نہ تصور۔ چنانچہ قیصر ہر قل نے جب رومیوں کی نفرت، بیزاری اور برہمی کو دیکھا تو نہایت دانائی اور حکمت سے روئے سخن بدلا اور کہنے لگا:

”اے سلطنتِ رومیہ کے قابلِ فخر فرزندو! واقعی میں نے تمہارے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے مگر یہ اس لئے تھا کہ میں یہ دریافت کر سکوں کہ تم اپنے عقیدے اور نظریات میں کتنے مخلص ہو اور مذہبی روایات کی بنیادیں تمہارے اندر کس قدر گہری ہیں۔ میں خوش ہوں کہ رومہ کے لوگ امتحان میں کامیاب ہوئے۔“

یہ بیان سنتے ہی سب حاضرین تہنیت و تعظیم کے مقررہ درباری طریقے کے بموجب اس کے روبرو جھک گئے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث بہ سلسلہ معراج

ابن مردویہ حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ کو راتوں رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی تو حضور ﷺ نے صبح کو لوگوں سے ذکر فرمایا تو بہت سے ایسے لوگ جو نئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کی تعلیم اور عقیدہ کی پختگی نہ ہو سکی تھی، مرتد ہو گئے اور باقی سب مسلمانوں نے تصدیق کی کچھ کافر اور مشرکین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھی پہنچے اور

کہا آپ کے ہادی اور پیشوا محمد (ﷺ) اعلان کر رہے ہیں کہ آج رات کے ایک حصہ میں انہیں بیت المقدس لے جایا گیا اور پھر پہنچا دیا گیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر حضور ﷺ ایسا فرماتے ہیں تو درست فرماتے ہیں اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اسی بناء پر آپ کا لقب ”صدیق“ ہوا۔ یعنی بہت سچا کہ مقامِ ذی طویٰ پر جب حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تھا کہ آپ کی تصدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے کہ وہ صدیق ہیں۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کی انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب شبِ اسراء میں سموات میں پہنچا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اذان دی۔ میں نے خیال کیا کہ اب جبریل علیہ السلام فرشتوں کو نماز پڑھائیں گے۔ مگر انہوں نے مجھے آگے کیا اور پھر میں نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے آسمانوں پر لے گئے تو میں جنت میں گیا اور درختوں سے ایک کے پاس کھڑا ہوا میں نے جنت میں اس سے زیادہ خوبصورت سفید نرم اور خوشبودار پھل کوئی نہ دیکھا۔ پس میں نے اس درخت کا ایک پھل توڑ کر کھایا تو وہ میرے صلب میں نطفہ بن گیا۔ اس کے بعد میں زمین پر آیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے قربت کی تو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے استقرار حمل ہوا۔ اب بھی جب مجھے جنت کی خوشبو سونگھنے کی خواہش ہوتی ہے تو میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی خوشبو سونگھتا ہوں۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث معراج کے بارے

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کلبی ابو صالح رحمہما اللہ اور حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی۔ اس رات آپ ﷺ میرے گھر میں اور مجھ سے قریب ہی آرام فرماتے۔ حضور ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی اور حضور ﷺ اور ہم سب سو گئے۔ طلوع فجر کے قریب رسول اللہ ﷺ نے ہم سب کو جگایا اور جب حضور ﷺ نے نماز پڑھی تو ہم نے بھی حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا:

”اے ام ہانی (رضی اللہ عنہا)! میں نے تمہارے سامنے وادی میں نمازِ عشاء پڑھی۔ اس کے بعد میں نے بیت المقدس پہنچ کر وہاں نماز پڑھی اور صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی ہے۔“

طبرانی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ واقعہ اسراء کے موقع پر میرے گھر میں آرام فرماتے۔ پھر میں نے آپ کو موجود نہ پایا اور میری آنکھوں سے نیند اس خوف کی بنا پر اڑ گئی کہ کہیں آپ ﷺ کو کسی قریشی نے ایذا نہ پہنچائی ہو۔

حاکم نے اس حدیث کو غریب کہا ہے اور اس کی مسند میں شہاب بن حرب ہے جو مجہول ہے۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اعتراض کیا اور وہ یہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واقعہ معراج ہی سے پہلے نہیں بلکہ آپ کی بعثت سے قبل پیدا ہو چکی تھیں۔ واقعہ اسراء کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف ۱۳ سال سے کچھ زیادہ تھی۔

تشریف لانے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور مجھے باہر لے گئے۔ وہاں ایک جانور گدھے سے بڑا اور گھوڑے سے کچھ چھوٹا موجود پایا۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے اس پر سوار کیا اور میں بیت المقدس پہنچا جہاں میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو میرے ساتھ مشابہت رکھتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو طویل القامت گھنگریالے بال ازدشنوہ کے مردوں کے مشابہ تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو میانہ قامت اور سفید رنگ مائل بہ سرخی تھے ان کی مشابہت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ میں ہے اور میں نے دجال کو دیکھا جو داہنی آنکھ سے کانٹا تھا اور اس کی مشابہت قطن ابن عبد العزیز میں ہے۔

ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ پھر حضور ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ ”اسراء“ کے سارے حالات کا قریش سے ذکر کریں تو میں نے دامن تھام لیا اور کہا آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جو آپ ﷺ کو جھٹلاتے اور آپ ﷺ کی باتوں کا انکار کرتے ہیں۔

وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنا دامن میرے ہاتھ سے کھینچ لیا اور تشریف لے گئے۔ وہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان سے واقعہ اسراء کا حال بیان کیا۔ جس کو سن کر مطعم بن عدی کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

”محمد (ﷺ) آپ سفر بیت المقدس کے دوران قریش کے قافلے پر سے گزرے جو فلاں مقام پر ہے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“ میں نے اہل قافلہ کو اس حال میں پایا کہ ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔“ پھر اس نے کہا: ”کیا آپ ﷺ فلاں قبیلے پر سے گزرے؟“ فرمایا: ”ہاں“ میں نے ان کو فلاں مقام پر پایا اور ان کے ایک اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئی ہیں۔“ قریشی نے کہا اور آپ ﷺ اونٹوں اور ان کے چرواہوں کی تعداد بتائیے۔ میں اس سوال کا جواب دینے سے قاصر رہا اور لوٹ آیا۔

میں گھر آ کر سو گیا تو بحالت خواب میں نے اس قبیلہ کے اونٹوں کو دیکھا اور شمار کر لیا اور ان کے چرواہوں کو بھی۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور قریش کے پاس دوبارہ جا کر کہا: ”تم نے اس وقت اونٹوں اور چرواہوں کے بارے میں پوچھا تھا۔ لہذا سن لیجئے اتنے اونٹ اور اتنے چرواہے ہیں اور چرواہوں میں ابن ابی قحافہ اور دوسرے فلاں لوگ بھی ہیں۔ یہ قافلہ کل صبح کو فلاں ٹیلے پر تمہیں ملے گا۔“

دوسرے روز بہت صبح سے لوگ ٹیلے پر جا کر بیٹھ گئے تاکہ آپ ﷺ کے قول کو جانیں۔

جب اونٹوں کو آتے دیکھا تو خود آگے بڑھ کر ان سے ملے اور پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا؟ انہوں نے بتایا: ہاں۔“

پھر یہ لوگ دوسرے قبیلے کے مسافروں کے پاس پہنچے اور دریافت کیا: ”کیا تمہارے کسی اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں؟ انہوں نے کہا: ”ہاں۔“

ابو یعلیٰ اور ابن عسا کر رحمہما اللہ نے بطریق یحییٰ بن ابی عمرو شیبانی، ابو صالح رحمہما اللہ سے انہوں نے ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ علی الصبح اندھیرے میں میرے پاس تشریف لائے اور میں اس وقت تک اپنے بستر پر تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

تمہیں خبر ہے کہ میں آج رات مسجد حرام میں سویا تو جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھے مسجد کے دروازے تک لائے وہاں پر ایک چوپایہ جو گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا اور کان پھڑپھڑا رہا تھا، مجھ کو اس پر سوار کر کے لے چلے جب وہ نشیب میں اترتا تو اس کے ہاتھ دراز ہو جاتے اور پیر چھوٹے اور جب وہ چڑھائی پر چڑھتا تو اس کے پاؤں دراز ہو جاتے اور ہاتھ چھوٹے۔ کسی لمحے جبریل علیہ السلام مجھ سے جدا نہ ہوئے۔ حتیٰ کہ ہم بیت المقدس پہنچے تو انہوں نے اس حلقہ سے اسے باندھا جس میں انبیاء کرام علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی جماعت میرے سامنے آئی، ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے اور میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی اور ان سے باتیں کیں، اس کے بعد سرخ و سفید دو پیالے میرے سامنے لائے گئے۔ میں نے سفید کو لے کر پی لیا یہ دیکھ کر حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا:

”اے رسول خدا (ﷺ) آپ نے دودھ کو نوش کیا اور شراب کو چھوڑا ہے۔ اگر آپ ﷺ شراب کو لے لیتے تو آپ ﷺ کی امت راہ ہدایت سے بھٹک جاتی۔“

پھر مجھے سوار کر کے مسجد حرام لے آئے اور میں نے صلوٰۃ فجر پڑھی۔ ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ سن کر میں نے حضور ﷺ کی ردائے مبارک پکڑ لی اور کہا:

اے ابن عم! میں آپ کو قسم دیتی ہوں اگر آپ ﷺ نے اسراء اور انبیاء کی باتیں قریش کو بتائیں تو جو آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہے وہ بھی آپ ﷺ کو جھٹلائے گا پھر حضور ﷺ نے اپنا ہاتھ ردا پر مارا اور چادر کا حصہ میری گرفت سے نکل گیا، چادر آپ ﷺ کے شکم مبارک سے اوپر ہو گئی اور میں نے آپ ﷺ کے شکم مبارک کی شکنوں کو دیکھا گویا وہ ایک شکن آلود کاغذ کی شکنوں کی طرح تھیں اور اس وقت میں نے آپ ﷺ کے قلب اطہر کے پاس سے ایسا نور چمکتا ہوا دیکھا

جس سے میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں تو میں سجدہ میں گر پڑی جب میں نے سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے اور میں نے لونڈی سے کہا خدا تیرا بھلا کرے تو حضور ﷺ کے پیچھے جا اور سن کہ حضور ﷺ کیا فرماتے ہیں اور قریش کیا جواب دیتے ہیں؟

جب لونڈی واپس ہوئی تو اس نے بتایا کہ حضور ﷺ جماعت قریش کے پاس تشریف لے گئے۔ جن میں مطعم بن عدی، عمرو بن ہشام اور ولید بن مغیرہ بھی تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”آج رات میں نے عشاء کی نماز اس مسجد میں پڑھی اور فجر کی بھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیانی وقفہ میں بیت المقدس ہو کر آیا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت مجھے ملی جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔ میں نے ان سب کو نماز پڑھائی اور ان سے باتیں کی ہیں۔“

حضور ﷺ نے جب اپنی باتیں ختم کیں تو عمرو بن ہشام نے کہا: ”جن انبیاء کے نام آپ نے گنائے ذرا ان کا حلیہ تو بیان کیجئے۔“

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو میانہ قد سے متجاوز اور طویل القامت سے کم، فراخ سینہ، سرخی مائل سفید رنگ اور گھنگریا لے بالوں کے سرخی مائل شخص تھے، یہ سمجھو کہ ان کے مشابہ عروہ بن مسعود ثقفیؓ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام قوی الجثہ، گندی رنگ اور لمبے قد والے تھے، یہ سمجھو کہ وہ ازدشنوہ کے افراد کے مشابہ ہیں، کثیر بالوں والے آنکھیں بیٹھی ہوئی، دانتوں پر دانت چڑھے ہوئے، لب کسی قدر اٹھے ہوئے اور کسی قدر مسوڑھے ابھرے ہوئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ سمجھو کہ وہ تو میرے مشابہ ہیں۔“

قریش نے حضور ﷺ کے بیان کو سن کر تمسخر اڑایا۔ مطعم نے کہا: تمہارا آج کا بیان اور گذشتہ کلام میں بڑا تضاد اور فرق ہے اور میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ ﷺ جھوٹے ہیں۔ ہم تیز رفتار سرخ اونٹوں پر ایک ماہ تک سفر کر کے اس علاقے تک آتے اور جاتے ہیں اور آپ ﷺ کہتے ہیں کہ رات کے ایک تھوڑے حصے میں جا کر واپس بھی آ گئے۔

مطعم کا انکار سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا:

”اے ابن عدی! تو نے حضور ﷺ کو محض اپنا بھتیجا یا ایک عام عرب قریشی سمجھ کر جھٹلا دیا ہے۔ خدا تجھ کو طبع سلیم دے۔ میں پختہ یقین کے ساتھ اعلان کرتا اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ﷻ کے نبی محمد ﷺ سچے اور صادق ہیں۔“

قریش نے پوچھا: ”اے محمد (ﷺ) بیت المقدس کی شناخت اور کچھ مخصوص علامات تو

بیان کرو۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں رات کے کچھ تھوڑے ہی حصے میں گیا اور واپس آیا ہوں۔“ معاہدہ حکم خداوندی حضرت جبریل علیہ السلام بیت المقدس کا نقشہ حضور کے سامنے لے آئے۔ حضور ﷺ اس کو دیکھ کر مشرکین قریش کو بتاتے رہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہر مرتبہ تائید و تصدیق کرتے رہے۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا:

”اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! آج سے اللہ ﷻ نے تمہارا نام ”الصدیق“ رکھ دیا۔“

پھر قریش نے کہا:

”محمد (ﷺ) ہمارے قافلوں کے بارے میں بتاؤ۔“ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے فلاں قبیلہ کے قافلہ کو روکا میں پایا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اور وہ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ میں ان کے کجاووں تک گیا مگر پڑاؤ پر کوئی موجود نہ تھا۔ میں نے وہاں پر پانی کا پیالہ دیکھا اور اس کا پانی پی لیا۔ اس کے بعد میں فلاں قبیلہ والوں کے قافلہ کے پاس پہنچا اور ان کے اونٹ مجھ سے ڈر کر بھاگے اور ان میں ایک سرخ رنگ کا اونٹ بیٹھ گیا اس پر سفید دھاریوں کی چادریں تھیں۔ اب میں نہیں جانتا کہ اس اونٹ کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں یا نہیں۔ اس کے بعد میں فلاں لوگوں کے قافلہ کے پاس پہنچا۔ جو تنعیم میں ہے ان کے آگے دھاری دار اونٹ ہیں یہ لوگ قریب ہی پہنچ گئے ہوں گے اور وہ ثنیہ سے نظر آئیں گے۔“ آپ ﷺ سے ایسی صحیح اطلاعات سن کر ولید بن مغیرہ نے کہا: ”یہ ساحر ہے۔“

اس کے بعد کچھ لوگ دیکھنے گئے اور انہوں نے بغیر کسی ادنیٰ فرق کے سب کچھ ویسا ہی پایا جیسا آپ ﷺ نے بیان فرمایا تھا۔ مگر کج فہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے قول کی صداقت کو جادو ہی کا کرشمہ قرار دیا اور اکثر لوگوں نے کہا:

”ولید بن مغیرہ نے ٹھیک کہا یہ سب جادو کا معاملہ ہے۔“

اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ بھی یہی ہے کہ:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ. (پہلی اسرائیل ۲۰) لوگوں کی آزمائش کو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

بعض راویوں نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اس رات کسی کو نظر نہ آئے۔ تو عبد المطلب کی اولاد آپ ﷺ کی تلاش میں ادھر ادھر پھیل گئی حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کی تلاش میں مقام ذبی لوی تک پہنچے وہ بلند آواز سے آپ ﷺ کو پکارتے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان

کے جواب میں لبیک فرمایا: انہوں نے فرمایا اے ابن عم! تم کہاں تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بیت المقدس سے آ رہا ہوں انہوں نے کہا ”رات ہی رات میں“ آپ نے فرمایا ہاں! حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور ﷺ کو معراج میرے ہی گھر سے ہوئی ہے۔ اس رات آپ ﷺ ہمارے یہاں عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے اور جب صبح کا ابتدائی وقت ہوا تو حضور ﷺ نے ہمیں نماز صبح کے لئے جگایا۔ پھر حضور ﷺ نماز کو کھڑے ہوئے جب نماز فجر ہوئی تو فرمایا: اے ام ہانی رضی اللہ عنہا! میں نے عشا کی نماز تمہارے یہاں پڑھی پھر بیت المقدس گیا اور وہاں میں نے نماز پڑھی پھر واپس آ کر صبح کی نماز تمہارے یہاں پڑھی۔ اس کے بعد آپ تشریف لے جانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں نے عرض کیا اس بات کو آپ ﷺ لوگوں سے بیان نہ کریں اس لئے کہ وہ یقین کرنے والے نہیں تکذیب کرنے والے ہیں اور اذیت پہنچانے والے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:

نہیں میں ان کو ضرور بتاؤں گا اور آپ ﷺ تشریف لے گئے۔

آپ نے جا کر مشرکین مکہ کو ”واقعہ اسراء“ کے بارے میں بتایا۔ جس کو انہوں نے خود ساختہ اور فرضی اور جھوٹی کہانی تصور کیا۔ شب اسریٰ میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے جبریل علیہ السلام معراج کے واقعات سن کر میری قوم کے لوگ تصدیق نہیں کریں گے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ کی تصدیق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کریں گے کیونکہ وہ صدیق ہیں اور بہت سے ان لوگوں کی آزمائش ہوگی جو خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میں حجرِ اسود کے پاس کھڑا تھا کہ اللہ ﷻ نے اپنے فضل سے بیت المقدس کو میرے روبرو کر دیا پس میں اپنے مشاہدے کی مدد سے مشرکین مکہ کو نشانیاں بتلاتا رہا۔“ پھر ان میں سے کسی نے دریافت کیا:

”مسجد اقصیٰ کے کتنے دروازے ہیں؟“ چونکہ میں نے اس کے دروازوں کو شمار نہیں کیا تھا اس وجہ سے میں نے دروازوں کو گنا اور ان کو تعداد بتائی۔ راہ میں قافلوں کی بابت ان کے سوالات کے واضح جوابات دیئے اور انہوں نے ان کو درست پایا۔ اس موقع پر اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي آرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ. (پانی اسرائیل ۱۰) لوگوں کی آزمائش کو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مسجد اقصیٰ کا دیکھنا دراصل عینی مشاہدہ تھا جس کو حضور ﷺ

نے اپنے چشم سر سے دیکھا۔ (اس پوری روایت کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے)

احادیثِ مرسل بہ سلسلہ معراج

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قریش مکہ نے واقعہ اسراء کے بیان کے موقعہ پر حضور ﷺ سے ایک سوال یہ بھی کیا کہ ہماری کیا شے گم ہو گئی ہے اور واضح طور پر علامت بھی اس کی بیان کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تمہارے اہل قافلہ کی خاکی اونٹنی کھو گئی ہے اس پر تمہارا تجارتی مال و اسباب تھا۔ جب وہ قافلہ اور اس کے ساتھ مذکورہ خاکی اونٹنی مکہ پہنچی اور حضور ﷺ کی بتائی ہوئی جملہ باتوں کی تصدیق ہو گئی۔ تو سرکش مشرکین نے ایک مزید سوال کیا کہ آپ ﷺ یہ بتائیں کہ اس اونٹنی پر سربستہ سامان میں کیا اور کون سا سامان ہے؟

جبریل علیہ السلام نے اونٹنی کے اوپر جو سامان تھا وہ حضور ﷺ کی نگاہ کے سامنے لا کر مشاہدہ میں رکھ دیا اور آپ نے وہ تمام سامان دیکھ کر سامان کی قسم اور اس کی مقدار وغیرہ بتادی مگر سوالات کرنے والے کفار جادوگری کا کرشمہ قرار دے کر رخصت ہوئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق اسباط بن نصر رحمۃ اللہ علیہ، اسمعیل بن عبد الرحمن رحمہما اللہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو جس رات معراج ہوئی اور معراج سے واپس تشریف لا کر آپ ﷺ نے قریش کو قافلوں کے بارے میں اور اہل قافلہ کے بارے میں خبر دی تو وہ کہنے لگے کہ یہ بتلائیے کہ فلاں قافلہ کس روز یہاں پہنچے گا؟

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسمعیل بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کو جب معراج ہوئی اور قافلے کے بارے میں کفار کو آپ نے بتایا۔ اس وقت کفار نے کہا: ”آپ یہ تو بتائیے کہ قافلہ یہاں پر کب پہنچے گا؟“

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”بدھ کے روز۔“

چنانچہ بدھ کے روز قریش قافلے کی راہ پہنچے اور آمد کا انتظار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ غروب آفتاب کا وقت قریب ہو گیا اور اس وقت تک قافلہ نہیں پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے باری تعالیٰ جل شانہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ:

”اے مہربان خالق کائنات ﷻ! اپنے بندے کی بات کو سچائی اور صداقت عطا فرما اور کینہ خُو اور حیلہ جو قریش کو موقع نہ دے۔“

پس دعا مستجاب ہوئی اور ایک گھڑی دن بڑھ گیا۔

روایت ہے کہ آفتاب کی گردش کو صرف دو موقعوں پر روکا گیا ہے۔ ایک تو یہی حضور ﷺ کی دعا کے بعد اور دوسرے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے جب وہ اپنی قوم کے کفار جبارین کے ساتھ مصروف جہاد تھے۔

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ”المصنف“ میں اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن شداد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ شبِ اسراء میں حضور ﷺ کی سواری کے لئے ایک جانور استعمال ہوا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا اور حدِ نظر اس کے ایک ایک قدم کی وسعت تھی اس کا نام براق تھا۔ حضور اکرم ﷺ مشرکین کے ایک قافلے پر گزرے تو ان کے اونٹ بدک گئے۔ لوگوں نے کہا، کچھ نظر تو آتا نہیں، بجز ہوا کے کیا ہو سکتا ہے۔

حضور ﷺ بیت المقدس پہنچے اور آپ کے سامنے دو پیالے لائے گئے۔ ایک میں شراب اور دوسرے پیالے میں دودھ تھا۔ حضور ﷺ نے دودھ کو لے لیا جس پر جبریل علیہ السلام نے کہا: آپ نے راہِ ہدایت اختیار کی، آپ کی امت ہدایت پر رہے گی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمیں واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنت اور دوزخ کو دیکھنے کے خواہش مند تھے اور اس کے لئے اپنے رب ﷻ سے دعا کی تھی۔ لہذا آپ ﷺ ہجرت سے اٹھارہ ماہ پہلے سترہ رمضان المبارک ہفتہ کی شب میں اپنے مکان پر جو خواب تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا:

آپ ﷺ نے اپنے رب ﷻ سے جس بات کے دیکھنے کی خواہش کی تھی اس کی سیر کے لئے چلے۔ پھر یہ دونوں مکرم فرشتے حضور ﷺ کو مقامِ ابراہیم اور چاہِ زمزم کے درمیان لائے۔ اس کے بعد سیڑھی لائی گئی اور اس کے ذریعہ آپ ﷺ کو آسمانوں کی طرف لے کر چلے اور ہر آسمان کی سیر کرائی ان پر انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں، حتیٰ کہ آپ ﷺ سیرۃ النبی تک پہنچے اور جنت کی سیر اور دوزخ کا معائنہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو بجز صریق قلم کے کوئی آواز میں نے نہیں سنی۔ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر جبریل علیہ السلام آئے اور رسول اللہ ﷺ کو پانچوں نمازیں ان کے مخصوص اوقات میں پڑھائیں۔ اس کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب الرویہ“ میں کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے اپنی ”رویت“ اور اپنے ”کلام“ کو حضور اکرم ﷺ اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ اپنے رب ﷻ سے کلام کیا۔

واقعہ معراج پر مزید بحث

کثیر علماء کا مذہب یہ ہے کہ معراج دو مرتبہ واقع ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف مروی احادیث کے درمیان تطبیق کی گئی ہے۔ اس کا خلاصہ ہم یہاں بیان کرتے ہیں۔ جن علماء کا یہ مذہب ہے ان میں ابو نصر قشیری، ابن عربی اور سہیلی رحمہم اللہ شامل ہیں۔

شیخ عزالدین ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ واقعہ اسراء خواب اور بیداری میں ہوا ہے اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں جگہ ہوا ہے۔ خواب میں اس کے واقع ہونے کا نکتہ دراصل آپ ﷺ کو آمادہ کرنا اور اس سلسلہ میں مشاہدات کرا کے مطمئن کرنا تھا کہ جب بہ حالت بیداری یہ واقع ہو تو آپ ﷺ آسانی محسوس کریں۔ اسی طرح جیسے بعثت سے قبل رویائے صادقہ تھے تاکہ آپ ﷺ پر منصب نبوت آسان ہو جائے۔

ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ معراج مبارک کا واقعہ متعدد مرتبہ ہوا ہے۔ وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استناد لیتے ہیں۔ جسے بزار رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں کوئی شک نہیں کہ متعدد بار معراج کے واقع ہونے میں کوئی استحالہ نہیں ہے کیونکہ اگر خواب میں واقع ہو تو اطمینان و تسلی کے لئے ہے اور اگر بیداری میں ہو تو اس کی موافقت و مطابقت کے لئے ہے۔ بہر حال یہ کوئی بعید نہیں اور فرمایا مدینہ طیبہ میں کئی بار اسراء ہوا ہے۔

ابن المنیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نفیس کتاب اسراء کے اسرار میں تالیف کی ہے۔ اسراء کی بہت سی حکمتوں کو انہوں نے اس میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضور ﷺ کو پہلے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ اس کے بعد آسمانوں کی سیر اور معراج کرائی گئی تاکہ آپ کو دونوں ہجرتوں کا حصول ہو جائے کیونکہ اکثر انبیائے سابقین نے بیت المقدس ہجرت کی ہے۔ لہذا حضور ﷺ کو بھی فی الجملہ یہ سفر حاصل ہو گیا۔ تاکہ آپ ﷺ میں مختلف و منتشر فضائل جمع ہو جائیں اور یہ کہ آپ ﷺ کو اپنے بیان کی صداقت کی طرف راہل جائے جو آپ ﷺ نے بیت المقدس کے بارے میں ان علامتوں کو بتایا جو آپ ﷺ سے منکرین حق نے امتحان اور آزمائش کے طور پر

دریافت کی تھیں اور آپ ﷺ کے مخالفین نے بھی ان کی سچائی کو بادل نا خواستہ تسلیم کیا تھا لہذا جب یہ باتیں صحیح اور درست ہیں تو جو اور باتیں آپ نے معراج کے سلسلے میں بتائی ہیں وہ بھی صحیح اور صادق ہیں ان کی تصدیق بھی اس سے لازم آتی ہے۔ اس کے برعکس اگر پہلے ہی آپ کو آسمانوں کی طرف لے جایا جاتا تو یہ صورت ظہور میں نہ آتی۔

اس کتاب میں ایک حکمت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یکبارگی یہ اعزاز و اکرام برسبیل مفاجات تھا جب کہ آپ نے ”بينا انا“ فرما کر اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (مطلب یہ کہ رویت الہی اور اس سے بے واسطہ ہم کلامی کا شرف اچانک آپ کو حاصل ہوا اس کے لئے پہلے سے کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ جبریل علیہ السلام اچانک عالم خواب سے آپ کو بیدار کر کے لے گئے تھے) لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق شرف ہمکلامی ایک میعاد اور استعداد پر موقوف تھا۔ مگر رسول اللہ ﷺ سے انتظار کی تکلیف اٹھالی گئی تھی۔

اس کتاب میں ایک حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ ابن حبیب نے ذکر کیا ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان ایک دریا ہے جس کا نام مکفوف ہے۔ زمین دریا کی نسبت اس کے ساتھ ایسی ہے جیسے بحر محیط کے ساتھ ایک قطرہ کی صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ اس موقع پر یہ ہوا ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے اس دریا کو پھاڑ کر راستہ بنایا گیا ہوگا تا کہ آپ پار جاسکیں اور اس دریا کا پھاڑنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کے پھاڑنے سے زیادہ عظیم ہے۔

اس کتاب میں ایک نکتہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مروی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کے دروازے بند رہتے ہوں گے جبھی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے دستک دے کر ان کو کھلوا یا اور اس کا اہتمام فرمایا گیا کہ آپ کے آنے سے پہلے انہیں نہ کھولا جائے اگر وہ پہلے سے کھلے ہوتے تو یقیناً یہ گمان ہوتا کہ آسمانوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہوں گے۔ اس لئے ان کو بند ہی رکھا گیا تا کہ آپ جان لیں کہ ان کا کھلنا آپ کے اعزاز میں ہے اور آپ ہی کی وجہ سے اور اس لئے کہ اللہ ﷻ آپ کو آگاہ فرماتا ہے کہ آپ ﷺ کا وجود گرامی آسمان والوں کے نزدیک جانا پہچانا ہے۔ سب ہی آپ ﷺ کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس لئے کہ جبریل علیہ السلام سے جب آسمان والوں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ محمد ﷺ اس پر انہوں نے صرف یہ پوچھا ”کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا اور یہ نہیں پوچھا کہ محمد ﷺ کون ہیں؟“

حضور ﷺ کا حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو دو بار خواب میں دیکھا۔ ایک مرتبہ مجھے دکھایا گیا کہ تم کو ایک شخص حریر کے کپڑے میں اٹھائے ہوئے ہے اور کہتا ہے یہ آپ ﷺ کی زوجہ ہیں۔ وہ کپڑے کو ہٹا کر تمہارا بشرہ دکھا رہا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اس کا قول سن کر کہا: ”اگر اللہ ﷻ کو یہی منظور ہے تو پھر وہ ایسا ہی کرے گا۔“

واقعی اور حاکم رحمہما اللہ نے عروہ ﷺ سے روایت کی کہ جب حضرت خدیجہ ﷺ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اپنی شریک حیات مشیر کار دینی کوششوں میں مددگار بیوی سے جدائی ہو جانے پر کافی رنجیدہ تھے۔ اسی زمانے میں حضور ﷺ نے بہ حالت خواب دیکھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ایک گہوارے میں لائے اور کہا: ”یہ زوجہ آپ کے غم کو رفع کریں گی اور ان کے اندر آپ حضرت خدیجہ ﷺ کی خوبیاں اور محاسن پائیں گے یہ ان کے قائم مقام ہوں گی۔“

ابویعلیٰ بزار ابن ابی عمر مدنی اور حاکم رحمہما اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہہ کر حضرت عائشہ صدیقہ ﷺ سے روایت کی کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح نہیں کیا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ کو خواب میں دکھایا اور حضور ﷺ کے ساتھ میرا نکاح کیا۔ میں اس زمانے میں کم سن ہی تھی اور جب میرا نکاح ہو گیا تو اللہ ﷻ نے میرے اندر شرم و حیا کو بڑی عورتوں کی طرح پیدا فرمادیا، باوجود یہ کہ میں صغیر سن تھی۔

حضور ﷺ کا حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ سکران رضی اللہ عنہ سہیل بن عمرو کے بھائی تھے۔ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ ”رسول اللہ ﷺ سامنے سے تشریف لارہے ہیں اور پھر اس قدر قریب ہوئے کہ حضور ﷺ نے ان کی گردن پر قدم مبارک کو رکھا۔“

”حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنا خواب سکران رضی اللہ عنہ اپنے شوہر سے بیان کیا انہوں نے

۱۔ سرور کائنات ﷺ سے نکاح کے وقت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر صرف چھ سال تھی۔

جواب دیا کہ اگر یہ خواب سچا ہے تو میں وفات پاؤں گا اور پھر تمہارا نکاح حضور ﷺ سے ہوگا۔
اس کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے دوسرے دن خواب دیکھا کہ:

”آسمان سے چاند ٹوٹ کر ان پر گرا ہے اور وہ لیٹی ہوئی ہیں۔“ انہوں نے پھر اپنے شوہر کو بتایا انہوں نے کہا میرا خیال ہے کہ تمہارا خواب سچا ہے اور میں اب جلد وفات پاؤں گا اور میرے بعد تمہارا نکاح حضور ﷺ کے ساتھ ہوگا۔

پس سکران ﷺ اسی دن بیمار ہو گئے اور تھوڑے ہی دنوں بیمار رہ کر فوت ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور ﷺ سے ہو گیا۔

حضرت رفاعہ بن رافع ﷺ کا بہ سلسلہ سفر مکہ پہنچنا اور ان کا دعوتِ اسلام کو قبول کرنا حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت رفاعہ ﷺ اپنے خالہ زاد بھائی معاذ بن عفراء کے ہمراہ ایک سفر پر روانہ ہوئے اور اسی سفر کے سلسلے میں مکہ مکرمہ پہنچے اور کچھ دنوں حرم مکہ میں قیام کیا۔ یہ واقعہ چھ انصار کے آنے سے پہلے کا ہے۔ حضور ﷺ کو رفاعہ نے دیکھا اور آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت ان کو دی اور فرمایا: ”اے مدنی مہمانو! تمہارے خیال میں آسمانوں، زمین اور ان بلند پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟“ انہوں نے جواب دیا: ”اللہ ﷻ نے۔“

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم کو کس نے پیدا کیا ہے؟“

انہوں نے جواب دیا کہ: ”اللہ ﷻ نے۔“

آپ ﷺ نے پھر پوچھا: ”ان اصنام کو جن کی پوجا عام طور پر کی جا رہی ہے کس نے

۱۔ ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے اوس اور خزرج میں جو مدینہ کے دو قبائل تھے۔ سخت لڑائی ہوئی تھی جو جنگ عباس کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی کے نتیجے میں خلاف امید اوس کو فتح حاصل ہوئی۔ اس معرکہ کے بعد تیسرے مہینے جب کہ حج کا زمانہ تھا۔ مغلوب خزرجیوں میں سے چھ افراد پر مشتمل ایک جماعت حج کے لئے مکہ میں آئی۔ حضور ﷺ نے اپنے تبلیغی طریقہ کار کے مطابق ان کو دعوتِ اسلام دی۔ ان لوگوں نے چونکہ حضور ﷺ کا ذکر مدینہ میں سنا تھا۔ اس کے علاوہ مدینہ کے یہودیوں کی زبانی ان کے کانوں میں یہ بات پڑ چکی تھی کہ نبی آخر کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جن کی بدولت یہود کو پھر غلبہ حاصل ہوگا اس وجہ سے ان افراد نے آپ ﷺ کی باتوں پر توجہ کی اور متاثر ہو کر آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور کہا یہ وہی نبی ہیں ایسا نہ ہو کہ قبیلہ اوس یا مدینہ کے یہودی ہم سے سبقت لے جائیں۔ لہذا وہ سب مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ حضور ﷺ کی ہجرت سے پندرہ ماہ قبل کا ہے۔

یہ حضرات جب مدینہ واپس آئے تو دوسرے لوگوں سے تذکرہ کیا اور اس طرح مدینہ میں اسلام کا نام روشناس ہو گیا۔

تراشا ہے اور ان کے مجسمے بنائے ہیں؟“

ان دونوں مدنی مسافروں نے جواب دیا: ”ہم ہی میں سے کچھ لوگوں نے پتھروں اور معدنی اشیاء سے ان کو بنالیا ہے۔“

حضور ﷺ نے اس کے بعد سوال کیا: ”تو ذرا انصاف کرو اور سوچو کہ خالق پرستش کے لائق ہے یا یہ ادنیٰ بے حس اور معدنی مخلوق؟ ان سے کہیں زیادہ محترم اور برتر تو خود انسان ہے کہ جس نے ان پر تیشہ چلا کر ان کا یہ پیکر تراشا ہے۔“

پس اے بندگانِ خدا! میں تم کو اس اللہ بزرگ و برتر کی بندگی اور فرمانبرداری کی دعوت دیتا ہوں کہ جس کی فرمانبرداری میں ہم دنیا کی ہر چیز اور ساری کائنات لگی ہوئی ہے۔ ہوائیں، بادل، چاند اور سورج وغیرہ سب اس کے ہی تابع فرمان ہیں۔ اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک ہے نہ اس کے حقوق اور اختیارات میں، میں اسی خالق مالک اور اصل حاکم و بادشاہ کا رسول ہوں۔ میں صلہ رحمی کرنے اور ذاتی اور موروثی عداوتوں کو ترک کر دینے کی تلقین کرتا ہوں۔“

حضور ﷺ کی پر اثر باتیں سن کر میں چلا آیا اور خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد سات تیر نکالے اور ان میں سے ایک تیر کو حضور ﷺ کے نام کا ٹھہرایا اور خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے فال لینے کا ارادہ کیا اور دعا کی کہ اے خدا جس دین کی طرف محمد مصطفیٰ ﷺ دعوت دیتے ہیں اگر وہ حق ہے تو اس تیر کو سات مرتبہ نکال دے۔ اس کے بعد میں نے تیروں کو چھوڑا اور حضور ﷺ کے نام کا تیر ساتوں مرتبہ نکلا۔ پس مجھے اطمینان ہو گیا اور میں نے پورے اخلاص اور سچی عقیدت سے پڑھا: ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ۔“

مکی عہد میں حضور ﷺ کی ذاتی تبلیغ اور اس کے نتائج

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال حج کے موقع پر قبائل عرب کے پاس بہ نفس نفیس تشریف لے جاتے یا جہاں پر لوگوں کا جمگھٹا دیکھتے وہاں جا کر نہایت پر اثر طریق پر دعوتِ اسلام دیتے اور لوگوں کو فرداً فرداً بھی حکیمانہ انداز پر تبلیغ فرماتے۔ ایک مرتبہ حسب دستور حج کے موقع پر قبائل ثقیف کو دعوتِ اسلام پیش فرمائی مگر ان کو توفیق قبولیت نہ ہوئی۔ آپ ﷺ واپس تشریف لے آئے اور ایک احاطہ کے سائے میں غمگین حالت میں کھڑے ہو گئے۔ وہ احاطہ عقبہ اور شیبہ برادران کا تھا جو ربیعہ کے بیٹے اور قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ جب انہوں نے حضور ﷺ کو کھڑا دیکھا تو اپنے غلام کو آپ ﷺ کے بلانے کے لئے بھیجا اس کا نام عداس تھا اور نصرانیت سے تعلق رکھتا تھا۔

جب وہ آیا تو حضور ﷺ نے پوچھا: ”تم کس علاقے کے رہنے والے ہو؟“

عداس نے جواب دیا: ”میں نینوا کا باشندہ ہوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اس مرد صالح حضرت یونس بن متی عليه السلام کے شہر سے تعلق رکھتے ہو؟“

عداس نے پوچھا: ”کیا آپ ﷺ یونس بن متی عليه السلام سے واقف ہیں؟“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں اللہ ﷻ کا رسول ہوں اور اللہ ﷻ نے مجھ کو ان سے

واقف کرایا ہے۔“ یہ جواب سن کر عداس نے حضور ﷺ کے قدموں کو پکڑا اور پیشانی کو بوسے

دینے لگا۔ جب عتبہ اور شیبہ نے اپنے غلام کو ایسا کرتے دیکھا تو وہ سکتہ میں رہ گئے۔ پھر جب وہ

واپس ہوا تو ان دونوں نے کہا تجھے کیا ہوا ہے کہ تو ان کے پیروں کو چھو رہا تھا؟ عداس نے جواب

دیا۔ بلاشبہ وہ مرد خاص اور ہادی دین ہے انہوں نے مجھے ایسی شے کی خبر دی ہے جسے پورے طور

پر صرف رسول ہی سمجھتا ہے جسے اللہ ﷻ نے ہمارے وطن میں ہماری قوم کے اندر مبعوث فرمایا تھا

اور وہ اللہ ﷻ کا نبی یونس بن متی عليه السلام تھا اس کی باتیں سن کر برادرانِ عتبہ و شیبہ ہنسے اور کہنے لگے

یہ قرشی کا بہن تجھ کو تیرے دین نصرانیت سے پھیر دے گا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے رسول

اللہ ﷺ سے پوچھا: ”آپ ﷺ پر اُحد کے دن سے زیادہ شدید اور ناگوار دن کوئی اور بھی آیا

ہے؟“ ارشاد فرمایا تمہاری قوم کی جانب سے سب سے زیادہ طائف میں ”یوم العقبہ“ مجھ پر گزرا۔

۱۔ انسانی فوز و فلاح اور ہدایت و رہنمائی کے عظیم الشان کام کیلئے جب حضرت ابن مریم عليه السلام کی پیشین گوئی کے مطابق سرور عالم

ﷺ تشریف فرما ہوئے تو آدم عليه السلام کی بگڑی ہوئی اولاد اپنے سارے کروت کے ساتھ مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی اور وقت

کے اثر و جہاز کا کاغذ بن کر ایسے لگے کہ وہ تمام عقوبتیں اور ایذائیں جو انبیائے سابقین عليه السلام پر آزمائی گئی تھیں ان سب کو شیطان

مردود نے کجا کر کے آمنہ کے لال پر آزمایا۔

یوں تو حضور ﷺ کی زمانہ رسالت کی زندگی از سر تا پا کشمکش اور مصائب کی زندگی تھی اس حدیث میں طائف کے ”یوم

العقبہ“ کا ذکر ہے جس کا مختصر ترین خلاصہ یہ ہے کہ جب سردار کوثین کو پشراہل مکہ کے اسلام قبول کرنے سے مایوسی ہو گئی تو

اشاعت اسلام کے لئے شب و روز تدبیریں سوچنے اور راہیں نکالنے پر غور کرنے کے بعد آپ نے طائف جانے اور سردارانِ

ثقیف کو دعوتِ اسلام دینے کا قصد فرمایا چنانچہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر جب وہاں پہنچے تو قبائل ثقیف کے تینوں سرداروں

یعنی عبد یلیل، مسعود اور حبیب نے نہ صرف یہ کہ دعوت کو رد کر دیا بلکہ حضور ﷺ کی تذلیل کی اور آبادی کے اوباشوں کو پیچھے لگا دیا

کہ اچھی طرح خبر لیں۔ جس کے نتیجے میں حضور ﷺ کو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جان کی حفاظت کے لئے ایک باغ کے اندر

تاکستان کے قلعہ میں پناہ گزیں ہونا پڑا۔ حضور ﷺ اپنے مبارک جسم کو خون سے صاف کرتے ہوئے اپنے رب سے یہ دعا کر رہے

تھے:

اللہ العالمین! میں تجھ ہی سے اپنی کمزوری اور بے کسی اور لوگوں کی اس جرأت و بے بائی کی شکایت کرتا ہوں۔ اے

رحم الراحمین! تو ہی کمزوروں اور ضعیفوں کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔

ہے۔ جب کہ میں ثقیف کے سردار عبد یلیل کے پاس بہ نفس نفیس خود پہنچا اور اس نے میری طرف سے دعوت اسلام کو سن کر منہ بگاڑا اور بیزاری اور تردید کے طور پر رخ موڑ لیا، سرکشی اور جہالت سے اعتراض کئے۔ لہذا میں واپس لوٹا۔ میرے چہرے سے انتہائی غم اور حزن و ملال ظاہر تھا جو دور نہ ہوا یہاں تک کہ میں چل کر ”قرن الثعالب“ آ گیا افراط غم سے میرا سر برابر جھکا رہا، یہاں آ کر میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابر مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے جب میں نے غور سے دیکھا تو جبریل علیہ السلام سایہ فگن تھے۔ پھر انہوں نے کہا:

”اللہ ﷻ ہر بات پر نظر رکھتا ہے وہ سردار ان ثقیف کے کفر اور اس رویہ سے آگاہ اور واقف ہے۔ جو انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ برتا اور آپ ﷺ کو رنج اور تکلیف پہنچائی۔ پس اللہ ﷻ نے آپ کے پاس پہاڑوں پر مامور فرشتہ کو بھیجا ہے تاکہ وہ آپ کے منشاء کی تعمیل کرے۔“

پھر فرشتہ جبال نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا اگر آپ ﷺ فرمائیں تو خشین پہاڑوں کو ملا دوں تاکہ بنو ثقیف کچلے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں، میں ہرگز ایسا نہیں چاہتا بلکہ میری تمنا تو صرف یہ ہے کہ اللہ ﷻ ان کے اصلاب سے ایسی اولاد پیدا کرے جو اللہ ﷻ کی عبادت کرے اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائے۔

نبیہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب اللہ ﷻ کا حکم ہوا اور حضور ﷺ نے براہ راست قبائل عرب کو خطاب کرنے اور دعوت اسلام دینے کا آغاز فرمایا۔

اور تحریک اسلامی عوامی مرحلے میں داخل ہوئی تو ایک روز میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ عربوں کی ایک مجلس میں پہنچے وہاں پر مغروق بن عمرو اور ہانی بن قبیصہ بھی تھے۔ مغروق نے سوال کیا کہ ”آپ ﷺ کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں تم کو اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم میرے وفادار ہو، محبت کرو اور اخلاص عمل کے ساتھ کاموں

۱۔ حضور ﷺ بغرض تبلیغ متعدد بستیوں میں تشریف لے جاتے اور دعوت اسلام دیتے چنانچہ واقعہ واقعہ اللہ علیہ رحمۃ اللہ نے ابن رومان اور عبد اللہ بن ابوبکر وغیرہم رحمہما اللہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ بنی کندہ کی بستی میں تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی کندہ پر اسلام پیش کیا، مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت اس قوم کے سب سے کم عمر شخص نے اٹھ کر کہا کہ اے بزرگو! تم اس شخص کی طرف سبقت کرو قبل اس کے کہ یہ تمہاری طرف سبقت کریں۔ خدا کی قسم اہل کتاب بتاتے ہیں کہ ایک نبی حرم سے ظاہر ہوگا اور اس کے ظہور کا زمانہ یہی ہے۔ یہ بات سن کر بھی انہوں نے انکار کیا۔

میں میری مدد کرو کیونکہ اہل قریش حکم الہی پر غالب آنے اور اس کے اجراء کو روکنے کی اجتماعی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں اور حق سچائی اور خیر کو پھیلنے عام ہونے اور غالب آنے کو یکسر روک کر اس کی جگہ شر فساد اور باطل کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا ابھارنا اور پروان چڑھانا چاہتے ہیں۔“ یہ سن کر مغروق نے کہا:

۱۔ اسی قسم کی ایک اور دعوت تبلیغ کو وادی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔ جس کو عبد اللہ والصبہ عیسیٰ نے اپنے والد کے دادا سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منیٰ میں ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ نے ہمیں دعوت اسلام دی۔ ہم میں سے کسی نے بھی آپ کی اس دعوت کو قبول نہیں کیا حالانکہ ہمارے اس انکار میں خیر نہ تھی ہمارے ساتھ میسرہ بن سروق عیسیٰ بھی تھا۔ انہوں نے ہم سے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اس شخص (رسول اللہ ﷺ) کی تصدیق کریں اور ہم ان کو عزت کے ساتھ سوار کرا کے اپنے ساتھ اپنے اموال پر لے جائیں تو یقیناً بہتر ہوگا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کا دین ضرور غالب ہوگا اور حد کمال تک پہنچے گا۔ مگر میری قوم نے انکار کیا اور پلٹ آئے۔ اس وقت میسرہ نے لوگوں سے کہا کہ ہمیں فدک کی طرف چلنا چاہئے وہاں ہود آباد ہیں۔ ہم ان سے اس شخص کے بارے میں دریافت کریں گے چنانچہ سب لوگ فدک کی جانب چل دیئے ان کے پاس پہنچ کر ان لوگوں میں جو بزرگ تھا اس سے میسرہ نے بھی یہی سوال کیا۔ ہود نے ایک بستہ نکالا اور اسے اپنے آگے رکھ کر کتاب کھولی اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر پڑھنے لگے اس میں تحریر تھا کہ

”وہ نبی امی عربی ہوگا۔“ دراز گوش پر سواری کرے گا اور ایک پارہ نان پر قناعت کرے گا نہ وہ طویل القامت ہوگا نہ پستہ قد نہ گھٹکریا لے بال ہوں گے نہ لٹکے ہوئے اس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی اور اس کا رنگ سرخی کی طرف مائل ہوگا۔

تو اگر اس حلیہ کا شخص تمہیں دعوت دے تو تم اس کی دعوت قبول کر لینا اور اس کے دین حق میں داخل ہو جانا چونکہ ہم اس سے حسد رکھتے ہیں اس لئے ہم (یہودی) اس کے دین حق کی پیروی نہیں کریں گے۔ عرب میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جو اس کی پیروی کرے گا یا اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہوگا۔ یہ سن کر میسرہ عیسیٰ نے کہا اے قوم اب تو بات بالکل واضح ہو گئی۔ اب ایمان لے آؤ۔ خود میسرہ عیسیٰ نے حجتہ الوداع کے سال اسلام قبول کیا۔ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی ملی۔

قرآن حکیم نے حنین کے اس غزوہ کا ذکر سورہ توبہ میں کیا ہے۔ مسلمانوں کی اور اس درجہ مخلص سرفروش فدائے اسلام اور حضور ﷺ پر جان چھڑکنے والے سچے اور بچے مومنوں کی وقتی طور پر تائید خداوندی کی طرف سے غفلت کو معاف نہیں فرمایا گیا۔ عین اسی وقت اور فوراً تنبیہ اور تادیب کی گئی کہ جو لوگ بندگی عبادت دین کے قیام کی جدوجہد وغیرہ میں کم یا زیادہ حصہ لے کر اور وقت یا کمائی کھا کر غرور اور گھمنڈ کرنے لگیں وہ اس واقعہ سے عبرت اور نصیحت حاصل کر کے فوراً تائب ہو جائیں اور قرآن کے اس حصے کو قیامت تک کے لئے سچے طالبین حق کے واسطے ترکیہ اور صحیح خیال و عمل کا ذریعہ بنا دیا گیا۔ ارشاد فرمایا گیا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّذَبِّحِينَ ۖ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝

بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دکھا کر پھر گئے پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکرین کی یہی سزا ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

(پہلا توبہ ۲۶: ۲۵)

”واللہ میں نے اس سے زیادہ اچھی بات کبھی نہیں سنی۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے ”قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي“ (پہلا انعام ۱۵۱) ”آؤ میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا۔“ (ترجمہ کنز الایمان) تلاوت کی۔ جس کو سن کر مغروق نے کہا۔ خدا کی قسم یہ اہل زمین کا کلام نہیں ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی۔ ”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ“ (پہلا اہل ۹۰) ”بے شک اللہ حکم فرماتا ہے انصاف اور نیکی کا۔“ (ترجمہ کنز الایمان) سن کر مغروق نے کہا:

”میں اس میں کچھ شبہ محسوس نہیں کرتا کہ آپ نے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی

(بقیہ حاشیہ) شکست فاش و ہزیمت اٹھانے کے بعد ہوازن کے کچھ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر مسلمان ہوئے اور عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہم آپ کے رشتہ دار اور قرابت مند ہیں۔ آپ ﷺ کی رضائی والدہ حلیمہ ہمارے قبیلہ کی ایک خاتون تھیں۔ اگر کسی دوسرے فرمانروا یا عرب مثلاً نعمان بن منذر یا حارث غسانی وغیرہ میں سے کسی نے ہمارے خاندان میں دودھ پیا ہوتا تو ہم کو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں اور آپ ﷺ کی ذات گرامی سے تو ہم ان سے بھی زیادہ توقع رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ! جو خواتین عصمت مآب اس جنگ میں گرفتار کی گئی ہیں۔ ان میں سے بہت سی آپ کی پھوپھیاں اور بہنیں ہیں۔

حضور ﷺ نے دریات فرمایا کہ تم کو اپنا مال زیادہ عزیز ہے یا عیال؟ ان لوگوں نے کہا ان دونوں میں سے ہم اپنے عیال کو ترجیح دیتے ہیں۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا: میرے اور بنی ہاشم کے حصوں میں جس قدر تمہارے عیال آئے ہیں تم کو واپس کر دوں گا۔ لیکن میرے امیدواروں! میں تم کو ایک موثر تدبیر بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جس وقت میں نماز ظہر پڑھا کر فارغ ہوں اس وقت تم لوگ مسلمانوں کے سامنے میرا واسطہ دے کر اپنے عیال کو مانگنا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضور ﷺ نے ان کی رحم کی اپیل کے جواب میں اعلان فرمایا کہ بنو ہاشم کی ملکیت اور حصوں میں جس قدر تمہاری عورتیں اور بچے ہیں ان سب کو میں نے تمہیں واپس کیا۔ حضور ﷺ کے اس اعلان بخشش کو سن کر سارے مسلمان بول اٹھے کہ جس قدر ان کے اہل و عیال ہمارے حصوں میں آئے ہیں۔ ہم نے ان کو حضور ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اہل ہوازن اور ثقیف کو بخشا۔

دراصل ان قبائل میں وہ اوصاف موجود تھے جو کسی جماعت کی حریت ترقی اور تنظیم وغیرہ کے لئے ضروری ہیں۔ حضور ﷺ اور پھر جملہ مسلمانوں کا ان کے ساتھ سلوک کوئی معمولی بات نہ تھی پھر انہوں نے چند دن مسلمانوں کو فردا فردا بھی اور پھر جماعتی حیثیت سے بھی بہت نزدیک سے دیکھا اور ان کی ان گنت خوبیوں سے ضرور متاثر اور مسحور ہو گئے ہوں گے۔ ان کا حضور ﷺ کے بارے میں اندازہ یہی ہوگا کہ وہ قوموں کے سرداروں کی طرح چند عیار اور جرات مند ساتھیوں کے سہارے اپنی قیادت منوار ہے ہیں یا سیاسی فرمانرواؤں اور حکمرانوں کی طرح ایک قہار اور جبار اور خود مختار حاکم ہوگا اور سچ تو یہ ہے کہ اس وقت تک دنیا میں بس ایسی ہی نظیریں ملتی تھیں۔ انہوں نے وہ کچھ دیکھا جو اوپر بیان ہوا۔ سردار کوئین ﷺ کی صورت سیرت اور اپنوں اور غیروں کے ساتھ ان کے طرز معاملات نے ثقیف اور ہوازن کے دلوں کو جیت لیا۔ لہذا جب حضور ﷺ چار ماہ بعد مکہ معظمہ کا انتظام و انصرام کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو فوراً بنو ثقیف نے ایک وفد خدمت اقدس میں بھیجا۔ اس وفد کے لیڈر اور قائد وہی عبد یلیل تھے جن کا ذکر صفحہ کے حاشیہ پر بھی آپ کی نظر سے گزر چکا ہے۔ حضور ﷺ نے وفد کے لئے مسجد نبوی سے متصل خیمہ نصب کرایا۔ ان لوگوں نے حضور ﷺ کو دوبارہ پھر دیکھا نمازوں کے منتظم، مطہر اور مہذب و شستہ اجتماعات نے اسلام کی تقدیس ان کے دلوں میں بٹھا دی

نہایت ہی اعلیٰ تعلیم دی ہے۔“

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم جلد ہی دیکھ لو گے کہ اللہ ﷻ مسلمانوں کو کسریٰ کی سرزمین ان کے حسین شہروں اور محفوظ قلعوں کا وارث بنا دے گا۔ ان کی بیگمات تمہارے تصرف میں ہوں گی اور تم اللہ ﷻ کے احسانات کے اعتراف میں اس کی حمد و ثناء اور تسبیح و تقدیس کرتے ہو گے۔“

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ بکر بن وائل کے لوگ حج کرنے آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تشریف لے گئے اور ان کو قبول اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا ہمارے سردار حارثہ کو آنے دیجئے۔ حارثہ نے آنے کے بعد جواب دیا ہم ان دنوں اہل فارس سے مصروف پیکار ہیں جب اس سے فارغ ہو جائیں گے تو جو کچھ آپ ﷺ کہتے ہیں اس پر غور کر سکیں گے۔

جب وہ مقام ذی قار میں فارس کی مسلح اور تربیت یافتہ افواج کے بالمقابل صف آراء ہوئے تو ان کو اپنی تعداد کی کمی سامان کی قلت اور جدید اصول جنگ سے ناواقفیت کا احساس تھا۔ کچھ دیر غور کرنے کے بعد بنی بکر کے سردار نے سر اٹھایا اور اپنے جنگجو جوانوں سے وہ اس طرح سوال کرنے لگا:

”اس شریف صورت اثر انداز شخصیت اور خوش کلام خطیب کا کیا نام تھا جس نے حرم مکہ میں ہم کو دعوت اسلام دی تھی؟“

جوانوں نے کہا: ”محمد (ﷺ)“

سردار لشکر نے کہا کہ اسی دم تمام فوج میں منادی کرا دو کہ ”ہمارے لشکر کا نشان محمد ﷺ اور ہمارا نعرہ ”یا محمد ﷺ“ ہے پس جنگ کے نتائج بنی بکر کے حق میں رہے اور فارسی لشکر ہزیمت کھا گیا۔ جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ ﷻ نے اسی بنا پر ان کو غلبہ دیا اور فتح مند کیا ہے۔

۱۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں اور بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معجم میں خرم جمحی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ذی قار“ کی جنگ کا دن وہ پہلا دن ہے۔ جس میں عرب نے عجموں سے بدلہ لے لیا۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ میں قحی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مثل بشیر بن یزید ضبعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔ کلبی نے کہا کہ ابو صالح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ”ذی قار“ کی جنگ کا ذکر ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ پہلا دن ہے جس میں عرب نے عجم سے بدلہ لے لیا اور میرے وسیلہ سے ان کی مدد ہوئی ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ آمدی کی شرح دیوان اُشی میں اس سلسلے میں ایسی ہی تصریح کی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ذی قار کی جنگ رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد واقع ہوئی تھی اور جبریل علیہ السلام نے اس جنگ کو حضور ﷺ کے سامنے کر کے دکھایا اس وقت بنی بکر اہل فارس پر حملہ کر رہے تھے۔ اس وقت حضور ﷺ نے دعا کی۔

”اَللّٰهُمَّ اَنْصُرْ بَكْرَ بْنَ وَاِثِل (الہی بکر بن وائل کی نصرت فرما)“

حضور ﷺ نے یہ دعائیہ کلمات دو مرتبہ ادا کئے۔ آپ تیسری مرتبہ کہنے کا ارادہ فرما ہی رہے تھے تو جبریل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ مستجیب الدعوات ہیں۔ جب آپ ﷺ ان کے لئے یہ دعا فرمائیں گے کہ ”ان کے لئے ہمیشہ نصرت رہے۔“ تو یہ دعا ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ قائم رہے گی اور پھر کوئی ان پر غالب نہ آ سکے گا۔

حضور ﷺ نے ابتداء میں جو دو بار دعا فرمائی تھی اسی دم فارسیوں کو ہزیمت ہو گئی رسول اللہ ﷺ نے مسرور ہو کر تبسم فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ پہلا دن ہے کہ عرب نے عجم سے بدلہ لے لیا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ مکہ میں جب رسول اللہ ﷺ نے نقیبوں کو منتخب فرمایا تو اس موقع پر لوگوں کو احساس کمتری سے بچانے کے لئے کہا: ”تم میں سے کوئی شخص اپنے دل میں وسوسہ پیدا نہ کرے کیونکہ میں اس شخص کو منتخب کرتا ہوں جس کی جانب حضرت جبریل علیہ السلام اشارہ فرما دیتے ہیں۔“

ہجرت کے موقع پر معجزات کا ظہور

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے جبریل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ﷻ نے مجھ پر وحی فرمائی کہ ان تین شہروں میں سے جس شہر میں آپ قیام کریں گے وہی آپ کا دارِ ہجرت ہوگا۔ مدینہ، بحرین یا قسریں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا: مجھ کو تمہارا مقام ہجرت دکھایا گیا ہے میں نے اس کو ایک سنگلاخ اور نخلستانی علاقہ پایا اور لاتبین کے درمیان ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں نے یہ خبر سنی تو مدینہ کو ہجرت شروع کر دی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تیاری کرنے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا: تم ابھی انتظار کرو امید

ہے کہ اللہ ﷻ مجھے بھی ہجرت کا حکم دے دے گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے سراقہ بن حشم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب مکان سے باہر تشریف لائے اور مشیت خاک ان کے سروں پر ڈال کر سورۃ یسین کی آیتیں تلاوت فرماتے ہوئے گزر گئے۔ اس وقت کسی شخص نے کہا کہ تم کس کے انتظار میں بیٹھے ہو! محمد ﷺ تو تمہارے سامنے سے گزر بھی گئے۔

فروں نے کہا خدا کی قسم ہم نے تو ان کو نہیں دیکھا اور وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑ کر کھڑے ہو گئے۔ ادھر رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور کی طرف تشریف لے گئے جب یہ دونوں حضرات غار میں داخل ہو گئے تو مکزی نے بحکم الہی ﷻ غار کے دہانے پر جالابن دیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے اور حضور ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر اس کی اطلاع حضور ﷺ کو دی اور خدا کا حکم پہنچایا کہ آپ ﷺ اس جگہ شب باشی نہ کریں جہاں روزانہ شب باشی فرماتے ہیں اور مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے کی اجازت بھی عطا ہوئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ہجرت کے وقت قریش دروازے پر تھے۔ آپ ﷺ بلاتامل گھر سے باہر جانے کے لئے اٹھے ہاتھ میں مٹی لے کر ان کفار کے چہروں کی طرف پھینکی اور آپ ﷺ نے یسین وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ کی آیتیں فَاغْشَيْنَهُمْ فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ (پا یسین ۹) تک تلاوت فرمائیں۔ ”اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا کہ انہیں کچھ نہیں سوجتا۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مجھ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب ہم غار ثور میں تھے تو مشرکین دہانے پر پہنچ گئے۔ تب میں نے حضور ﷺ سے کہا کہ ”اگر یہ لوگ پاؤں کی طرف دیکھ لیں تو ہم پر نظر پڑ جائے“ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مَا ظَنَّاكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ تَالِئِمْهَا“ تم کیا گمان کرتے ہو۔ دو کے ساتھ تیسرا اللہ ﷻ ہے۔

تمہیں ان دونوں سے بے خوف رہنا چاہئے جن دو کے ساتھ تیسرا اللہ ﷻ ہے۔ شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مشرکین نے ہمیں بہت تلاش کیا مگر کوئی ہم کو نہ پاسکا بجز سراقہ بن مالک کے جو گھوڑے پر سوار تھا۔ اس پر میری نگاہ پڑی تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اس تلاش کرنے والے نے

ہمیں پالیا ہے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ”اندیشہ نہ کرو اللہ ﷻ ہمارے ساتھ ہے۔“ جب ہمارے اور سراقہ کے درمیان صرف چند تیروں کا فاصلہ باقی رہ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ”اے خدا! تو جس طرح مناسب سمجھے ہمیں اس سے بچا۔“ تو گھوڑے کے پیر اس کے پیٹ تک زمین کے اندر دھنس گئے۔

سراقہ نے کہا: ”اے محمد ﷺ! میں نے جان لیا ہے کہ یہ بھی آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ درگزر اور رواداری آپ ﷺ کی فطرت ہے پس مہربانی کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میں جان کے ضرر اور اس عذاب سے چھوٹوں میرا وعدہ ہے کہ میں آپ دونوں حضرات کی خبر اور اس مقام کی اطلاع ہر گز کسی کو نہ دوں گا۔“ رحمت عالم ﷺ نے دعا کی تو اس کا گھوڑا نکل آیا اور وہ اپنی جان کی خیر مناتا ہوا واپس چلا گیا۔

ابن سعد بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرکین مکہ سے بچ کر ہجرت کے سفر پر روانہ ہوئے گھوڑے کی ٹاپوں جیسی آواز سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مڑ کر دیکھا تو ایک سوار ان کے نزدیک ہی پہنچ چکا تھا۔ آپ ﷺ نے کسی قدر پریشان ہو کر کہا: ”اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! یہ گھڑ سوار ہمارے قریب آ گیا ہے۔“ پس حضور ﷺ نے دعا کی۔ اے خدا اس کو روک دے۔ اس کے بعد دیکھا تو وہ گھوڑے سے گر رہا تھا اور کہہ رہا تھا۔ اے اللہ ﷻ کے سچے رسول ﷺ! میں اب آپ ﷺ کا فرمانبردار ہوں اور اطاعت کے لئے حکم کا منتظر۔

حضور ﷺ نے فرمایا تو اپنی جگہ ٹھہر اور کسی کو بھی ہماری طرف آنے نہ دے۔ یہ سوار سراقہ بن مالک تھا اور اس بارے میں حسب ذیل اشعار اس نے ابو جہل کو مخاطب کر کے کہے۔
 اَبَا حَكِّمٍ وَاللّٰهُ لَوْ كُنْتُ شَاهِدًا لَا مُرْجَوَادِيْ اِذْ تَسِيْخُ قَوَائِمُهُ
 اے ابوالحکم! خدا کی قسم! اگر تو اس وقت موجود ہوتا جب ان کے حکم سے میرے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس رہے تھے۔

عَلِمْتُ وَلَمْ تَشْكُ بِأَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولٌ بِرُهَانٍ فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهُ
 اس وقت تو جان لیتا اور شک نہ کرتا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ برہان کے ساتھ رسول ہیں تو پھر ان کے مقابلے میں کون ٹھہر سکتا ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ سند ضعیف کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

راوی ہیں جب ابوبکر صدیق ؓ غارِ ثور میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے تو انہیں پیاس لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا غار کے دھانے پر چلے جاؤ وہاں جا کر پانی پی لو۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے وہاں جا کر پانی پیا۔ وہ پانی شہد سے زیادہ میٹھا دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ پھر واپس آ گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جنت کی نہروں کی حفاظت جس فرشتے کے سپرد کی گئی اسے اللہ ﷻ نے حکم فرمایا کہ تمہاری خاطر وہ جنت الفردوس کی نہر کا پانی غار کے دھانے تک لے آئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں نے ابو محمد کوئی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے انہوں نے کہا جب رسول اللہ ﷺ نے عزم مہاجرت فرمایا تو لوگوں نے مکہ میں ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا کہ
 اَنْ يُسَلِّمَ السَّعْدُ اِنْ يُصْبِحَ مُحَمَّدٌ مِنْ اَلَا مَنْ لَا يَخْشَى خِلَافَ الْمُخَالِفِ
 اگر دو نیک بخت مسلمان ہو جائیں تو محمد ﷺ (امن و آرام کے ساتھ رہیں اور انہیں کسی مخالف کی مخالفت کا اندیشہ نہ رہے۔

قریش نے کہا اگر ہم ان دو نیک بختوں کو جانتے ہوتے جن کے بارے میں ہم نے سنا تو ایسا ویسا اور یہ اور وہ کرتے۔ پھر دوسری رات کہتے سنا گیا۔

فَيَا سَعْدُ سَعْدُ الْاَوْسِ اِنْ كُنْتَ مَا نِعَا وَيَا سَعْدُ سَعْدُ الْخَزْرَجِ جِئِنِ الْغَطَارِفِ
 تو اے گوش و ہوش والو! سن لو۔ ایک نیک بخت تو قبیلہ اوس کا سعد ہے۔ اگر تم اس کو روک سکو اور دوسرا نیک بخت قبیلہ خزرج کا سعد ہے جو ایک شریف سردار ہے۔

اَجِيئَا اِلَى دَاعِي الْهُدَى وَتَمَنِّيَا عَلَى اللّٰهِ فِي الْفِرْدَوْسِ زَلْفَةَ عَارِفِ
 اے سعدین! تم ہدایت کے داعی کی طرف سے جواب دو اور اللہ ﷻ سے فردوس میں مرتبہ عارفان یا درجہ معرفت کی تمنا کرو۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے یہ بات معلوم ہوئی انہوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو ہم تین دن اور تین رات ٹھہرے رہے۔ ہمیں معلوم نہ تھا کہ حضور ﷺ کس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک جن مکہ کے زیریں علاقے سے آیا اور اس نے کچھ اشعار گنگنائے اور لوگ اس کے تعاقب میں چلے وہ اس کی آواز تو سنتے تھے مگر نظر نہ آتا تھا حتیٰ کہ مکہ کے بالائی مقام تک پہنچ گئے۔ وہ کہہ رہا تھا۔
 جَزَى اللّٰهُ رَبَّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ رَفِيقَيْنِ قَالَا خِيَمَتِي اُمُّ مُعَبَّدِ

حضرت سعد بن معاذ ؓ اوسی تھے اور حضرت سعد بن عبادہ ؓ خزرجی تھے۔

اللہ ﷺ جو لوگوں کا رب ہے، جزا دے اپنی بہترین جزا ان دونوں رفقاء کو ان دونوں نے کہا کہ ام معبد کے دو خیمے ہیں۔

بہت سے علماء نے جن میں بغوی، ابن مندہ اور طبرانی رحمہم اللہ وغیرہ نے ابو خالد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو حضور ﷺ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ مدینہ کی سمت روانہ ہوئے۔ ان حضرات مکرم و محترم کے راہبر عبد اللہ بن اریق تھے۔ خیر البشر دونوں ساتھیوں کے ساتھ ام معبد خزاعیہ کے دونوں خیموں کے پاس پہنچے تو وہ عمر رسیدہ و نیکو کار خاتون اپنے خیمہ سے باہر چادر میں لپیٹی بیٹھیں تھیں۔ انہوں نے اس مختصر اور برگزیدہ تر قافلے کی کھانے پانی سے تواضع کی۔

پھر حضور ﷺ نے گوشت اور کھجوروں کے بارے میں دریافت کیا تا کہ ان سے کچھ خرید لیں۔ مگر بے چاری کے پاس موجود نہ تھا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: اے خاتون! یہ بکری کیسی ہے؟ انہوں نے کہا: بیمار ہے اسی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں گئی ہے اور دودھ سے بھی خشک ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اجازت دو تو میں اس سے دودھ لوں؟

انہوں نے جواب دیا: ”اگر آپ ﷺ ایک ایسی بکری سے دودھ کے لئے پر امید ہیں تو میرا کیا ہرج ہے میری طرف سے اجازت ہے۔“ تو اس بکری کو حضور ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بِسْمِ اللہ پڑھی اور ام معبد کی بکریوں کے حق میں دعا کی۔ بیمار بکری کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک بڑے برتن میں دودھ دوہا۔ یہاں تک کہ وہ بھر گیا اور جھاگ کناروں سے اوپر آ گئے۔ آپ ﷺ نے ام معبد کو خوب سیر ہو کر دودھ پلایا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عامر رضی اللہ عنہ کے بعد میں خود پیا اور ان سب افراد نے اس وقت تک شیر نوشی جاری رکھی جب تک برتن میں دودھ باقی رہا۔ جب ختم ہو گیا تو آپ ﷺ نے دوبارہ اس بکری سے دودھ نکالا اور وہ برتن پھر لبریز ہو گیا جو ام معبد کے حوالے کر دیا گیا۔

۱۔ ۲۔ اس شعر کے بعد چھ اشعار اور پڑھے گئے اشعار کا مطلب یہ ہے کہ ”اللہ ﷺ جو انسانوں کا رب ہے ان دونوں رفیقوں کو جزائے خیر دے جن دونوں نے ام معبد کے دونوں خیموں میں قیام کیا اور دونوں رفیق ہدایت کے ساتھ ان میں ٹھہرے تو جس نے حضور ﷺ کے ساتھ رات بسر کی اس نے ہدایت پائی۔

اے قصی کی اولاد! اللہ نے تم لوگوں سے ان نیک کاموں کے سبب ایسی سرداری کو دور نہیں کیا جس کا بدل نہیں ہے۔ بنی کعب کی عورتوں کی جو انیاں قائم رہیں۔ مسلمانوں کے لئے ان کی جگہ ام معبد کا خیمہ ہے۔

اے عورتو! اپنی بہن ام معبد سے ان کی بکری اور ان کے ہرن کے بارے میں پوچھو کہ کس طرح مریل بکری کے دودھ سے حضور ﷺ نے برتنوں کو بھر دیا اگر تم اس بکری سے بھی پوچھو گے تو وہ بکری گواہی دے گی۔ حضور ﷺ نے اس بکری کو دوہا تو اس نے اتنا دودھ دیا کہ برتن پُر ہو گئے۔

اس کے بعد ام معبد سے بیعت لے کر آپ ﷺ آگے جانے کے لئے سفر پر روانہ ہو گئے۔

ام معبد کا شوہر چراگاہ سے گھر لوٹا تو کھانے میں اس کو دودھ بھی دیا گیا۔ اس نے پوچھا: بیوی یہ کہاں سے آیا ہے؟ ام معبد نے بیتے حالات بیان کئے۔ ابو معبد نے کہا: اے اچھی بیوی! اس اچھے اور عجیب مہمان کی کچھ علامتیں اور شناخت مجھ سے بیان کرو۔

اس کے جواب میں ام معبد نے کہنا شروع کیا: ”بہ حیثیت مجموعی وہ شخص نورانی صورت اور دل پذیر تھا۔ چہرہ وجیہہ اخلاق پاکیزہ، جسم تنومند، آنکھیں روشن، قد سڈول، پلکیں دراز، آواز لطیف، ریش گنجان، ابرو باریک و باہمی پیوستہ، اگر خاموشی کی حالت میں دیکھو تو پُر تمکین و پُر وقار نظر آئیں، اگر گفتگو فرمائیں تو رخ انور اور ہاتھ بلند فرمائیں، لوگوں میں بیٹھیں تو سب سے خوبصورت، دور سے نظر ڈالیں تو بارعب نظر آئیں، کلام شیریں، جملے جامع اور مختصر، باتوں میں بلا کا اثر، قد ناک میں عجیب تعدیل نہ کوتاہ نہ طویل۔ ان کے ساتھی احکام کو توجہ سے سماعت کرتے اور تعمیل کرتے ہیں۔ مزاج میں اعتدال، تندی اور نہ سختی، ان کے مختصر ایہ اوصاف ہیں۔

ابو معبد نے کہا: ”ہوں نہ ہوں وہ تو قرشی بزرگ ہیں۔ جن کے بارے میں مکہ کے لوگوں نے ہمیں بتایا کہ وہ اللہ ﷻ کی طرف سے پیغام دینے والے ہیں۔“

بلغوی اور ابو نعیم رحمہما اللہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ام معبد بیان کرتی تھیں کہ وہ بکری جس کا دودھ حضور ﷺ نے نکالا تھا۔ عہد فاروقی تک ان کے پاس رہی اور وہ ہر حالت میں ہمیشہ صبح شام کثیر مقدار میں دودھ دیتی رہی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ سفر ہجرت کے موقع پر قبا سے چل کر مدینہ طیبہ پہنچے تو تمام مسلمانانِ مدینہ میں سے ہر ایک کی آواز تھی کہ آپ ﷺ اس کے مہمان رہیں وہ آگے بڑھتے اور ناقہ کی مہار پکڑ لیتے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اونٹنی کو چھوڑ دو یہ اونٹنی مامور من اللہ ہے۔ یہ جہاں بیٹھ جائے گی اسی جگہ ہمارا قیام ہوگا۔ اس وقت بنی نجار کی لڑکیاں مسرت و شادمانی کے گیت خوش الحانی اور ترنم کے ساتھ گاتی اور ہاتھوں سے دف بجاتی ہوئی نکل آئی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارِ مِنْ بَنِي النَّجَارِ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٍ مِّنْ جَارِ

۱۔ ”قبا“ مدینہ سے مکہ کی سمت ۴ میل پر ایک قریہ کا نام ہے۔ آپ نے وہاں چار روز قیام فرمایا، بنی عمرو بن عوف کے مہمان ہوئے۔ دورانِ قیام وہاں مسجد کی بنیاد ڈالی جو عہد اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ جمعہ کے روز ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء کو وہاں سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے اور یہاں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کو قیام سے سعادت بخش۔

ہم نسلِ نجار سے شریف لڑکیاں ہیں اور حضرت محمد ﷺ کس قدر اچھے نگہبان پڑوسی ہیں۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ مدینہ میں رونق افروز ہوئے تو ایک
زاویہ پر لڑکیوں اور لڑکوں نے مل کر گایا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوُدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا إِلَهُ دَاعٍ

یعنی چودھویں رات کا چاند ثنیات الوداع سے ہم پر پڑتا تو اگلن ہوا ہے۔ پس ہم پر شکر
خداوندی لازم ہے جب تک دعا گو خدا سے طلب دعا کریں۔ اور ان اشعار میں سے آخری شعر یہ
ہے۔

إِنَّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا بِأَلَا مَرِ الْمَطَاعِ

یعنی اے ہمارے لئے انتخاب شدہ اور تشریف فرما آپ قابلِ عمل (اور باعثِ فلاح) امور
(کا تحفہ) لے کر تشریف فرما ہوئے ہیں۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مجھے تمہاری (یعنی مسلمانانِ مکہ کی) ہجرت کا مقام دکھایا گیا جو سنگلاخ اور شور زار علاقے کے درمیان
ہے۔ میرے خیال میں وہ مقام ہجر ہو سکتا ہے یا مقامِ مدینہ۔

صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا مگر غیر مسلم قریشیوں نے مجھے نہیں
جانے دیا۔ میں نے خواہش ہجرت کے اضطراب میں اس روز پوری رات ٹھہلتے گزاری یہ دیکھ کر
قریش نے کہا۔ شاید تم پیٹ کے شدید درد میں مبتلا ہو گئے ہو۔ پھر وہ شب کی نیند سو گئے۔

اس کے بعد میں پھر ایک دفعہ ہجرت کے ارادے سے نکل پڑا۔ اب کی مرتبہ بھی ان
لوگوں نے مجھے دیکھ لیا اور پکڑ کر واپس لے جانا چاہتے تھے۔ میں نے ان سے کہا: ”اگر میں چند
اوقیہ سونا تم کو دے دوں تو کیا پھر تم میرا راستہ چھوڑ دو گے؟“ وہ اس پیشکش پر راضی ہو گئے۔ پس
میں انہیں لے کر پھر مکہ آیا اور ان سے کہا اس دروازے کی چوکھٹ کے نیچے کھود کر نکال لو۔ پھر
میں سفر پر روانہ ہو گیا اور قبا پہنچ کر رسول اللہ ﷺ سے جا کر مل گیا۔ حضور ﷺ کی نظر مجھ پر پڑی تو
ارشاد فرمایا:

اے ابو یحییٰ رضی اللہ عنہ بیچ کے تین نفعے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ!

آپ ﷺ کے پاس مجھ سے پہلے کوئی نہیں آیا جس نے آپ ﷺ کو اس کی خبر دی ہو سوائے اس
کے کہ جبریل علیہ السلام نے آ کر آپ کو مطلع فرمایا ہے۔

حضور ﷺ کا مدینہ طیبہ میں وُزُود

ابن سعد ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن سلام ؓ سے روایت کی کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو اکثر لوگ پہلی فرصت میں آپ کے پاس حاضر ہو رہے تھے میں بھی گیا۔ جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو یقین ہو گیا کہ ایسا چہرہ کسی جھوٹے مدعی کا نہیں ہو سکتا۔ آپ اس وقت کہہ رہے تھے:

”يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَافْشُوا السَّلَامَ وَصَلُّوا إِلَّا رَحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَلِلنَّاسِ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ“۔
اے لوگو! کھانا کھلاؤ، کھل کر سلام کرو، صلاہ رچی کرو راتوں کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سو رہے ہوں تاکہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو۔

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے صفیہ بنت حنی رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو دوسرے دن صبح کو میرے باپ اور چچا ابو یاسر بن اخطب حضور ﷺ کے پاس گئے۔ جب وہ دونوں آئے تو میں نے اپنے چچا کو کہتے سنا وہ میرے باپ سے کہہ رہے تھے۔ ”کیا وہ نبی یہی ہیں؟“

انہوں نے کہا: ”ہاں خدا گواہ ہے۔“ انہوں نے پھر پوچھا: ”کیا تم ان کی شناخت کے بارے میں کچھ علامات جانتے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: ”ہاں یقین کے ساتھ۔“ پھر انہوں نے پوچھا: ”تمہارے دل میں ان کی عداوت ہے یا محبت؟“ تو انہوں نے جواب دیا: ”عداوت اور مرتے دم تک عداوت رہے گی۔“

حضرت عوف بن مالک ؓ نے فرمایا کہ نبی ﷺ یہود کے ایک معبد میں تشریف لے گئے، میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ وہاں معبد کے آبادکار یہودی موجود تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے ایسے بارہ آدمی دکھاؤ جو گواہی دیں کہ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ تاکہ اللہ ﷻ ہر اس یہودی سے جو آسمان کے نیچے زمین پر موجود ہے اور غضب الہی اسے لاحق ہے اللہ ﷻ اس سے اپنے غضب کو دور فرما دے۔

حضرت عوف ؓ نے فرمایا تمام یہودی خاموش رہے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے دوبارہ فرمایا اور کوئی جواب نہ ملا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: تم انکار کرتے ہو، سمجھ لو کہ میں حاشر ہوں، عاقب ہوں، نبی مصطفیٰ ہوں (ﷺ)۔ اس سچائی پر تم ایمان لاؤ یا جھٹلاؤ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پھر آپ ﷺ لوٹ چلے۔ ہم معبد سے باہر آنے والے

تھے کہ ایک شخص کو پیچھے سے کہتا سنا۔

اے محمد (ﷺ) ٹھہر جائیے، حضور ٹھہر جائیے کے کلمات سن کر حضور ﷺ آواز کی جانب متوجہ ہوئے۔ ایک شخص نظر آیا۔ پھر اس نے معبد کے یہود کو مخاطب کر کے کہا: ”اے گروہ یہود! حق گوئی اور راست بازی کو اپناؤ اور بتاؤ کہ میرے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟“

یہود نے جواب دیا: ”انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ہم کسی ایک شخص سے بھی واقف نہیں ہیں جو علم کتاب اور اس کے ذریعہ مسائل کا استنباط کرنے میں تم سے اور تمہارے آباؤ اجداد سے زیادہ مہارت اور صلاحیت رکھتا ہو اور حق پسندی اور ایمان داری کے بارے میں تمہارے لئے ہمارا ایسا ہی خیال ہے۔“ اس کے بعد اس شخص نے کہا:

میں محمد ﷺ کے بارے میں اپنی ان تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر جن کے بارے میں آپ لوگوں نے ابھی اعتراف کیا ہے۔ شہادت دیتا ہوں کہ یہ اللہ ﷻ کے وہی نبی ہیں جن کی بشارت تم توریت میں پاتے ہو اور جن کے بارے میں تم کو یہ انتظار تھا کہ وہ مبعوث ہوں اور ہم کو محکومیت کی ذلت سے نجات دلائیں۔ یہ شہادتیں سن کر یہود نے جواب دیا:

”تو جھوٹا ہے اور شاید دین سے برگشتہ ہو چکا ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جھوٹ نہ بولو اور متضاد باتیں کرنے سے حجاب کرو۔ اس موقع پر اللہ ﷻ نے وحی کی: قُلْ اَرَاۤءَ يُثْمِنُ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِہٖ ۚ (۲۶ الاحقاف ۱۰) ”تم فرماؤ بھلا دیکھو تو اگر وہ قرآن اللہ کے پاس سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

امام احمد اور بیہقی رحمہما اللہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہودیوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔ انہوں نے کہا ہم آپ سے چند باتیں پوچھتے ہیں، کیونکہ ان کے بارے میں غیر نبی کچھ نہیں جانتا۔

- ۱۔ بتائیے وہ کون سا کھانا ہے جس کو بنی اسرائیل نے خود اپنے اوپر حرام کر لیا تھا؟
- ۲۔ بتائیے کہ نسل انسانی میں لڑکے اور لڑکی کی تخلیق میں یہ فرق کس وجہ سے ہوتا ہے؟

۱۔ جب یہود نے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی تصدیق نبوت پر ان کو جھوٹا کہا تو حضور سرور کونین ﷺ نے فرمایا کہ اے یہود! تم جو کچھ کہتے ہو وہ جھوٹ ہے اللہ ﷻ تمہاری بات کو ہرگز قبول نہیں کرے گا اسی موقع پر مذکورہ بالا وحی کا نزول ہوا۔ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اسی روز ایمان لے آئے تھے۔ جس روز حضور ﷺ رونق افروز مدینہ ہوئے تھے۔

۲۔ علامہ جلال الدین عبد الرحمن سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں بہت سی روایات بیان کی ہیں کہ مدینہ کے اکثر احبار (علمائے یہود) حضور رسالت پناہ ﷺ میں حاضر ہوئے اور توریت و زبور میں بیان کردہ بہت سے ایسے امور اور ایسی باتیں دریافت کرتے تھے کہ نبی کے سوا اور کوئی ان کا جواب نہیں دے سکتا تھا حضور ﷺ سے صحیح اور درست جوابات سن کر اکثر یہودی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان میں سب سے مقدم عبد اللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

۳۔ بتائیے کہ عام افراد سے نبی میں امتیازی فرق کیا ہوتا ہے؟

ان کے سوالات کو سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اگر تم لوگوں کے اندر کچھ بھی صداقت پسندی کی رمتی باقی ہے تو تم سمجھ لو کہ بنی اسرائیل جب بیماریوں میں مبتلا ہوئے اور ان کے مرض نے شدت اور طوالت اختیار کی تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ ہم کو اس موذی مرض سے شفا یاب فرمادے تو ہم رضا کارانہ طور پر اپنے اوپر ہر وہ کھانا حرام کر لیں گے جو ہمیں ہر کھانے سے زیادہ مرغوب ہے اور اس طرح انہوں نے از خود ”اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا۔“

اس پہلے سوال کا جواب پا کر یہود کے معبدی پجاریوں نے کہا: ”یہ حقیقت ہے آپ ﷺ نے ٹھیک فرمایا:

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ مرد کا مادہ غلیظ اور سفید اور عورت کا رقیق اور زرد ہے ان میں سے جو مادہ دوسرے پر غالب آ جائے گا تو سنت اللہ کے مطابق عمل تخلیق سے گزرنے والا بچہ غالب مادہ والے کی جنس اختیار کرے گا۔ معبد کے پادریوں نے برملا کہا: ”آپ ﷺ نے صحیح فرمایا۔“

بعد ازاں تیسرے اور آخری سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا: ”تمام انسانوں پر اور کل اعضاء و جوارح پر نیند کا اثر اور غفلت طاری ہو جاتی ہے سوائے انبیائے کرام علیہم السلام کے کہ ان کی صرف آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔ یہود نے جواب کی صحت کی تصدیق کی۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مدینہ طیبہ کے ایک باغ میں گئے اور حضور ﷺ ایک درخت کھجور کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد چند یہودی ہمارے پاس سے گزرے اور ایک نے دوسرے سے کہا:

”محمد (ﷺ) سے روح کے بارے میں پوچھو۔“ دوسرے نے جواب دیا کہ ”مت پوچھو“ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی ایسی بات فرمادیں جو تمہیں ناگوار ہو۔“

ایک ادنیٰ توقف کے بعد انہوں نے پوچھ ہی لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کچھ دیر سکوت اختیار فرمایا۔ جس کے بعد اندازِ خاموشی سے ہم نے سمجھ لیا کہ وحی کا نزول ہو رہا ہے جب آپ ﷺ پر وحی کا نزول ختم ہوا تو فرمایا:

”يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ، قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔“ (پہا بنی اسرائیل ۸۵)

ابن اسحاق و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے

ابن صوریہ سے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ﷻ نے توریت میں شادی شدہ زانی کو رجم کرنے کا حکم دیا ہے؟ ابن صوریہ نے جواب دیا۔

ہاں خدا گواہ ہے یہی حکم ہے پھر کہا: اے ابوالقاسم! یہود خوب جانتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ مگر وہ قومی عصبیت کی بناء پر آپ ﷺ سے حسد کرتے ہیں۔

ترمذی نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ وغیرہ نے صفوان بن عسالؓ سے روایت کی کہ ایک یہودی نے دوسرے سے کہا۔ آؤ محمد (ﷺ) کے پاس چلیں اور ان سے آیہ کریمہ ”وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ“ (پابنی اسرائیل ۱۰۱)

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو نوروشن نشانیاں دیں۔ (ترجمہ کنز الایمان)

کے بارے میں پوچھیں۔ پس وہ دونوں آئے اور انہوں نے حضور ﷺ سے ان نو نشانیوں کے بارے میں سوال کیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، سرقہ نہ کرو، زنا نہ کرو، غیر واجب قتل نہ کرو، جادو وغیرہ نہ کرو، سود نہ لو، کسی بے گناہ کو قتل نہ کرو، نہ سزا دو، عفت مآب عورتوں پر شہمت نہ دو اور ہفتہ کے روز خاص طور پر ظلم و طغیان سے اور ہر ممنوعہ کام سے پرہیز کرو۔

ان جوابات کو سن کر ان دونوں یہودیوں نے آپ ﷺ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور کہا ہم دونوں گواہی دیتے ہیں کہ یقیناً آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تمہیں میری رسالت پر یقین ہے تو مجھ پر ایمان لا کر اسلام قبول کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ہمیشہ ان کی اولاد میں نبوت رہے گی، یہود کا اس روایت پر پختہ یقین ہے۔ اس لئے ہمیں خوف ہے کہ یہود ہم کو قتل کر دیں گے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ثوبانؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور اس نے پوچھا جس روز اس زمین کو ایک دوسری زمین سے بدل دیا جائے گا، اس وقت بنی آدم کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”پل کے قریب ظلمت میں۔“

اس نے پوچھا: سب سے پہلے جو پل پر سے گزرین گے وہ کون لوگ ہوں گے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: ”فقراء و مہاجرین۔“

اس نے پوچھا: جنت میں داخلہ کے بعد ان کیلئے سب سے پہلا تحفہ کیا ہوگا؟

حضور ﷺ نے فرمایا: ”زیادہ تر مچھلی کا جگر ہوگا۔“

اس نے پوچھا: جنتیوں کا صبح کا کھانا کیا ہوگا؟

حضور ﷺ نے فرمایا: ”ان کے لئے جنت کا وہ تیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے چراگاہوں میں آزادانہ چرتا پھرتا ہے۔“

اس نے پوچھا: اس کے ناشتہ کے بعد وہ کیا شے نوش کریں گے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: ”مِنْ عَيْنَا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا۔“

یہ جوابات پا کر یہودی عالم نے کہا: آپ ﷺ نے تمام جوابات درست فرمائے۔ بعد ازاں اس نے لڑکے اور لڑکی کے اسباب پیدائش کے بارے میں بھی سوال کیا اور آپ نے جواب برحق عطا فرمایا۔

سعید بن منصور ابن جریر حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ﷺ سے روایت کی کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی آیا اور اس نے کہا: ”اے محمد (ﷺ) ان ستاروں کے بارے میں بتائیے جن کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آگے سجدہ کرتے دیکھا؟ نیز ان ستاروں کے نام بھی بتائیے۔“

حضور ﷺ نے اس کے سوال کا جواب نہ دیا اور وہ یہودی چلا گیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور آپ ﷺ کو یہودی کے سوال کے بارے میں تعلیم کیا۔ پس آپ ﷺ نے یہودی کو بلایا۔ جب وہ حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: ”اگر میں تیرے سوال کا جواب درست طور پر دے دوں تو کیا تو دعوت اسلام کو قبول کر لے گا؟“ اس نے اقرار کیا۔ پھر حضور ﷺ نے ان ستاروں کے نام بتائے۔ حرثان، طارق، ذیال، کتغان، والفرع، وثاب، عمودان، قابس، ضروح، مصحح، نیلق، ضیاء اور لور۔ یوسف علیہ السلام نے آسمان کے افق پر ان ستاروں کو اپنے آگے سجدہ کرتے دیکھا۔ یہودی ماہر دینیات نے کہا بے شک ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ایک روز یہودی عالم بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اس وقت آپ ﷺ سورہ یوسف کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب آپ ﷺ پڑھ چکے تو اس نے کہا۔ قصہ یوسف علیہ السلام آپ ﷺ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اس کے بعد اس نے بنی اسرائیل میں جا کر کہا:

محمد ﷺ قرآن کو توریت کے مطابق ہی پڑھتے ہیں۔ اس اطلاع پر یہودیوں کو حیرت ہوئی اور وہ اپنے اس عالم کے ساتھ بڑے اشتیاق کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہودیوں نے آپ کے چہرے بشرے سے پہچان لیا وہ چادر کے ڈھلک جانے سے مہر

نبوت کو دیکھ سکے۔ حضور ﷺ سورہ یوسف کا بقیہ ختم کر رہے تھے وہ سلیم الطبع لوگ تھے بڑے متاثر ہوئے اور اسلام قبول کر کے امت مسلمہ میں شامل ہو گئے۔

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی رسول اللہ ﷺ نے کچھ یہودیوں سے فرمایا: اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے اور مخلص ہو تو پھر جنت میں تمہاری آباد کاری ضروری ہے۔ تو تم کہو ”اے ہمارے پروردگار! ہمیں ابھی موت دے دے۔“ مگر میں کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی ایک بھی ایسا کہنے کے لئے آمادہ نہ ہوگا اور اگر کوئی یہ دعا کر لے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ اس کا لعاب گلے میں حائل ہو جائے گا، نفس کی آمد و شد رک جائے گی اور وہ اسی جگہ مر جائے گا۔ یہودی سہم گئے اور خواہش موت کرنے سے انکار کرنے لگے۔ اس موقع پر یہ آ یہ کریمہ نازل ہوئی۔ ”وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا“ (پ البقرہ ۹۵) تم اگر سچے ہو تو موت کی آرزو تو کرو۔ لیکن ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں۔ یہ کبھی اس کی آرزو نہیں کریں گے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ”زوائد المسند“ میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک جرستانی حضور ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے پاس آیا اور پوچھا: تمہارے سردار کہاں ہیں جو دعویٰ نبوت کرتے ہیں۔ میں ان سے ملوں گا اور گفتگو کے بعد سمجھ سکوں گا کہ وہ اپنے دعوے میں صادق ہیں یا کاذب۔ نبی ﷺ تشریف لائے تو وہ آپ ﷺ کے قرین بیٹھا اور کہا: اپنی منزلہ کتاب الہامی سے کچھ مجھے سنائیے۔ حضور ﷺ نے چند آیات تلاوت کیں۔ وہ سن کر کہنے لگا: واللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سماوی تورات اور آپ کا الہامی قرآن ایک ہی آفتاب کا نور ہیں۔ آپ ﷺ کا دعویٰ صادق اور اس کو نہ ماننے والے کاذب ہیں۔

حضور ﷺ کی دعاؤں سے شہر مدینہ وباؤں سے مامون ہو گیا

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہ سر زمین سب زمینوں سے زیادہ وباء رسیدہ اور امراض آلود تھی تو حضور ﷺ نے اس کے لئے دعا کی کہ:

”اے خدا! مدینہ کو ہمارے لئے ایسا ہی محبوب بنا دے جیسا کہ مکہ ہے بلکہ اے خدا اس

سے بھی کچھ زیادہ۔ ہمارے صاع اور مد میں برکت دے دے اور اس کی سر زمین کو ہمارے لئے صحت افزا بنادے اور یہاں کی وباؤں کو جحفہ منتقل کر دے۔“

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن عروہ ؓ سے روایت کی کہ زمانہ جاہلیت میں مدینہ کی وبا مشہور تھی۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جحفہ کی طرف منتقل کرنے کی دعا کی۔

پھر جحفہ کی حالت یہ ہو گئی کہ جو بچہ پیدا ہوتا اس کو صحت مند حالت میں جوان ہونا شاذ و نادر ہو گیا، اس کو وبائی بخار آتے اور پچھاڑتے رہتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے ایک سیاہ فام بد شکل اور پریشان بالوں والی ایک عورت کو مدینہ سے نکلتے دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ کوچ کر کے مہیعہ پہنچ گئی اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اب مدینہ کی وباء مہیعہ جو کہ مقام جحفہ کے مضافات میں ہے پہنچ گئی ہے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ طیبہ کے دہانوں پر اللہ کے فرشتے مامور ہیں اس شہر میں طاعون داخل ہو گا نہ دجال۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ”اخبار مدینہ“ میں روایت بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو اکثر مکی باشندے جو ہجرت کر کے آ چکے تھے بے چارے مدینہ کے بخار میں مبتلا ہو گئے۔ حضور ﷺ نے دعا کے لئے دست مبارک اٹھائے اور التجا کی:

”الہ العالمین! ہم سے وبا کو منتقل فرما دے۔“ ان دعائیہ کلمات کو حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔ دوسرے دن صبح کو آپ ﷺ نے فرمایا: آج رات بہ حالت خواب نجا کی وبا کو مجھے دکھایا گیا وہ کالی بکھرے بال والی بڑھیا تھی جس کے گلے میں کپڑا بندھا ہوا تھا اور مجھے بتایا گیا کہ یہ بخار ہے۔ پھر دکھانے والے نے مجھ سے پوچھا کہ اس کا کیا کیا جائے تو میں نے کہا کہ اس کو خم میں بند کر دیا جائے۔

زبیر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہشام عروہ ؓ سے روایت کی کہ ایک روز صبح کو مدینہ کے مضافات سے کوئی شخص حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا: ”راہ میں کسی سے تمہاری ملاقات ہوئی؟“ اس نے کہا: حضور ﷺ مجھے تو کوئی ملا نہیں البتہ سیاہ چہرے برہنہ تن ایک عورت ملی تھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔

آپ نے فرمایا وہ مدینہ کا بخار تھا۔ آج کے دن کے بعد اب وہ کبھی اس شہر میں نہ آئے گا۔

حضور ﷺ کی مدینہ اور اس کے ملحقات کے لئے برکت کی دعا

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن زید ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے جد سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم قرار دیا اور میں نے مدینہ طیبہ کو نیز میں مدینہ کے مد اور صاع میں برکت کے لئے دعا کرتا ہوں، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ کے لئے دعائے برکت کر چکے ہیں۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں حضرت عبد اللہ بن الفضل بن عباس ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے رب کائنات! میں تجھ سے مدینہ والوں کے لئے مکہ والوں کی طرح دعا کرتا ہوں۔“ حضرت عبد اللہ ؓ کہتے ہیں ہم مطمئن ہو گئے کہ مدینہ کی زندگی اور اس کے کاروبار میں بھی مکہ کی طرح برکت ہمارے شامل حال رہے گی۔

وہ معجزات جو تعمیر مسجد کے وقت ظہور میں آئے

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ”اخبار مدینہ“ میں ابن مطعم ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنی اس مسجد کا قبلہ اس وقت رکھا جب میرے سامنے خانہ کعبہ کو رکھا گیا۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ”اخبار مدینہ“ میں داؤد بن قیس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کی بنیاد اس وقت رکھی جب جبریل علیہ السلام کعبہ کی سمت دیکھ رہے تھے اور اس مسجد و کعبہ کے درمیان تمام حجابات کو اٹھا دیا گیا تھا۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے خلیل بن عبد اللہ ازدی ؓ سے انہوں نے ایک انصاری صحابی سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو مسجد کے گوشوں پر کھڑا کیا تاکہ آپ ﷺ ان لوگوں سے کام لے کر سمت قبلہ کو درست فرمائیں۔ اسی دوران حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لے آئے تاکہ آپ ﷺ کو تائید خداوندی مل سکے۔

جبریل علیہ السلام نے کہا آپ سمت کعبہ رخ کر لیجئے۔ آپ نے اسی طرح کیا، پھر جبریل علیہ السلام نے اشارہ کر کے حضور ﷺ اور بیت اللہ کے درمیان پہاڑ یا اور جو کچھ حائل تھا اس کو رفع کر دیا۔ آپ ﷺ کی نگاہ کعبہ شریف پر جمی تھی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الکبیر“ میں ثقہ راویوں کی سند سے شمس بنت نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کے موقع پر تشریف لائے تو میں پذیرائی کے

لئے حاضر ہوا تھا اور میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا۔ آپ ﷺ نے قبا میں مسجد کی بنیاد رکھی وہاں اقامت ہوئی اور آپ نے نماز پڑھائی۔ تعمیر مسجد کے موقع پر میں نے حضور ﷺ کو پتھر اٹھاتے بھی دیکھا وہ پتھر آپ ﷺ کو اپنے وزن سے جھکا دیتے تھے۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ”اخبار مدینہ“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ مسجد صنعاء میں قائم کی جاتی تو وہ میری ہی مسجد ہوتی۔

وہ خصائل جو تحویل قبلہ میں واقع ہوئے

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی تو ۱۶ سال بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ مگر حضور ﷺ کی خواہش یہ رہی کہ قبلہ نماز کعبۃ اللہ کو کر دیا جائے۔ چنانچہ

حضور ﷺ نے فرمایا: ”اے جبریل الطبیؑ! میں چاہتا ہوں کہ اللہ ﷻ میرے رخ کو یہود کے قبلے سے پھیر دے۔“

جبریل الطبیؑ نے فرمایا: میں تو بہر حال بندہ ہوں آپ ﷺ اپنے رب سے درخواست کیجئے۔ بہر حال نماز کے لئے جب آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تو اپنا سر مبارک آسمان کی جانب اٹھاتے یعنی عرض مدعا کے طور پر اس پر ارشاد خداوندی ہوا کہ بے

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ
فَلْنُؤَيِّنْكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا
ہم دیکھ رہے ہیں باز بار تمہارا آسمان کی
طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے
(پ البقرہ ۱۴۴) اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

۱۔ یہ ہے وہ اصل حکم جو تحویل قبلہ کے بارے میں دیا گیا تھا۔ یہ حکم رجب یا شعبان ۲ ہجری میں نازل ہوا۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بشر بن براء معزور رضی اللہ عنہ کے ہاں دعوت پر گئے ہوئے تھے۔ ظہر کا وقت ہو گیا اور آپ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے۔ دو رکعتیں پڑھا چکے تھے کہ تیسری رکعت میں یکا یک بذریعہ وحی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ پس اسی وقت آپ ﷺ اور آپ کی اقتداء میں جماعت کے تمام لوگ بیت المقدس سے کعبے کے رخ پھر گئے۔ اس کے بعد مدینہ اور اطراف مدینہ میں اس کے لئے عام منادی کی گئی۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ایک مقام پر منادی کی آواز اس حالت میں پہنچی کہ ایک جماعت رکوع میں تھی حکم سنتے ہی سب کے سب اسی وقت اور اسی حالت میں کعبے کی سمت پر مڑ گئے۔

اقامتِ صلوٰۃ کے اعلان کے لئے اذان کا طریقہ

ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرا ارادہ ہوا کہ اوقات نماز پر گھروں سے لوگوں کو بلانے کے لئے کچھ افراد کو مقرر کر دوں اور ایک طریقہ یہ بھی خیال میں آیا کہ کچھ لوگوں کو اس کام پر مقرر کر دوں کہ وہ چھتوں پر چڑھ کر مسلمانوں کو نماز کے لئے آوازیں دیں۔ پھر اصحاب انصار میں سے ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک سبز پوش شخص مسجد کے دروازے پر کھڑا تھا۔ پھر اس نے اذان دی اور بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر کھڑا ہوا اور اذان کے کلمات کو دہرایا مگر اس مرتبہ اس نے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کا اضافہ کر دیا اور اس مشاہدہ کے وقت میری حالت یہ تھی کہ اگر مجھے لوگوں کا ڈرنہ ہوتا تو بتا دیتا کہ دیکھنا بہ حالت خواب نہ تھا، بیداری میں تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے اللہ ﷻ نے تم کو خیر کو دکھا دیا لہذا اب تم بلال سے کہہ دو کہ وہ اذان دیں۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ”جو کچھ میرے اس انصاری بھائی نے دیکھا اور بیان کیا ہے وہی میں بھی دیکھ چکا ہوں، مگر چونکہ یہ اس کے اظہار و بیان میں پہل کر چکے تھے اس لئے مجھے حیا آئی کہ میں بھی فوراً بیان کرنے لگوں۔“

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بغرض اعلانِ صلوٰۃ بوق اور قرنا کے استعمال کا ارادہ فرمایا۔ میں نے اس موقع پر ایک سبز پوش شخص کو خواب میں دیکھا جس کے پاس ناقوس تھا۔ میں نے اس سے کہا اے بندہ خدا کیا ناقوس کو بیچے گا؟ اس نے پوچھا: ”تم اس کا کیا کرو گے؟“

میں نے جواب دیا: ”اس سے اقامتِ صلوٰۃ کے لئے اعلان کروں گا۔“ اس نے کہا کیا میں تم کو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں اور وہ یہ کہ تم آوازوں سے کہو:

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک انصاری نے خواب میں کسی کو دیکھا اور اسی شخص نے اذان سکھائی یہ اذان سیکھ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گئے اور آپ سے خواب بیان کی حضور ﷺ نے فرمایا: ایسی ہی بات جیسی کہ تمہیں بتائی گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی بتائی گئی ہے۔ تم بلال رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ ان کلمات سے اذان دیں۔

ابن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں حضرت کثیر بن معون رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا سب سے پہلے جس نے نماز کی اذان کہی وہ آسمان دنیا میں جبریل رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی اذان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سنا، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلال رضی اللہ عنہ سے سبقت لے گئے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر دی۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے۔ حضور ﷺ ان سے فرمایا تم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سبقت لے جا چکے ہیں۔

اللہ اکبر اللہ اکبر اور پوری اذان کہی۔ پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس کی خبر دی اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے بھی وہی دیکھا ہے جو انہوں نے دیکھا ہے۔

غزوات میں نصرت خداوندی اور حضور ﷺ کے معجزات کا ظہور

وہ معجزات جو غزوہ بدر میں واقع اور ظہور پذیر ہوئے

اللہ ﷻ نے فرمایا: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ (پ آ آل عمران ۱۲۳)

”اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

اور فرمایا: إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ (پ الانفال ۹)

”جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

ایک اور جگہ فرمایا: إِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذَا لَتَقِيتُمْ فِئَ آعِينِكُمْ قَلِيلًا (پ الانفال ۴۴)

”جب لڑتے وقت تمہیں کافر تھوڑے کر کے دکھائے۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

امام بخاری اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے گئے تو وہ امیہ بن خلف بن صفوان کے پاس ٹھہرے۔ کیونکہ سفرِ شام کے سلسلہ میں جب وہ مدینہ سے گزرتا تو وہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ٹھہرا کرتا تھا۔

ایک روز امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: ”آپ تھوڑی دیر توقف فرمائیں تاکہ دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں اس موقع پر جا کر آپ طواف کر لیں۔“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ دوپہر میں مصروف طواف تھے کہ اتفاقاً ابو جہل پہنچ گیا اور اس نے کہا نہ معلوم کون شخص طواف کر رہا ہے؟ اس کا یہ قول حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سن لیا اور فرمایا:

میں سعد بن معاذ ہوں۔ ابو جہل نے کہا: ”کس قدر بے خونی کے ساتھ تم طواف کر رہے ہو؟ باوجود یہ کہ تم نے محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو اپنے شہر میں ٹھہرایا اور منظم کرنے کا موقع دیا ہے۔“ اس کے بعد دونوں میں نہایت برہمی کے ساتھ تیز کلامی ہوئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا:

”اے سعد رضی اللہ عنہ! اس قدر جذباتی نہ بنو اور ابوالحکم کے مقابلے میں اپنی آواز کو بلند نہ کرو

کیونکہ یہ اس وادی کا سردار ہے۔“

اس کے بعد حضرت سعد ؓ نے فرمایا: ”اگر تم لوگ مجھ کو طواف سے روکتے ہو تو میں بھی تمہارے لئے ملک شام کی گزرگاہ کو بند کر دوں گا۔“

امیہ (میزبان حضرت سعد رضی اللہ عنہ) برابر توجہ دلاتا رہا اور آواز کو بلند نہ کرنے اور خاموش ہو جانے کی تلقین کرتا رہا۔ اس کے اس طرز عمل پر حضرت سعد ؓ کو غصہ آ گیا اور آپ ؓ نے امیہ سے فرمایا: تو ان باتوں سے باز رہ اور خبردار ہو جا کہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے بتا دیا ہے کہ یہ ابوالحکم تیرا قاتل ہے۔

امیہ نے کہا: ”کیا یہ مجھے قتل کرے گا؟“

حضرت سعد ؓ نے فرمایا: ”ہاں یقیناً۔“

امیہ کے ذہن کو حضرت سعد ؓ کی اطلاع نے خاصا متاثر کر دیا کیونکہ وہ حضور ﷺ کے اقوال کے بارے میں زندگی بھر کا تجربہ رکھتا تھا۔

وہ مکان پر اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا۔ تمہارے مدنی ابن معاذ (ؓ) نے ایک خاص خبر مجھے سنائی ہے۔ اس نے پوچھا کیا بتایا ہے؟ امیہ نے کہا: محمد (ﷺ) کے بارے میں بتاتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے ”امیہ کا قاتل ابوالحکم ہے۔“ بیوی نے جواب دیا: محمد (ﷺ) کی کوئی بات غلط نہیں ہوتی۔

چنانچہ مشرکین مکہ نے جب مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے تیاریاں شروع کیں اور لوگ امیہ کے پاس آئے تو اس کی بیوی نے کہا۔ تمہیں وہ بات یاد نہیں جو تم سے مدنی بھائی نے کہی تھی؟ امیہ نے جواب دیا یاد ہے اب نہ جاؤں گا۔

امیہ کے انکار کرنے پر ابو جہل نے کہا: تم قریش کے سرداروں میں ہو تمہارے نہ چلنے سے عوام بد دل اور بے حوصلہ ہو جائیں گے خواہ چند روز میں لوٹ آنا مگر ساتھ میں چلنا ضروری ہے۔ لہذا وہ لشکر کفار کے ساتھ آ گیا اور بدر میں مارا گیا۔

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ بن زبیر ؓ سے روایت کی کہ قریش جب بدر کی طرف مجتمع ہو کر آئے اور رات میں جحفہ میں قیام کیا تو ان میں بنی عبدالمطلب بن عبد مناف کا ایک شخص تھا جس کا نام جہیم بن الصلت تھا۔ جہیم نے اپنے سر کو ٹیک دیا اور وہ سو گیا۔ پھر وہ چونک پڑا اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ کیا تم نے اس سوار کو دیکھا ہے جو ابھی ابھی میرے پاس سے کھڑا تھا۔

لوگوں نے کہا نہیں کیا پاگل پنے کی باتیں کر رہے ہو۔ ابن نے کہا میرے پاس ابھی

ابھی ایک سوار کھڑا تھا۔ اس نے کہا کہ ابو جہل، عتبہ، شیبہ، زمعہ، ابوالختری، امیہ بن خلف اور مشرکین مکہ کے بہت سے سردار قتل ہوں گے، اس کے ساتھیوں نے کہا۔ شیطان نے تیرے ساتھ کھیل کیا ہے اور یہ بات ابو جہل سے بیان کی، اس نے کہا: بنی مطلب کے جھوٹ کے ساتھ بنی ہاشم کے جھوٹ کو تم نے ملا دیا ہے۔ کل تم دیکھ لو گے کہ کون قتل ہوتا ہے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براءؓ سے روایت کی کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ اہل بدر کے مسلمانوں کی تعداد تین سو تھی۔ اتنی ہی تعداد جتنی کہ اصحابِ طالوت کی تعداد تھی، جنہوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو عبور کیا تھا۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی فرمایا بدر کے دن ہمارے ساتھ صرف دو ہی گھوڑے تھے ایک گھوڑا حضرت زبیرؓ کا اور دوسرا حضرت مقداد بن الاسودؓ کا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی کہ ہم نے بدر کے موقعہ پر دو کافروں کو پکڑا جن میں سے ایک تو بھاگ گیا۔ ہم نے گرفتار کردہ مشرک سے پوچھا: تمہاری کل تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا قریش کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ جنگجو اور بہادر ہیں۔ ہم نے اسے زد و کوب بھی کیا مگر وہ برداشت کر گیا۔ اس کے بعد ہم اسے حضورؐ کی خدمت میں لے آئے۔ مگر اس نے اپنے لشکر کی تعداد بتانے سے صاف انکار کر دیا۔

رسول اللہؐ نے فرمایا: ”تم لوگ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟“

اس نے جواب دیا: ”روزانہ دس اونٹ ذبح کرتے ہیں۔“

اس پر حضورؐ نے فرمایا: ”یہ لوگ ایک ہزار ہیں“ اس لئے کہ ایک اونٹ سو افراد کو

کافی ہوتا ہے۔“

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت یزید بن رومانؓ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ

نے قیدی سے دریافت کیا: کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ ایک دن نو اور

ایک دن دس آپ نے فرمایا یہ لوگ نو سو اور ہزار کے درمیان ہیں۔

ابن سعد راہویہ ابن مہیج اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ

بدر کے روز مشرکین مکہ کی تعداد ہمیں بہت کم نظر آ رہی تھی۔ حتیٰ کہ میں نے اپنے برابر والے

مسلمان سے پوچھا تمہیں کافروں کی تعداد کس قدر معلوم ہوتی ہے۔ اس نے کہا سو سے زیادہ

نہیں۔ جب ہم نے ان کے ایک شخص کو قید کیا تو اس کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ وہ تو ایک ہزار

ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے دن لیٹ گئے اور ارشاد فرمایا: ”جنگ شروع نہ کرنا جب تک میں اجازت نہ دوں۔“ پھر آپ ﷺ گہری نیند سو گئے اور پھر بیدار ہوئے اللہ ﷻ نے آپ کو خواب میں ان کی تعداد بہت کم دکھائی اور مشرکین کی آنکھوں میں مسلمان بہت کم نظر آئے یہاں تک کہ ایک دوسرے پر لڑنے میں حریص ہوا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنگ بدر کے موقع پر جب ہم صف بندی کر رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ کی نظر مشرکین میں اس شخص پر پڑی جو سرخ اونٹ پر اپنے لشکر میں ادھر سے ادھر پھر رہا تھا۔ چونکہ وہ زیادہ قریب نہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ وہ کون ہے؟ تھوڑی دیر بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور بتایا کہ وہ شتر سوار عتبہ ہے لوگوں کو جنگ سے باز رہنے کی تلقین کر رہا ہے اور واپس ہونے کا مشورہ دے رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے: ”اے قرشی سردارو! تم آج کے دن میرے سر پر پٹی باندھ دو اور کہہ دو عتبہ بن ربیعہ بزدل ہو گیا ہے۔“

مگر ابو جہل اس کے مشورہ کو قبول کرنے کے لئے راضی نہیں ہے۔

(بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور عروہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ اس میں اس قدر زیادہ ہے کہ وہ لوگ اگر اپنے بوڑھے کا کہا مان لیں گے تو بچ سکیں گے۔)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ اور عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بدر کی طرف روانہ ہونے کے لئے سرفروشان اسلام کو حکم دیا تو فرمایا اللہ ﷻ کا نام لے کر قدم بڑھاؤ، میں مشرک مقتولین میں سے ہر ایک کے گرنے اور مرنے کی جگہ دیکھ چکا ہوں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے موقع پر مشرکین پر نظر کی اور پھر ارشاد فرمایا: ”اے دشمنانِ دین حق! تم نے راہِ نجات اختیار نہ کی اور ایسے لوگوں کو مارنے اور مٹانے آگئے جو ہر انسان کی بھلائی کے لئے حریص ہیں، خیر! اب تم اس سرخ پہاڑ کے پہلو میں مارے جاؤ گے۔“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے کسی دعا گو کو حق تعالیٰ سے اتنے پر زور الفاظ میں دعا کرتے نہ دیکھا جیسا کہ میں نے حضور ﷺ کو بدر کے معرکہ کے

وقت دیکھا۔

مسلم اور بیہتی جہا اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ مجھ سے حضرت عمر بن خطاب ؓ نے بیان فرمایا جب بدر کا دن ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں کے لشکر کی طرف دیکھا ان کی تعداد ایک ہزار تین سو سترہ تھی۔ پھر آپ ﷺ نے رو بقبلہ ہو کر دعا کے لئے دست سوال دراز کئے اس قدر دراز کہ ردائے مبارک شانوں سے نیچے ڈھلک گئی۔ حضرت ابوبکر ؓ آگے بڑھے اور چادر کو درست کیا اور پھر حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اس غیر معمولی حالت میں نہایت ادب و احترام اور عزم و یقین کے جذبات کے ساتھ عرض کیا: ”اے رحمتِ عالم ﷺ! اظہارِ مدعا میں آپ نے رب سے بہت اصرار کر لیا، یقیناً اللہ ﷻ نصرت فرمائے گا۔“

اس موقعہ خاص پر اللہ ﷻ نے جو نصرت فرمائی اس کا ذکر مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں اللہ ﷻ نے اس طرح فرمایا:

اِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ اَنِّي مُمِئِدٌ كُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝
 جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو میں نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں ہزاروں فرشتوں کی قطار سے۔ (پ الانفال ۹)

(ترجمہ کنز الایمان)

واقعی اور ابن عسا کر جہا اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ سے روایت کی کہ میں نے میدانِ بدر میں حضور ﷺ کے داہنے اور آگے پیچھے چار اشخاص کو دیکھا اور یہ سب جارحانہ

مشرکین مکہ نے صف بندی شروع کی تو حضور ﷺ نے پاکباز و جانباز اسلام کو بھی ”بنیانِ مرموص“ کی شکل دینے کے لئے اپنے دست مبارک میں ایک تیر لیا اور اشارے سے مغموں کو درست کیا اور پھر مغموں کے وسط میں آ کر ایک مختصر مؤثر اور جامع تقریر کی۔ اس کے بعد بارگاہِ قاضی الحاجات میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ آج حق و باطل اور خیر و شر کا فیصلہ کن معرکہ تھا۔ جس میں ایک جانب قریش کی پوری طاقت جس میں ایک سو سوار ۷۴۰ اونٹ ایک ہزار سے زیادہ نو جوان اور سامان و اسلحہ کی فراوانی اور دوسری طرف مع کم عمر لڑکوں کے ۳۱۴ مجاہدین اسلام جن میں ۸۳ مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ انصار میں ۶۱ آدمی اوس کے اور ۷۰ خزرج کے یہ بے چارے جنگ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھے نہ اس ارادہ اور تیاری سے مدینہ سے نکلے تھے۔ ان کے پاس کل ۳ گھوڑے اور ۷ اونٹ تھے۔ زرہ جوشن خود وغیرہ صرف دو چار آدمیوں کے پاس تھا۔ یہ فرق حضور ﷺ پر ظاہر تھا جانتے تھے کہ حق کے دشمن حق پرستوں کو بہر حال ملیا میٹ کرنے کے ارادہ سے ان کے سروں پر چڑھ آئے ہیں پس سرکارِ دو عالم ﷺ کا جی بھر آیا خضوع و خشوع کی حالت طاری ہو گئی سجدہ ریز ہوئے اور فرمایا:

”اے اللہ ﷻ! اگر آج تیرے یہ چند عبادت گزار مٹ گئے تو پھر تو کبھی دنیا میں پوچھا نہ جائے گا۔“

حضور ﷺ اسی حالت میں تھے کہ ملک الامین نے بشارت دی کہ ”اللہ نے حق کو ثابت کرنے کا ارادہ فرمایا اور کافروں کی بنیاد قطع کرنے کا خواہ یہ مجرم لوگ ناپسند کریں جب آپ اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اللہ نے وہ سن لی اور آپ کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دی جائے گی۔“

شان سے کفار پر حملے کر رہے تھے۔

ابن اسحاق، ابن جریر، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ بنی غفار کے ایک شخص نے بتایا کہ میں اور میرا چچا معرکہ بدر کے موقعہ پر موجود تھے ہم نے اس وقت تک اسلام کو سمجھا تھا نہ قبول کیا تھا۔ ہم دونوں پہاڑ پر چڑھے انتظار کر رہے تھے کہ دونوں فریقوں میں سے کوئی ایک ہزیمت کھا کر بھاگے اور ہم جا کر چابک دستی سے مال کو لوٹیں۔ اسی دوران فضا میں ایک طرف سے ابر بلند ہوا جب وہ آگے تک پہنچ کر پہاڑ کے نزدیک ہوا تو ہم نے گھوڑوں کے ہنہانے کی آوازیں سنیں۔ پھر کسی کی آواز سنی ”اقدم حیزوم“ یعنی حیزوم آگے بڑھ۔ ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے ابو واقد لیشی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا میں بدر کے دن مقابلے سے ایک مفروء مشرک کا تعاقب کر رہا تھا حتیٰ کہ وہ میری زد پر آیا اور میں اس پر وار کر رہی رہا تھا کہ کسی نادیدہ طاقت نے اسے قتل کر دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ ؓ سے روایت کی کہ بدر کے دن جس طرح مشرکین کی گردن زدنی ہوئی۔ میں حیران تھا کہ کون اس طرح ان کو قتل کر دیتا ہے۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ دراصل فرشتے لوگوں کی جانی پہچانی صورتِ انسانی میں مجاہدین اسلام کو ثابت قدم رکھنے اور ہمتیں بندھانے آئے تھے۔ وہ کسی جانے پہچانے شخص کی صورت اختیار کر کے آتے اور بتاتے کہ کافر مرعوب ہیں ان میں جرات جنگ اور تاب مقابلہ نہیں ہے یا ان کے رہنماؤں اور سرداروں میں اتحاد اور متحد الخیالی نہیں ہے۔ اس بارے میں ارشادِ خداوندی بھی ہے۔

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبَّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا
 جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو

(پ۹ الانفال ۱۲) ثابت رکھو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے سائب بن ابو جہش سے روایت کی وہ کہتے تھے کہ مجھے کسی انسان نے قید نہیں کیا۔ لوگ پوچھتے کہ پھر کس نے قید کیا؟ تو وہ بتاتے جب قریش نے ہزیمت اٹھائی وہ قتل ہوئے اور بھاگے تو میں بھی بھاگ کر پہاڑ پہنچا ایک گورے رنگ دراز قامت شخص سفید گھوڑے پر سوار میرے سامنے آیا اور باندھ کر ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف ؓ نے مجھے بندھا پا کر اسلامی لشکر میں اعلان کیا کہ اس کو کس نے باندھا ہے مگر سب نے لاعلمی کا اظہار کیا پھر وہ مجھے اسی حالت میں اٹھا کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے

پوچھا تم کو کس نے باندھا؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کو کسی فرشتے نے قید کیا ہے۔

واقعی حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حکیم بن خرامؓ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے بدر کے دن دیکھا ہے کہ آسمان سے وادی غلیص میں ایک چادر گری ہے۔ جس نے سارے افق کو گھیر لیا ہے اور میں نے دیکھا کہ وادی میں ہر طرف چونٹیاں ہی چونٹیاں ہیں۔ فوراً میرے دل میں یہ خیال آیا ضرور آسمان سے محمد ﷺ کی تائید میں کوئی چیز آئی ہے۔ پھر سوائے ہزیمت کے کچھ نہ تھا۔ وہ چار فرشتے تھے جو مدد کے لئے آئے تھے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی کہ ایک پستہ قد انصاری بنی ہاشم کے طویل قد شخص کو پکڑ کر لائے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی روایت میں حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ اس قیدی کا نام بھی بتایا ہے۔ اس ہاشمی قیدی نے کہا مجھے اس لے کر آنے والے شخص نے گرفتار نہیں کیا بلکہ ایک ایسے شخص نے گرفتار کیا تھا۔ جس کے سر پر بال نہ تھے اور وہ ایک خوبصورت اور وجیہہ آدمی تھا اور ابلق گھوڑے پر سوار تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ ملک کریم تھے۔

(ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عباسؓ کو گرفتار کرنے والے ابوالسرکعب بن عمروؓ تھے۔ ابوالسرکعبؓ ایک ٹھوس اور گٹھے ہوئے جسم کے آدمی تھے اور انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ایک اجنبی نے اس کام میں میری مدد کی ہے۔)

امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے ”اوسط“ میں حضرت علیؓ سے روایت کی کہ غزوہ بدر میں جب گھمسان کا رن پڑا تو ہم میں سے اکثر جی دار اور شجاع لوگ جن میں میں خود بھی شامل ہوں، صرف مدافعانہ لڑائی لڑ رہے تھے اور حضور ﷺ سارے اسلامی لشکر میں سب سے زیادہ قوت اور شجاعت سے مشرکوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے برابر آگے بڑھ رہے تھے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی کہ میدان بدر میں صفوں کی ترتیب اور درستی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے کنکریوں کو لے کر لشکر مشرکین کے چہروں کی طرف پھینکا جس سے ان کی بصارت اور مدافعت کی قوتیں زائل ہو گئیں۔ اسی بات کو قرآن حکیم نے ”وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتْ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى“ (پ الانفال ۱۷) ”اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔“ (ترجمہ کنز الایمان) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

ابن اسحاق حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت عبد اللہ بن ثعلبہ بن صیرؓ سے روایت کی

کہ یوم بدر میں ابو جہل نے جہالت سے مملود عا کی اس نے کہا:

”اے خدا! محمد (ﷺ) نے ہماری قرابت کو توڑ دیا، قبیلوں میں تفرقہ ڈلوادیا، اور ہمارے روبہ رو اس دین کو لائے جس سے سب ہی ناواقف ہیں۔ پس سچائی ہمارے ساتھ ہے اور ہمیں ہی غالب آنا ہے۔“ پس وہ کچھ ہی دیر بعد مارا گیا اور اس کے بارے میں کلامِ الہی بتا رہا ہے کہ: اِنَّ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ. (پہلا انفال ۱۹)

”اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو وہ فیصلہ تم پر آچکا۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ میں نے ان کنکریوں کی آوازیں سنی تھیں جو بدر کے دن آسمان سے ماری گئی تھیں۔ گویا کہ وہ طشت میں گر رہی ہیں۔ پھر جب لوگوں نے صفیں درست کیں تو رسول اللہ ﷺ نے کنکریوں کو لے کر مشرکوں کے چہرے پر پھینکا اس کا ذکر اللہ ﷻ نے اس طرح فرمایا ہے۔

”وَمَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی“ (پہلا انفال ۱۷)

”اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی وہ تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔“

(ترجمہ کنز الایمان)

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قریش کا قافلہ حسب معمول تجارت کے لئے ملک شام گیا ہوا تھا۔ امیر قافلہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ تھے اور ۳۰ اور ۴۰ افراد ان کے ساتھ تھے۔ تجارتی کاروبار سے فارغ ہو کر جب اپنے وطن مکہ کو لوٹ رہے تھے تو مدینہ کے قریب ان کے مقرر کردہ جاسوسوں نے خبردار کیا کہ محمد (ﷺ) مع اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے تمہارے قافلے پر حملہ کرنے آرہے ہیں۔ اس خبر کے ملتے ہی ابوسفیان نے فوراً ایک تیز رفتار سوار کو روانہ کیا کہ مکہ پہنچ کر پوری صورت حال قریش کے سامنے رکھے اور کہے کہ وہ جلد از جلد پوری تیاری کے ساتھ مدد کو پہنچیں ورنہ نقصان مال کے ساتھ ہی جانوں کا بھی خطرہ ہے۔

یہ اطلاع پا کر قریش مکہ نہایت جوش و خروش کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ ادھر ابوسفیان ساحل کجڑے سے اپنے قافلے کو احتیاط اور تیزی سے نکال کر لے گئے اور قریش کو اپنی خیریت کے ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ ”ظاہر ہے کہ خطرہ ٹل گیا“ اب تم لوگ واپس ہو جاؤ۔ مگر ابو جہل نے ازراہ نخوت (تکبر) انکار کیا اور کہا کہ:

”میدان بدر میں جہاں عرب کا سالانہ اجتماع ہوتا ہے جا کر ٹھہریں گے، تین روز تک پر تکلف کھانے اور پکوان پکائیں گے اور جشن منائیں گے، یہ اس لئے کہ ان غریب الدیار اور لاچار

مسلمانوں کے دل دہل جائیں اور آئندہ ان کو قافلے لوٹنے کا خیال تک نہ آئے۔ ثانیاً تمام قبائل عرب میں ہمارے آنے کی شہرت اور ہماری طاقت کا چرچا ہو جائے۔“

نبی ﷺ ۹ رمضان ۲ھ مطابق ۵ مارچ ۶۲۳ء کو صحابہ کرام ﷺ کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ جب حضور ﷺ ”وادی زقران“ میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ قافلہ تو نکل گیا مگر اہل مکہ کا عظیم الشان لشکر بدر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ ﷺ سے مشورہ کیا۔ چونکہ جنگ کے ارادے سے نہ نکلے تھے اس وجہ سے بعض لوگوں نے اس بے سروسامانی کے ساتھ قریش کے مقابلے میں جانا پسند نہ کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ ﷻ کا وعدہ ہے کہ وہ دونوں گروہوں میں سے ایک پر فتح ضرور دے گا۔ چونکہ قافلہ تو نکل گیا اس لئے لشکر قریش پر ہماری کامیابی یقینی ہے۔“

حضور ﷺ کے ارشاد کے جواب میں حضرت ابوبکر ﷺ، حضرت عمر ﷺ اور حضرت مقداد ﷺ نے کہا۔ ہم کو جو حکم ہو تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔ لیکن حضور ﷺ کا روئے سخن دراصل انصار کی طرف تھا کیونکہ ان ہی کی طاقت اور تعداد زیادہ تھی اور ان سے سابق میں جس معاہدہ پر بیعت لی گئی تھی۔ وہ یہ تھی ”اگر کوئی دشمن اسلام مدینہ پر چڑھائی کرے گا تو وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ حملہ آور سے جنگ کریں گے۔“ یہ بات نہیں کہی گئی تھی کہ باہر دوسرے مقامات پر جا کر دشمنوں پر حملہ آور ہوں گے۔

حضرت سعد بن معاذ ﷺ رئیس انصار سمجھ گئے اور فوراً عرض کیا:

”اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! شاید آپ ﷺ کا خطاب ہماری طرف ہے۔ اللہ جانتا ہے اگر آپ ﷺ حکم دیں تو ہم بلا تامل اور بلا خوف سمندر میں کود پڑیں۔“

ان کا یہ بہترین جواب سن کر حضور ﷺ کو خوشی ہوئی۔ حاضرین نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چمک اٹھا اور سب نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

اکثر علماء حدیث نے حضرت حباب بن منذر ﷺ سے روایت کی ہے کہ معرکہ بدر کے موقع پر چونکہ کامیابی کا یقین تھا۔ اس وجہ سے اسی مختصر جماعت اصحاب کے ساتھ بدر کی جانب روانہ

۱۔ آیت وعدہ یہ ہے۔

اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لئے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہیں (کوئی نقصان نہ ہو) (ترجمہ کنز الایمان)

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ

(پہ الانفال ۷)

ہو گئے اور مدینہ سے لوگوں کو مزید بلانے کی ضرورت نہ سمجھی۔ بدر کے مقام پر پہنچ کر پہلے چشمہ آب پر حضور ﷺ نے اترنے کا حکم فرمایا:

حباب بن منذر ؓ نے دریافت کیا: ”یہاں پر اترنے کا حکم الہامی ہے کہ جس میں اظہار رائے مشورے اور چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ یا حضور ﷺ نے خود اپنی رائے سے جنگی تدبیر کا لحاظ اور ضرورت کا تقاضا سمجھ کر اختیار فرمایا ہے؟“

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ خود میری رائے ہے۔“ حضرت حباب ؓ نے کہا: ”میرے خیال میں یہ مقام موزوں نہیں بلکہ مناسب تو یہ تھا کہ اور آگے بڑھ کر ہم قریش کی فرودگاہ کے قریب ترین چشمہ پر قبضہ کر لیں اور اپنے لئے حوض بھر کر ارد گرد کے کنوؤں اور چشموں کو پاٹ دیں تاکہ اسلام اور اس کے خادموں کے دشمن جو کہ اپنی ساری قوت اور شوکت کو سمیٹ کر اور پھر اس کو اپنے سروں پر رکھے ہوئے نمائش کر رہے ہیں ایک قطرہ آب نہ پاسکیں۔“

حضور ﷺ نے ان کی تجویز کو سراہا اور پھر اسی کے مطابق عمل کیا۔ میدان کے اس حصہ میں جس میں نسل انسانی کا سب سے محترم اور با عظمت قافلہ فروش ہوا اسی میں ایک جانب صاحب خلق عظیم کے لئے حضرت سعد ؓ کے مشورے سے ایک سائبان بنایا گیا تاکہ حضور ﷺ اپنے جانثاروں کے درمیان اس میں استراحت فرمائیں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ ؓ سے روایت کی کہ اس دن تمام مسلمان اونگھ سے رہے تھے اور میدان بدر کے ریگ زار میں اترے ہوئے تھے۔ پھر اللہ ﷻ نے بارش کر دی تو وہ ریگ زار ایک ہموار سطح اور منجمد میدان بن گیا۔ ہم محظوظ ہو کر بہت مزے سے اس پر چلنے لگے اور قریش کے پڑاؤ اور اس کے قریب کا حصہ زمین جو انہوں نے ریت سے محفوظ رہنے کے لئے پختہ پیلی مٹی کا اپنے لئے منتخب کر لیا تھا۔ بارش سے لیس دار دلدل بن گیا وہ چلتے ہوئے اس پر ضرور پھسلتے اور بغیر گرے نہ بچتے۔ معرکہ بدر میں ان کی یکسر تباہی اور بربادی کی یہ بھی ایک بڑی وجہ تھی۔ اللہ ﷻ نے قرآن حکیم میں مسلمانوں پر اپنے اس انعام کا تذکرہ فرمایا ہے۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمْنَةً مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَ
كُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُم رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ
بِهِ الْأَقْدَامَ O (پہ الانفال ۱۱)

جب اس نے تمہیں اونگھ سے گھیر دیا تو اس کی طرف سے چین (تسکین) تھی

اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کر دے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرما دے اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔
(ترجمہ کنز الایمان)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ غزوہ بدر میں حضرت قتادہ بن نعمان ؓ کی آنکھ کو ایسا صدمہ پہنچا کہ آنکھ کا پورا ڈھیلا نکل کر رخسار پر آ پڑا تو حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کو آنکھ کے حلقے میں رکھ دیا اور ان کی آنکھ بالکل درست ہو گئی۔
شیخین رحمہما اللہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ مشرکین مکہ کے اس گڑھے پر کھڑے ہوئے جن میں ان کے مقتول بھر دیئے گئے تھے اور کہا: ”اے فلاں بن فلاں جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے فرمایا تھا وہ تو ہم پا چکے اور جو وعید تم کو ملی تھی ضرور اس سے تمہارا سابقہ ہوگا۔“

حضرت عمر فاروق ؓ نے عرض کیا: ”اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ تو ایسے اجسام سے خطاب فرما رہے ہیں کہ جن میں روح اور زندگی نہیں ہے۔“
حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا: ”میرے قول کو جتنا وہ سن رہے ہیں تم اس سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔“

قتادہ ؓ نے کہا کہ اس موقع پر اللہ ﷻ نے ان کو زندہ کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضور ﷺ کی سرزنش کو سنا۔

واقعی و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے روز دعا مانگی خدایا مجھے نوفل بن خویلد سے محفوظ رکھ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کسی کو نوفل کی خبر ہے؟ یہ سن کر حضرت علی مرتضیٰ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور فرمایا: ”اللہ ﷻ کا شکر ہے اور اسی کے لئے حمد ہے جس نے میری دعا کو قبول فرمایا۔“ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا O وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِيَ النَّعْمَةِ وَمَهْلُهمْ قَلِيلًا O (پہلا نازل ۱۰-۱۱)

اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو اور مجھ پر چھوڑ دو ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی مہلت دو۔
(ترجمہ کنز الایمان)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نازل ہونے کے بعد زیادہ وقت نہ گزرنے پایا کہ مشرکین مکہ اور ان کے سارے سردار

میدان بدر میں جمع کر دیئے گئے اور پھر سہ شنبہ کو ذرا سی دیر میں ان کی پوری قوت کو جس پر وہ مسلمانوں کے مقابلے میں فخر کرتے تھے ہمیشہ کے لئے توڑ دیا۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے قریش کی ایک جماعت آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ رہی تھی ان بد قماشوں کو شرارت سو جھی کہنے لگے ہم میں سے کوئی ایک آدمی جائے اور فلاں مقام پر جو اوجھڑی پڑی ہے اسے لا کر محمد ﷺ کے شانوں پر رکھ دے۔ پھر ان میں سے ایک بد بخت اٹھا اور اس کو لا کر بحالت سجدہ حضور ﷺ کے شانوں پر رکھ دیا۔ جس کی وجہ سے حضور ﷺ سجدے سے نہ اٹھے اور کافر قلب و ذہن اور مسخ فطرت لوگوں کو اپنے اس عمل اور حرکت کے بعد اس قدر مزہ آیا اس قدر ہنسے کہ کثرت ہنسی سے بے قابو ہو کر ایک دوسرے پر گر گر پڑتے تھے۔ کسی بندہ خدا نے جا کر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو بتایا وہ لڑکی ہی تھیں آئیں اور بڑی مشقت کے بعد آپ ﷺ نے اسے علیحدہ کیا اور مشرکین کی اس قدر نازیبا حرکت پر ملامت کرنے لگیں۔

جب حضور ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو اپنے رب سے کہا: ”اے میرے اللہ ﷻ! قریش کو اپنی گرفت میں لے لے“ تین مرتبہ اس کلمہ کو عرض کیا اور اس کے بعد نام بنام بدو عا کی کہ:

”اے خدا! عمرو بن ہشام (ابو جہل) عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ولید بن عتبہ امیہ بن خلف عتبہ بن معیط اور عمار بن ولید کو اپنی گرفت میں لے لے۔“

ابن ابی الدنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں میدان بدر سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص زمین سے نکلتا ہے اور اسے ایک شخص اپنے ہتھوڑے سے مارتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین میں غائب ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ پھر نکلتا ہے اور اس کے ساتھ وہی عمل کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم نے ابو جہل کو دیکھا ہے اس پر قیامت تک یونہی عذاب ہوتا رہے گا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق موسیٰ بن عقبہ ابن شہاب رحمہما اللہ سے روایت کی کہ اللہ ﷻ نے فتح بدر کے سبب مشرکوں اور منافقوں کی گردنوں کو پست و خوار کر دیا۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ میں کوئی یہودی اور منافق ایسا نہ رہا جس کی گردن بدر کی شکست کی بنا پر نہ جھک گئی ہو گویا یہ دن ”یوم فرقان“ تھا کہ اس دن اللہ ﷻ نے کفر و ایمان کے درمیان فرق و امتیاز پیدا کر دیا۔

واقہی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی کہ مجھ سے عمر بن عثمان حبیبی ؓ نے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنی پھوپھی سے حدیث بیان کی کہ عکاشہ بن محض ؓ نے کہا کہ بدر کی جنگ میں جب میری تلوار ٹوٹ گئی تو حضور اکرم ﷺ نے مجھے ایک لکڑی عطا فرمائی میں نے دیکھا تو وہ چمکدار تلوار تھی۔ میں اس تلوار سے لڑتا رہا یہاں تک کہ اللہ ﷻ نے مشرکوں کو شکست دی اور وہ تلوار ان کے انتقال تک ان کے پاس رہی۔ اسے بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے روایت کیا۔

واقہی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے اسامہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے انہوں نے داؤد بن حفص رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے عبد الاشہل کے بہت سے لوگوں سے حدیث روایت کی انہوں نے کہا سلمہ بن اسلم بن حریش ؓ کی تلوار بدر کے دن ٹوٹ گئی اور وہ بغیر ہتھیار کے رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ شاخ انہیں عطا فرمادی جو اس وقت آپ کے دست مبارک میں تھی وہ کھجور کی ٹہنی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس سے لڑو تو لڑتے وقت وہ تلوار بن گئی وہ تلوار بدستوران کے پاس رہی حتیٰ کہ وہ شہید ہو گئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عطیہ عوفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری ؓ سے ”الْمَ غَلِبَتِ الرُّومُ“ (پارا ۱۲) ”رومی مغلوب ہوئے۔“ (ترجمہ کنز الایمان) کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے کہا اول فازیوں نے رومیوں پر غلبہ پالیا تھا پھر اس کے چند سال بعد رومی فازیوں پر غالب آ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد مسلمان بدر میں مشرکوں کے ساتھ اور پھر ایران کے مجوسیوں اور روم کے نصاریٰ سے بھی ہمیں لڑنا پڑ گیا تو اللہ ﷻ نے ہماری مدد فرمائی۔ چونکہ مسلمانوں کے مشرکوں کے غلبے پر اور اہل کتاب کے مجوسیوں کے غلبے پر ہم کو خوشی ہوئی۔ اسی بارے میں اللہ ﷻ نے فرمایا: ”يَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝ بِنَصْرِ اللَّهِ“ (پارا ۵-۴) ”اس دن ایمان والے خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ ؓ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ بدر میں اپنے قبے کے اندر تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس جنت کی طرف چلو جس کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے اور جو مشقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ یہ سن کر عمیر ؓ نے کہا: ”واہ! واہ۔“ حضور ﷺ نے پوچھا تم نے یہ اظہار مسرت کس وجہ سے کیا ہے؟ عمیر ؓ نے جواب دیا: ”اس آرزو میں کاش میں اہل جنت میں شامل ہو جاؤں اور پھر وہاں کی وسعتوں میں گھوموں اور پھروں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا انشاء اللہ ﷻ تم وہیں پر بسو گے۔ پھر آپ نے تھیلے سے کچھ

کھجوریں نکالیں اور عمیر ؓ نے ان کو منہ میں رکھتے ہوئے کہا:

خدا کی قسم اگر زندہ رہا تو ان کو کھاتا رہوں گا۔ ورنہ جنت کی حیات تو دائمی ہے۔ پھر کچھ خیال آیا اور ہاتھ کی کھجوروں کو پھینک دیا۔ سینہ تان کر جھومتے غرور و تمکنت کی چال چلتے رن کی طرف بڑھے بائیں ہاتھ کی ڈھال کو زمین پر چھوڑ دیا اور دشمنانِ اسلام پر آفت ناگہاں بن کر ٹوٹ پڑے اور پھر حیات عارضی سے ابدی زندگی کی طرف منتقل ہو گئے۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ طَبْلٌ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ O (پ البقرہ ۱۵۴) ”اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

بنا کر دند خوش رے بہ خاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند صحیح حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ عقبہ بن ابی معیط نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے یہاں کھانے پر بلایا۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے اور فرمایا اے عقبہ میں تو کھانا نہ کھاؤں گا جب تک تو اللہ ﷻ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی نہ دے گا۔ عقبہ نے گواہی دی اور آپ ﷺ نے کھانا تناول فرمایا۔

کچھ دن بعد عقبہ کا ایک دوست آیا اور اس کو قبول اسلام پر ملامت کی اور کہا جو کچھ وہ کہہ سکا۔ عقبہ کی عصیبت بیدار ہو گئی اپنے دوست سے کہنے لگا:

”مجھ کو شرمندہ کرنے والے میرے دوست اب یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں کہ اس عمل کی وجہ سے قریش کے دلوں میں میری طرف سے جو بدورت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ صاف ہو جائے اور میری گئی ہوئی عزت لوٹ آئے؟“

اس نے بتایا: ”اس کی صورت یہ ہے کہ تو محمد ﷺ کی مجلس میں جا اور حضور ﷺ کے چہرے پر تھوک دے۔“

عقبہ بد نصیب نے ایسا ہی کیا۔ حضور ﷺ نے اپنے چہرہ مبارک کو صاف کر لیا اور فرمایا اگر میں تجھے مکہ کے پہاڑوں کے باہر پاؤں گا تو تیری گردن صبر کے ہتھیار سے اڑا دوں گا۔ تو جب بدر کا دن آیا اور اس کے ساتھی نکلے مگر عقبہ نے انکار کیا اور لوگوں کو وجہ انکار بتاتے ہوئے کہا: مجھ سے محمد ﷺ (رسول اللہ ﷺ) نے کہا کہ اگر مکہ کے پہاڑوں کے پرے وہ مجھے پائیں گے تو صبر کے ہتھیار سے میری گردن اڑا دیں گے۔

لوگوں نے اس کے اطمینان کے لئے کہا: ”ہم تمہاری سواری میں سرخ ناقہ دیتے ہیں۔“

پھر وہ کس طرح پاسکیں گے؟“

پس وہ ان کے اصرار اور انتظام کی وجہ سے ساتھ ہو گیا اور جب اس کے ساتھیوں کو ہزیمت ہوئی اور وہ اپنی مخصوص نافہ پر راہ فرار اختیار کرنے لگا تو اسی اونٹنی نے اس کو ایک چٹیل زمین پر لا کر ڈال دیا اور وہ گرفتار کر لیا گیا اور مسلمانوں نے اس کی گردن اڑادی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا صبر نے اس کی گردن ماردی۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ جب بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیا جانے لگا تو حضرت عباس ؓ نے کہا۔ میں بے سرمایہ اور تہی دست ہوں فدیہ کہاں سے دوں؟ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ مال کہاں ہے جسے تم نے اور ام الفضل رضی اللہ عنہا نے دفن کیا ہے اور تم نے ام الفضل رضی اللہ عنہا کے بارے میں وصیت کی ہے کہ اگر مارا جاؤں تو یہ مال میرے تینوں بچوں فضل، عبد اللہ اور قثم کا ہے۔“

عباس ؓ نے کہا: میں یقین کے ساتھ سمجھ چکا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ ہیں اور مال دفن کرنے والی بات میرے اور میری بیوی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

شیخین رحمہما اللہ نے عروہ ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا: ابولہب نے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا اور ثوبیہ نے رسول اللہ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اسے بہ حالت خواب بری حالت میں دیکھا تو ابولہب سے پوچھا کس حال میں ہو؟ جواب دیا کہ تم لوگوں سے جدا ہونے کے بعد کوئی راحت بھی نہ پائی، بجز اس کے کہ ثوبیہ کو آزاد کرنے کے سبب میں نے اتنا پانی پیا ہے یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ اور انگلیوں کے درمیان کڑھے کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی صرف چند قطرے پانی مل سکا ہے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابان بن سلمان رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد سلمان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ قباث بن اشیم لیشی کے قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ عرب کے کچھ لوگ اس کے پاس گئے اور اظہار واقعہ کے طور پر بیان کیا کہ مکہ میں محمد (ﷺ) نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور وہ ایک نئے دین کی دعوت دیتے ہیں۔ قباث یہ باتیں سن کر کھڑا ہو گیا اور حضور ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”قباث! بیٹھو!“ تو وہ غم زدہ اور خاموش بیٹھ گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”تم یہی سمجھتے ہو نا کہ اگر خواتین قریش ہی اپنی پردہ پوش چادروں میں لپٹ کر نکل آتیں تو وہ بھی محمد ﷺ اور ان کے اصحاب ؓ کو میدان سے بھگا

۱۔ ثوبیہ ابولہب کی لونڈی تھی جس کو اس نے حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔

دیتیں۔“ حضور ﷺ کی بات سن کر قباث نے عرض کیا:

اس ذاتِ جل و علیٰ کی قسم سے گزارش کرتا ہوں کہ جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ ہماری ہدایت کے لئے بھیجا کہ ان باتوں کے لئے میری زبان نے حرکت کی نہ لب ہلے میری آواز نکلی نہ کسی نے اسے سنا۔

اے واقف اسرار! یہ تو ایک وجدانی تاثر، ضمیر کی کیفیت اور دل کے زانو میں بند شدہ بات کا آپ ﷺ ذکر فرما رہے ہیں۔ بے شک و شبہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جو دین آپ ﷺ لائے ہیں وہ حق ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ قباث بن اشیم کنانی بدر کے دن مشرکوں کے ساتھ موجود تھا، قباث بن اشیم کا بیان ہے کہ میں حضور ﷺ کے صحابہ کی تعداد کی قلت اور اپنے ساتھیوں کی کثرت جو سوار و پیادے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، لیکن جب کافروں میں بھگدڑ پڑی تو بھاگنے والوں کے ساتھ میں بھی بھاگا۔ میں اپنے دل میں کہتا جاتا تھا کہ میں نے عورتوں کے سوا کبھی کسی کو اس طرح بھاگتے نہیں دیکھا ہے۔

غزوہ خندق کے بعد جب میرے دل میں بھی اسلام کا نور صوفشاں ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں مدینہ طیبہ قبول اسلام کے لئے حاضر ہوا، میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ مجھے دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا تم ہی وہ کہنے والے ہو جسے تم نے بدر کے دن کہا تھا کہ میں نے اس امر کی مانند کبھی نہیں دیکھا کہ عورتوں کے سوا کوئی اس طرح بھاگا ہو۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں، یہ بات تو وہ ہے جو مجھ سے نکل کر کسی دوسرے تک نہیں پہنچی۔ یہ تو میں نے اپنے دل میں کہا تھا اگر آپ نبی نہ ہوتے تو اللہ ﷻ آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں صدقِ دل سے کہتا ہوں۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَّسُوْلُهُ۔

عمیرہؓ کا دشمنی کے ارادے سے مدینہ آنا مگر اسلام قبول کرنا

بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت موسیٰ بن عقبہؓ اور حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت کی، دونوں بزرگوں نے بیان کیا کہ جب مشرکین کا سفیر مکہ واپس پہنچا تو اطلاع پا

کر عمیر بن وہب جمحی آیا اور امیہ مقتول کے بیٹے صفوان کے قریب حجر اسود کے نزدیک بیٹھ گیا۔ صفوان نے کہا: ”بدر میں مرنے والوں کی وجہ سے زندگی بدمزہ اور بے کیف ہے۔“ عمیر نے اس کی بات سکر آہ سرد بھری اور بولا:

”سچ کہتے ہو زندگی میں کوئی لطف باقی نہیں رہا، ہر شے اجنبی اور منظر سنسان اور زمین و آسمان اداس معلوم ہوتے ہیں۔“

تھوڑی دیر توقف کے بعد عمیر نے پھر سکوت اور خاموشی کو توڑتے ہوئے کہنا شروع کیا: ”اے اخی صفوان! اگر میری گردن پر بار قرض نہ ہوتا اور اہل و عیال کی کفالت اور ضروریات کے لئے اندوختہ ہوتا تو پھر میں یقیناً مدینہ پہنچتا اور محمد (ﷺ) کو موت کے گھاٹ اتارتا (نعوذ باللہ) اور اگر نامعلوم وجہ کوئی مانع آ جاتی تو ایسی صورت میں میرے خیال میں ایک بات ہے میں اس کا سہارا لے کر حیلہ سازی کر لیتا۔ وہ بات یہ ہے کہ ان سے میں کہہ دیتا کہ اپنے قیدی بیٹے سے ملنے آیا ہوں۔“

عمیر کی یہ سنجیدہ باتیں سن کر صفوان خوش ہو گیا اور کہنے لگا:

”اے شریک رنج اور راز دار عمیر! تیرا کل قرض میرے ذمہ اور تیرے اہل و عیال کا نفقہ وہی ہوگا جو میرے اہل و عیال کا ہے اور اس کے علاوہ جس قدر گنجائش ہوگی میں ہرگز اس سے دریغ نہ کروں گا۔“

اس کے بعد صفوان نے عمیر کے لئے ایک گھوڑے کا انتظام کیا، رخت سفر دیا اور ایک عمدہ تلوار صیقل کرنے اور دھار بنانے کے لئے آہنگر کے حوالے کی۔

عمیر نے صفوان سے کہا: ”اس منصوبے کو میرے لوٹ کر آنے تک راز رکھنا اور ہرگز کسی کو کوئی بات نہ بتا دینا۔“

اس کے بعد عمیر روانہ ہوا، یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا اور مسجد نبوی کے دروازے پر اتر کر اپنی سواری کو باندھا اور تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچنے کا ارادہ کیا اتفاقاً اسی وقت حضرت عمرؓ بھی آگئے اور حضرت عمرؓ اور وہ دونوں ایک ساتھ داخل ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا آؤ عمرؓ بیٹھو پھر عمیر سے مخاطب ہو کر ارشاد کیا: عمیر تمہارا آنا کیونکر ہوا؟

عمیر نے جواب دیا: ”اپنے قیدی سے ملنے جو آپ کے پاس قید ہے۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”جھوٹ بولنا بری بات ہے اور عمیر مردانگی کے خلاف۔“

عمیر نے پھر کہا: ”میرا مقصد اپنے قیدی بیٹے کو دیکھنے کے سوا کچھ نہیں۔“
حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم نے صفوان بن امیہ سے حجر اسود کے پاس کچھ قول و قرار کیا ہے؟“

عمیر نے حیرانی اور سرگردانی کے عالم میں کہا: ”کیا کہہ رہے ہیں آپ ﷺ؟ میں نے تو اس سے کچھ بھی طے نہیں کیا۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں صفوان نے ایک خاص مقصد کے لئے اس شرط یا قیمت پر آمادہ نہیں کیا ہے کہ وہ تمہارے اہل و عیال کا کفیل اور تمہارے اوپر جو قرض ہے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے؟

عمیر نے حیرت زدہ ہو کر عرض کیا: ”حضور ﷺ میں تو رام ہو گیا اور شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔ صفوان اور میرے مابین یہ قرار داد راز دارانہ معاملہ کی ایک اعلیٰ ترین مثال ہے میرے اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یقیناً اللہ ﷻ نے اس درجہ سربستہ راز سے آپ ﷺ کو مطلع فرما دیا۔ پس میں اللہ ﷻ پر اور آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر سچے دل سے ایمان لاتا ہوں۔“

اس کے بعد حضرت عمیر رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ واپس ہو گئے اور جا کر دعوتِ دین میں مصروف ہو گئے جس کے نتیجے میں جن کو توفیق الہی ہوئی مسلمان ہو گئے۔

نبیہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مطعم زندہ ہوتے اور وہ مجھ سے گرفتارانِ بدر کے بارے میں کہتے تو میں قیدیوں کو رہا کر دیتا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بدر کے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کرنے آیا آپ ﷺ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے۔ میں نے جب آپ ﷺ کی زبان سے سنا ”إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ“ ۝ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝“ (پہا الطور ۸-۷) ”بے شک تیرے رب کا عذاب ضرور ہونے والا ہے۔ اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

حضور ﷺ کے وہ معجزات جو عزوہ غطفان کے موقع پر ظاہر ہوئے

واقفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے محمد بن زیاد ضحاک بن عثمان اور عبدالرحمن بن ابی بکر

رحمہم اللہ وغیرہ بہت سے راویوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ غطفان کے لوگ ذی امر میں جمع ہوئے ہیں اور ان کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں کو چاروں طرف سے گھیر لیں اور یہ اجتماع دشور بن حارث کی قیادت میں ہوا ہے۔

رسول اللہ ﷺ چار سو پچاس صحابہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے تو وہ بدوی لوگ پہاڑیوں میں روپوش ہو گئے اور آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ ذی امر میں ٹھہر گئے۔ اس موقع پر کثرت سے بارش ہوئی اور رسول اللہ ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور بارش کا پانی آپ ﷺ کے کپڑوں سے ٹپکنے لگا۔

حضور ﷺ نے وادی کے ایک درخت کے پاس جا کر کپڑے اتارے اور نچوڑ کر خشک ہونے کے لئے پھیلا دیئے اور خود زیر درخت لیٹ گئے۔ بدوی پہاڑ کی چٹانوں میں سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے قائد ابن حارث سے کہا:

”اے دشور! تو ہمارا سردار اور ایک قوی و بہادر شخص ہے اس وقت تو محمد ﷺ پر قابو پا سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے ہمراہیوں سے دور ہیں۔“

دشور نے اپنی تلوار لی اور اپنی سرداری کا بھرم رکھنے کے لئے چلایا۔ یہاں تک کہ تلوار کھینچ کر حضور ﷺ کے روبرو آیا اور کہا اے محمد (ﷺ) تم کو اس وقت مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ حضور ﷺ نے بڑے پروقار لہجے میں فرمایا: ”اللہ“

اس کے اعصاب میں لرزش ہوئی اور دل میں دہشت ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر پڑی۔ آپ ﷺ نے تلوار اٹھالی اور اس کے سر کو زد میں لے کر فرمایا: ”تجھے بھی ہے کوئی بچانے والا؟“ دشور نے عاجزانہ نیاز مندی کے لہجے میں جواب دیا: ”اے اعلیٰ ترین انسان کوئی بھی نہیں۔“ پھر اس نے توحید اور رسالت کا اقرار و اعتراف کیا اور کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صدق دل سے پڑھا۔ حضور ﷺ نے اس کی تلوار واپس کر دی اور وہ بھی اجازت لے کر اپنے ساتھیوں کی طرف چل دیا۔

خانہ بدوش بدوؤں نے کہا: ”افسوس ہے کہ تو جا کر کھڑا ہوا کچھ باتیں بنائی ہوں گی اور پھر لوٹ آیا حالانکہ تو مسلح تھا اور وہ بحالت آرام بے خبر تھے۔“

دشور نے کہا: ”اے ملامت کرنے والو! مجھے جو کچھ میں نے دیکھا اور جس حالت سے مجھ کو سابقہ پڑا۔ کاش تم لوگ اس کا کچھ اندازہ کر سکتے۔“

لوگوں نے پوچھا: ”ہمیں بتاؤ۔“

دعشور نے بتایا: ”جب میں تلوار کھینچے محمد (ﷺ) کے قریب پہنچا تو دفعۃً ایک گورے رنگ کا لمبے قد والا شخص جس کا چہرہ بھی پر جلال تھا نمودار ہوا اور اس نے میرے سینے پر مکا مارا اور میں نیچے گر پڑا۔

بھائیو! خدائے واحد نے ان کو بچایا ہے۔ بے شبہ محمد ﷺ اللہ ﷻ کے رسول ہیں۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ** (پ المائدہ ۱۱)

یہودی عہد شکنی اور مسلمانوں سے مغلوب ہونے کے بعد جلا وطنی

یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے تین واسطوں سے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث بیان کی کہ غزوہ بدر کے چھ ماہ بعد رسول اللہ ﷺ نے یہود کا محاصرہ کیا۔ حتیٰ کہ وہ جلا وطنی پر راضی ہو گئے انہیں اجازت دے دی کہ منقولہ جائداد میں سے اونٹوں پر جتنا اور جس قدر لے جا

۱۔ اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیے (ترجمہ کنز الایمان)

۲۔ مدینہ منورہ کی ملحقہ آبادی میں یہودی بنی اسرائیل کے تین قبیلے آباد تھے بنی قنیقاع بنی نضیر اور بنی قریظہ۔ حضور ﷺ نے مدینہ آنے کے فوراً بعد ان تینوں قبائل سے معاہدے کئے۔ یہ باہمی خیر سگالی اور تعاون کے معاہدے تھے۔ مگر غزوہ بدر کے بعد اسلام کے عروج اور مقبولیت کو دیکھ کر ان کے دلوں میں حسد پیدا ہوا دوسرے قریش مکہ نے بھی ان کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ اس لئے وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہو گئے مکہ میں جو معاندانہ رویہ مشرکین کا تھا وہ اب مدینہ کے یہود اسلام کے خلاف اختیار کئے ہوئے تھے۔ اسلام کی اشاعت میں رکاوٹیں ڈالنا مسلمانوں کو ایذا دینا اور حضور ﷺ کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آنا وغیرہ۔

یہود کے بارے میں قرآن ایک بہت طویل فرد جرم پیش کرتا ہے جن میں ان کی سود خواری دروغ گوئی بد عہدی خدا فراموشی عداوت اسلام اور منافقانہ سرشت کی صاف صاف پردہ دردی کی گئی ہے۔ سب سے پہلے بنی قنیقاع نے جو یہود کے متذکرہ تینوں قبائل میں سرمایہ داری اور جرأت میں مشہور تھے۔ حضور ﷺ سے کئے ہوئے معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ یہود کے پورے طرز عمل میں مدینہ کے منافق اور مکہ کے شرک ان کے ہمراز اور مشیر تھے۔

یہود سے سیاسی اور جنگی کشمکش اور معرکہ آرائی میں بھی پہل ان ہی کی طرف سے ہوئی۔ ایک روز بنی قنیقاع کے بازار میں ایک یہودی نے مسلمان عورت پر بے جا سختی کی جیسا کہ وہ اکثر کرتے رہتے تھے۔ وہ خاتون مدافعت کے لئے چلائیں۔ ایک مسلمان مرد نے پہنچ کر یہودی کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ دست درازی کرنے لگا۔ مسلمان کی ضرب سے یہودی مر گیا۔ پھر یہودیوں نے مل کر مسلمان کو شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اطلاع پا کر جائے واقعہ پر تشریف لے گئے اور غمی سے سمجھانے کی کوشش کی مگر ان کے دلوں میں تو تعصب اور کینہ پرورش پارہا تھا۔ کہنے لگے: ”اے پرانے دیس میں آ کر فتنے کھڑے کرتے ہو اور نا تجربہ کار قریش پر اتفاقیہ طور پر غالب آ کے تم لوگوں کو کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے۔ اس کے بعد ان کی سازشیں شورشیں اور اسلام دشمن سرگرمیاں اس حد تک بڑھ گئیں کہ جن کی وجہ سے اسلام کا وجود اور مسلمانوں کا مستقبل خطرہ میں پڑھ سکتا تھا۔ بادل نا خواستہ مجاہدین کو اسلام کی راہ سے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ وہ قلعوں میں محصور ہو گئے۔ بالآخر مدینہ کے رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی کی تجویز کے مطابق جو در پردہ ان کا ہمراز تھا یہود کو جلا وطن کر دیا گیا اور وہ مقام اذرعات میں جو ملک شام میں ہے چلے گئے ان کی تعداد سات سو تھی۔

سکو لے جاؤ۔ البتہ اسلحہ کے لے جانے کی ممانعت کر دی تھی۔ پھر وہ شام چلے گئے۔
 اللہ ﷻ نے ان یہود کے اس غلط پندار کے بارے میں کہ ہم عالم اور کتاب آسمانی یعنی
 توریت موسوی علیہ السلام کے وارث ہیں اور اس وجہ سے ہم مسلمانوں سے افضل ہیں اللہ ﷻ نے
 ان کی اس دلیل کا جواب قرآن حکیم میں عنایت فرمایا ہے: ”مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَةَ“ اِلٰی
 قَوْلِهِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ O (الحجہ: ۸۵)

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنی نضیر کے اموال ”نی“
 کی قبیل سے تھے اور اموال فی خاص رسول اللہ ﷺ کے تھے۔ حضور ﷺ اپنے اہل و عیال کا
 سالانہ خرچ اس سے چلاتے اور جو کچھ بچتا اس کو فی سبیل اللہ استعمال فرماتے۔

نبیہتی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ طریق موسیٰ بن عقبہ زہری رحمۃ اللہ علیہ اور عروہ بن زبیر رضی اللہ
 سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ کلابیوں کی دیث میں ان سے مدد حاصل کرنے کے لئے بنو نضیر
 کی طرف گئے۔ بنو نضیر کے یہودیوں نے حضور ﷺ سے کہا:

”ابو القاسم ﷺ! آپ تشریف رکھیں ہمارے ساتھ کھانا کھائیں اور ہماری جانب سے
 امداد و تعاون کی رقم لے کر تشریف لے جائیں۔“

حضور ﷺ کچھ دیر کے لئے ٹھہر گئے اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک عمارت کے
 سائے میں بیٹھ گئے ادھر بنو نضیر نے موقع کو غنیمت سمجھ کر مشورہ کر کے طے کیا کہ فلاں یہودی
 عمارت کی چھت پر چڑھ کر حضور ﷺ کے سر پر پتھر گرا دے اس طرح آپ ہلاک ہو جائیں گے۔
 اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو بذریعہ وحی ان کے منصوبے سے آگاہ کر دیا اور آپ اٹھ کر
 چلے آئے۔ بعد ازاں یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی۔ یٰٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
 اِذْ هُمْ قَوْمٌ ”اَنْ يَّسْطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيْهِمْ (پالمائدہ ۱۱)“ اے ایمان والو اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد
 کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک
 دیئے۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

ان کی بار بار کی اور مسلسل ریشہ دوانیوں سے تنگ آ کر حضور ﷺ نے یہود کو مدینہ سے
 نکلنے کا حکم دیا۔ منافقین مدینہ نے یہود کو اپنے تعاون و امداد کی پیشکش کی اور کہا جنگ و صلح میں ہم
 ایک ہیں اور متحد ہیں۔ یہود نے اس امداد کو خوش آمدید کہا اور حضور ﷺ سے کہہ دیا کہ ہم اپنے
 وطن اور دیار کو گھربار کو نہیں چھوڑ سکتے۔

حضور ﷺ نے محاصرہ کر لیا مکانات گرا دیئے اور باغات کو کاٹ کر آگ لگا دی۔

منافقین نے یہود کے ساتھ بھی نفاق کا رویہ اختیار کیا اور کوئی امداد نہیں کی چنانچہ یہود نے اب خود مدینہ چھوڑ دینے کی درخواست کی اور حضور ﷺ نے علاوہ ہتھیاروں کے قابل منتقلی سامان کو اونٹوں پر ہمراہ لے جانے کی اجازت دے دی۔

واقعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کی میں مدینہ سے اٹھ کر بنو نضیر کی طرف گیا تھا کہ اسی موقع پر عمرو بن سعدی آیا اور کھنڈرات کو دیکھ کر بنی قریظہ کی طرف گیا اور کہا میں عبرت کے مناظر دیکھ کر آ رہا ہوں۔ میں نے بزرگی اور شرافت، علم و عزت اور برتری و عظمت کے بعد اپنے بھائیوں کے محلات کی جگہ کو ویران، سنان اور وحشتناک صورت میں دیکھا ہے وہ اپنے اموال و جائیداد کو چھوڑ کر ذلت و خواری کے ساتھ نکل گئے اور اللہ ﷻ کسی قوم پر یہ ذلت و خواری بغیر کسی وجہ کے مسلط نہیں کرتا۔ میرا مشورہ مانو چلو ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعوت اسلام قبول کر لیں۔ خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ وہ نبی برحق ہیں۔

ابن الہیام ابو عمرو اور ابن جو اس دونوں نے جو کہ یہود کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی نبوت اور آنے کی بشارت دی اور یہ دونوں یہودی بزرگ اپنے وطن بیت المقدس کو چھوڑ کر اس بے آب و گیاہ علاقہ میں آ گئے تھے اور ان ہی نبی مبشر کے انتظار میں یہ سب کچھ وہ کر رہے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کا سلام ان نبی کو پہنچائیں۔ پھر وہ دونوں فوت ہو گئے اور ہم نے ان کے جسموں کو اسی سنگلاخ زمین میں دفن کر دیا۔

عمرو کی یہ ترغیب سن کر زبیر بن باطانے کہا: میں نے حضور ﷺ کے اوصاف باطا کی اس کتاب توریت میں پڑھے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور ان نسخوں میں موجود نہیں ہے جو ہمارے پاس اب ہیں اور ہم جنہیں پڑھتے ہیں۔

یہ سن کر اس سے کعب بن اسد نے کہا: ”پھر کون سے اسباب اور وجوہ ہیں جو تم کو ان نبی کی اطاعت سے روکے ہوئے ہیں؟“

اس نے کہا: ”بس تم مانع ہو!“

کعب نے پر زور لہجے میں کہا: ”یہ تم کس طرح کہتے ہو میں تو تمہارے اور ان کے درمیان کبھی حائل نہیں ہوا۔“

زبیر نے کہا: ”تم ہی تو ہمارے پیش رو ہو اگر تم ان کی پیروی کر لو تو پھر ہمارے لئے آسان ہو جائے اور کوئی رکاوٹ نہ رہے۔“

اس کے بعد عمرو بن سعدی کعب کے روبرو کھڑا ہوا اور اس سلسلے میں دونوں کے درمیان

سخت کلائی ہونے لگی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بنو نضیر کے محاصرہ کے زمانہ میں جب کہ وہ طویل ہو گیا تھا ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے حضور ﷺ اس وقت سردھو رہے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: ”عَفَا اللَّهُ عَنْكَ“ اے اللہ ﷻ کے نبی مسلمان اتنی جلدی ملول ہو گئے اور ہم نے تو اب تک اپنے جسموں سے ہتھیار نہیں اتارے ہیں۔ جب سے آپ نے ان کا محاصرہ کیا ہے۔ اٹھئے اور اپنے ہتھیاروں کو لگائیے خدا کی قسم میں ان کو کچل دوں گا جیسا صاف پتھر پر انڈا کچلا جاتا ہے۔ تو ہم نے ان پر چڑھائی کی اور فتح عطا ہوئی۔

کعب بن اشرف کی اسلام دشمنی اور اپنے اشعار میں اسلام کی ہجو کرنا بالآخر اس کا قتل ہونا

ابن اسحاق ابن راہویہ احمد اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ”بقیع الغرقہ“ تک تشریف لے گئے۔ جن کو کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے روانہ فرمایا تھا اور حضور ﷺ نے وصیت فرمائی بسم اللہ کہہ کر جاؤ۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اے خدا ان کی مدد فرما۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن معتب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت حارث بن اس رضی اللہ عنہ کو کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے سلسلے میں ایک زخم آ گیا۔ جب وہ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ اس کے بعد زخم میں تکلیف نہ رہی۔ (اسی حدیث کو واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے)۔

غزوہ احد میں جو معجزات ظہور میں آئے

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا میں نے مکہ سے سرزمین نخلستان کی طرف ہجرت کی ہے۔ تو میں نے خیال کیا کہ شاید پیامہ یا ہجر کی طرف ہجرت ہوگی۔ مگر وہ سرزمین نخلستان مدینہ کی سرزمین تھی۔ اس کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا ”میں نے تلوار کو گھمایا تو وہ درمیان سے ٹوٹ گئی۔“ اس کی تعبیر یوم احد کی مصیبت ہے اسی سلسلہ خواب میں پھر ”میں نے اسی شکستہ تلوار کو گھمایا تو وہ تلوار بہت اچھی

۱۔ اہالیان مدینہ پر یہودیوں کی جو دھاک بیٹھی ہوئی تھی وہ رفتہ رفتہ ختم ہو گئی۔ کعب بھی دوسرے یہودیوں کی طرح مسلمانوں کا سخت دشمن تھا بذر میں کافروں کی شکست کے بعد وہ مکہ پہنچا اور اس نے مقتول قریشی سرداروں کے مرثیے لکھے۔ جلسوں میں تقریریں کیں اور ان کو خوش کرنے کے لئے حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ باتیں اشعار میں بیان کیں۔ حضور ﷺ نے اس کے قتل کے لئے صحابہ کرام کی یہ جماعت روانہ فرمائی تھی۔

درست حالت میں ہو گئی۔“ تو یہ بات وہ ہے کہ اللہ ﷻ نے آخر میں ہم کو فتح یاب فرمایا اور مسلمان پھر مجتمع ہو گئے۔

حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے اس خواب میں ایک گائے بھی دیکھی اور دیکھا کہ اللہ ﷻ نے خیر بھیجی ہے! گائے سے مراد تو وہ عجلت ہے جو یوم احد مسلمانوں میں پیدا ہو گئی تھی اور وہ خیر جو اللہ ﷻ کی طرف سے آئی اس سے مراد وہ حقیقی خیر و ثواب ہے جو اللہ ﷻ نے یوم احد کے بعد ہمیں مرحمت فرمائی۔

امام احمد بزار اور طبرانی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ احد کے موقع پر جب مشرکوں کے آنے کی اطلاع ملی تو رسول اللہ ﷺ کا خیال تھا کہ مدینہ ہی میں رہا جائے اور یہیں پر مشرکین سے جنگ کی جائے۔ مگر جو لوگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے وہ چاہتے تھے کہ مدینہ سے باہر آگے جا کر دشمنوں کو روکا جائے اور وہیں جنگ کی جائے اور وہ لوگ برابر اپنی بات پر اصرار کرتے رہے۔ پھر حضور ﷺ نے جسم پر ہتھیار لگائے اور لشکر اسلام کو کوچ کا حکم دینے لگے تو پھر وہ لوگ شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے:

”اے اللہ ﷻ کے برزیدہ رسول ﷺ! آپ ﷺ کا خیال درست اور آپ ﷺ کی رائے وقع ہے۔ آپ مدینہ سے باہر نہ جائیے اور یہیں جنگ کیجئے۔“

فرمایا: ”مسلمانو! کسی نبی کے لئے سزاوار نہیں کہ اپنے جسم پر ہتھیار لگانے کے بعد اس سے پہلے ہی اتار دے کہ ابھی جنگ اور اس کا انجام سامنے نہ آیا ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے اس دن جسم اقدس پر ہتھیار باندھنے سے پہلے گفتگو کے دوران فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک محفوظ قلعہ میں ہوں تو اس کی تعبیر مجھے یہی ملی ہے کہ وہ محفوظ قلعہ مدینہ منورہ ہے اور میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں ایک دنبہ کا تعاقب کر رہا ہوں تو میں نے دنبہ (کیش) سے مراد سردار لشکر لی ہے اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار ذوالفقار میں رخنہ آ گیا ہے تو میں نے اس سے مراد یہ لی کہ تم میں رخنہ پڑ گیا ہے اور میں نے دیکھا کہ میں ایک گائے ذبح کر رہا ہوں تو گائے خدا کی قسم خیر ہے۔

امام احمد بزار حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک کیش کے پیچھے ہوں اور میری تلوار کا کنارہ ٹوٹ گیا ہے۔ میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ میں قوم کے کیش (سردار) کو قتل کروں گا اور اپنی تلوار کے کنارے ٹوٹ جانے کی یہ تعبیر لی کہ میری عترت میں سے کوئی شہید ہوگا۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

شہید ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے طلحہ مجھی کو قتل کیا کہ وہ لشکر کفار کا علم بردار تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ سے بطریق ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اکثر علمائے حدیث کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنی تلوار کے سلسلے میں جو بات خواب میں مشاہدہ فرمائی تھی وہ وہ صدمہ تھا جو جنگ احد میں آپ کے چہرہ انور کو پہنچا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ابی ابن خلف نے جب اپنا فدیہ ادا کیا تو اس نے کہا میں اپنے گھوڑے کو سولہ رطل دانہ کھلاؤں گا اور (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کے قتل کے موقع پر اس کو استعمال کروں گا۔ آپ کے سامنے جب اس کا ذکر ہوا تو فرمایا۔ انشاء اللہ میں اسے قتل کروں گا۔

پھر احد کے موقع پر ابی بن خلف زرہ اور خود اور دوسرے اسلحہ و سامان حفاظت سے لدا ہوا گھوڑے پر سوار ہوا اور کہنے لگا کہ ”محمد (ﷺ) اگلی مرتبہ تو بچ گئے مگر اب ان کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔“

احد کا میدان کارزار گرم تھا کہ اس نے حضور ﷺ کی جانب گھوڑا دوڑایا۔ اس کے تیور دیکھ کر جان نثاران رسول اللہ ﷺ نے اس کو ذائقہ موت چکھانا چاہا مگر آپ ﷺ نے فرمایا اس کا راستہ چھوڑ دو اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے جسم پر خود اور زرہ کے درمیان تر قوہ پر نیزے کی آنی کا چرکا لگایا۔ ابی زخمی ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا اور مکہ مکرمہ تک زندہ نہ پہنچ سکا۔ راستے میں ہی دم توڑ دیا۔

ابی بن خلف جب زخمی ہو کر گرا تو اس کے کچھ ساتھی اسے پوچھنے آئے مگر وہ بیل کی طرح ڈکرا رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ کیوں اتنا شور مچا رہا ہے۔ تجھے تو ایک معمولی سی خراش آئی ہے تو اس نے ان سے رسول خدا ﷺ کے اس ارشاد کا ذکر کیا کہ ”میں ابی کو قتل کروں گا۔“

اس کے بعد اس نے کہا قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو تکلیف مجھ پر گزر رہی ہے اگر وہ اہل ذی الحجاز پر ہوتی تو وہ سب کے سب مر جاتے اور اسی طرح مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں مر گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اسی روایت کو عبد الرحمن بن خالد بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بروایت ابی شہاب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے ماتحت تیر اندازوں نے دیکھا کہ تمام مشرکین میدان چھوڑ گئے تو انہوں نے کہا: غنیمت اے لوگو غنیمت! مسلمان بھائی غالب آ گئے تم کس انتظار میں

کھڑے ہو؟ بس اب چلو غنیمت لوٹیں۔“

حضرت عبد اللہ بن جبیر ؓ نے فرمایا: ”تم رسول اللہ ﷺ کی تاکید کو بھول گئے کہ آئندہ حکم ملنے تک اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا۔“

انہوں نے کہا: ”جنگ ختم ہو چکی ہے اب ضرورت نہیں ہے ہم کو مال غنیمت ضرور لوٹنا چاہئے۔“ جب وہ وہاں سے ہٹے تو مشرکوں کے منہ پھر گئے اور وہ بھاگنے والے مقابلے پر آ گئے اور پھر صورت حال بدل گئی یہی وہ صورت حال ہے جس کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا: ”وَالرَّسُولُ يَدْعُو كُفْرًا فِي آخِرِكُمْ“ (پ آل عمران ۱۵۳) یہ رسول تم کو آخرت کی طرف بلاتے ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس بارہ افراد کے سوا کوئی اور نہیں تھا اور ہم میں سے ستر افراد شہید ہو گئے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے بدر کے دن ایک سو چالیس مشرکوں کو مبتلا کیا تھا اور ستر مشرکین قید ہوئے اور ستر مشرکین مارے گئے۔

امام احمد بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی نصرت جیسی جنگ احد میں ہوئی تھی ایسی کسی جگہ نہیں ہوئی۔ لوگوں نے اس کا انکار کیا۔ حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ اس کا انکار کرنے والوں کے درمیان اللہ ﷻ کی کتاب موجود ہے۔

اللہ ﷻ یوم احد کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّوهُم بِأُذُنِهِ۔ ”اور بے شک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے۔“ حضرت ابن عباس نے کہا حس کا مطلب قتل ہے۔ حَتَّى إِذَا فُشِلْتُمْ (پ آل عمران ۱۵۲) ”کہ جب تم نے بزدلی کی۔“ (ترجمہ کنز الایمان) (اس سے مراد وہی تیر انداز ہیں)

اس کا واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تیر اندازوں کو ایک جگہ قائم کر کے فرمایا: ”تم ہماری پشت کی حفاظت کرنا اگر تم یہ بھی دیکھو کہ ہم قتل ہو رہے ہیں تو ہماری مدد کو نہ آنا اور اگر تم دیکھو کہ ہم غنیمت جمع کر رہے ہیں تب بھی تم ہمارے شریک آ کر نہ بننا۔ جب رسول اللہ ﷺ غاتم ہوئے اور مشرکوں کے لشکر کو تہہ و بالا کر دیا تو تمام تیر انداز لشکر میں آ کر مال غنیمت حاصل کرنے لگے اور وہ تیر انداز رسول اکرم ﷺ کے اصحاب کی صفوں میں شامل ہو کر ان سے گھل مل گئے۔ حضرت ابن عباس ؓ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ملا کر بتایا اور ایک دوسرے میں مدغم ہو گئے۔ جب تیر اندازوں نے اس جگہ کو خالی کر دیا جہاں ان کو متعین کر دیا گیا تھا تو اس جگہ یعنی نبی کریم ﷺ کے اصحاب کی پشت سے مشرکوں کے تھوڑے سے سوار داخل ہو گئے۔ ایسی حالت میں بعض

نے بعض کو قتل کیا اور مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ شہید ہو گئے۔

رسول اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے لئے ان کا ابتدائی پہر (کامیابی کا پہر) تھا، یہاں تک کہ مشرکوں کے ساتھ یا نو علمبردار مارے گئے۔ اس وقت شیطان نے آواز لگائی ”قُتِلَ مُحَمَّدٌ (نعوذ باللہ) اس آواز کے صحیح ہونے میں کسی نے شبہ نہیں کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سعدین کے درمیان ظاہر ہوئے اور ہم نے آپ کے جھک کر چلنے کے سبب سے پہچانا۔ اس وقت ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ اب تک جو مصیبت ہمیں پہنچی تھی گویا ایسا معلوم ہوا کہ کوئی مصیبت ہی نہیں پہنچی۔ حضور ﷺ ہماری طرف بلندی پر صعود فرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اس قوم پر اللہ ﷻ کا غضب شدید ہو گیا ہے۔ جس قوم نے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کے روئے تاباں کو لہو لہان کیا ہے اور دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا ”اللَّهُمَّ لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَعْلُونَا“ الہی ان کے لئے سزاوار نہیں کہ یہ ہم پر غلبہ پائیں۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ یوم احد میں میں نے رسول اللہ ﷺ کی داہنی اور بائیں جانب سفید لباس میں دو شخصوں کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف سے شدید لڑائی لڑ رہے تھے۔ میں نے ان دونوں شخصوں کو نہ اس سے پہلے دیکھا نہ اس کے بعد دیکھا یعنی یہ حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے کہ بدر کے سوا فرشتوں نے کسی اور جگہ (جنگ میں) قتال نہیں کیا اور کہا کہ ان کی مراد یہ ہے کہ فرشتوں نے یوم احد مسلمانوں کی طرف سے قتال نہیں کیا جب کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور وہ حضور ﷺ کے حکم پر قائم نہ رہے۔ اور واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشائخ سے آیت کریمہ بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا (پ آ ل عمران ۱۷۵) ”ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ کرو۔“ (ترجمہ کنز الایمان) کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ انہوں نے صبر نہیں کیا اور پھیل گئے تو ان کی مدد نہیں کی گئی اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ اللہ ﷻ نے صبر و تقویٰ پر مسلمانوں سے پانچ ہزار صاحب نشان فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کا وعدہ فرمایا تھا اور اللہ ﷻ نے ایسا ہی کیا بھی! مگر جب مسلمانوں نے رسول خدا ﷺ کے حکم کی نافرمانی کی اور اپنی اصفوں کی جگہ کو چھوڑ دیا اور دنیا کا ارادہ کر لیا تو اللہ ﷻ نے ان سے فرشتوں کی مدد کو اٹھا لیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مشائخ سے روایت کی انہوں

نے کہا کہ جب مشرکین میں بھگدڑ پڑ گئی اور تیر اندازوں نے جگہ چھوڑ کر مال غنیمت کو جمع کرنا شروع کر دیا تو مشرکین پلٹ پڑے اور ان کو شہید کرنا شروع کر دیا، مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور ان کی چکی چلنے لگی۔ ہوا حائل ہو گئی اور وہ پلٹ کر چلنے لگی حالانکہ اس سے قبل صبا چل رہی تھی۔ ابلیس نے منادی کر دی کہ (معاذ اللہ) محمد (ﷺ) قتل کر دیئے گئے اور اس طرح مسلمان آپس میں مل گئے اور غیر شعوری طور پر اپنوں ہی کو قتل کرنے لگے۔ جلدی اور دہشت میں بغیر امتیاز کے ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو لشکر اسلام کے علمبردار تھے اس گیر و دار میں شہید ہو گئے تو ایک فرشتے نے حضرت مصعب (رضی اللہ عنہ) کی صورت میں علم کو پکڑ لیا، اس دن فرشتے تو موجود تھے مگر انہوں نے قتال نہیں کیا۔

طبرانی وابن مندہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بطریق محمود لبید رحمۃ اللہ علیہ روایت کی انہوں نے کہا کہ حارث بن صمۃ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ رسول کریم (ﷺ) نے مجھ سے عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں دریافت فرمایا اس وقت حضور (ﷺ) ایک گھاٹی میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا: ”میں نے ان کو پہاڑ کے پہلو میں دیکھا ہے۔ یہ سن کر حضور (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ فرشتے کافروں سے قتال کر رہے ہیں۔

حارث (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں یہ سن کر میں عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچا تو میں نے ان کے پاس (مشرکوں کی) سات لاشوں کو پڑا پایا۔ میں نے ان سے کہا کہ اللہ (ﷻ) تمہارے ہاتھ کو اور فتح مندی عطا کرے گا۔ ان سب کو تم نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کو اور اس کو تو میں نے قتل کیا ہے۔ (لاشوں کی طرف اشارہ کر کے کہا) اور بقایا کو اس نے قتل کیا ہے۔ جس کو میں نے نہیں دیکھا! یہ سن کر میں نے کہا کہ اللہ (ﷻ) اور اس کے رسول (ﷺ) نے سچ فرمایا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن شرجیل بمندری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ یوم احد میں حضرت مصعب بن عمیر (رضی اللہ عنہ) علم کو اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کا داہنا ہاتھ قطع ہو گیا تو بائیں ہاتھ میں علم لے لیا۔ اس وقت وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ○ ان کی زبان پر تھا ان کا بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ لیکن انہوں نے علم کو گرنے نہیں دیا اور اپنے دونوں بازوؤں سے جن سے خون کے سوتے جاری تھے، پرچم اسلام کو سینہ سے لگا لیا۔ اس کے بعد وہ شہید ہو گئے۔

نسائی، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی کہ حضرت طلحہ (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ جب کٹ کر گرا تو اس وقت شدت تکلیف سے کلمہ ”آہ“ ان کی زبان سے نکلا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے طلحہ! اگر تم اللہ ﷻ کا نام لیتے تو تم کو فرشتے اٹھا لیتے اور لوگ اس منظر کو دیکھتے ہوتے اور تم فضائے آسمانی میں گم ہو جاتے۔

ابن اسحاقؒ بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عونؒ سے انہوں نے عمیر بن اسحاقؒ سے روایت کی کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہٹ کر لوگ پھیل گئے اس وقت حضرت سعد (ؓ) حضور ﷺ کے آگے کھڑے ہوئے تیر اندازی کر رہے تھے اور ایک جوان ان کو تیر دے رہا تھا جب کوئی تیر ان کی طرف آتا تو وہ اس تیر کو پکڑ کر انہیں دے دیتا اور کہتا اے ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ تیر پھینکو! جب جنگ سے فراغت ہوئی تو لوگوں نے اس جوان کو تلاش کیا مگر وہ کسی کو نہیں ملا اور کوئی اس کے بارے میں نہ جان سکا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ قریش ایک اونچی پہاڑی پر چڑھ گئے یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا خدایا! انہیں سزاوار نہیں کہ یہ ہم سے اونچے ہوں اس کے بعد حضرت عمر بن خطابؓ اور مہاجرین کی ایک جماعت نے ان کے ساتھ مقاتلہ کیا اور یہاں تک کہ ان کو پہاڑی سے اتار دیا اور مسلمانوں میں جو انتشار اور پراگندگی پیدا ہو گئی تھی وہ دور ہو گئی۔

ابو یعلیٰ بزار حاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ اوس اور خزرج ایک دوسرے پر اظہار فخر کر رہے تھے۔ خزرجیوں نے کہا:

”ہم میں چار افراد ایسے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جمع قرآن کا کام انجام دیا۔ یعنی حضرت معاذؓ زیدؓ ابی اور ابو زید (ؓ)“ اوس کے لوگوں نے مقابلے میں کہا:

”ہم میں ایک شخص ایسا ہے جس کے لئے عرش جنبش میں آ گیا اور وہ حضرت سعد بن معاذؓ ہیں اور ایک شخص وہ ہے کہ جس کی شہادت کو دو شہادتوں کے برابر قرار دیا اور وہ حضرت خزیمہ بن ثابتؓ ہیں اور ہم میں ایک صاحب ایسے ہیں کہ جن کی حفاظت شہد کی مکھیوں سے کی ہے اور وہ حضرت عاصم بن ثابتؓ ہیں اور ہم میں ایک صاحب ہیں جو غسیل ملائک ہیں اور وہ حضرت حظلہ بن ابی عامرؓ ہیں۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ حضرت حظلہؓ بہ حالت جبہ احد میں شہید ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی زوجہ مطہرہ سے دریافت کیا اور پھر فرمایا کہ وہ جنتی تھے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت جابر ؓ سے روایت کی کہ احد کے دن جب میرے والد حضرت عبد اللہ ؓ شہید ہوئے تو ان کی بہن یعنی میری پھوپھی روتی لگیں۔ رسول اللہ ؐ نے فرمایا ان کے لئے نہ رو، یا پھر فرمایا ان کے لئے کیوں روتی ہو، فرشتے ان کو اپنے بازوؤں میں چھپائے رہے، جب تک تم نے ان کو نہ اٹھایا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق عاصم بن عمر بن قتادہ، محمود بن لبید رحمہما اللہ سے انہوں نے قتادہ بن نعمان ؓ سے یہ روایت کی کہ ان کی آنکھ کو یوم احد صدمہ پہنچا اور وہ نکل کر رخساروں پر آ گئی تو نبی کریم ؐ نے اپنے دست مبارک سے اس کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ دوسری آنکھ سے زیادہ صحیح (روشن) ہو گئی۔

طبرانی، ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت قتادہ ؓ سے روایت کی انہوں نے کہا یوم احد رسول اللہ ؐ کے چہرہ انور کی حفاظت کرتے ہوئے میرے چہرے پر تیر لگا اور یہ آخری تیر تھا جو حضور ؐ کی طرف پھینکا گیا، میں حضور کو تیروں سے بچا رہا تھا تو یہ تیر میری آنکھ پر پڑا اور ڈھیلا حدقہ سے باہر آ گیا، جسے میں نے ہاتھ پر لے لیا۔ جب حضور ؐ نے آنکھ کو میرے ہاتھ پر دیکھا تو چشمان اقدس نم ہو گئیں اور فرمایا الہی! قتادہ کو محفوظ رکھ جس طرح کہ اس نے اپنے چہرے سے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے اور اس کی آنکھ کو دوسری آنکھ سے زیادہ حسین اور تیز نظر بنا دے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہہ کر اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زید بن ثابت ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ؐ نے احد کے دن مجھے حضرت سعد بن ربیع ؓ کی تلاش میں بھیجا اور ہدایت فرمائی اگر وہ مل جائیں تو ان کو میرا سلام کہنا اور پوچھنا کہ تم نے معاملات خداوندی کو کیسا پایا۔ میں ان کو شہدائے احد میں تلاش کرتا ہوا، ایسے عالم میں پہنچا کہ ان کی جان لبوں پر تھی، ان کے جسم پر تیز تلوار اور نیزوں کے ستر زخم تھے۔ حضرت سعد ؓ نے بے انتہا کرب اور تشنگی کی حالت میں کہا تم حضور رسالت مآب ؐ کی خدمت میں عرض کرنا۔

”اے اللہ ﷻ کے رسول ؐ؟ میں اس حال میں ہوں کہ جنت کی ہوائیں میرے لئے آ رہی ہیں۔“ اور میرے مدنی انصاری بھائیوں سے کہنا کہ ”اگر حضور ؐ کے حکم پر جان فدا کرنے میں سستی بھی ہو گئی، تو اس کے لئے بارگاہ الہی میں کوئی عذر نہ چلے گا۔“ یہ پیغامات دینے کے بعد ان کے مجروح جسم سے روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ واقعہ واقعہ میں ختمہ ؓ کے واقعہ میں بیان کیا کہ

انہوں نے احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: افسوس کہ میں بدر کے موقع پر پیچھے رہ گیا تھا، باوجود کہ میں شرکت بدر کے لئے بہت حریص تھا۔ آپ نے میرے لڑکے کی بدر میں شرکت کے لئے قرعہ اندازی فرمائی، اس کا نام نکل آیا، وہ شریک ہوا اور مرتبہ شہادت پایا۔ آج رات میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ ”وہ نہایت اچھی صورت میں ہے اور انہارِ جنت اور سبزہ زارِ جنت میں مصروفِ گل گشت ہے، اس نے مجھے دیکھ کر کہا: والد محترم! میرے پاس آ جائیے! ہم دونوں ان آرائش گاہوں میں رہیں گے۔ میں نے ان سب وعدوں کو پالیا جن کی خبر مجھ کو اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کے ذریعہ ملی تھی۔“

تو اے رحمتِ عالمیان ﷺ! میں خواب کے بعد سے اپنے بیٹے کی رفاقت کا امیدوار ہوں۔ براہِ کرم آپ ﷺ اللہ ﷻ سے میری شہادت کے لئے دعا فرمادیجئے اور جنت میں اس کی رفاقت کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اور وہ احد کے روز شہید ہوئے۔

ابن سعد حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت سعید بن المسیب ؓ سے روایت کی کہ ایک صحابی ؓ کو عبد اللہ بن جحش ؓ نے احد سے ایک روز پہلے یہ دعا مانگتے سنا:

”اے اللہ ﷻ! کل وادیِ احد میں جب معرکہ کارزار گرم ہو تو ایک بہت صاحبِ قوت کافر سے مجھے لڑو، دینا وہ سینے پر چڑھ کر مجھے قتل کرنے پیٹ چاک کر دے، میرے ناک کان کاٹ لے۔ پھر اے میرے پروردگار! میں تیرے حضور اس حالت میں پہنچوں تو پھر تو مجھ سے پوچھے کہ یہ کس وجہ سے ہوا ہے؟ تو میں عرض کروں کہ یہ تیری راہ میں ہوا ہے۔“

دوسرے دن جب جہاد کیا گیا تو دشمنوں نے ان کے ساتھ ان کی دعا کے مطابق عمل کیا اور ان کے اعضاء کا مثلہ کیا گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن سائب ؓ سے روایت کی کہ احد کے دن جب رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے تو ابو سعید خدری ؓ کے والد حضرت مالک ؓ نے حضور ﷺ کے زخموں کو چاٹ کر صاف کیا اور جب ان سے کہا گیا خون کو تھوک دو، تو انہوں نے کہا: میں حضور ﷺ کے خون کو کبھی نہ تھوکوں گا، اس کے بعد وہ لڑنے میں مصروف ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی جنتی شخص کو دیکھنا چاہے تو وہ مالک ؓ کو دیکھ لے۔ پھر وہ شہید ہو گئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی ؒ سے روایت کی کہ بدر کے قیدیوں میں جن لوگوں کو بغیر فدیہ کے چھوڑا گیا، ان میں سے ایک ابو عزہ نجی تھا۔ حضور ﷺ نے اس کو اس کے بیٹے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا اور اس سے عہد لیا گیا تھا کہ آئندہ کبھی جنگ میں شریک نہ ہوگا۔ مگر اس نے عہد

شکنی کی اور لشکر کفار کے ساتھ احد میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ کی خواہش تھی کہ قتل اور واپسی کے بجائے اس کی حراست عمل میں آئے۔ چنانچہ احد میں صرف ایک قیدی بنایا گیا اور وہ ابو عزرہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو قتل کرادیا۔

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ ؓ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے احد کے دن ارشاد فرمایا کہ ”آج کے بعد مشرکین اس طرح کی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے مشائخ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس دن یعنی یوم احد کے بعد مشرکین ہم سے بازی یعنی غلبہ نہ لے سکیں گے یہاں تک کہ ہم رکن کو بوسہ دیں گے۔

ابن سعد حاکم اور نبیہتی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ معرکہ احد میں جب سید الشہداء حضرت حمزہ ؓ شہید ہوئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا انہیں ڈھونڈنے نکلیں۔ ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا ہے۔ تلاش کے دوران حضرت علی ؓ اور حضرت زبیر ؓ ملے ان حضرات سے دریافت کیا ”حمزہ کہاں ہیں؟“ ان دونوں حضرات نے ایسا جواب دیا کہ جیسے وہ خود بے خبر ہیں۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اندیشہ تھا کہ میری پھوپھی جب اپنے بھائی کو اس حالت میں دیکھیں گی تو بے تاب اور بے قابو ہو جائیں گی۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا اور دعا کی تو انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور بغیر آواز نکالے رونے لگیں۔

حاکم و ابن سعد اور نبیہتی رحمہما اللہ نے عوف بن محمد ؓ سے حدیث بیان کی کہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ احد میں یہ نذرمان کر آئی تھی کہ اگر میں نے حمزہ ؓ پر قابو پایا تو ان کے جگر کو نکال کر چباؤں گی۔ تو اس نے سید الشہداء اے اشجعؓ دوران حضرت حمزہ ؓ کے جگر کا پارچہ لے کر چبایا اور حلق سے اتارنا چاہا مگر نہ اتار سکی تو اس نے اُگل دیا۔ جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا۔ اللہ ﷻ نے آتش دوزخ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حضرت حمزہ ؓ کے جسم کے کسی حصے کو کبھی جلائے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مشائخ سے روایت کی کہ قبل اسلام سوید بن صامت نے زیاد ابو مجذر کو ایک جنگ میں جب کہ وہ دونوں مقابلے پر آئے قتل کر دیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد مجذر نے اپنے باپ کے انتقام میں سوید کو قتل کر دیا۔ قتل اول سے دوم تک یہ واقعات اسلام سے پہلے کے ہیں پھر جب حضور ﷺ نے ہجرت کی اور مدینہ میں رونق

افروز ہوئے تو حارث بن سوید اور مجذر بن زیادؓ دونوں اسلام لے آئے اور دونوں بدر میں شریک ہوئے تو حارث اپنے باپ سوید کے انتقام کے لئے مجذر کی گھات میں رہا مگر حارث مجذر پر قابو نہ پاسکا۔ ایک سال بعد احد کا سفر کہ آیا اور حارث اور مجذر مسلمانوں کے لشکر میں صف آراء ہوئے اور گھسمان کے رن کے موقع پر حارث مجذر کے پیچھے آیا اور اس کی گردن اڑادی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ حمراء الاسد سے واپس تشریف لائے تو حضرت جبریلؑ نے آ کر خبر دی کہ حارث بن سوید نے مجذر بن زیاد کو دھوکے سے قتل کر دیا ہے اور حکم پہنچایا کہ حارث کو قتل کر دیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ اسی وقت سخت گرمی میں دوپہر کے وقت مدینہ کے مضافاتی علاقے قبا تشریف لے گئے۔ مسجد قبا میں جا کر نماز پڑھی۔ باشندگانِ قبا نے جب یہ سنا کہ حضور ﷺ تشریف لائے ہیں تو وہ سلام و نیاز کے لئے حاضر ہونے لگے۔ حارث بن سوید درس سے رنگی ہوئی چادر اوڑھے آیا۔ حضور ﷺ نے جب اسے دیکھا تو عدیم بن ساعدہ کو بلا کر کہا کہ حارث بن سوید کو مسجد کے دروازے پر لے جا کر مجذر بن زیاد کے قصاص میں گردن مار دو۔ کیونکہ مجذر کو اس نے دھوکے سے قتل کیا ہے۔

حارث نے عرض کیا: مجھے اقرار ہے کہ میں نے مجذر کو قتل کیا ہے اور میرا یہ فعل ہرگز اسلام سے انحراف کی بناء پر نہ تھا اور نہ ہی اسلام کے حق ہونے میں مجھے کوئی شک و شبہ تھا، لیکن یہ قتل شیطان کے فریب اور نفس کی ادعاء کی بناء پر ہوا ہے اور میں اپنے اللہ ﷻ کے حضور میں اس معصیت کے ارتکاب کی بناء پر استغفار کرتا اور دیت ادا کرتا ہوں یا پے در پے دو مہینے کے روزے رکھتا ہوں اور ایک غلام کو آزاد کرتا ہوں۔ جب اس نے اپنی پوری بات کر لی تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”اے عدیم! اسے لے جاؤ اور گردن اڑا دو۔“ تو وہ لے گئے اور اس کی گردن مار دی۔ اس بارے میں حضرت حسان بن ثابتؓ نے یہ اشعار کہے۔

يَا حَارِثُ فِي مَنَةِ مِنْ نَوْمٍ أَوْلَكُمْ أَمْ كُنْتَ وَ يَحْكُ مُغْتَرًا بِجَبْرِئِلِ
أَمْ كَيْفَ يَأْبَى زَيْدٌ حِينَ تَقْتُلُهُ تَغْرَةً فِي فِضَاءِ الْأَرْضِ مَجْهُولِ

یعنی اے حارث! تم زمانہ جاہلیت کی نیند میں غرق رہے اور اپنی عداوت میں تم نے ابن زیاد کو قتل کر دیا، تم پر افسوس ہے تم جبریلؑ کی وحی سے دھوکے میں رہے۔ اس وقت تمہاری کیا حالت تھی جب تم نے ابن زیاد کو دھوکے سے ایسی زمین میں قتل کیا جس میں کوئی مفر کی راہ نہ تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت کی انہوں نے بتایا میرے والد حضرت عبد اللہ ؓ کو بہ زمانہ حضرت معاویہ بن سفیان ؓ ان کی قبر سے نکالا گیا تو ان کو اسی حالت میں پایا جس حالت میں انہیں دفن کیا گیا تھا۔

ابن سعد بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر ؓ سے روایت کی کہ احد کے شہداء پر ایک مرتبہ اور نالہ و شیون کی آوازیں بلند ہوئیں جس زمانے میں حضرت امیر معاویہ ؓ نے نہر کھدوائی تو بہت سے لوگ قبر کھودنے پر مامور ہوئے اور انہوں نے بعض شہیدوں کو ان کی قبروں سے نکالا تو چالیس برس کے بعد بھی ان کی وہی حالت تھی جیسی کہ احد کے روز دفن کے وقت تھی۔ نرمی سے ان کے جوڑ ذی روح اجسام کی طرح مڑ رہے تھے۔

حضرت حمزہ ؓ کے جسم پر کھدائی کے دوران کدال پڑ گیا تو اس سے خون جاری ہو گیا۔ اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور اسی میں بہ طریق واقعہ رحمۃ اللہ علیہ ان کے مشائخ سے مروی ہے کہ حضرت جابر ؓ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ ؓ کو اس حال میں پایا کہ ان کا ہاتھ زخم پر تھا۔ ہاتھ ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ ہاتھ کو پھرو ہیں رکھ دیا گیا تو خون رک گیا۔

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد کو ان کی قبر میں اس طرح دیکھا کہ گویا وہ خوابِ استراحت میں ہیں اور وہ یمنی چادر جس میں انہیں کفن دیا گیا تھا اس کا ایک تار یا ایک ڈورہ تک نہ بدلا تھا اور جو چیز ان کے پاؤں پر ڈالی گئی تھی اسی حالت اور صورت میں تھی۔ یہ پانی کی نکاسی کی غرض سے کھدائی ۴۰ھ میں ہوئی تھی۔

حضرت ابو سعید خدری ؓ نے شہدائے احد کی قبور کی کھدائی کے بارے میں فرمایا کہ جب زیارت شہداء کا عام مشاہدہ ہو چکا ہے تو ان کے ”احیاء“ کے بارے میں اب کسی منکر کو مجالِ انکار نہیں ہو سکتی۔

ایک روایت میں ہے کہ جب قبروں کو کھودا گیا تو مٹی سے ایک لطیف خوشبو مثل مشک ہر طرف پھیل گئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کے بارے میں فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سب بارگاہِ الہی میں ہیں، تو تم جاؤ اور ان کی زیارت کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت تک جو بھی ان پر سلام

۱۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کو یہ علم نہیں تھا کہ اس جگہ شہدائے احد دفن ہیں ورنہ وہ یہ مقام کبھی نہ کھدواتے۔

بھیجے گا وہ ان کو سلام کا جواب دیں گے۔

حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے ابی فرودہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے احد کے دن قبور شہداء کی زیارت کی اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ وَ نَبِيَّكَ يَشْهَدُ اَنْ هٰؤُلَاءِ شُهَدَاءُ وَ اِنَّهُمَنْ زَارَهُمْ اَوْ سَلَّمَ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَمَةِ رَدُّوا عَلَيْهِ۔

عطاف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے میری خالہ نے بیان کیا کہ انہوں نے شہدائے احد کے مقابر کی زیارت کی: انہوں نے فرمایا کہ میرے ہمراہ صرف دو غلام تھے جو سواری کی حفاظت کر رہے تھے۔ میں نے صاحبانِ قبور شہداء کو سلام کیا میں نے اپنے سلام کا جواب سنا اور پھر آواز آئی۔ ہم تم کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح ہم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔

وہ بیان کرتی ہیں اس کے بعد میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں لوٹ آئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ واقعہ کی روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ خزاہیہ رحمۃ اللہ علیہا نے بیان کیا کہ میں نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی اور کہا: ”اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ“ (اے اللہ کے رسول کے عم محترم آپ پر سلام ہو) تو میں نے اس کے جواب میں سنا: ”وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔“

ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے طلحہ بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ میں نے اپنے اس مال کے پاس پہنچنے کا ارادہ کیا جو بن میں تھا تو مجھے رات نے آ لیا اور میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو ابن حزام رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس پناہ لے لی اور میں نے قبر سے قرأت کی آواز سنی۔ پھر جب میں لوٹا تو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کو بتایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا قرأت کرنے والے عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ شاید تم کو معلوم نہیں کہ اللہ ﷻ ان لوگوں کی روحوں کو قبض کر کے زبرجد و یا قوت کی قندیلوں میں رکھتا ہے۔ پھر ان کو جنت کے وسط میں لٹکا دیتا ہے۔ رات بھر کے لئے روئیں اپنے جسموں کے پاس آتی ہیں اور فجر تک رہتی ہیں پھر اپنے مقامات پر واپس ہو جاتی ہیں۔

حضور ﷺ کا وہ معجزہ جو حَمْرَاءُ الْاَسَد میں واقع ہوا

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ ابوسفیان نے عبدالقیس کے ان سواروں سے جو مدینہ جا رہا تھا کہا کہ محمد (ﷺ) کو بتا دینا کہ ہم ان پر پلٹ کر آنے والے ہیں تاکہ ہم ان کا قلع قمع کر دیں۔ جب وہ سوار

رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ابوسفیان کا پیغام دیا تو آپ ﷺ نے اور اصحاب ﷺ نے کہا:
حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب سیدنا حضرت
ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو انہوں نے کہا تھا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ اس
موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے بھی انہیں کلمات کو پڑھا۔

مسلمانوں کی ایک دیکھ بھال کرنے والی جماعت پر بنی ہذیل کا حملہ اور ظہور معجزات

بخاری و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ
نے ایک چھوٹی سی جماعت کو دیکھ بھال کے لئے بھیجا اور اس جماعت پر حضرت عاصم بن ثابت
رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔ یہ جماعت مغوضہ خدمت انجام دینے کے سلسلہ میں عسفان اور مکہ کے
درمیان تھی کہ بنی ہذیل کو معلوم ہوا اور ایک سو سے زیادہ افراد مسلح ہو کر مسلمانوں کے تعاقب میں
روانہ ہوئے اور نشانات قدم پر چلتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے جماعت مسلمین کو پالیا اور محاصرہ میں
لے کر کہا:

۱۔ غزوہ احد سے فارغ ہو کر جب مشرکین کئی منزل دور چلے گئے تو انہوں نے سوچا اور آپس میں تبادلہ خیال کرنے لگے کہ ”ہم نے
حقیقتاً ناقابلِ سلامتی حماقت کی ہے اور وہ یہ کہ محمد (ﷺ) کی طاقت کو توڑ دینے کا جو ہمیں سنہری موقع تھا اس سے فائدہ اٹھائے بغیر
چلے آئے اور وادی احد میں شکست جب دے چکے تھے تو اس کے فوراً بعد بڑھ کر مدینہ کے گھروں اور عورتوں اور رہے ہے۔
مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہئے تھا۔ کچھ کافروں نے کہا اب لوٹ کر مدینہ پر حملہ کئے دیتے ہیں مگر ہمت نہ ہوئی۔ راستہ میں قریش مکہ
کو عبد القیس کا قافلہ ملا جو مدینہ کی طرف آ رہا تھا اس کے ذریعہ یہ ہوائی پیغام دینے پر اکتفا کیا جس کا ذکر اوپر متن میں ہے۔ اور
حضور ﷺ کو بھی اندیشہ تھا کہ یہ دشمن اسلام کہیں مدینہ پر نہ ٹوٹ پڑیں اس لئے ابھی تھکے ماندے مسلمانوں نے ہتھیار بھی نہ کھولے
تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قریش کے تعاقب میں چلو پس وہ اطاعت کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور حضور ﷺ کے ساتھ حرام الاسد تک
گئے جو مدینہ سے آٹھ میل پر ہے۔ قرآن پاک میں اجمالاً اس طرح فرمایا گیا:

الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ
الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝
الَّذِينَ قَالُوا لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ
فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۝ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ
الْوَكِيلُ

وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے
انہیں زخم پہنچ چکا تھا ان کے نیکو کاروں اور پرہیزگاروں کے
لیے بڑا ثواب ہے۔ وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے
تمہارے لیے جتنا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور
زائد ہوا اور بولے اللہ ہم کو پس ہے اور کیا اچھا کارساز۔

(ترجمہ کنز الایمان)

(پ آل عمران ۱۷۳-۱۷۴)

”ہم وعدہ کرتے ہیں اگر تم خود کو ہمارے حوالے کر دو گے تو پھر ہم تم میں سے نہ کسی کو قتل کریں گے نہ کوئی ایذا دیں گے۔“

حضرت عاصم ؓ نے کہا: ”ہم کافروں کے عہد اور ضمان میں آنا گوارا نہیں کر سکتے۔“

پھر دعا کی کہ ”اے ہمارے پروردگار ﷻ! اس صورت حال کی خبر اپنے نبی ﷺ کو دے دے۔“

اس کے بعد کافروں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ حضرت عاصم ؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ لڑتے رہے۔ بالآخر سب شہید ہو گئے اور تین مسلمان جن میں حضرت خبیب ؓ اور حضرت زید بن دثنہ ؓ اور ایک اور صحابی باقی رہ گئے۔ ان حضرات کرام سے کافروں نے قول و قرار کے بعد لڑائی بند کر دی۔ جب کافروں نے ان پر قابو پا لیا تو کمانوں سے چلوں کو اتار کر باندھ دیا۔ ان مسلمانوں میں سے ایک نے کہا یہ ان کافروں کی پہلی خلاف ورزی اور دھوکہ ہے انہوں نے چند مسلمانوں کو قتل کر دیا اور حضرت خبیب و زید ؓ کو مکہ میں لے جا کر فروخت کر دیا۔

حضرت خبیب ؓ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا چونکہ بدر میں حضرت خبیب ؓ نے حارث کو قتل کیا تھا۔ چند روز ابن حارث کی قید میں گزرے تھے ایک روز گھر کے کسی فرد سے حضرت خبیب ؓ نے ایک استرہ ضرورت کے لئے مانگا وہ ان کو دے دیا گیا وہ استرہ کو دیکھ رہے تھے کہ اتفاقاً ایک چھوٹی بچی ان کے پاس چلی گئی۔ حضرت خبیب ؓ نے ازراہ شفقت بچی کو ران پر بٹھا لیا۔ بچی کی ماں نے دیکھا تو وہ لزر گئی۔ حضرت خبیب ؓ اس عورت کے اضطراب کو سمجھ گئے اور انہوں نے کہا اے خاتون! تم کو اندیشہ ہے اور خوف ہے کہ میرے پاس استرہ ہے اور بچی اتفاقاً میرے پاس پہنچ گئی ہے اب میں اس بچی کو قتل کر دوں گا یہی بات ہے نا؟

بچی کی ماں کچھ نہ بولی البتہ اس کی نگاہیں رحم طلب اور لطف کی مانگی تھیں۔ چنانچہ خبیب ؓ نے یہ تاثر لینے کے بعد فرمایا:

”اے اس معصوم کی ماں! تو اطمینان رکھ میں انشاء اللہ ہرگز ایسا نہیں کروں گا مسلمان ایسا نہیں کرتے۔“

حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ بچی بھی تمام عرب اور قبائل عرب کی طرح آئندہ چند برسوں میں مسلمان ہو گئی تھی اور کہا کرتی تھی ”میں نے ایسا عجیب اور اچھا قیدی کبھی نہ دیکھا اور میں نے ایسے زمانے میں کہ مکہ میں کسی کا بھی کوئی پھل نہ تھا اور ہمارا قیدی آہنی زنجیروں سے بندھا ہوا مگر بایں ہمہ ان کے پاس تازہ ترین انگوروں کے خوشے ہوتے وہ انہیں کھاتے اور

کبھی میں سامنے آ جاتی تو کچھ مجھے بھی دے دیتے۔“ راوی حدیث نے فرمایا وہ جنت کے انگور تھے جو اللہ ﷻ اپنے محبوب بندے کی بھوک اور پیاس کو رفع کرنے کے لئے عطا فرماتا تھا۔

حضرت خبیب ؓ کو جب ابن حارث اور اس کے اہل خاندان حرم سے لے کر چلے تو انہوں نے فرمایا مجھے اتنا موقع دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں اور پھر انہوں نے نماز پڑھ کر اپنے رب ﷻ سے دعا کی: ”اے خدا! ان نافرمانوں حد سے متجاوز ہونے والوں اور اسلام کے دشمن ظالموں کو گھیر لے اور پھر انہیں جدا جدا کر کے قتل کر دے اور اس درجہ سنگدل خاندان میں سے کسی ایک کو باقی نہ رکھ۔“

اسی روایت میں بیان ہو چکا ہے کہ عاصم ؓ نے اپنی شہادت سے قبل دعا کی تھی کہ اے پروردگار صورت حال کی خبر اپنے نبی ﷺ کو دے دے تو اللہ ﷻ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اس واقعہ کی خبر رسول اللہ ﷺ کو پہنچا دی۔

بنی ہذیل کے کچھ لوگ حضرت عاصم ؓ کی نعش کو شناخت کرنے کے لئے ان کے قریب آنا چاہتے تھے وجہ اس کی یہ تھی کہ بدر کے دن آپ ﷺ نے بہت سے سردارانِ قریش کو قتل کیا تھا اور ہذیل والے اس کارنامہ سے قریش کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مگر اللہ ﷻ نے شہد کی مکھیوں سے مدافعت فرمائی اور وہ شناخت کے لئے آپ کی نعش کے نزدیک نہ پہنچ سکے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن عمر بن قتادہ ؓ سے روایت کی کہ ہذیل کے لوگوں نے جب حضرت عاصم بن ثابت ؓ کو شہید کر دیا تو ان کا ارادہ ہوا کہ آپ کا سر کاٹ کر سلافہ بنت سعد قرشی لکی کے ہاتھ فروخت کر دیں کیونکہ سلافہ نے نذر مانی تھی کہ اگر میں نے عاصم ؓ پر قابو پا کر اس کو قتل کر دیا تو میں اس کے کاسہ سر میں شراب نوش کروں گا۔ پس اللہ ﷻ نے مقتول فی سبیل اللہ حضرت عاصم ؓ کی نعش کی حفاظت کے لئے شہد کی مکھیوں کو بھیج دیا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بریدہ بن سفیان اسلمی ؓ سے روایت کی کہ حضرت خبیب ؓ کو جب خاندان حارث کے لوگ قتل کرنے کے لئے جا رہے تھے تو انہوں نے اپنے خدا سے عرض کیا:

”اے رب کائنات ﷻ! میں نہیں سمجھتا کہ کسے قاصد بناؤں اور وہ میرا آخری سلام تیرے رسول ﷺ کی خدمت میں لے جائے۔“

”پس اے واحد و بے ہمتا! الرحم الراحمین معبود! تو ہی اس کام کو کر دے۔“ خدا کی پیام

حضرت عاصم ؓ نے بدر میں سلافہ کے کئی بیٹوں کو قتل کیا تھا۔

رسانی دیکھئے سرکارِ دو عالم صحابہ کرام ؓ کے جھرمٹ میں تھے کہ معاف فرماتے ہیں۔ وعلیکم السلام۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کس کے سلام کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں؟“ صحابہ ؓ کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:

”تمہارے بھائی خبیب ؓ کو کافر قتل کرنے کے لئے جا رہے ہیں اور وہ ایک آخری سلام خلوص و محبت مجھے کر رہے ہیں۔“

پھر وہ دار کے تختے پر دعاء کے لئے قبلہ رو ہوئے۔ ایک شاہد نے بعد میں بیان کیا کہ جب میں نے ان کو طلب دعا کرتے دیکھا تو میں زمین پر لیٹ گیا، اس واقعہ کو ایک سال نہیں گزرا تھا کہ بجز ان لوگوں کے جو زمین پر لیٹ گئے تھے وہ سب مشرکین ہلاک ہو گئے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ماویہ باندی سے روایت کی کہ حضرت خبیب ؓ مکہ میں میرے گھر میں قید کئے گئے۔ میں ایک روز ان کے پاس گئی تو میں نے انکو ایک بڑے تروتازہ اور عمدہ انگوروں کے خوشے کو کھاتے دیکھا حالانکہ اس زمانے میں انگور کا موسم تھا نہ بازار میں اس کا کوئی دانہ۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد راویوں سے جن میں جعفر ابو ابراہیم اور عبد الواحد بن ابی عون رحمہما اللہ وغیرہ شامل ہیں، روایت کی کہ ایک روز ابوسفیان بن حرب نے مکہ میں قریش کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

”اے قریشیو! ایک عجیب مشکل مجھے درپیش ہے کہ جس کا کوئی حل میرے خیال میں نہیں آتا اور وہ مشکل یہ ہے کہ میں پوری قوم میں کسی ایک شخص کو بھی نہیں پاتا جو مدینہ پہنچ کر محمد (ﷺ) کو قتل کر دے اور بدر کے بعد میرے اندر اور میرے اندر کیا بلکہ پوری قوم کے اندر جو جذبہ انتقام موجزن ہے وہ اس کاروائی کے بعد کچھ سرد پڑ جائے۔ حالانکہ وہ بغیر کسی اندیشہ اور خوف کے تنہائیوں میں اور بازاروں میں پھرتے ہیں۔“

اس کی یہ جذبات انگیز تقریر سن کر ایک اجڑ دیہاتی سفیان کے پاس آیا اور اس کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے بعد اس نے کہا:

”اے سردار! یہ کیا بڑی بات ہے اگر تم تعاون کرو تو مدینہ پہنچتا ہوں اور محمد (ﷺ) کے قتل کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں۔ میں تمہارے بھرپور اطمینان اور اطلاع کے طور پر یہ بتا دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ میں اس نوعیت کے کاموں کی انجام دہی کے لئے تمام گھاتوں اور پینتروں سے بالکل واقف ہوں اور میرے پاس ایک کرگس کے خافیہ کے انداز کا ایک مہلک خنجر بھی ہے۔“

ا۔ کرگس کے خافیہ یعنی کرگس کے چھپے ہوئے پنچے جس کی انگلیوں کے ناخن بہت ہی تیز ہوتے ہیں۔ آج کل بھی بعض وحشی قبائل میں اس قسم کے آہنی پنچے بنائے جاتے ہیں۔

ابوسفیان گفتگو کے دوران اس کے چہرے اور لہجے کا بہ غور جائزہ لیتا رہا تھا۔ اس نے جواب دیا: ”تو میرا دوست ہے، نہیں پوری قوم کا درد مند ہے۔“ پھر اس کو ایک تیز رفتار اونٹ اور سفر خرچ دیا اور مدبرانہ انداز میں نصیحت کے طور پر کہا:

”تو اپنے ارادہ کو بہر صورت پوشیدہ رکھنا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی مطلع ہو جائے اور محمد ﷺ کو جا کر بتا دے۔“ بدو نے اخفا اور راز داری کے خیال سے رات کو سفر کا آغاز کیا اور پانچ راتیں سفر کر کے چھٹے دن صبح کو ظہر الحرة میں آیا اور پھر وہاں سے مدینہ پہنچ گیا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آیا۔ حضور ﷺ نے صحابہ ﷺ کو بتایا یہ شخص نیت بد کے تحت یہاں آیا ہے حالانکہ اللہ ﷻ اس کے اور اس کے ارادہ کے درمیان حائل ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے اس سے فرمایا:

اے شخص! کیا تو صحیح صحیح نہ بتائے گا کہ تو کون ہے اور کس ارادہ سے آیا ہے اگر تو نے صداقت بیانی اور راست گوئی سے کام لیا تو سچائی تجھے نفع دے گی اور اگر تو نے جھوٹ بولا تو تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ میرے رب ﷻ نے مجھے اس بات سے آگاہ کر دیا ہے جس کا تو نے ارادہ کیا ہے۔

بدو نے کہا: ”اے نادرا انسان! مجھے موقع دیجئے اور میرے قول کو نادرست نہ سمجھئے۔“ حضور ﷺ نے فرمایا: ”مجھے سب کچھ بتا دیا گیا ہے اگر اس کے خلاف کہے گا نادرست ہوگا۔ پس ہماری طرف سے اطمینان رکھ اور صحیح صحیح صورت حال بیان کر دے۔“

بدو نے پوری صورت حال بلا کم و کاست بیان کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تجھے امان دے چکا ہوں تو جا سکتا ہے۔ مگر اس سے زیادہ بہتر تیرے لئے ایک شے اور ہے؟ اس نے دریافت کیا وہ کیا؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ یہ کہ تو دل سے یقین اور زبان سے اقرار کر لے کہ ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔“

تو اس نے ایسا ہی کیا اور مسلمانوں کے زمرے میں شامل ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے کہا: ”میں لوگوں سے نہیں ڈرتا، میرا دل ہمیشہ قوی اور ارادہ مضبوط ہے۔ مگر یہاں آ کر جب آپ ﷺ پر نظر پڑی تو میرا فہم فاتر اور رہنمائی سے عاجز ہو گیا اور اپنے قلب میں مجھ کو ضعف معلوم ہونے لگا۔ حیرت ہے آپ ﷺ میرے ارادہ سے باخبر ہو گئے حالانکہ میں تیز رفتار سائڈنی پر ہر سارباں کو پیچھے چھوڑتا ہوا آیا ہوں، نیز میرے ارادے سے نہ کوئی باخبر ہے نہ میرا کوئی راز دار۔ ظاہر ہے کہ اس پر اسرار نوعیت کے معاملہ سے آپ ﷺ کا واقف ہونا اللہ ﷻ کی مشیت

سے ہوا ہے اللہ ﷻ آپ ﷺ کا نگران اور رکھوالا ہے اور یہی ایک بات اتنی بڑی بات ہے جو آپ ﷺ کی سچائی اور نبی برحق ہونے کی بین دلیل ہے۔“

ابو براء عامری کی قیادت میں وفد کی دربار رسالت ﷺ اور ستر قراء کی شہادت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ انہوں نے بتایا میرے والد بیان کرتے تھے کہ جب مسلمان بیر معونہ میں شہید ہوئے اور عمرو بن امیہ ضمیری ؓ گرفتار ہو گئے تو ان سے عامر بن طفیل نے پوچھا یہ کون ہے اور اس نے ایک شہید مقتول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ عمرو بن امیہ نے جواب دیا۔ یہ عامر بن فہیرہ ہیں۔ ان کا جواب سن کر عامر بن طفیل نے کہا ان کو شہید ہونے کے بعد میں نے آسمان کی طرف لے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں ان کے اور زمین کے درمیان آسمان تک دیکھتا رہا اس کے بعد ان کو روک دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کو جب ان شہداء کی خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ ؓ کو ان کی شہادت کی اطلاع دی اور یہ بھی بتایا کہ انہوں نے بارگاہ ﷻ میں عرض کی:

”اے ہمارے مہربان آقا! ہمارے بھائی کو ہماری شہادت کی اور نیز اس بات کی کہ ہم تجھ سے اور تو ہم سے راضی ہو گیا ہے خبر پہنچا دے۔“ اور میں ان کی دعا کی مقبولیت کے سلسلے میں تم کو اطلاع دے رہا ہوں۔

مسلم و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت انس ؓ سے روایت کی کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور عرض کیا کچھ لوگوں کو ہمارے یہاں بھیجیں تاکہ وہ ہمیں قرآن سکھائیں۔ تو آپ ﷺ نے ان کے قبیلے کو تعلیم دینے ستر انصاری قراء کو روانہ فرمایا۔ مگر ان لوگوں نے راستے ہی میں گھیر کر ان سب کو شہید کر دیا۔ ان قراء نے بہ وقت شہادت دعا کی:

”اے پروردگار! رسول اللہ ﷺ کو ہماری حالت کی خبر کر دیجئے۔“

عین اسی وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے مسلمانو! تمہارے بھائیوں کو شہید کر دیا گیا ہے اور اللہ ﷻ کے ان وستوں نے یہ دعا مانگی ہے۔ اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ عَنَّا نَبِيَّنَا اِنْ قَدْ لَقِيْنَاكَ فَرَضِيْنَا عَنْكَ وَرَضِيْتَ عَنَّا۔“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر روانہ فرمایا۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لائے اور اللہ ﷻ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا: ”اے لوگو! تمہارے بھائیوں پر مشرکین حملہ آور ہو گئے ہیں اور ان

کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور ان میں سے کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ ان کی دعا تھی:

اے رب! ہمارے حالات کی اطلاع ہمارے مسلمان بھائیوں کو کر دے اور بے شک ہم اللہ ﷻ کے سایہ عاطفت میں ہیں اور اللہ ﷻ ہم سے راضی ہے تو میں تمہارے ان بھائیوں کی طرف رسول ہوں اور تمہیں خبر پہنچاتا ہوں کہ وہ خدا سے راضی ہو گئے اور خدا ان سے راضی ہو گیا۔

واقفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے مصعب بن ثابت ؓ نے بروایت ابو الاسود ؓ حضرت عروہ ؓ سے حدیث بیان کی کہ حضرت منذر بن عمر ؓ روانہ ہوئے اور مذکورہ بالا قصہ بیان کیا اور کہا کہ عامر بن طفیل ؓ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمیری ؓ سے پوچھا کیا تم اپنے ساتھیوں کو پہچانتے ہو؟

انہوں نے کہا ہاں تو اس نے انہیں ہمراہ لے کر شہیدوں میں چکر لگایا اور ان سے ہر ایک کے بارے میں معلومات لیتا رہا۔ آخر میں دریافت کیا کیا تم ان شہداء میں کسی کو غیر موجود پاتے ہو؟ جواب دیا کہ ہاں میں ایک صاحب کو جو حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے غلام ہیں ان میں نہیں پاتا اور ان کا نام عامر بن فہیرہ ؓ ہے۔

اس نے پوچھا وہ تم لوگوں میں کیسے تھے؟ حضرت عمرو ؓ نے جواب دیا وہ ہم میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت تھے۔ عامر نے کہا۔ کیا میں تمہیں ان کا حال بتاؤں؟ انہیں بھالا مارا گیا۔ پھر اسے نکال لیا تو ایک شخص ان کو اٹھا کر آسمان میں لے گیا اور وہ پھر مجھے نظر نہ آئے اور جبار بن سلمیٰ کلابی نے ان کے بھالا مارا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ جب نیزے کی انی ان کے جسم کو

۱۔ ماہ صفر ۳ھ میں غزوہ احد سے ساڑھے چار ماہ بعد ابو براء عامری حضور ﷺ سے ملنے آئے۔ آپ ﷺ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ انہوں نے نہ اسے قبول کیا نہ تردید کی۔ البتہ عرض کیا: اگر آپ ﷺ چند صحابہ ؓ کو نجد کی طرف بھیج دیں تو مجھے امید ہے کہ وہاں کے باشندے اس دین کو قبول کر لیں گے۔ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: مجھے خوف ہے کہ اہل نجد عصیت کی بنا پر میرے اصحاب کو شہید نہ کر دیں؟ ابو براء نے عرض کیا: میں آپ ﷺ کے اصحاب ؓ کا ذمہ لیتا ہوں۔ پس آپ نے منذر بن عمر ؓ کے ساتھ چالیس اور بعض روایات کے مطابق زیادہ سے زیادہ ستر آدمی روانہ کئے۔ ان مبلغوں نے بڑے معونہ پہنچ کر وہاں کے رئیس عامر بن طفیل کے پاس حرام بن ملحان ؓ کے ہاتھ حضور ﷺ کا مکتوب بھیجا۔ عامر بن طفیل نے ازراہ نخوت حرام ؓ کو شہید کر دیا اور اپنے قبیلے بنو عامر کو حکم دیا کہ جا کر سارے مسلمانوں کو قتل کر دو۔ ان لوگوں نے کہا: اے ہمارے سردار! جب ابو براء نے مسلمانوں کو اپنی حمایت میں لیا ہوا ہے تو غور فرمائیے اس کے باوجود ہم ان کو قتل کر دیں۔ اس کے بعد سردار عامر نے بنو سلیم کو بلوایا اور پھر ان کو ساتھ لے کر بذات خود مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور ان کی فرو گاہ میں اچانک پہنچ کر سب کو قتل کر دیا۔ صرف دو آدمی بچ سکے۔ ایک تو عمرو بن امیہ ؓ جن کو سردار عامر نے پکڑ لیا۔ مگر پھر یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام کو آزاد کرنے کی منت مانی تھی اور دوسرے حضرت کعب بن زید ؓ جو مجروح ہو کر نعثوں کے نیچے دب گئے تھے اور ظالم کافران کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ ان کو جب ہوش آیا تو اٹھ کر چلے آئے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

توڑ کر اندر داخل ہوئی تو انہوں نے نعرہ مارا ”فَزَتْ وَاللّٰهُ“ یعنی قسم خدا کی میں کامیاب ہو گیا۔ اس شخص نے کہا اس کے بعد میں حضرت ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس آیا اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔

مجھے اس مشاہدہ نے دعوت اسلام دی اور مجھ پر اسلام اور مسلمانوں کی صداقت اور ثبات و پامردی کا بہت گہرا اثر ہوا اور یہ ایک فطری اور قدرتی تاثر تھا، لہذا میں پورے اِذْعَان و یقین کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔

اس کو نقل کرنے کے بعد بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ممکن ہے کہ انہیں اٹھایا گیا ہو اور پھر رکھ دیا گیا ہو اس کے بعد وہ مفقود ہو گئے ہوں اور اگر اس طرح روایت کو مان لیا جائے تو بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عروہ رحمۃ اللہ علیہ والی روایت سے تطبیق ہو جائے گی۔

ہم نے موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”مغازی“ میں اس روایت کے ضمن میں دیکھا ہے کہ عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت عامر بن فہیرہ رحمۃ اللہ علیہ کا جسم نہ پایا گیا اور لوگ گمان کرتے ہیں کہ فرشتوں نے ان کو دفن کر دیا ہے۔

ایک اور روایت بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند عروہ رحمۃ اللہ علیہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے متصل ان لفظوں میں روایت کی کہ میں نے قتل کے بعد دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور میں نے ان کو آسمان و زمین کے درمیان دیکھا۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ پھر انہیں رکھ دیا اور متعدد سندیں تو یہی بتاتی ہیں کہ آسمان پر لے جا کر ان کو پوشیدہ کر دیا گیا اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہم سے واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے محمد بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت عروہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عامر بن فہیرہ رحمۃ اللہ علیہ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور کسی نے ان کے جسد کو نہیں پایا۔ فرشتوں نے ان کو روپوش کیا۔

وہ معجزات جو غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر رونما ہوئے

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے

(بقیہ حاشیہ) حضرت عمرو بن امیہ رحمۃ اللہ علیہ واپس مدینہ آ رہے تھے کہ راستے میں ان کو قبیلہ بنو عامر کے دو افراد ملے۔ ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ نے امان نامہ لکھ کر دیا تھا۔ لیکن حضرت عمرو رحمۃ اللہ علیہ کو کیا خبر تھی وہ تو بنو عامر سے ملے ہوئے تھے لہذا ان دونوں افراد کو بے خبری میں قتل کر ڈالا اور مدینہ منورہ پہنچ کر سارا ماجرا سنایا۔

حضور نبی کریم ﷺ کو مسلمانوں کے اس طرح قتل ہو جانے کا نہایت صدمہ ہوا۔ فرمایا: مجھے پہلے ہی سے اس کا اندیشہ تھا۔ حضرت عمرو رحمۃ اللہ علیہ نے اٹائے راہ میں جن امان یافتہ دو افراد کو اعلیٰ میں قتل کر دیا تھا ان کا خون بہا آپ ﷺ نے بیت المال سے ان کے وارثوں کو عطا فرمایا۔

ساتھ نجد کی جانب ایک غزوہ میں گئے۔ واپسی کے دوران عضاء کے کثیر درختوں کی وادی کے درمیان حضور ﷺ کے قیلولہ کا وقت ہو گیا اور آپ سمرۃ کے سایہ دار درخت کے سایے میں لیٹ گئے اور تلوار درخت میں لٹکا دی اور دوسرے لوگ جتھوں کی شکل میں اپنی اپنی پسند کے مطابق مختلف درختوں کے نیچے دراز ہو گئے اور ہم میں سے اکثر سو گئے کہ اچانک حضور ﷺ نے ہم کو بلایا۔ جب پہنچے تو آپ ﷺ کے پاس ایک صحرائی اجڈ (بدو) بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس شخص نے میری تلوار اٹھائی اور پھر مجھے بیدار کر کے برہنہ تلوار دکھا کر کہنے لگا۔ اب کوئی ہے جو تم کو مجھ سے بچا سکتا ہے؟ میں نے کہا ”ہاں اللہ ﷻ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی“ اس نے اپنی تلوار نیام میں کر لی اور وہیں بیٹھ گیا اس کے بعد حضور ﷺ نے اس کو کچھ سرزنش نہیں فرمائی۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے دوسری سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے نصفہ کے نخلستان میں غزوہ کیا۔ ایک وقت مسلمانوں کو غافل دیکھ کر اس جنگل کا ایک شخص جس کا نام غورث بن حارث تھا آیا اور تلوار سونت کر حضور ﷺ سے کہنے لگا: ”بولئے اب مجھ سے آپ ﷺ کو کون بچائے گا؟“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ ﷻ“ پھر اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ حضور ﷺ نے اس تلوار کو ہاتھ میں لے لیا اور فرمایا: ”اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟“ اس نے کہا آپ تلوار کا صحیح استعمال کرنے والے اور اس کے اہل ہیں۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ مجھ کو کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ آپ ﷺ کے قابو میں ہوں مگر امید ہے کہ آپ ﷺ غزوہ کرم سے کام لیں گے۔ پھر حضور ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ دیہاتی اپنے گاؤں میں چلا گیا اور جا کر لوگوں سے کہا: میں تمہارے پاس خیر الناس (بہت شفیق) کے پاس سے ہو کر آیا ہوں۔ اس کے بعد راوی نے نماز خوف کا ذکر کیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی فرمایا رسول اللہ ﷺ ماہ صفر میں تشریف لے گئے اور ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا اور اپنی تلوار کو آپ ﷺ نے درخت سے لٹکا دیا۔ ایک بدوی آیا اور تلوار تان کر سر ہانے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: ”اے محمد ﷺ! آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟“ حضور ﷺ نے فرمایا ”اللہ“ یہ سن کر وہ کانپنے لگا اور تلوار رکھ کر چلا گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نخلستان میں ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکوں نے نماز کے دوران حملہ کا

ارادہ کیا پھر ان میں سے کسی نے کہا کہ ابھی ٹھہر جاؤ اس نماز کے بعد مسلمانوں کی ایک نماز اور ہے اور جو ان کو اپنی اولاد سے زیادہ محبوب ہے (نماز عصر) اس وقت ہم ان پر بھرپور حملہ کر دیں گے۔

اسی وقت حضور ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور خبر دی تو پھر آپ ﷺ نے نماز خوف پڑھائی۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ان لفظوں سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہینہ کے لوگوں پر غزوہ کر رہے تھے اور انہوں نے بہت بہادری سے ہمارا مقابلہ کیا۔ ظہر کا وقت ہو گیا اور حضور ﷺ نے نماز پڑھائی۔ مشرک کہنے لگے اگر ہم ان پر بہ حالت نماز دفعۃً ٹوٹ پڑیں تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں اور پھر وہ کچھ سوچ کر کہنے لگے کہ ان کی اگلی نماز ایسی آ رہی ہے جو ان کو اپنی اولادوں سے زیادہ محبوب ہے۔ پس حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو مطلع کیا اور حضور ﷺ نے ہم کو بتا کر نماز خوف پڑھائی۔

امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے ابو یماش زرقی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عسفان کے علاقے میں تھے اور مشرکوں پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر تھے۔ حضور ﷺ نے نماز ظہر ادا کی اس کے بعد مشرکین نے کہا۔ مسلمان ایسی حالت میں تھے کہ اگر ہم ارادہ کرتے تو اچانک نماز کی حالت میں ان پر حملہ کر دیتے۔ چنانچہ آیت خوف ظہر اور عصر کے درمیان نازل ہوئی۔

۱۔ نماز خوف کا حکم قرآن میں اس طرح آیا ہے۔

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا جُلُودَهُمْ وَاسْلِحَتَهُمْ ۚ وَذُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمِينِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً

(پ النساء ۱۰۲)

اور اے محبوب جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں پھر جب وہ سجدہ کر لیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اور اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لئے رہیں۔ کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں۔

(ترجمہ کنز الایمان)

واقعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت خالد بن ولید ؓ سے ان کے قبول اسلام کے واقعہ میں بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے لئے تشریف لے گئے تو میں مشرکین کے رسالہ سواروں میں تھا اور رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب میں مقام اصفان پر تشریف فرما تھے تو میں حملہ کے لئے مسلمان لشکر کے سامنے آیا۔ مگر حضور ﷺ نے ہمارے مقابلے کے لئے نہ کوئی کارروائی کی نہ اندیشہ اور خوف بلکہ آپ نے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کر دی۔ ہم تمام مسلمانوں کو نماز میں مصروف پا کر حملہ کا ارادہ کرنے لگے تھے مگر پھر کچھ سوچ کر ہم ایسا کرنے سے باز رہے اور اللہ ﷻ نے ہمارے اس ارادے سے حضور ﷺ کو مطلع کر دیا اور اس کے بعد عصر کی نماز آپ ﷺ نے ”صلوٰۃ خوف“ کے طریق پر پڑھائی۔

مسلم اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ ذات الرقاع میں گئے اور ایک وسیع میدان میں ٹھہرے۔ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے اور میں پانی کا آفتابہ لے کر آپ کے پیچھے روانہ ہوا۔ ہم نے ہر طرف نگاہ دوڑائی کہ کوئی آڑ کی پوشیدہ جگہ مل جائے تو ہمیں وادی کے کنارے دو

۲۔ صلوٰۃ خوف کی عملی صورت یا ترکیب کا انحصار بڑی حد تک حالات جنگ پر ہے۔ حضور ﷺ نے مختلف حالات میں مختلف طریقوں سے نماز پڑھائی ہے اور امام وقت مجاز ہے کہ جنگی صورت حال دیکھ کر طریقہ نماز اختیار کرے۔ معرکہ کارزار گرم ہو تو اس صورت میں نماز موخر کر دی جائے گی۔ امام مالک اور ثوری رحمہما اللہ کے نزدیک اگر رکوع و سجود ممکن نہ ہو تو اشاروں سے پڑھ لی جائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز کی حالت میں تھوڑی سی زد و خورد بھی ہو سکتی ہے۔ حضور ﷺ کے عمل سے ثابت ہے کہ آپ نے غزوہ خندق جو ذی قعدہ ۵ھ میں ہوئی تھی اس سے پہلے ہی صلوٰۃ خوف کا حکم جو ہم نے گزشتہ صفحہ میں درج کیا ہے آچکا تھا۔ نماز خوف کا ایک طریقہ یہ ہے کہ لشکر کا ایک حصہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا مصروف جہاد مگر صرف ایک رکعت پر سلام پھیر دے اور دشمن کے مقابلہ پر جا کر اس حصہ لشکر کو نماز کے لئے جس نے ہنوز نماز نہیں پڑھی بھیج دے امام دوسری رکعت میں مصلیوں کی تبدیلی کی وجہ سے قیام کو طویل کر دے گا اور محروم حصہ فوج آ کر امام کی دوسری رکعت میں شریک ہوگا اور امام کے ساتھ سب کا سلام ہوگا۔ اس صورت میں امام کی دو اور فوج کی ایک ایک رکعت ہوگی۔ اس طریقہ کو حضور ﷺ سے ابن عباس ؓ جابر بن عبد اللہ ؓ اور مجاہد ؓ نے روایت کیا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا پہلے طریقہ پر جماعت سے نماز پڑھے پھر دونوں دستے باری باری سے انفرادی طور پر ایک ایک رکعت پڑھ کر دو دور کعتیں پوری کریں۔ اس طرح پورے لشکر کی دو رکعتیں ہو جائیں جن میں ایک جماعت کے ساتھ اور دوسری رکعت انفرادی۔ یہ طریقہ دوم ابن مسعود ؓ نے روایت کیا جو حنفیہ کا مسلک ہے۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور جب امام دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو مقتدی امام کا اتباع چھوڑ دیں اور آزاد ہو کر بہ طور خود ایک ایک رکعت پڑھ کر ہر فرد سلام پھیرے اور پھر نماز سے فارغ شدہ حصہ فوج جا کر دوسرے محروم حصہ کو بھیج دے امام اس وقت تک قیام میں رہے اور یہ آ کر شریک ہو جائے۔ امام دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اور لشکر قیام کے لئے اٹھ کھڑے ہوں اور اس دوسری رکعت کو بغیر امام بہ طور خود پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ اس ہر طرح ہر لشکر کی دو دور کعتیں ہو جائیں جن میں ایک جماعتی اور دوسری انفرادی ہوگی۔ اس تیسرے طریقہ کو امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ ترجیح دی ہے۔ اس کا ماخذ ہبل بن ابی خثمہ ؓ کی روایت ہے۔

درخت نظر آئے اور رسول اللہ ﷺ ان میں سے ایک درخت کے قریب تشریف لے گئے اور حضور ﷺ نے اس کی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا:

”اللہ ﷻ کے حکم سے میرا حکم مان۔“ تو وہ درخت حضور ﷺ کے ساتھ چل دیا۔ جس طرح کوئی اونٹ کو ٹکیل پکڑ کر لے جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ اسی طرح ایک دوسرے درخت کے پاس آئے اور اس کی ٹہنیوں کو پکڑ کر فرمایا: ”اللہ ﷻ کے حکم سے میری فرمانبرداری کر۔“ تو وہ دونوں درخت مل گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بیٹھ گیا اور اپنے دل سے باتیں کرنے لگا۔ اچانک میری نظر اٹھی تو درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ کھڑے ہیں اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ توقف فرمایا اور اپنے سر مبارک سے داہنے اور بائیں اشارہ فرمایا۔ پھر روانہ ہوئے اور میرے پاس آئے اور فرمایا: اے جابر رضی اللہ عنہ کیا تم نے میرے کھڑے ہونے کی جگہ کو دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: ”جی ہاں“ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ پھر آپ نے فرمایا: ”تم ان دونوں درختوں کے پاس جاؤ اور دونوں میں سے ایک ایک ٹہنی کاٹ لو اور ان دونوں ٹہنیوں کو جہاں میں کھڑا ہوا تھا ایک داہنی جانب اور دوسری بائیں جانب نصب کر دو۔“

جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں یہ سن کر میں اٹھا اور ایک پتھر کو لے کر توڑا اور اس کی دھار بنائی اور دونوں درختوں سے ایک ایک ٹہنی کاٹی اور گھسیٹتا ہوا لایا اور حضور ﷺ کے کھڑے ہونے کے مقام پر ایک ٹہنی داہنی جانب اور دوسری بائیں جانب گاڑ دی۔ میں نے واپس آ کر حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے حسب ارشاد ٹہنیاں گاڑ دیں مگر اے ہادی عالم ﷺ کیا مجھ سے فرمائیں گے کہ اس عمل سے کیا ہوگا؟

چنانچہ میرے سوال کرنے پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جابر رضی اللہ عنہ میں آ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ان دونوں قبروں کے مردوں کو عذاب دیا جا رہا ہے۔ تو میں نے یہ پسند کیا کہ میری شفاعت سے ان پر عذاب قبر اس وقت تک دور رہے جب تک یہ ٹہنیاں تر ہیں۔“

پھر ہم لشکر میں آ گئے مجھ سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جابر رضی اللہ عنہ اعلان کر دو کہ لوگ وضو کریں۔ پس میں نے منادی دی ”اے بھائیو! وضو کرو! مسلمانو! وضو کر لو۔“ میں نے عرض کی کہ ”اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! لشکر میں تو پانی نہیں ہے۔“ (حضور ﷺ کے واسطے ایک مدنی صحابی کچھ پانی لگا رکھتے تھے تاکہ ٹھنڈا بھی رہے اور اگر کسی وقت پانی موجود نہ ہو تو فوراً بلاتا خیر مہیا کر دیا جائے)۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ”جابرؓ فلاں انصاری کی قیام گاہ پر جاؤ وہ ہمارے لئے پانی کی ضرورت کا خیال رکھتے ہیں ان سے دریافت کرو مشکیزہ میں کچھ پانی ہے؟“ میں گیا اور دریافت کیا دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اتفاقاً اس میں بھی پانی ختم ہو گیا ہے اور اس کے دہانے پر چند قطرہ آب اس کی سلوٹ میں ٹھہرے ہوئے ہیں کہ اگر مشکیزے کے دہانے کو سیدھا کیا جائے تو وہ اس کے جوف میں ڈھلکتے ہوئے جذب ہو جائیں۔ پھر میں لوٹ کر آیا اور صورت حال حضور ﷺ کو بتائی۔

میری باتیں سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اس مشکیزہ کو لے آؤ۔ میں گیا اور لے آیا اور حضور ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر کچھ پڑھا اور دبایا پھر میرے حوالے کر دیا اور فرمایا لگن لانے کا اعلان کر دو۔ لوگ فوراً لگن لے آئے جس کو آپ ﷺ کے آگے رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ نے دست مبارک کو اس کے اندر مستقیم شکل میں اس کے پیندے تک اس طرح پہنچا دیا کہ انگلیوں کے سرے اس سے جا ملے۔ پھر فرمایا: ”اب بسم اللہ پڑھ کر پانی ڈالو۔“ میں نے تعمیل کی پس آپ کے انگلیوں کے پوروں سے پانی کے سوتے جاری ہو گئے اور تھوڑی دیر میں لگن لبالب بھر گیا۔ اب حضور ﷺ نے حکم دیا کہ:

”اے جابرؓ! اعلان کر دو جن لوگوں کو ضرورت ہو وہ آئیں اور اپنی پانی کی تمام ضروریات پوری کر لیں۔“

لوگ آگے پیچھے آتے رہے پینے اور وضو کرنے کی ضرورتوں میں استعمال کرتے رہے مگر لگن جوں کا توں بھرا ہوا تھا۔

پھر کچھ لوگ آئے اور حضور ﷺ سے گرسنگی کی شکایت کی۔ جواب دیا گیا: بہت جلد اللہ ﷻ کھانے کا انتظام فرما دے گا۔ ہم میں سے کچھ لوگ جنگل میں نکل گئے اور تھوڑا ہی چلے ہوں گے کہ ایک بڑا جانور ہم کو مل گیا، جس کو گھیر کر مارا اور ذبح کر کے پکا لیا اور سب نے شکم سیر ہو کر کھایا۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں پانچ آدمی اس کی آنکھ کے حدقہ میں داخل ہوئے تو ہم پانچوں میں سے کوئی کسی کو نظر نہیں آیا، ہم پھر باہر نکل آئے اور ہم نے اس کی ایک پسلی نکالی اور اس کو کمان کی مانند کھڑا کیا۔ ہم نے لشکر کے سب سے بلند قامت شخص کو بلایا اور سب سے اونچے اونٹ پر بٹھا کر اس کے نیچے سے گزارا تو سوار کو اپنا سر جھکانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں گیا تو میرا اونٹ سست رفتار ہو گیا اور اس نے مجھے تھکا دیا تو رسول اللہ ﷺ میرے قریب سے گزرے اور پوچھا کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا اونٹ نہیں چلتا اس نے مجھے تھکا دیا اور میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ میری شکایت سن کر حضور ﷺ نے چھڑی سے اونٹ کو کچوکا دیا اور مجھ سے فرمایا اب چلو تو پھر میں نے راہ سفر اختیار کی اور وہ اونٹ اس قدر سبک رفتار ہو گیا کہ پورے لشکر سے آگے جا رہا تھا اور میں اس کو احتراماً حضور ﷺ کی سواری سے پیچھے رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک تاریک رات میں میرا اونٹ کھو گیا میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: ”جابر رضی اللہ عنہ کہو کیا حال ہے؟“ میں نے عرض کیا: ”حضرت میرا اونٹ کھو گیا۔“

فرمایا ”وہ ہے تمہارا اونٹ جا کر اسے پکڑ لو۔“

وہ کہتے ہیں کہ میں اس طرف گیا جس طرف آپ نے اشارہ فرمایا تھا، مگر میرا اونٹ مجھے نہ ملا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو حضور ﷺ نے پھر یہی فرمایا۔

میں گیا وہ نہ ملا، پھر حضور ﷺ میرے ساتھ آئے اور ہم اونٹ کے پاس پہنچ گئے اور حضور ﷺ نے اونٹ کو پکڑ کر مجھے دے دیا۔

ہم اسی سفر میں تھے میرا اونٹ چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہا تھا میں نے کہا: لَهْفُ اِمْتِهَالٍ۔ ”افسوس ہے اس کے آہستہ چلنے پر“ قدم نہیں بڑھتا۔ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا تم نے کیا کہا۔ میں نے اپنے اونٹ کی سست رفتاری کی شکایت کی۔

آپ نے اونٹ پر چھڑی سے کچوکا دیا اور وہ اتنا تیز رفتار ہو گیا کہ وہ اس سے پہلے کبھی ایسا تیز رفتار نہ تھا اور وہ مجھ سے اپنی مہار کھینچنے لئے جاتا تھا۔

واقعی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے جب غزوہ ذات الرقاع کا ارادہ فرمایا تو علبہ بن زید حارثی رضی اللہ عنہ شتر مرغ کے تین انڈے حضور ﷺ کی خدمت میں لائے اور کہا میں نے یہ انڈے اس کے آشیانے سے لئے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا جابر ان انڈوں کو پکا لو۔ پھر میں انہیں پکا کر ایک کاسہ میں رکھ کر لایا۔ میں نے روٹی بھی تلاش کی مگر نہ ملی رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے ان انڈوں

کو بغیر روٹی کے خوب سیر ہو کر کھایا اور کاسہ میں بریاں اٹھائے اسی مقدار میں موجود تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت کی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ بنی انمار میں گیا۔ ایک موقع پر آپ ﷺ نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا: اے کیا ہوا ہے اس کی گردن کٹے۔

یہ بات متعلقہ شخص نے سن لی اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری گردن راہِ خدا میں کٹے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں راہِ خدا میں۔ حضرت جابر ؓ کا بیان ہے وہ شخص جنگ ۱۰ یمایہ میں شہید ہوا۔

بنی نضیر بنی وائل بنی غطفان اور قریش کا متحدہ محاذ حضور ﷺ کے خلاف غزوہ خندق ۱۱ میں

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے یومِ احزاب میں فرمایا اس جارحیت کے بعد قریش کبھی منظم اور بھرپور جنگ اور جارحانہ کارروائی نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی یہ بشارت درست ثابت ہوئی۔ ۱۲

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان بن صرد ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے یومِ الاحزاب کے موقع پر فرمایا کہ قریش نے جب اپنے حلیف قبائل کو ناخوش کر دیا تو وہ انشاء اللہ اب ہم سے جنگ نہ کریں گے۔ (ابو نعیم نے حضرت جابر ؓ سے اسی مضمون کی روایت بیان کی) ۱۳

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت کی کہ ہم غزوہ خندق

۱ غزوہ بنی انمار غزوہ ذات الرقاب ایک ہی جنگ ہے۔ پہلے نام میں قبیلہ سے نسبت اور دوسرے میں مقام سے ہے۔
۲ یہ جنگ یمایہ عہدِ صدیقی میں ۱۱ھ میں مسلمانوں کے مقابل تھی۔

۳ غزوہ خندق اور غزوہ احزاب ایک ہی جنگ ہے۔ پہلے نام میں اس خندق سے نسبت ہے جو لشکر اسلام کے ارد گرد اس لڑائی میں بنائی گئی تھی اور دوسرے میں ان قبائل گردہوں اور جماعتوں سے نسبت ہے جن سے ساز باز اور اتحاد کر کے قریش اپنے ساتھ میدانِ جنگ میں لائے تھے۔

۴ اس کا تجزیہ اگر کسی نے کیا ہو تو وہ ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ کہ حضور ﷺ کی یہ بشارت اور پیشگی اطلاع الہامِ خداوندی کی بنیاد پر تھی یا ذاتی سیاسی بصیرت کی بناء پر۔ بہر طور سر و کائنات کی بشارت خواہ کسی بنیاد پر ہو حق ہوتی تھی چنانچہ یہ بھی ہوئی وہ کبھی نہرد آ زما نہ ہو سکے اور ۲ سال ۱۰ ماہ کے بعد مکہ فتح ہو گیا

۵ بنی نضیر کے یہود جو خیبر میں جا کر سکونت پذیر ہو گئے تھے ان میں سے بعض سردار قبیلہ بنی وائل کی ایک جماعت کو اپنے ہمراہ لے کر مکہ پہنچے اور مشرکین قریش سے تبادلہ خیال کر کے ایک جنگی منصوبہ بنایا تا کہ مشترکہ وسائل و قبائل کو یکجا کر کے محمد (ﷺ) کے خلاف ان کو استعمال کیا جائے اور مسلمانوں کو معاذ اللہ معاذ اللہ صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ اس کے بعد بنی غطفان کو بھی اپنے مقصد سے متفق بنا کر اتحادیوں میں شامل کر لیا گیا۔ حسبِ قرارداد و منصوبہ جنگ قریش مکہ اور غطفان اپنی پوری طاقت کے ساتھ اسلام کو مٹانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ (بقیہ جاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے موقع پر گڑھے کھود رہے تھے کہ ایک چٹان اس میں آ گئی۔ لوگوں نے حضور ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا:

(بقیہ حاشیہ) حضور سرور کائنات ﷺ کی یہ بشارت اور حضور ﷺ کی یہ پیشگوئی حرف بہ حرف صحیح اور درست ثابت ہوئی۔ بعد میں رونما ہونے والے واقعات شاہد ہیں کہ باوجودیکہ تمام مشرکین کی متحدہ قوت ایک جانب تھی لیکن ان کو شکست اٹھانا پڑی اور پھر وہ کبھی مسلمانوں پر حملہ کی جرأت نہ کر سکے اور ۲ سال ۱۰ ماہ بعد مکہ فتح ہو گیا۔

چونکہ اس موقع پر عرب کے متعدد قبائل متحد ہو گئے تھے۔ اسی وجہ سے اس جنگ کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔

نبی مکرم ﷺ کو جب مشرکین و مخالفین اسلام کے ارادوں کا علم ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ ہم مدینہ سے نکل کر مقابلہ کریں اور کھلے میدان کی بجائے اپنی حفاظت کے لئے چاروں طرف خندق کھود لیں۔ اہل عرب کے لئے خندق کی کھدائی کا عمل ایک نیا تجربہ تھا اور خندق کھود کر مورچہ بندی کرنے سے واقف نہ تھے لیکن اس کی افادیت کے پیش نظر حضور ﷺ نے اس مفید رائے کو پسند فرمایا اور ۸ ذی قعدہ ۵ھ کو اتنی بڑے لشکر کے مقابلے میں صرف تین ہزار کے قلیل لشکر کے ساتھ اپنے شہر مدینہ سے نکلے اور وادی اُحد میں خیمہ زن ہوئے۔

صبح کی نماز سے اول وقت فارغ ہوئے اور پانچ ہاتھ گہری خندق کی کھدائی کا کام مجاہدین کے گروہ بنا کر برابر برابر اور علیحدہ علیحدہ مساوی پیمائش کے مطابق شروع کر دیا گیا اور مجاہدین اسلام اور فدایان دین کی عُسرت کی حالت تھی شدید سردی کا موسم پہاڑ کی وادی میں اس کا زور اور لہروں میں بڑودت بڑھ گئی تھی بایں ہمہ رسد اور سامان خوراک کی کمی کی وجہ سے کئی وقت کے فاقے سے تھے مگر لگا تار محنت کر کے خندق کی کھدائی مکمل کر لی گئی۔ اس موقع پر حضور ﷺ نے بھی کئی وقت سے کھانا تناول نہیں فرمایا تھا۔ حضور ﷺ کے شکم مبارک پر رفعِ گرسنگی کی غرض سے کئی پتھر بندھے ہوئے تھے بایں ہمہ آپ اپنے شریک کار کے ساتھ اپنے حصہ کی کھدائی میں مصروف تھے۔

اسلامی لشکر خندق سے مدافعت کر چکا تھا پھر اس کے بعد کفار کا اتحادی لشکر اُحد کے قریب پہنچ کر اتر گیا۔

بنی نضیر کا سردار جی بنی اخطب بنی قریظہ کے رئیس کعب بن اسد کے پاس آیا اور کہا ”میں اس دفعہ اس قدر کثیر فوج اور جنگجو افراد لایا ہوں کہ مسلمان ہرگز ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے نہ فقا ہونے سے خود کو بچا سکتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ تم بھی ہمارا ساتھ دو۔“ کعب نے جواب دیا کہ:

”میں محمد (ﷺ) سے معاہدہ کر چکا ہوں اور اب تک ان سے بجز وفا اور راستی کے دوسری بات نہیں دیکھی اس لئے ظاہر ہے معاہدہ کو کیسے توڑ سکتا ہوں۔“

لیکن بنی نضیر کے سردار جی نے اس قدر اصرار کیا اور ایسے خوش آئند انجام کا یقین دلایا کہ وہ بالآخر عہد شکنی کر کے ان کے ساتھ شریک ہو گیا۔

رسالت مآب ﷺ کو جب معلوم ہوا تو قریش اور غطفان کے معاملات سے بھی زیادہ اس سے اندیشہ ہوا اور وہ اس وجہ سے کہ یہ پڑوسی تھے لہذا آپ ﷺ نے دو انصاری سرداروں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو جو زمانہ جاہلیت میں بنی قریظہ کے حلیف تھے بھیجا کہ جا کر صحیح صورت حال دریافت کریں۔ یہ دونوں حضرات جب ان کے علاقے میں پہنچے تو دیکھا کہ انہوں نے عہد و میثاق کے علی الرغم جنگ کی تیاری شروع کر رکھی ہے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ملامت کی مگر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”جانے دو کہ ہمارا ان کے ساتھ معاملہ اور اصل زبانی طنز ملامت سے کہیں زیادہ ہے۔“

ان دونوں اصحاب رضی اللہ عنہم کی تصدیق کے بعد حضور ﷺ کو رنج ہوا اور پریشانی بھی۔ اس زمانے میں مسلمانوں کے مصائب انتہا کو پہنچ چکے تھے جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا جا چکا ہے تین تین دن کا فاقہ خندق کی کھدائی پر آشوب خبریں بے سروسامان تمام لشکر کی سربا کی شدت اور سختی اور ہر طرف سے دشمنوں کا زور۔

(بقیہ اگلے صفحے پر)

میں ابھی چلتا ہوں، آپ کے شکم اقدس پر پتھر بندھا تھا اور تین وقت سے کھانا نہیں کھایا تھا۔ پس سردارِ کونین ؓ کدال لے کر تشریف لائے، چٹان پر ضرب لگائی اور وہ شکستہ ہو گئی، پھر مزید چوٹیں ماریں حتیٰ کہ وہ پاش پاش ہو گئی۔

(بقیہ حاشیہ) اس سے آگے کی چار آیات میں منافقین کے رویہ پر اجمالی تبصرہ ہے اور اس سے بعد چار آیات کے اندر از ۱۶ تا ۱۹ حضور ؐ کو بتایا گیا ہے کہ آپ ؐ ان کو یہ حقائق سمجھا کر اس طرح متنبہ فرمادیجئے۔

بہر حال منافقین کا نفاق ظاہر ہونے لگا اور وہ اپنے گھروں کے انتظام اور حفاظت کے حیلے بہانے کر کے بھاگنے لگے۔ اس سختی اور جاں گسل حالت میں لشکرِ اسلامی کو بیس دن سے زیادہ گزر گئے۔

حضور نبی کریم ؐ نے دشمنوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے غطفان کے سردار اور سپہ سالار عیینہ فزاری سے نہایت دانشمندانہ اور حکیمانہ طور پر گفت و شنید شروع کی۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا:

”عیینہ! اگر تم اپنے قبیلہ غطفان کو لے کر چلے جاؤ تو ہم مدینہ کی کل پیداوار کا ایک تہائی حصہ ہر سال تم کو دیتے رہیں گے۔“

وہ اس طمع میں جانے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ لیکن حضور ؐ نے تحریری معاہدہ ہونے سے پہلے انصار کے دونوں سرداروں حضرت سعد بن معاذ ؓ اور حضرت سعد بن عبادہ ؓ کو بھی بلا کر تبادلہ خیال کیا تو انہوں نے کہا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ ؐ اللہ کے حکم سے یہ معاملہ کر رہے ہیں یا اپنی رائے سے؟“ رسول اللہ ؐ نے فرمایا:

”میں اپنی رائے سے ایسا کر رہا ہوں۔“

حضرات سعد بن معاذ ؓ نے عرض کیا کہ: ”جب ہم مشرک اور بت پرست اللہ کی معرفت اور طریق بندگی سے ناواقف و نا آشنا تھے اے اللہ ﷻ کے رسول ؐ! اس زمانے میں بھی ان کا یہ حوصلہ نہ ہوا کہ وہ مدینہ کا ایک ٹرما بھی بلا قیمت لینے کا ارادہ کر سکیں اور اے ہمارے پیشوا ؓ! اب جبکہ ہم کو اللہ ﷻ نے آپ کے ذریعہ سے ہدایت و معرفت اور عزت و مرتبت اور ہمت و جرأت دے دی ہے تو ہم ایسے لوگوں کو اس مہربانی یا تحفہ کے طور پر کہ وہ ہمدردی فرما کر ہم سے نہ لڑیں، اپنے مدینہ کی محنت کی پیداوار میں سے ایک تہائی دے دیں، اے سردارِ عالم ؓ! یہ تو ہم سے کبھی نہ ہوگا۔ سوائے برچھوں کی آبی اور ٹکواروں کی دھار جراثیم کی ٹیس اور تیروں کی بوچھاڑ کے ان کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔“

قرآن حکیم نے ان سرداروں اور دوسرے ان کے مخلصین ساتھیوں کے طرز عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کو سراہا ہے۔ (پا ۱۱۲، ۱۱۳)

ان انصاریوں یعنی اوس اور خزرج کے مخلص و مومن سرداروں کا ہمت افزا جواب پا کر سردارِ کائنات ؐ مطمئن ہو گئے اور پھر عہد نامہ نہیں لکھا۔

اسی عرصہ میں ایک روز قریش کے چند نوجوان اپنی کثرت کے زعم اور جنگ کے جوش میں گھوڑے دوڑاتے ہوئے مسلمانوں پر حملے کے لئے بڑھے۔ جن میں ایک مع گھوڑے کے خندق میں گر کر ہلاک ہو گیا اور دوسرے کو انہیں بھوکے اور مصائب کا شکار، مگردین حق کے پرستاروں نے قتل کر ڈالا اور بعض خندق کے پار بھی نکل آئے جن میں ایک عمرو بن ودعرب کا نامی شہسوار تھا۔ حضرت علی ؓ نے آگے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا اور قتل کر دیا۔ پھر کفار خندق کے باہر سے تیر برساتے رہے اور دن بھر لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔

حضور نبی کریم ؐ نے خواتین اور بچوں کو ایک محفوظ قلعہ میں مدینہ کے پاس رکھا تھا، بنی قریظہ کا ایک یہودی عورتوں کی پناہ گاہ کے پاس آ کر حملہ کرنے اور اندر داخل ہونے کا سراغ لگا رہا تھا۔ حضور ؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ لہذا حضرت حسان بن ثابت ؓ سے جو طلتِ اسلامیہ کے شاعر تھے، معترض تھے اور خواتین کے ساتھ چھوڑ دیئے گئے تھے، ان (بقیہ اگلے صفحے پر)

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ضرورت سے گھر جانا چاہتا ہوں حضور ﷺ اجازت عطا فرمادیں۔ کہا جاؤ میں گھر آیا اور بیوی سے حضور ﷺ کے اتنے دنوں سے کچھ نہ کھانے کا ذکر کیا۔ انہوں نے جواب دیا کچھ جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ ہے۔ میں نے بچہ کو

(بقیہ حاشیہ) سے کہا: باہر جا کر اس کو قتل کر دیجئے۔ حسان ؓ میں جرأت نہ ہوئی۔ بلا آخر خود حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا گئیں اور اس زور سے لٹھ مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور مر گیا۔ پھر انہوں نے حضرت حسان ؓ سے کہا کہ اس مقتول کے ہتھیار اتار لاؤ لیکن ان کی امت نہ ہوئی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دوبارہ گئیں اس کے ہتھیار اتارے اور سر کاٹ کر دوسری طرف جہاں یہودیوں کا جھگٹھا تھا پھینک دیا۔ یہودی بڑیدہ کے سر کو دیکھ کر وہاں سے بھاگے اور انہوں نے سمجھا کہ یہاں کچھ محافظ ضرور ہیں۔ ایک کالی اور تاریک رات میں نعیم بن مسعود جو بنی غطفان کے ایک ہرذعزیز اور ممتاز رئیس تھے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا:

”اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! میں صدق دل سے مسلمان ہو گیا ہوں۔ لیکن میری قوم میں سے کوئی تنفس واقف نہیں ہے۔ ازراہ لطف کرم مجھے کسی خدمت پر جو حضور ﷺ کے نزدیک اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید ہو اس پر مامور فرما دیجئے۔“

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم اس وقت ایسی حالت میں ہو کہ دانائی اور فہم سے کام لے کر دشمنان اسلام میں پھوٹ ڈال سکتے ہو اور جنگ میں اس طرح کی دراندازی جائز اور درست ہے۔“ حضور ﷺ سے مشاورت کر کے اور آپ کا غشا معلوم کر کے وہ واپس اپنی قوم میں چلے گئے۔

نعیم ؓ نے بنی قریظہ کے سردار کو جوان کے پرانے دوست تھے بلا کر کہا کہ:

”اے میرے پرانے ساتھیو اور دوستو! آپ لوگ واقعی سنجیدگی سے غور کرنے کے بعد اس محاصرہ اور جنگ میں شریک ہوئے ہو۔ میں ایک قدیمی خیر خواہ ہونے کی حیثیت سے صاف صاف کہتا ہوں کہ قریش کے معاملات اور حالات تم سے مختلف ہیں۔ اگر وہ محاصرہ اٹھا کر چلے گئے تو تم کو ایک اپنی ہمسایہ قوم سے جو بہر حال ایک اصول پسند اور شرافت شعار ہے فیصلہ کن جنگ لڑنی ہوگی۔ اس سلسلہ میں میرا مشورہ یہ ہے کہ ”تم قریش کے چند سرداروں کو بطور برغمال اپنے پاس رکھ لو۔“ اس کارروائی سے یہ ہوگا کہ اس طرح وہ جنگ کی ہولناکیوں اور اس کے مصائب میں تم کو تنہا چھوڑ کر نہ جائیں گے۔ سرداران بنی قریظہ کے ذہنوں میں یہ بات نقش ہوگئی۔

اس کے بعد نعیم ؓ رؤساء قریش کے پاس گئے اور ابوسفیان وغیرہ سے کہا:

”جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں بنی قریظہ کا محمد (ﷺ) کے ساتھ معاہدہ تھا اور وہ اس کی خلاف ورزی کر کے ہمارے ساتھ ہو گئے تھے۔ مگر وہ ایسا کر کے اور بعض دوسری مصالح کی وجہ سے محمد (ﷺ) سے کہلا چکے ہیں کہ ہم نادم ہیں اور از سر نو معاہدہ کے خواستگار ہیں ہم دوبارہ معاہدہ سے قبل پچھلے رویہ اور خلاف ورزی کی تلافی نیز اس مرتبہ طلب معاہدہ کے اخلاص کے ثبوت کے لئے قریش اور غطفان کے چند سرداروں کو حیلے بہانے سے قابو میں کر کے آپ کے حوالے کر دیں گے اور پھر ہم اور آپ مشورے سے منصوبہ جنگ بنا کر ان کو ہزیمت و نامرادی کے ساتھ نکال دیں گے۔“ یہ ہے کعب بن اسد قریشی کا پیغام جس پر وہ مسلمانوں کا حلیف ہو چکا ہے۔ اس کے بعد حضرت نعیم ؓ نے غطفان کے سردار عیینہ فزاری سے بھی ایسا ہی کچھ کہا۔

شعبہ کی رات میں قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابی جہل کو چند آدمیوں کے ہمراہ کعب بن اسد سردار بنی قریظہ کے پاس بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ:

”اے محترم دوست کعب! محاصرہ بہت طویل ہو چکا ہے سامان اور رسد ختم ہو رہا ہے اور آدمی زحمت اٹھا رہے ہیں ہمارا خیال ہے کہ صبح کو نکل کر جو کچھ کرنا ہے کر ڈالیں۔“

کعب نے جواب دیا کہ کل تو سنت کا دن ہے جس میں ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ نیز ہم شریک جنگ اس وقت ہوں گے جب تم اپنے چند سرداروں کو بطور ضمانت ہمارے سپرد کر دو گے۔

(بقیہ اگلے صفحے پر)

ذبح کیا اور جو کا آٹا پسوایا، گوشت پکنے کو رکھ دیا۔ پھر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: ”حضور ﷺ اہلیہ نے کچھ کھانا تیار کیا ہے براہ کرم آپ ﷺ ایک یا دو اشخاص کے ہمراہ گھر پر چلنے کی زحمت فرمائیں۔“

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا:

”جابر رضی اللہ عنہ! کتنا کھانا ہے؟“ میں نے مقدار بتادی۔ آپ نے ارشاد فرمایا بہت خوب! جب تیار ہو جائے تو میری قیام گاہ پر لے آنا۔ میں لے آیا۔ آپ نے اس پر چادر ڈال دی اور اعلان کرادیا کہ تمام مجاہدین اسلام باری باری آ کر حضور ﷺ سے کھانا حاصل کر لیں۔

حضور ﷺ چادر کے نیچے ہاتھ ڈالتے اور روٹیاں اور بوریاں گوشت تقسیم فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ سارا لشکر بہرہ یاب ہو گیا اور حضور ﷺ نے مجھ کو دے کر خود بعد میں لیا اور پھر فرمایا: باقی ماندہ

(بقیہ حاشیہ) قریش اور غطفان کو یہ سن کر نعیم ﷺ کی بات کا یقین ہو گیا اور انہوں نے کہلا بھیجا کہ ہم کسی آدمی کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتے اور اسی بنیاد پر باہم بے اطمینانی اور بد دلی پیدا ہو گئی۔

حضور ﷺ نے یہ خبریں سنیں تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو تجسس حال کے لئے بھیجا۔ رات میں وہ جا کر قریش میں مل گئے۔ ابوسفیان نے سب کو مخاطب کر کے کہا کہ ہر شخص اپنے پاس والے کا ذمہ دار ہے وہ دیکھ لے کہ کوئی اجنبی تو اس کے قریب نہیں بیٹھا ہے۔ پس حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فوراً اس شخص کا ہاتھ پکڑا اور بے باکی سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اور اس نے تعارف کرایا۔

ابوسفیان نے کہا: ”حضرات مجھے آپ کے جذبات کا احساس ہے بے شک ہم گھروں سے باہر پڑے ہوئے ہیں ہوا کے جھکڑ خیموں کو مستقل طور پر اکھاڑ چکے ہیں کیونکہ ہواؤں کے طوفان دوبارہ ان کو نصب نہیں ہونے دیتے۔ ہمارے آدمی اور جانور تباہ اور خستہ حال ہو گئے کئی وقت سے نہ آگ جل سکی ہے اور نہ کھانا پکا ہے۔ لہذا سامان باندھ لیجئے اور طلوع آفتاب سے پہلے روانگی کر دیجئے۔“

اس طرح اللہ ﷻ نے مصیبت کی اس بھیانک گھٹا کو مسلمانوں کے سروں سے ہٹا دیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ط (پہلے احزاب ۹)

۲. وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ط وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ط (پہلے احزاب ۲۵) دی۔

۱۔ اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے۔ اور اللہ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

۲۔ اور اللہ نے کافروں کو ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ پلٹایا کہ کچھ بھلا نہ پایا اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفالت فرما دی۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس غزوہ میں کل چھ مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں ایک حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ رئیس انصار بھی ہیں۔ ان کی رگ اکھل میں ایک تیر آ کر لگا تھا اس سے خون کا اخراج رہتا تھا۔ بنی قریظہ کا فیصلہ کرنے کے بعد آپ نے اسی زخم سے وفات پائی۔ مشرکین کے کشتوں کی تعداد تین تھی۔

غزوہ خندق کا بیان سورہ احزاب میں ہے جو قرآن کی سورتوں کی ترتیب میں ۳۳ نمبر پر ہے۔ اس سورہ میں غزوہ خندق کے بعد بنی قریظہ کے واقعات حصار ت، قتل اور قید وغیرہ کو بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے بعد قریش کے دو نامور سردار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مدینہ آ کر اسلام لائے۔ اہل عرب حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق اس کے بعد مسلمانوں کے خلاف کبھی منظم ہو کر حملہ آور نہ ہو سکے۔

گھر پر لے جاؤ اور آس پاس کی عورتوں میں ہدیہ کے طور پر تقسیم کر دو کیونکہ سب لوگ بھوکے ہیں۔
ابو یعلیٰ اور ابن عسا کر رحمہما اللہ نے بہ طریق عبید اللہ بن علیؓ حضرت ابورافعؓ سے روایت کی رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک روز غزوہ خندق کے زمانے میں ایک طباق کے اندر بکری کا بریاں گوشت لایا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابورافع مجھے بازو دے دو۔

میں نے دے دیا اس کے بعد پھر فرمایا: بازو دے دو اور میں نے دے دیا۔ تیسری بار پھر فرمایا بکری کا بازو دے دو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! بکری کے بازو دو ہی ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تم یہ بات نہ کہتے تو جتنی بار میں طلب کرتا تم برابر دیتے رہتے۔
ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ احزاب کے موقع پر خندق کی کھدائی کے لئے تشریف لے گئے۔ کدال سے ضرب ماری اور فرمایا ہے یہ ضرب وہ ہے جس کے ذریعہ اللہ ﷻ روم کے خزانوں کو مسلمانوں کے لئے مفتوح کرے گا۔ اس کے بعد دوسری ضرب ماری اور فرمایا یہ ضرب وہ ہے جس کے ذریعہ اللہ ﷻ فارس کے خزانوں کو اپنے مسلمان بندوں کے لئے مفتوح کرائے گا۔ پھر تیسری ضرب ماری اور فرمایا یہ ضرب وہ ہے جس کے سبب اللہ ﷻ اہل یمن کو معین و مددگار بنائے گا۔

ابن سعد ابن جریر ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ ابن عوف مزنیؓ سے روایت کرتے ہیں۔ غزوہ احزاب میں خندق کی کھدائی کے وقت ایک بڑا سفید پتھر نکل آیا اس نے ہمارے لوہے کے آلات اور کدال توڑ ڈالے اور اس کا توڑنا ہم پر دشوار ہو گیا تو ہم نے حضور ﷺ سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سلمان فارسیؓ کے ہاتھ سے کدال لے کر اس پر ضرب لگائی اور وہ یکا یک پاش پاش ہو گیا۔ حضور ﷺ نے تکبیر بلند کی اور دوسری ضرب لگائی اور پھر اسی طرح تیسری ضرب لگائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اے لوگو! پہلی ضرب کے بعد میں نے حیرہ اور مدائن کے محلات دیکھے جو چمک رہے تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا: آپ کی امت ان کو فتح کرے گی اور دوسری مرتبہ میں نے روم کے محلات دیکھے اور مجھ سے حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا ان کو بھی مسلمان فتح کریں گے اور میں نے تیسری مرتبہ کی ضرب میں صنعاء کے محلات دیکھے اور پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ آپ ﷺ کے اتباع کرنے والے ان کو بھی فتح کر لیں گے۔

تو اے پرستارِ حق! تم کو نصرتِ خداوندی اور تائیدِ ایزدی کی یہ بشارت ہے۔

منافقین نے کہا مسلمانوں کو محمد ﷺ خوش خبری دیتے ہیں کہ وہ مدینہ سے حیرہ اور مدائن

کسریٰ کے محلات دیکھ رہے ہیں اور یہ کہ تم ان کو فتح کرو گے حالانکہ تم لوگ خندق میں کھود رہے ہو اور اتنی قوت بھی تمہارے اندر موجود نہیں کہ میدان میں نکل کر مقابلہ کر سکو تو اس موقع پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا (پہلا احزاب ۱۲) دیا تھا مگر فریب کا۔ (ترجمہ کنز الایمان)

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے سہل بن سعد ؓ سے روایت کی کہ غزوہ احزاب میں خندق کھودی گئی تو ایک پتھر نکلا اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم کی وجہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مجھے ان لوگوں پر ہنسی آئی جن کو مشرق سے قید کر کے جنت کی راہ پر لے جائیں گے مگر وہ اس کو برا سمجھیں گے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ آلِ مغیرہ کے ایک شخص نے کہا میں محمد ﷺ کو ضرور قتل کروں گا اور پھر اس نے اپنے گھوڑے کو خندق پار کرانے کے لئے ایڑ لگائی۔ وہ اتنی جست نہ لگا سکا اور خندق میں گر پڑا۔ لوگوں نے کہا اس کو ہمیں ہی دے دیجئے ہم اس کی دیت ادا کئے دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اس کو چھوڑ دو یہ خبیث ہے اور اس کی دیت بھی مکروہ ہے۔

نبیہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ ؓ سے فرمایا کہ اللہ ﷻ نے فرمایا: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَهْمُ الْبِاسَاءِ وَالضَّرَاءِ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهُ ط اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللَّهِ

۱۔ یہ آیت کریمہ سورہ بقرہ رکوع ۲۶ اور ۲۱۳ نمبر آیت ہے مطلب یہ ہے کہ: ”(اے مدعیان ایمان!) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی تمہیں جنت میں داخل مل جائے گا حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گزرا ہے جو تم سے پہلے مدعیان ایمان پر بیت چکا ہے؟ ان پر سختیاں گزریں، مصیبتیں آئیں، مارے گئے حتیٰ کہ پیغمبر وقت اور اس کے ساتھی اہل ایمان پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ اس وقت انہیں تسلی دی گئی کہ ہاں اللہ کی مدد قریب ہے۔“

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اور مومنین کو ہر دور میں باغی و سرکش لوگوں سے نہایت ہی سخت مقابلے پیش آتے رہے ہیں اور انہوں نے اپنی جانیں جو کھوں میں ڈال کر ہمیشہ برائیوں اور باطل طریقوں کو مٹانے اور دین حق کو قائم کرنے کی جدوجہد کی ہے۔ اس دین کا راستہ کبھی پھولوں کی سیج نہیں رہا۔

اس آیت کا مطلب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے کہ وہ اس کے مصداق تھے اور ان پر یہی بیت رہی

تھی۔

قَرِيب“ O! اور جب مسلمانوں نے احزاب کو یعنی قبائل اور جماعتوں کو بڑی تعداد میں اپنے خلاف اٹتے دیکھا اور ہر طرف سے زحمت کے سائے ان کی جانب بڑھنے لگے تو انہوں نے اس آیت کو پڑھ کر کہا کہ یہ ہے وہ وعدہ اور اس کا سامان اور یہ ہے وہ ”زلزلوں“ کی کیفیت جس سے ہم دوچار ہیں اور ”نصر اللہ“ کے ہم منتظر ہیں۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فر ”صبا“ سے میری مدد فرمائی گئی اور قوم عاد کو ”دُور“ سے ہلاک کیا گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرمایا جس وقت ”احزاب“ کی رات ہوئی تو شمالی ہوائے نے کہا جنوب کی طرف جا اور اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے ماننے والوں کی مدد کر تو جنوبی ہوائے نے کہا رات کو گرم ہوا نہیں چلتی ہے تو کافروں پر صبا کو بھیجا گیا اور اس نے ان کی آگ بجھا دی۔

بیہقی نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے فَارَسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا (پہلے اسجدہ ۱۶) ”تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی۔“ (ترجمہ کنز الایمان) کی تفسیر میں روایت کی کہ اس ریح یعنی ہوا کی نوعیت ”صبا“ تھی جو غزوہ خندق کے موقع پر مختلف احزاب کفر پر بھیجی گئی۔ ان کے سالن کے دیگ چولہوں پر سے اڑ گئے۔ خیموں کی رسیاں ٹوٹ گئیں اور وہ پتنگوں کی طرح ہوا میں لہرانے لگے وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا کے بارے میں فرمایا وہ نظر نہ آنے والا لشکر فرشتوں کا تھا اور فرشتوں کو قتال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ غزوہ احزاب کی آخری شب بہت زیادہ سرد تھی اور طوفانی ہوا چل رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”کون ہے جو ابھی جائے اور مشرکین احزاب کے ارادوں اور حالات کی خبریں لا کر ہمیں دے اور قیامت کے روز وہ میری معیت قبول کرے۔“

اس بات کا ہم میں سے کسی نے جواب نہ دیا۔ حضور ﷺ نے دوسری مرتبہ پھر وہی بات ارشاد فرمائی اور پھر تیسری بار بھی اس کے بعد فرمایا:

”اے حذیفہ رضی اللہ عنہ! تم اٹھو اور یہ کام انجام دو۔“

میں جب لشکر کفار میں پہنچا تو یوں محسوس ہوا جیسے میں حمام میں پہنچ گیا ہوں اور جب واپس آیا تو ایسا تھا جیسے نخلستان طائف میں شب! ماہ کا موسم۔

۱۔ دی و ماہ دتیر وغیرہ شمس سال کے مہینے ہیں آج کل بھی ایران میں یہی زچ رائج ہے اور یہی مہینے استعمال ہوتے ہیں۔

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند کے ساتھ جو روایت کی ہے اس میں ہے کہ حضرت حذیفہ ؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا: ”احزاب الکفر میں اضطراب پیدا ہوا ہے تم پہنچو اور خبریں لا کر دو۔“

حذیفہ ؓ کا بیان ہے کہ میں لوگوں میں کم ہمت بھی تھا اور میرے اعصاب میں سردی وغیرہ کا احساس بھی زیادہ تھا میں اطاعت و تعمیل کے جذبہ سے روانہ ہوا اور رحمت عالم ﷺ نے پروردگار عالم سے دعا کے لئے لیوں کو جنبش دی کہ:

”اے رب العلمین جل جلالہ! حذیفہ ؓ کو اس کے آگے اس کے پیچھے اس کے داہنے اس کے بائیں اس کے اوپر اس کے نیچے سے محفوظ رکھ۔“

انہوں نے بیان کیا۔ اس روز میں ”مخبر“ خبر دینے والا جاسوس خون کے پیاسے دشمنوں کی مسلح عسکری تنظیم کے خفیہ اجلاس میں گھس کر ان کے اسرار و رموز کا پتہ لگانے کے لئے جانے والا تھا۔ بایں ہمہ میرے اندر قطعی ہر اس پیدائش ہوا بلکہ میرے اندر کچھ اس نوع کی طمانیت تھی جیسے مجرمین کے جرائی منصوبے کا سراغ لگانے کے لئے ایک خبری جاسوس روانہ ہو رہا ہو۔ سردی کا تو ذکر ہی کیا۔

میں کفار کے لشکر میں پہنچا اور میں نے سنا لوگ کہہ رہے تھے ”کوچ کرو کوچ کرو۔“ کوئی کہہ رہا تھا ”ہم یہاں کیسے ٹھہر سکتے ہیں اور وہاں ہواؤں کا شدید ترین طوفان لشکر اور اس کے متعلقات کو زیر و زبر اور تلیٹ کر چکا تھا۔ یہ سب کچھ سننے اور دیکھنے کے بعد واپس ہو رہا تھا کہ مجھے کچھ سوار ملے ان کے سروں پر عمامے تھے اور جن کی تعداد شاید بیس ہو گئی۔ مجھے دیکھ کر رک گئے اور کہنے لگے:

”اپنے امام اور سردار سے کہہ دینا کہ خدائے تعالیٰ نے اشرار کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا۔“ اس کے بعد مجاہدین اسلام کے پرسکون ماحول سے گزر کر رسالت مآب ﷺ کے مستقر پر آیا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا.** (پہلا احزاب ۹)

”اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر کچھ لشکر آئے تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئے۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک رات غزوہ احزاب کے موقع پر ارشاد فرمایا: ”کون ہے جو میرے پاس مشرکوں کی خبریں لائے اور

اللہ ﷻ اسے جنت میں میرا رفیق بنائے۔“

حضور ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی۔ مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا چنانچہ اس کے بعد

حضور ﷺ نے فرمایا: ”اے حذیفہ رضی اللہ عنہ!“

”بلکہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!“ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا۔

”کیا تم نے میری بات سنی ہے؟“ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

”پھر کیا تمہیں اس کی تعمیل میں ہچکچاہٹ ہے؟“ حضور ﷺ نے سوال کیا۔

”نہیں تو“ صرف سردی بہت محسوس کر رہا تھا۔“ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا۔

”تمہیں سردی محسوس نہ ہوگی انشاء اللہ ﷻ۔“ حضور ﷺ نے فرمایا:

حذیفہ رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے اور خبریں لے کر لوٹے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے مجھ کو

بالکل سردی محسوس نہیں ہوئی۔ مگر واپسی کے بعد پھر میں ٹھنڈ محسوس کرنے لگا۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے

احزاب کے لئے بددعا کی کہ: اَللّٰهُمَّ مَنَزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَهْزِمِ الْاَحْزَابَ
اَللّٰهُمَّ اَهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

”اے خدا! کتاب کو نازل کرنے والے اور حساب میں تعجیل فرمانے والے! تو احزاب کو

ہزیمت دے ان کے منصوبے کو خاک میں ملا دے اور ان کو ہلا مار۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی خندق کی محسوری کے

آخری دنوں میں ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے ان کی آمد کے ساتھ ہی سخت

طوفانی ہوائیں دیکھ کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اَبَشِّرُوا الْمُؤْمِنِيْنَ“ مسلمانوں خوش ہو جاؤ۔

تین بار فرمایا۔

پھر ہواؤں نے ان کے خیموں اور ڈیروں کو اکھاڑ پھینکا، دیگوں کو الٹ دیا، طنائوں کو توڑ

دیا، ان کے خوابوں کو پریشان اور ان کے حوصلوں کو خاک میں ملا دیا۔ وہ وادی کے پڑاؤ سے اس

طرح سدھارے کہ ایک نے دوسرے کو پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ

نے مسجد میں غزوہ احزاب کے موقع پر پیر منگل اور بدھ کے روز دعائیں کیں اور حضور ﷺ کی دعا

تیسرے روز ظہر اور عصر کے درمیان قبول فرمائی گئی اور ہم نے آپ ﷺ کے چہرے پر چمک اور مسرت کے آثار دیکھ کر پہچان لیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے مشائخ سے روایت کی کہ عمرو بن عبدود نے خندق کے زمانے میں ایک روز گھوڑے کو ہمیز لگا کر کھائی کو پار کر لیا اور کہا: ”کوئی تم میں مرنے کا خواہش مند ہو تو وہ میرے سامنے آ جائے بے شک اس کو ایسا قاتل کہیں نہ ملے گا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے مقابلہ کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت کے ساتھ اپنی تلوار اور عمامہ مرحمت فرمایا اور دعا کی کہ اے اللہ ﷻ! اس مغرور پر علی رضی اللہ عنہ کی مدد فرما۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تیزی اور بے تابی کے ساتھ اس کی طرف بڑھتے گئے۔ حتیٰ کہ وہ بالکل قریب ہوئے علی رضی اللہ عنہ نے ایسی پر زور آواز سے تکبیر کہی کہ راوی کا خیال ہے عمرو کا دل کانپ گیا ہو گا۔ وہ کچھ پیچھے ہوا اور پھر دونوں کا غبار پھیلا اور عمرو دو پارہ ہو کر اس طرح گرا کہ اس کا سر گھوڑے کے ایک طرف اچھل رہا تھا اور دھڑ دوسری طرف ٹپ رہا تھا۔

غزوہ بنی قریظہ کے موقع پر حضور ﷺ کے معجزات کا ظہور

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا۔ آپ ﷺ نے تو ہتھیار اتار دیئے اور ہم یعنی فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے ہیں لہذا آپ ﷺ تشریف لے چلے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کس طرف؟ کہا وہاں اور بنی قریظہ کی سمت اشارہ کیا اور آپ ﷺ پھر اسی طرف روانہ ہو گئے۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تھے کہ ایک شخص نے باہر ہی سے ہمیں سلام کیا اور رسول اللہ ﷺ تیزی سے باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی دروازے تک گئی میں نے دیکھا تو وجہ کلی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ کچھ وقفہ کے بعد اندر آ گئے اور فرمایا اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور ہمیں بنی قریظہ کی طرف پہنچنے کا حکم دے گئے ہیں۔ میں نے کہا آپ ﷺ نے تو

ہتھیار اتار دیئے مگر ہم نے نہیں اتارے اور مشرکوں کا تعاقب کیا حتیٰ کہ ان کو حمراء الاسد پہنچا دیا۔
ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت کی ہے کہ اللہ ﷻ نے جب تک چاہا بنی قریظہ اور بنی نضیر کا محاصرہ ہم سے کرایا اور بغیر فتح ہم لوٹ کر آتے رہے۔ ایک روز حضور ﷺ نے پانی طلب فرمایا اور سردھویا۔ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور کہا آپ نے ہتھیار رکھ دیئے فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے ہیں۔ پس حضور ﷺ نے سر مبارک کو دھوئے بغیر ایک کپڑا طلب فرما کر سر سے لپیٹ لیا۔ ہم کو طلب فرمایا اور جب لوگ آ گئے تو بنو قریظہ اور بنو نضیر کے قلعوں اور آبادیوں کی طرف کوچ فرمایا۔ اللہ ﷻ نے فرشتوں سے ہماری مدد فرمائی اور بہت آسانی کے ساتھ مسلمانوں کو فتح یاب کیا اور ہم باری تعالیٰ کے فضل کے ساتھ واپس آئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کی کہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن خرمؓ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کی عورتوں میں سے اپنے لئے ریحانہ بنت عمرو کو منتخب فرمایا۔ مگر اس خاتون نے مسلمان ہونے سے صاف انکار کر دیا اس لئے آپ ﷺ نے اس سے علیحدگی اختیار فرمائی اس وجہ سے آپ ﷺ کی طبیعت پر کچھ اثر بھی ہوا۔ اسی عرصہ میں ایک روز آپ ﷺ مجلس صحابہؓ میں رونق افروز تھے۔ آپ ﷺ نے پیچھے سے کسی کے آنے کی آواز سنی فرمایا آواز کسی نیک بخت کے فرزند کی ہے جو مجھے ریحانہ کے اسلام کی بشارت دے گا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے چند واسطوں سے بنی قریظہ کے ایک شیخ سے روایت کی۔ اس

۱۔ احزاب کی جنگ ہوئی اس کے سلسلے میں مسلمانوں کو جس چیز نے سب سے زیادہ پریشان اور اندوہناک کر دیا تھا وہ بنو قریظہ کے لوگوں کی بد عہدی تھی اور وہ بالکل پاس بھی تھے ان کے لئے مسلمانوں کو نقصان پہنچانا دوسروں کی بہ نسبت زیادہ آسان تھا اور اس صورت میں ان کو برداشت کرنا دراصل آستین میں سانپ پالنے کے مترادف تھا۔ چنانچہ احزاب مشرکین سے فراغت پانے کے بعد آپ ﷺ نے فوراً اس فتنہ کو جڑ سے کاٹنے کے لئے فوج کشی کی اور انہوں نے اپنی طینت اور خو کے مطابق اور اسلام دشمنی کے جذبہ کی بناء پر اندامتِ انفعال اور پشیمانی کے اظہار کی بجائے اول تو مقابلہ کیا اور جب ضربات کی شدت اور تلواروں کی کاٹ کے آگے نہ ٹھہر سکے تو اپنے ان مضبوط اور محفوظ قلعوں میں جن کو وہ اپنی حفاظت کا ضامن سمجھتے اور باز کرتے تھے بیٹھ رہے اور ۲۵ روز محصور رہنے کے بعد درخواست کی کہ حضرت سعد بن معاذؓ ہمارے بارے میں جو فیصلہ کر دیں وہ ہم کو منظور ہوگا۔ حضرت سعدؓ بحروح اور خون کے اخراج کی وجہ سے بہت کمزور تھے مگر اس کے باوجود اللہ ﷻ کو ان سے یہ کام لینا تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا لڑنے والے قتل کر دیئے جائیں۔ عورتیں اور بچے اور جملہ اموال غنیمت قرار دیئے جائیں۔ چنانچہ ۴۰۰ مرد نیز ایک عورت بھی جس نے پھر گرا کر ایک مسلمان کو شہید کیا تھا قتل کر دیئے گئے۔

نے کہا ہمارے پاس ملک شام سے ایک یہودی آیا۔ اس کا نام ابن الہیان تھا اور ہم نے اپنی زندگی میں اس سے بہتر آدمی نہ دیکھا۔ وہ بزرگ ہمارے یہاں آ کر ٹھہرا۔

جب بارش نہ ہوتی تو ہم اس سے کہتے کہ دعا کرو اور وہ ہمیشہ یہ کہتا کہ دعا کے لئے نکلنے کے پہلے صدقہ دے دو اور ہم ایسا ہی کرتے۔ پھر وہ ہمیں لے کر حرہ کے مقام پر آتا اور اللہ ہم مجلس دعا سے اٹھتے بھی نہ تھے کہ بارش ہونے لگتی اور ہماری گھاٹیاں اور نالے پانی سے بھر جاتے اور یہ بات کوئی ایک دو مرتبہ نہیں کئی بار ہوئی۔ اس نے مرنے سے کچھ پہلے کہا:

”اے بنی اسرائیل! تم خیال کرتے ہو گے میں شام کی خوش منظر اور شاداب زمین اور وادیوں کو چھوڑ کر اس خشک بے آب و گیاہ بنجر اور بھوک و افلاس کے علاقہ میں کس وجہ سے آ گیا۔“ ہم نے جواب دیا کہ اس بات کو آپ ہی بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے کہا: ”سنو! اے صاحبو! یہ سب ترک وطن وغیرہ اس امید پر میں نے کیا کہ نبی آخر ظہور فرمانے والے ہیں اور یہ مقام اور علاقہ ان کی ہجرت کر کے آنے کا مقام ہے۔ میرا خیال تھا کہ شاید میری زندگی میں ایسا ہو کہ انبیاء عظیم السلام کی دعاؤں اور بشارتوں کے مطابق وہ آنے والے نبی مبعوث ہو جائیں۔

اس نبی کے متبعین کا خون بہایا جائے گا ان کی عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کیا جائے گا۔ ان کو ہر طرح سے خوف زدہ کیا جائے گا۔ ان کے باغ اور پھل رہ جائیں گے اور ان پر خدا سے پھرے ہوئے لوگ متصرف ہو جائیں گے۔ اے یہود ان قرینظہ! میں تو محروم رہا البتہ تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ اگر تم کو وہ عہد سعادت ملے تو تم اس سے استغفارہ کرنا اس کے بعد وہ فوت ہو گیا۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن رومان اور عاصم بن عمر رحمہما اللہ وغیرہ سے روایت کی کہ کعب بن اسد رضی اللہ عنہ نے بنی قریظہ سے کہا کہ اے گروہ یہود!

محمد ﷺ کا اتباع اور دعوت قبول کر لو۔ یہ نبی ہیں اور وہی نبی جن کا ذکر تم کتب آسمانی میں پڑھتے رہے ہو اور جن کے بارے میں ابن مریم ﷺ نے بشارت دی۔ یہود نے اپنے پیشوا کعب سے کہا آپ نے ساری باتیں درست فرمائیں اور وہ دوسری علامات بھی جو آپ ﷺ کی ذات سے متعلق ہیں۔ ہم نے ان کے مطابق آپ ﷺ (محمد ﷺ) کو پایا ہے مگر اتباع و تقلید اور ان کی دعوت اسلام کی قبولیت پر ہمارے دل مطمئن نہیں ہیں۔

یہودی پیشوا کی یہی باتیں سعید کے دونوں بیٹوں ثعلبہ و اسید اور اسد بن عبید رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب بنیں۔ جس رات قریظہ پر فتح پائی گئی اسی رات ان لوگوں نے اسلام قبول کر

لیا۔ اس روایات کے ماخذ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے بروایت واقدی رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ داؤد بن حصین از ابوسفیان مدنی بن ابی احمد رحمہم اللہ روایت کی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ثعلبہ بن مالک ؓ سے روایت کی کہا کہ سعید کے دونوں بیٹے ثعلبہ واسید اور ان کے علاوہ اسد بن عبید (ؓ) نے کہا اے بنی قریظہ کے لوگو! خدا کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ وہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ ہیں اور ان کے اوصاف ہمارے علماء اور بنی نضیر کے علماء نے بیان کئے ہیں اور یہ جی بن اخطب ان کا اول درجہ کا پیشوا ہے اور ابن الہیہ ان دونوں عالم ہمارے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ سچے ہیں۔ ابن الہیہ ان نے تو اپنی موت کے وقت ان (رسول کی) یہی صفت ہم سے بیان کی ہے۔

یہودیوں نے کہا ہم تو ریت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جب ان لوگوں کو انہوں نے انکار کرتے دیکھا تو وہ اسی رات اتر کے آگئے جس کی صبح بنو قریظہ باہر اتر کے آئے تھے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ خندق کی جنگ میں حضرت سعد بن معاذ ؓ کو تیر لگا جسے حبان بن عرتمہ نے ان کی اکھل میں مارا تھا تو نبی کریم ﷺ نے مسجد خندق میں ہی ان کا خیمہ نصب کر دیا تھا تا کہ مزاج پرسی قریب سے ہوتی رہے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ خندق سے واپس آئے اور ہتھیار جسم اقدس سے الگ کر کے غسل فرمایا تو اچانک جبریل علیہ السلام آئے اس وقت آپ سر اقدس غبار سے پاک و صاف فرما رہے تھے انہوں نے عرض کیا:

”آپ ﷺ نے تو ہتھیار اتار دیئے حالانکہ خدا کی قسم ہم نے ابھی نہیں اتارے ہیں۔ اب ان کی طرف چلے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کدھرا!

حضرت جبریل علیہ السلام نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کیا تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور یہود آپ کے حکم پر اتر کے آئے اور حضور ﷺ نے حکم کو حضرت سعد بن معاذ ؓ کی طرف پھیر دیا۔ حضرت سعد ؓ نے فرمایا میں حکم دیتا ہوں کہ ان کے جنگجو لوگوں کو قتل کیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور ان کی اموال تقسیم کر دی جائیں یہ حکم دے کر حضرت سعد ؓ نے دعا مانگی الہ العالمین تو خوب واقف ہے کہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں کہ میں اس قوم سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول ﷺ کو جھٹلایا اور وطن سے نکالا۔

اے خدا! میں یقین سے کہتا ہوں کہ تو نے ان کے اور ہمارے درمیان جنگ جاری کر دی ہے اور اے میرے خدا! اگر قریش سے یا کچھ دوسرے مخالفین اسلام سے سلسلہ جنگ اگر

جاری ہے تو مجھ کو اس میں حصہ لینے کے لئے زندہ رہنے دے اور اگر عرب اور قبائل کو تو نے اسلام کے لئے مغلوب کر دیا ہے تو پھر میرے اکھل سے خون کو رواں رکھ تا کہ وہ سارا خون تیرے دین کی جدوجہد میں بہہ جانے والا ہو جائے۔“

حضرت سعد بن معاذ ؓ کی رگ اکھل سے خون اسی طرح بہتا رہا یہاں تک کہ تمام خون بہہ گیا اور وہ قول خداوندی کے مطابق ”زندہ جاوداں“ ہو گئے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ طَبْلُ أَحْيَاءَ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ○ (پہا بقرہ ۱۵۴) ”اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔“
(ترجمہ کنز الایمان)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر ؓ سے روایت کی کہ خندق کے دن حضرت سعد بن معاذ ؓ کے تیر لگا اور ان کی رگ اکھل کٹ گئی اور خون جاری ہو گیا تو اس وقت انہوں نے دعا کی:

”اے میرے پروردگار! میری روح کو قبض نہ کر جب تک میری آنکھیں بنو قریظہ سے ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔“ اس دعا کے بعد رگ کا خون بند ہو گیا۔ حتیٰ کہ حضرت سعد ؓ ان کے معاملہ میں حگم ہوئے ان کے فیصلہ پر عملدرآمد ہوا پھر اس کے بعد رگ اکھل سے دوبارہ خون جاری ہو گیا اور ان کی شہادت واقع ہو گئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد ؓ کے بارے میں فرمایا کہ ان کی وفات پر عرش الہی کو جنبش ہوئی اور ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے کے ساتھ گئے اور حضرت جابر ؓ سے روایت کی کہ جبریل علیہ السلام بارگاہ نبوت میں آئے اور عرض کیا:

وہ کون بندہ صالح ہے جس نے وفات پائی ہے کہ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور عرش الہی جنبش میں ہے؟ تھوڑی ہی دیر میں معلوم ہوا کہ حضرت سعد ؓ کی وفات ہوئی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں داخل ہوئے کہ گھر میں سوائے حضرت سعد ؓ کے کوئی نہ تھا اور وہ چادر اوڑھے لیٹے تھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ حضور ﷺ نے قدم مبارک بڑھا کر دیکھا اور مجھ سے اشارہ فرمایا کہ ٹھہر جاؤ تو میں ٹھہر گیا اور کچھ پیچھے بھی ہٹ گیا۔ حضور ﷺ کچھ دیر ٹھہرے اس کے بعد باہر

تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو حضرت سعدؓ کے گھر میں کسی کو موجود نہ پایا“ مگر میں نے آپؐ کو بڑی احتیاط سے قدم بڑھاتے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کیا وجہ ہے؟“ ارشاد فرمایا: میرے لئے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی، تمام جگہ فرشتوں سے پر تھی۔ یہاں تک کہ ایک فرشتے نے اپنے بازوؤں کو سمیٹ کر میرے لئے جگہ نکالی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے محمود بن لبیدؓ سے روایت کی کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے کسی کی میت کو حضرت سعدؓ کی میت سے زیادہ ہلکا کبھی نہ اٹھایا۔ ارشاد فرمایا کہ حضرت سعدؓ کے ہلکے اور سبک ہونے میں کون سی چیز مانع ہوتی۔ ان کے جنازے میں تو اس قدر فرشتے اترے کہ اس سے پہلے کبھی نہ آئے وہ میت کو تمہارے ساتھ اٹھائے ہوئے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسنؓ سے روایت کی کہ حضرت سعدؓ جب فوت ہوئے تو وہ ایک تو مند قوی جثہ اور جسیم شخص تھے۔ منافقین کہنے لگے ہم نے اس سے زیادہ ہلکی میت کسی کی نہ دیکھی۔ مسلمانوں نے کہا تم کو ہلکے ہونے کی وجہ معلوم ہے؟

اس کی وجہ غالباً ان کا وہ فیصلہ ہے جو بنو قریظہ کے بارے میں انہوں نے دیا۔ ان باتوں کا ذکر کسی نے رسول اللہؐ سے کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ ان کے جنازے کو اٹھائے ہوئے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن شریلؓ سے روایت کی کہ حضرت سعدؓ کی قبر سے کسی نے ایک مٹھی خاک اٹھالی اور اپنے ساتھ لے گیا پھر جب کسی دوسرے وقت اس نے دیکھا تو مثل مشک کے تھی۔ اس واقعہ کو سن کر رسول اللہؐ نے فرمایا: سبحان اللہ سبحان اللہ اور مسرت و انبساط کی کیفیت کو آپؐ کے چہرہ پر دیکھا گیا اور فرمایا:

الحمد للہ اگر کوئی قبر کے ضغط سے نجات پانے والا ہوتا تو حضرت سعدؓ ضرور اس سے نجات پاتے۔ قبر نے ان کو ضم کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے کشادہ فرما دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ انہوں نے بتایا کہ حضرت سعدؓ کی قبر کھودنے والوں میں ایک میں بھی تھا اور ہم کھدائی کے دوران مٹی سے خوشبو پاتے تھے۔

حضور ﷺ کا ایک معجزہ جو ابوارافع کے قتل پر ظاہر ہوا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کی کہ حضرت عبد اللہ

بن عتیک ؑ جب ابورافع یہودی کو قتل کر کے نیچے اترے تو اس کے گھر کی سیڑھی سے گر کر زمین پر آ رہے اور پنڈلی ٹوٹ گئی تو انہوں نے کہا۔

جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ! تو میں نے پھیلا دیا۔ آپ ﷺ نے اس پر دست مبارک پھیرا تو میری پنڈلی ایسی ہو گئی جیسے اس پر کوئی ضرب ہی نہ لگی ہو۔

سفیان بن یح ہذلی کے قتل کے سلسلے میں جو معجزہ ظاہر ہوا

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت عبداللہ بن انیس ؑ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو بلا کر فرمایا۔ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ ابن یح ہذلی مجھ سے جنگ کرنے کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ وہ نخلہ یا عرنہ میں ہے تو تم جا کر اسے قتل کر دو۔

میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! مجھے اس کی پہچان بتا دیجئے تاکہ شناخت کر سکوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی شناخت یہ ہے کہ جب وہ تم کو دیکھے گا تو لرزے اور کانپنے لگے گا۔ میں روانہ ہو کر اس کے پاس پہنچ گیا اور جب میں نے اسے اور اس نے مجھے دیکھا تو وہ کانپنے لگا۔ پھر میں کچھ دور اس کے ساتھ چلا اور جب میں نے اندازہ کر لیا کہ میں اس پر قابو پاسکتا ہوں تو میں نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ خدا تمہیں سرخرو کرنے۔ میں نے کہا اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ میں نے اسے قتل کر دیا۔ فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور مجھے ایک عصا دیا اور ہدایت فرمائی کہ اسے پاس رکھو۔

میں نے کہا بہت اچھا۔ مگر حضور ﷺ یہ کیا کوئی خاص کاموں میں مدد دے گا؟ فرمایا یہ قیامت کے روز میرے اور تمہارے درمیان نشانی ہوگی تو عبد اللہ ﷺ نے عصا کو اپنی تلوار کے ساتھ ملا کر رکھا اور جب انتقال ہوا تو وصیت کی کہ عصا کو کفن میں رکھ دیا جائے۔

غزوہ نبی مصطلق کے سلسلے میں بعض معجزاتِ مصطفویٰ ﷺ

واقعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا مجھ سے سعید بن عبد اللہ بن ابی الابیض ؑ نے اپنے باپ سے انہوں نے ان کی دادی سے جو جویرہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں یہ حدیث بیان کی کہ میں نے جویرہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم اپنے قبیلے میں تھے۔ اس موقع پر میں نے اپنے باپ کو جو قبیلہ کے ہر دل عزیز سردار اور بڑے شجاع تھے یہ کہتے سنا ”ہمارے مقابلہ میں وہ لوگ آئے ہیں جن سے نمٹنے کی ہم میں تو طاقت نہیں۔“

باوجود یہ کہ اہل قبیلہ بڑے جیالے اور حوصلے والے تھے۔ میں نے اسی وجہ سے مخالفین پر پوری توجہ سے نظر ڈالی اور بہ غور جائزہ لیا تو میری نگاہیں خیرہ ہو گئیں وہ تو بہت ہی زیادہ تھے پھر جب میرے باپ کو شکست ہو گئی اور میں اسلام قبول کر کے رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئی اور مسلمانوں کا لشکر واپس ہوا تو میں نے لشکر کا پھر جائزہ لیا تو وہ زیادہ نہ تھا۔ میں چونکہ مسلمانوں میں ان کی ہر ادا میں ان کی طرز معاشرت میں بڑی خوبیاں مشاہدہ کر رہی تھی جو اسلام کی عظمت میرے دل میں پیدا کر رہی تھیں۔ لہذا مسلمانوں کی تعداد کم و بیش نظر آنے کے بارے میں مجھے یہ خیال ہوا کہ ضرور اللہ ﷻ نے مسلمانوں کا رعب اور خوف پیدا کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔

نبیہتی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نیز واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان کی کہ میں نے حضور ﷺ کے تشریف لانے سے تین دن پہلے خواب دیکھا کہ ایک چاند مدینہ سے روانہ ہوا ہے اور میری گود میں آ کر ٹھہر گیا ہے۔ میں نے اس خواب کو بہتر نہ سمجھا کہ لوگوں کو بتاؤں۔ تیسرے روز مسلمانوں کی آمد جنگ خواتین قبیلہ کی گرفتاری اور میرا حضور نبی کریم ﷺ سے نکاح ہونا یہ تمام واقعات رونما ہوئے اور اس طرح مجھے خواب کی تعبیر مل گئی۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ سفر سے تشریف لا رہے تھے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ہوا ایسی تیز ہوئی کہ احتمال تھا کہ سواروں کو گرد و غبار ڈھانپ لے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ آندھی کسی منافق کی موت کی علامت ہے پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا منافقین کا پیشوا فوت ہو گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی میں جو آندھی چلی تھی وہ بعد میں دن کے آخری حصے پر سکون ہو گئی۔ لوگوں نے اپنی اپنی سواریوں کی خیر خبر لی جس کے بعد معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی سواری کا اونٹ غائب ہے پھر اس کی تلاش میں لوگ ہر طرف نکل گئے۔ ایک منافق چند انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مصروف کلام تھا۔ جب اونٹ کی تلاش کے بارے میں اسے معلوم ہوا تو کہنے لگا کہ:

”اے مدینے والو! کیا اللہ ﷻ حضور اکرم ﷺ کو یہ نہ بتلائے گا کہ تمہارا اونٹ کہاں ہے حالانکہ حضور ﷺ کی تو عادت ہے کہ وہ بہت بڑی بڑی باتوں کو بتا دیا کرتے ہیں۔“ یہ کہہ کر وہ وہاں سے اٹھا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس باتیں سننے کے لئے آ گیا۔ آپ ﷺ کو اللہ ﷻ نے اس کے اقوال بیہودہ سے آگاہ فرما دیا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ”ایک جھوٹے مسلمان نے اس طرح بد گوئی کی ہے“ اور اس کا

قول انہیں الفاظ میں لوگوں کو بتا کر فرمایا:

”سن لو اور تم میں اگر وہ بھی پہنچ گیا ہے تو وہ بھی سن لے۔ اللہ ﷻ نے مجھے بتا دیا ہے جہاں وہ اونٹ ہے اے لوگو! جاؤ اور جا کر دیکھو۔“ وہ سامنے کی گھاٹی میں ہے اس کی ٹکیل ایک جھاڑی میں الجھ گئی ہے۔

لوگ گئے اور اونٹ کو لے آئے۔ منافق اس ”دید و شنید“ کے بعد بہت زیادہ اور امکانی تیزی کے ساتھ ان لوگوں کے پاس گیا جہاں بیٹھ کر اس نے حضور ﷺ پر طنز کیا تھا۔ ان انصاری لوگوں کو اس نے وہیں پر موجود پایا۔ منافق نے سوال کیا: ”میں تم کو قسم دیتا ہوں۔

کیا آپ حضرات میں سے کوئی رسول اکرم ﷺ کے پاس اٹھ کر گیا تھا اور میں نے جو کچھ کہا تھا وہ حضور ﷺ کو جا کر بتایا ہے؟“ لوگوں نے کہا: ”بھئی ہم تو جب سے اسی طرح اور اسی جگہ بیٹھے ہیں“ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچنے اور کچھ بتانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس نے کہا ”میں نے تو حضور ﷺ سے وہ بات سنی ہے جو یہاں تم لوگوں سے کہی تھی۔ مجھے حضور ﷺ کی بعض اوقات میں بتائی ہوئی درپردہ اور غیبی نوعیت کی باتوں پر شبہ تھا۔ بحمد اللہ وہ رفع ہو گیا اور میرا یقین آپ کی نبوت و رسالت پر راسخ ہو گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو نہایت تیز اور بدبودار ہوا چلی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کچھ منافق لوگوں نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے اس وجہ سے یہ بدبودار ہوا چلی ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ غزوہ بنی مصطلق میں ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو قیدی عورتوں میں ملیں۔ ان کا باپ فدیہ لے کر آ رہا تھا جب وہ وادی عقیق میں پہنچا تو اس نے فدیہ کے اونٹوں پر نظر ڈالی ان میں دو اونٹ اچھے لگے جو ہر لحاظ سے سب سے عمدہ تھے۔ پھر اس نے ان دونوں اونٹوں کو وادی عقیق میں کسی طرف باندھ دیا اور ماہی اونٹوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

”میری بیٹی کو میرے حوالے کر دیجئے اور اس کے فدیہ میں یہ اونٹ حاضر ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ دو اونٹ کب لاؤ گے جو تم کو زیادہ پسند تھے اور تم انہیں وادی عقیق میں باندھ آئے ہو؟“

حارث رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ بلاشبہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ ہیں اور یہ راز میرے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ وہ بہت اچھے مخلص اور باصلاحیت مسلمانوں میں سے ایک تھے۔

حدیثِ افک

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے جس زوجہ کا نام ان میں سے نکل آتا آپ ﷺ اس کو سفر میں ساتھ لے جاتے۔ ایک مرتبہ آپ نے جہاد کے لئے غزوہ کا ارادہ فرما کر ہم سب ازواج کے درمیان قرعہ ڈالا اور اس میں میرا نام نکل آیا۔ اس سے پہلے آیتِ حجاب نازل ہو چکی تھی۔ پس میں حضور ﷺ کے ہمراہ گئی۔ میری سواری کا بندوبست ہودج میں ایک اونٹ پر تھا اور مجھے بہ حالت پردہ ہودج میں بٹھا کر اس کو رسیوں سے باندھ دیا جاتا اور پڑاؤ یا منزل پر رسیاں کھول کر مجھ کو ہودج ہی میں بیٹھے ہوئے نیچے اتار لیا جاتا۔

حضور نبی کریم ﷺ غزوہ سے فارغ ہونے کے بعد واپسی کے لئے روانہ ہو گئے اور مدینہ پہنچنے سے پہلے پڑاؤ فرمایا۔ پھر شب میں لشکر کو روانگی کا حکم فرما دیا۔ میں اٹھی اور قضائے حاجت کے لئے ذرا فاصلے پر لشکریوں کے پڑاؤ اور ٹھہراؤ سے باہر چلی گئی اور فراغت پا کر اپنی قیام گاہ پر لوٹ آئی۔ اتفاق سے میرا ہاتھ سینے پر گیا تو مجھے پتہ چل گیا کہ میرا ہار گلے میں نہیں ہے جو جزع غفار کا بنا تھا۔

تو میں اسی راستہ سے اسی جگہ پر پہنچ کر ہار کو تلاش کرنے لگی جس میں دیر لگی ادھر وہ لوگ آئے جو ہودج کو اونٹ پر رکھتے اور باندھتے تھے۔ میں ایک ہلکی اور سبک جسم کی عورت تھی وہ سمجھے کہ میں ہودج میں بیٹھ چکی ہوں۔ پس انہوں نے محمل کو باندھ دیا اور لشکر روانہ ہو گیا۔ میں ہار

۱۔ آیت حجاب پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب میں اللہ ﷻ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْرِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۖ ذَٰلِكَ اذِّنِي اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا

(۲۲ الاحزاب ۵۹)

اسی سورۃ میں گھر میں جم کر بیٹھ رہنے کا حکم ہے۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآَتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

(۲۲ الاحزاب ۳۳)

اے نبی اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالیں رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

تلاش کر کے اقامت گاہ لوٹی تو وہاں کوئی پکارنے والا تھا نہ جواب دینے والا۔ میں اپنی قیام گاہ پر یعنی جہاں میرا ڈیرہ تھا بیٹھ گئی۔ میرا خیال تھا کہ حضور ﷺ جب مجھ کو نہ پائیں گے تو کسی کو بھیج کر مجھے بلوالیں گے۔ بیٹھے ہوئے آنکھیں بوجھل ہوئیں، نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گئی۔ صفوان بن معطل لشکر کے پیچھے معقب کارواں پر مامور تھے۔ صبح کے وقت اس مقام پر پہنچے اور مجھ کو سوتا پایا۔

چونکہ احکاماتِ حجاب سے قبل جب عورتوں کے شرعی پردے نہ تھے انہوں نے مجھ کو دیکھا تھا اس لئے انہوں نے مجھ کو پہچان لیا۔ ان کے اسٹریجائے سے میں بیدار ہوئی اور چہرے اور جسم کو میں نے چادر میں اور زیادہ چھپا لیا۔ اسٹریجائے کے علاوہ انہوں نے کچھ کہا نہ میں نے سنا۔ وہ اونٹنی سے اترے اس کو بٹھایا اور میں جا کر سوار ہو گئی اور صفوان ﷺ اونٹنی کو کھینچ کر چل دیئے ہم نے چل کر لشکر کو سخت گرمی اور دھوپ کے وقت ٹھہراؤ میں پایا۔ پھر ہلاک ہوا جس کو میرے معاملے میں ہلاک ہونا تھا اور جس شخص نے سب سے بڑھ کر اس کی تشہیر اور اتہام طرازی کی وہ عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق تھا۔

ہم مدینہ منورہ آ گئے اور میں بہ مشیتِ ایزدی ان ہی دنوں میں بیمار ہو گئی اور علالت کا سلسلہ ڈیڑھ ماہ سے کچھ کم چلتا رہا۔ مجھے فتنہ پردازوں کے الزام کا کچھ پتہ نہ تھا البتہ حضور ﷺ کا میں وہ التفات نہیں پاتی تھی جو ہمیشہ سے میرے لئے مخصوص تھا اور یہ بات مجھے کسی وقت زیادہ محسوس ہوئی اور میں غیر ارادی طور پر رنجیدہ سی بھی ہو جاتی۔

حضور ﷺ کا رویہ بس اس حد تک تھا کہ آپ ﷺ تشریف لاتے اور سلام علیکم فرما کر دریافت فرماتے ”تمہارے بیمار کا کیا حال ہے؟ اور پھر واپس تشریف لے جاتے۔“ یہ فصلِ خداوندی بیماری ختم ہوئی اور ضعف و نقاہت باقی تھی کہ میں مسطح کی بوڑھی ماں کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے اسی جگہ گئی۔ جو اس ضرورت کے لئے خواتینِ مدینہ کے لئے مخصوص تھی اور ہم عورتیں عموماً رات ہی کو اس ضرورت کے لئے نکلا کرتی تھیں۔

اتفاقاً ام مسطح رضی اللہ عنہا اپنے چادر کے پلو سے الجھ کر گر گئیں اور ان کے منہ سے نکلا ”سطح ہلاک ہو“ یہ سن کر میں نے کہا تم نے ایک بڑی بات کہہ دی، کیا تم ایسے آدمی کو برا کہتے ہو کہ جو بدر میں شریک ہو چکا ہے؟ ام مسطح رضی اللہ عنہا نے کہا:

”حیرت ہے تم ایسا کہتی ہو؟ کیا تم نے وہ باتیں نہیں سنیں جو مسطح بتاتا ہے؟“ میں نے ام

سطح سے پوچھا:

۱۔ اسٹریجائے انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھنا۔

”مجھے یہ بتاؤ وہ کیسی باتیں بناتا ہے۔“

پھر انہوں نے الزام تراشیوں اور اتہام سازیوں کے بارے میں ساری باتیں مجھ سے بیان کیں جنہیں سن کر میں پہلے سے زیادہ بیمار ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف لائے اور حسب سابق میرے پاس تشریف لائے اور سلام علیکم کر کے فرمایا: ”تم کیسی ہو؟“ اس وقت میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا:

”اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں؟“ میرا ارادہ تھا کہ میں اپنے والدین سے ان بیہودہ خبروں کے بارے میں دریافت کروں۔ حضور ﷺ نے اجازت دے دی اور پھر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر چلی گئی۔

میں نے اپنی والدہ سے دریافت کیا: ”اے اماں! لوگ کیسی باتیں بنا رہے ہیں؟“ انہوں نے جواب دیا کہ:

”اے بیٹی! تم خود پر نرمی کرو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شوہر اپنی ایک خوبصورت بیوی سے محبت کرتا ہو اور اس کے بارے میں باتیں نہ بنائی گئی ہوں۔“

میں نے کہا سو کنوں نے تو باتیں نہیں بنائیں مجھے تو مسطح وغیرہ کے بارے میں دریافت ہوا ہے۔ میں تمام رات روتی رہی اور صبح ہو جانے پر میرے آنسو تھمتے ہی نہ تھے تمام شب جاگتی رہی پلک تک نہ جھپکا سکی۔

رسول اللہ ﷺ کو وحی کا انتظار تھا اور جب اس کے آنے میں تاخیر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مشورہ کرنے کے لئے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نیک گمان اور اچھی رائے کا اظہار کیا اور اشارۃً بتایا کہ میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بارے میں اپنی اس رائے کی وجہ سے افواہوں کو ہرگز باور نہیں کرتا۔ الفاظ یہ تھے:

”حضور ﷺ آپ کے اہل میں ہم تو بجز خیر و خوبی کے اور کچھ نہیں جانتے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! اللہ ﷻ نے آپ ﷺ پر کوئی تنگی نہیں فرمائی ہے۔ ان کے سوا اور عورتیں بہت ہیں اور آپ ﷺ لوٹدی سے پوچھئے وہ صحیح باتیں آپ ﷺ

۱۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چار نکاح کئے دو قبل اسلام اور دو زمانہ اسلام میں ام رومان رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

کو بتا دے گی۔“

حضور ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ارشاد فرمایا:

”اے بریرہ رضی اللہ عنہا! تم نے کبھی کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو عائشہ رضی اللہ عنہا کے کردار کو شبہ میں ڈالتی ہو؟“ بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ”میں سچ کہتی ہوں، کوئی بات میں نے دیکھی ہے نہ ان میں ہے کہ جس کی وجہ سے میری آنکھیں بند ہوں، بجز اس کے کہ وہ کم سن بچی ہیں نیند زیادہ آتی ہے، آٹا گوند کر رکھ دیتی ہیں اور اس سے غافل ہو کر سو جاتی ہیں، بکری آتی ہے اور آٹا کھا جاتی ہے۔“

اس مشورے اور تحقیق کے بعد رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن ابی کے پاس پوچھ گچھ کے لئے تشریف لے گئے اور میں دن بھر مسلسل روتی رہی، میرے آنسو تھمتے نہ تھے اور نیند نام کو نہ تھی۔ مجھ کو خیال ہوا کہ شدت گریہ سے شاید میرا جگر پھٹ جائے گا۔

یہی حال تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ آپ نے جب سے یہ افواہیں سنی تھیں، میرے پاس نہ بیٹھے تھے۔ ایک مہینہ گزر چکا تھا اور آپ ﷺ کو وحی کا انتظار تھا۔ بہر حال آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ کلمہ تو حید و رسالت پڑھا اور اما بعد فرمایا:

”اے عائشہ! تمہارے بارے میں مجھے یہ اور یہ باتیں بتائی گئی ہیں، اب اگر تم پاک اور بری ہو تو انشاء اللہ ﷻ بہت جلد تمہاری برأت ہو جائے گی اور اگر تم کسی گناہ سے آلودہ ہو گئی ہو تو پھر تم کو چاہئے اللہ ﷻ سے استغفار کرو، توبہ کرو کیونکہ جب بندہ اعترافِ معصیت کر کے نادام اور شرمسار ہوتا ہے تو اللہ ﷻ رحمت سے متوجہ ہوتا ہے۔“

جب حضور ﷺ نے گفتگو ختم فرمائی تو میرے آنسو بھی ختم ہو گئے۔ اب میری آنکھوں میں ایک قطرہ بھی آنسو کا نہ تھا۔ میں نے اپنے والد ﷺ سے کہا:

”میری طرف سے آپ وکالت کریں اور رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں۔“ انہوں نے کچھ تامل اور تھوڑے سے سکوت کے بعد فرمایا:

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا عرض کروں؟“ پھر میں نے اپنی والدہ سے درخواست کی، آپ ہی جواب دیجئے۔ تو انہوں نے بھی یہی کہا: ”سمجھ قاصر ہے اس لئے میں نہیں جانتی کہ رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں۔“

بالآخر مجھے کہنا پڑا میں اٹھی، باوجود کہ میں کم سن لڑکی تھی اور میں نے زیادہ قرآن بھی نہ پڑھا تھا میں نے کہا: ”میں جان گئی ہوں کہ جن افواہوں کو آپ نے سنا ہے وہ دل میں جگہ کر گئی

ہیں اور ان کو سچ سمجھ لیا ہے۔ اب اگر میں یہ کہوں بھی کہ میں بری ہوں تو آپ ﷺ باور نہ فرمائیں گے اور اگر میں ان باتوں کا اعتراف کر لوں اگرچہ اللہ ﷻ واقفِ اسرار و حالات ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں ان اتہامات سے بری ہوں تو آپ تائید و تصدیق فرمائیں گے۔ میں اپنے اور آپ کے درمیان کوئی مثال موجود نہیں پاتی بجز اس کے کہ جس طرح والد یوسف الطین نے کہا تھا: ”فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ O“ (پا یوسف ۱۸) ”اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بتا رہے ہو۔“ (ترجمہ کنز الایمان) اس کے بعد میں نے اپنا رخ اور پہلو بدلا اور بستر پر دراز ہو گئی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں امید رکھتی تھی کہ اللہ ﷻ میری برأت فرما دے گا لیکن مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ اللہ ﷻ میرے اس معاملہ میں نزولِ وحی فرما دے گا کیونکہ میں اپنے آپ کو اور اپنے معاملے کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی۔ البتہ مجھ کو صرف اس بات کی توقع تھی کہ رسول اللہ ﷺ شاید خواب دیکھیں گے اور اس ذریعہ سے مجھ بے چاری کی عفت و عصمت پر گواہی مل جائے گی۔

اللہ ﷻ کا کرم دیکھئے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے ہنوز اٹھے بھی نہ تھے اور افرادِ خانہ سے نہ کوئی باہر نکلنے پایا تھا کہ آپ ﷺ پر نزولِ وحی ہونے لگا اور جوشدت ایسے موقعہ پر ہوتی تھی وہ شروع ہوئی حتیٰ کہ پیشانی مبارک پر موتیوں کی مانند پسینہ چمکنے لگا۔ آپ ﷺ پر موسم سرما میں بھی شدتِ وحی سے پسینہ وغیرہ کی یہ کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ نے نزولِ وحی سے فارغ ہو کر تبسم فرمایا اور پھر کلام کی ابتدا ان الفاظ سے کی:

”يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللَّهُ فَقَدْ بَرَّأكَ“ یعنی اے عائشہ! سنو اللہ ﷻ نے تم کو بری فرما دیا۔

اب میری ماں نے مجھ سے کہا: ”عائشہ! اٹھو حضور ﷺ کے پاس جاؤ۔“

میں نے ماں کو جواب دیا: ”اے میری ماں! خدا کی قسم میں تو اٹھ کر ان کے پاس نہ

۱۔ جب سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پاکیزہ خیالات سماعت فرمائے اور بقول بعض ارباب سیر حضور ﷺ حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما سے اس معاملہ میں مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جسمِ اقدس پر جب کہ کبھی تک نہیں بیٹھتی کیونکہ اس کے پاؤں نجاستوں سے آلودہ ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ آپ کے لئے کیسے گورا کرے گا اس بات کو جو اس سے کہیں زیادہ بدترین ہوا اور اس سے آپ کی حفاظت نہ فرمائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کا سایہ شریف تک زمین پر نہیں گرتا مبادا کہ وہ زمین نجس ہو۔ حق تعالیٰ جب کہ آپ کے سایہ کی اتنی حفاظت کرتا ہے تو آپ کے حرمِ محترم کی ناشائستگی سے کیوں نہ حفاظت فرمائے گا۔

جاؤں گی اور میں اپنے اللہ کے سوا کسی کی ثناء نہ کروں گی۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس موقع پر ”إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ“ سے دس آیتوں تک وحی ہوئی۔

زحشری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ افک کے سلسلہ میں قرآن حکیم کا انداز بیان بڑا جامع اور پر زور ہے اس میں اعجاز و ایجاز اور احکامات و تنبیہات اس اسلوب سے بیان کی گئی ہیں کہ معصیت کے کسی دوسرے وقوع اور موقع پر اس انداز سے بیان نہیں کی گئیں۔

تہمت طرازی اور خن سازی کا منافقین کی طرف سے جو مظاہرہ ہوا جس سے اہل بیت رسول ﷺ اور خود رسالت مآب ﷺ کو جو انتہائی صدمہ اور دکھ پہنچا تھا اس کی وجہ سے انداز بیان میں شدت ہوئی ہے۔

ان کا یعنی زحشری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی ہے کہ اصنام پرستی اور شرک کے بارے میں جو تنبیہات ہیں وہ بھی مقابلۃً اس سے کچھ کم ہی ہیں کیونکہ یہ ایک پاک باز زوجہ رسول ﷺ کی طہارت و برأت کی حامل ہیں۔

قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قرآن حکیم میں اللہ ﷻ نے اس بات کا ذکر فرمایا کہ جس کو مشرکین حق تعالیٰ کی جانب منسوب کرتے ہیں اس کے بعد اپنی پاکی خود بیان فرمائی جیسے: ”وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ“ (پہلے الانبیاء ۲۶) ”وہ بولے رحمن نے بیٹا اختیار کیا پاک ہے وہ“ (ترجمہ کنز الایمان) اس کے علاوہ بہ کثرت آیات تحمید و تذکیر میں وارد ہیں۔ اسی طرح اللہ ﷻ نے جب اس کا ذکر فرمایا کہ منافقین جس بات کو پاک عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کرتے تھے تو کہا: ”سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ“ (پہلے النور ۱۶) الہی پاک ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے (ترجمہ کنز الایمان) تاکہ عصمت مآب خاتون نفس کی شہادت ہو جائے۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن عبد اللہ بن جحش رحمہ اللہ سے روایت کی کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے مابین اتفاق سے اظہار تفاخر پر باتیں ہونے لگیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں وہ ہوں کہ میرے عقد کا حکم اللہ نے دیا۔ اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اور میں وہ ہوں کہ

میرے عذر کو اللہ ﷻ نے اپنی کتاب میں مذکور فرمایا جب کہ صفوان بن معطل رحمہ اللہ نے مجھے سواری پر سوار کیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا: ”اے عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ تو بتاؤ جب تم صفوان رحمہ اللہ کے اونٹ پر سوار ہو رہی تھیں تو کیا تم نے کچھ پڑھ لیا تھا؟“

انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ”حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ“ پڑھا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا تم نے بڑے اعتماد کا کلمہ پڑھا۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا: **إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ** (پہ انور ۲۳) ”بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان پارسا ایمان والیوں کو“ (ترجمہ کنز الایمان) کو خاص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل فرمایا گیا۔

سعید بن منصور اور ابن جریر رحمہما اللہ نے ایک دوسری روایت کے ذریعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ انہوں نے اس آیت **إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ** (پہ انور ۲۳) کو پڑھ کر کہا کہ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ازواج مطہرات کے بارے میں ہے اور جن لوگوں نے اقلک میں حصہ لیا ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ انہوں نے اپنے قول کی دلیل میں آیت مندرجہ ذیل تلاوت کی۔

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا
بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمْنِينَ جَلْدَةً
وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا ۚ وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (پہ انور ۴)

اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ
معائنہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ
اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق
ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے بعد انہوں نے اس کے آگے کی آیت تلاوت کی۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ
وَأَصْلَحُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

مگر جو اس کے بعد توبہ کریں اور سنور جائیں تو
بے شک اللہ بخشنے والا ہے۔

(پہ انور ۵) (ترجمہ کنز الایمان)

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ ان لوگوں کی توبہ کے بارے میں ہے جنہوں نے کسی اور عام عورت پر قذف (”قذف“ تہمت لگانا، گالی دینا) کیا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جنہوں نے حضور ﷺ کی زوجہ مطہرہ کی طرف قذف کو منسوب کیا ہو، کیونکہ حقیقت حال کے ظاہر اور عام ہونے سے پہلے جس کو اللہ ﷻ نے بذریعہ وحی ظاہر اور عام کیا، ان لوگوں نے نہ توبہ کی اور نہ قذف کے ثبوت میں شہادتیں مہیا کیں۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے خصیف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا میں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ”زنا“ اور ”قذف“ میں کون سا عمل زیادہ سخت اور کبیرہ ہے؟

انہوں نے جواب دیا ان دونوں میں بدترین فعل زنا ہے۔

میں نے کہا اللہ ﷻ تو فرماتا ہے: ”إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ“ (پہا نور ۲۳) انہوں نے جواب دیا کہ یہ آیت کریمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خاص ہے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے روایت کی انہوں نے کہا یہ آیت خاص سرور دوز عالم ﷺ کی ازواج مطہرات کے حق میں نازل ہوئی۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رحمہ اللہ سے روایت کی کہ کسی نبی کی زوجہ نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

قبائل عرنبیہ اور عسکل کا قبول اسلام اور ارتداد

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت انس رحمہ اللہ سے روایت کی کہ قبائل عسکل عرنبیہ کے کچھ افراد مدینہ میں حضور ﷺ کے پاس آئے اور کلمہ اسلام پڑھا اور کہنے لگے کہ اے اللہ ﷻ کے نبی ﷺ! ہم اونٹ، بکریوں والے چرواہے ہیں اور کھیتی باڑھی کرنے والے کسان نہیں ہیں، یہ لوگ مدینہ میں رہ گئے لیکن مدینہ کی آب و ہوا ان کو اس نہ آئی اور بیمار ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کو مدینہ کے باہر بھیج دیا وہاں مسلمانوں کے جانوروں کو ایک چراگاہ میں حضور ﷺ کے چرواہے چراتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان نو مسلموں سے فرمایا کہ تم لوگ بھی دیکھ بھال کرو اور اونٹوں کا دودھ وغیرہ پیتے رہو۔ وہ لوگ چلے گئے اور مقام حرہ پہنچ کر اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے اور مسلمان چرواہے کو قتل کر کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ حضور ﷺ نے کچھ مسلمانوں کو ان کے تعاقب میں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ ان کی آنکھیں نکال کر ہاتھ پاؤں کاٹ کر حرہ کے گوشہ میں چھوڑ دینا یہ سب لوگ اسی حال میں مر گئے۔

حضور ﷺ نے سریہ دومۃ الجندل کے لئے حضرت عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ کو سردار بنایا

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ ان کے راویوں سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر حضرت عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ کی سرکردگی میں بنو کلب کی طرف دومۃ الجندل روانہ فرمایا اور ہدایت کی کہ اگر وہ دعوت اسلام قبول کر لیں تو تم ان کے سردار کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔

وہ روانہ ہو گئے۔ تین روز قیام کیا اور ان کو دعوت اسلام دی۔ جس کے نتیجے میں ان کا سردار اصغ بن عمرو کلبی نے جو نصرانی تھا اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھ ہی بنو کلب کے بیشتر

لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ کچھ لوگوں نے اسلام قبول کرنے کے بجائے جزیہ ادا کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ ان پر جزیہ قائم کر دیا گیا اور جزیہ کی وصولی کا بھی انتظام کر دیا۔

حضرت عبدالرحمن ؓ نے تماضر بنت اصبح سے نکاح کر کے اپنے ہمراہ مدینہ لے آئے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق واقدی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے مطابق ایک اور حدیث بیان کی ہے جس کے آخر میں اتنا اور مزید ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اور تم اللہ ﷻ کا ذکر کثرت سے کرنا امید ہے کہ اللہ ﷻ تمہارے ہاتھ پر اس کو فتح کرا دے۔ اگر تمہارے ہاتھ پر فتح ہو جائے تو ان کے سردار کی بیٹی سے نکاح کر لینا۔“

وہ معجزات جو واقعہ حدیبیہ میں ظاہر ہوئے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسور بن مخزومہ ؓ اور مروان بن الحکم ؓ سے روایت کی کہ ان دونوں حضرات نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے موقع پر ایک ہزار سے کچھ اوپر صحابہ کرام ؓ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب آپ ﷺ ذوالخلفہ پہنچے تو ہڈی لے کے جانوروں کے گلوں میں قلاوے ڈالے اور ان کا اشعار کر کے عمرہ کا احرام باندھا اور دید بانی کے لئے خزاعہ کے ایک شخص کو روانہ کیا۔ حضور ﷺ چاہے اشتراط پر پہنچے تھے تو وہ خزاعی دید بان حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچا اور بتایا:

”قریش نے آپ ﷺ کے اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے بہت بڑی جمعیت کو فراہم کر لیا ہے اور آس پاس کے مختلف قبائل کے لوگ بھی ان کے حلیف اور شریک بن گئے ہیں وہ لوگ آپ سے جنگ کریں گے راستہ روکیں گے اور مزاحمت کریں گے۔“

یہ اطلاع پا کر آپ نے فرمایا مسلمانو! مجھے رائے دو کہ میں ان لوگوں کے اہل و عیال اور ان کے بچوں کی طرف متوجہ ہوں جو ہمیں بیت اللہ سے روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں یا ہم بیت اللہ کا

۱۔ ہڈی قربانی کا جانور جو بیت اللہ قربانی کی نیت سے روانہ کیا جائے۔

۲۔ قلاوہ قربانی کے جانور کے گلے میں نشانی کے طور پر پٹا باندھ دیا جاتا تھا۔

ہی قصد کریں اور جو ہمیں اس سے روکے اس کا مقابلہ کریں۔

حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم زیارت بیت اللہ کا ارادہ کر کے نکلے ہیں، جنگ و قتال کے ارادہ سے نہیں آئے ہیں۔ تو آپ ﷺ بیت اللہ ہی تشریف لے چلیں۔ ہم کو اگر کوئی زیارت سے روکے گا تو ہم اس کی رکاوٹ کو سیل ارم بن کر راہ سے ہٹا دیں گے، اگر کوئی مقابل آئے گا ہم اس سے جنگ کریں گے۔“

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بسم اللہ پڑھ کر چل دو۔“

اثنا عشر راہ میں حضور ﷺ نے مطلع کیا کہ ”خالد بن ولید ؓ قریش کے رسالہ کا قائد اس وقت طلوع پر ہے اس لئے داہنی جانب کا راستہ اختیار کر لو۔“

پس خالد کو پتہ نہ چلا کہ مسلمانوں کی جمعیت دفعۃً کافر سواروں کے سر پر پہنچ گئی۔ جب رسالہ نے گرد و غبار دیکھا تو قریش کو ہوشیار اور خبردار کرنے کے لئے اٹھ قدم مکہ کی طرف بھاگا۔ رسول اللہ ﷺ مسلسل مکہ کی جانب بڑھتے رہے اور پھر ایک سطح مرتفع پر حضور ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے اٹھایا، چلانے کے لئے تکتا یا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ کچھ لوگ کہنے لگے قصوی سرکشی کر رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قصوی نے سرکشی نہیں کی ہے وہ طبعاً ایسی نہیں ہے بلکہ اس کو اسی قوت نے روکا ہے۔ جس نے ہاتھی کو روکا تھا۔ پھر فرمایا: ”قسم ہے اس ذات اعلیٰ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، قریش مجھ سے کسی ایسی بات کو نہیں منوا سکتے جس میں اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کی جاتی ہے۔ اس کے سوا وہ جس بات کو کہیں گے میں ان کی بات مان لوں گا۔“

اس کے بعد آپ نے اپنی اونٹنی کو تنبیہ فرمائی اور وہ کچھ اچھلی اور سیدھی ہو گئی۔ آپ سوار ہو کر حدیبیہ میں اس مقام پر آئے جہاں ایک گڑھے میں تھوڑا پانی تھا۔ لوگوں نے کفایت کے ساتھ پانی لے کر استعمال کیا اور تھوڑی دیر بعد وہ پانی استعمال کر لیا گیا اور گڑھے میں پانی نہ رہا۔ اصحاب ؓ نے پانی کی صورت حال سے حضور ﷺ کو آگاہ فرمایا۔

۱۔ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کو زیارت بیت اللہ کی بہت خواہش تھی آپ نے عالم رویا میں بھی ملاحظہ فرمایا کہ آپ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ (لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّسُلَاءَ تَا فَتَحًا عَظِيمًا)۔ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا حج حدیبیہ کے بعد ۸ ہجری میں فرض ہوا۔ حضور ﷺ نے اس نیک مقصد کے اظہار کے لئے قربانی کے جانور بھی ساتھ لے لئے تاکہ کفار مکہ کو یہ شک نہ ہو کہ مسلمان جنگ کے ارادے سے آرہے ہیں۔

۲۔ جس نے ہاتھی کو روکا تھا یہ فرما کر حضور ﷺ نے واقعہ اصحاب فیل کی طرف اشارہ فرمایا جس کے لشکر کے ہاتھیوں کو اللہ ﷻ نے ابابیلوں کی کنکریوں سے تباہ و برباد کر دیا۔

پس آپ نے ترکش سے ایک تیر نکال کر دیا اور فرمایا: ”اس تیر کو اس گڑھے میں گاڑ دو جس کا پانی ختم ہو چکا ہے چنانچہ تعمیل ارشاد کی گئی اس کے بعد خدا کی قسم اس میں اتنا پانی جوش مارتا رہا کہ تمام مسلمان اس پانی سے سیراب ہوتے رہے گویا گڑھے میں پانی کے سوتے پھوٹ گئے تھے۔“

قریش کی جانب سے بدیل بن ورقاء خزاعی جو بنو خزاعہ کا سردار تھا چند افراد کے ہمراہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

”میں نے بنی کعبہ اور عامر بن لوی کو حدیبیہ کے چشموں پر پڑاؤ ڈالے دیکھا ہے ان کے ساتھ دودھ دینے والی اونٹنیاں ہیں۔ وہ تم کو بیت اللہ سے روکنے اور باز رکھنے کے لئے وہاں موجود ہیں اگر تم ضد اور اصرار کرو گے تو وہ جنگ کریں گے۔“

حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا:

”ہم لڑنا چاہتے ہیں نہ لڑنے کے ارادے سے آئے ہیں ہمارا مقصد زیارت کعبہ اور طوافِ عمرہ ہے۔ باوجود یہ کہ کفار قریش بار بار کی لڑائیوں ہزیمتوں اور مسلسل جارحانہ فوجی کارروائیوں سے کشتہ اور مضروب ہو چکے ہیں پھر بھی وہ ایسے لوگوں سے جو امن و سلامتی کے پیغامی ہیں بلاوجہ لڑنا اور جنگ کی دھمکیاں دینا پسند کرتے ہیں۔“ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اے نمائندہ قریش بدیل! اگر وہ لوگ یعنی قریش پسند کریں تو میں ایک مدت مقرر کر دوں اور اس مدت میں وہ ہمارے کاموں اور سرگرمیوں میں مزاحم نہ ہوں۔ اگر اس مدت میں ہم کامیاب اور غالب ہو جائیں تو وہ اگر پسند کریں ہمارے اندر نیک نیتی سے مدغم ہو جائیں یعنی ملت اسلامیہ میں شامل ہو جائیں۔ ورنہ وہ جنگ کی صعوبتوں سے تو بہر حال محفوظ رہیں گے اور اگر قریش نے میری اس پیشکش سے فائدہ نہیں اٹھایا اور ہم پر جنگ مسلط ہی کر دی تو قسم ہے اس ذات اعلیٰ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

کہ میں دین حق کی خاطر اس وقت تک جنگ جاری رکھوں گا جب تک میں زندہ ہوں اور دین خداوندی غالب ہو جائے اور امورِ الہی نافذ ہو جائیں اور اللہ ﷻ کے پرستاروں کے لئے موانعات باقی نہ رہیں۔“

۱۔ رسول اکرم ﷺ نے جو رحمتہ اللعالمین بنا کر بھیجے گئے تھے اس موقع پر اپنی رحمت ورافت سے کام لیا اور قریش کے نمائندے سے وہی باتیں فرمائیں جن میں صلح و آشتی پنہاں تھی۔ آپ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ بے وجہ خونریزی اور اختلاف جان ہو۔ یہاں تک کہ اتمام حجت کے طور پر آپ قریش سے چند سال کے لئے صلح نامہ تحریر کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے اور ان کو وہ واقعات بھی یاد کرائے جن کے نتیجے میں قریش بہت سی جانیں گنوا بیٹھے تھے اور مسلمانوں سے لڑائی میں سوائے شکست کے اور کچھ انہیں حاصل نہ ہو سکا۔

لیکن قریش اپنی کینہ پروری اور مسلمان دشمنی کے باعث اس بات پر اڑے رہے کہ ہم مسلمانوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے خواہ کتنا ہی خون خرابہ کیوں نہ ہو جائے۔

بدیل نے واپس جا کر قریش سے کہا۔ میں نے محمد (ﷺ) سے یہ اور یہ کہا مگر وہ کچھ بھی مرعوب اور متاثر نہ ہوئے البتہ انہوں نے ایک اور تجویز تمہارے سامنے رکھی ہے۔ بدیل کا قطع کلام کرتے ہوئے بعض جذباتی اور پست ذہنیت لوگ بول اٹھے: ”ہمیں ضرورت نہیں ہے۔“ کچھ سنجیدہ معتدل مزاج اور اہل الرائے اصحاب نے پوچھا وہ کون سی تجویز ہے بتاؤ تو سہی؟ بدیل نے آپ (ﷺ) کی ساری گفتگو اور مدت معین کرنے کی تجویز کو ان سے بیان کیا۔ عروہ بن مسعود نے ساری باتوں کو بہ غور سنا اور پھر مجمع کو خطاب کرنے کے لئے کھڑا ہوا اس کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ:

”اے لائق احترام قریشیو! کیا آپ میرے بڑے اور بزرگ نہیں؟“

جواب آیا: بے شک، کیوں نہیں پھر عروہ نے پوچھا:

”اور کیا میں سن طفولیت کی ابتداء ہی سے آپ کے اندر نہیں رہا؟“ (یعنی بچپن سے میرا پورا

ماضی اور زندگی کے سارے مراحل تمہاری نظروں کے سامنے سے نہیں گزرتے رہے ہیں؟)

جواب ملا: بے شبہ، ہم تمہاری پوری زندگی اور مزاج سے باخبر ہیں۔ اس کے بعد عروہ

نے سوال کیا:

”کیا میں نے کبھی اور کسی وجہ سے کوئی ایسا کام کر لیا ہے کہ آپ بزرگوں اور بھائیوں

کے نزدیک میں ساقط الاعتبار ہو گیا ہوں؟“

لوگوں نے کہا: نہیں، تم نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو اعتماد کو مجروح کرنے کا سبب بنتا۔

یہ سن کر عروہ بن مسعود نے ان کو اپنا ایک واقعہ ہمدردی کو یاد دلاتے ہوئے کہا:

”کیا آپ حضرات کو یاد ہے کہ میں نے آپ کی مدد کے لئے عکاظ والوں کو آواز دی

اور جب وہ میرے بلانے سے نہیں آئے تو پھر میں اپنی بیوی اور بچوں کو اور ان لوگوں کو بھی جنہوں

نے میری بات مانی، آپ کے سامنے لے آیا تھا۔“

لوگوں نے مانا اور اعتراف کیا۔ اتنے سوالات کر کے جب عروہ بن مسعود نے قریش کی

رائے کو اپنے حق میں موافق اور ہموار کر لیا تو وہ مقصد اصلی کی طرف آیا اور کہا:

”اے میری قوم کے بزرگو! اور دانشورو! میرے خیال میں محمد (ﷺ) نے جو تجویز ہمارے

روبرو رکھی ہے وہ ہرگز نامناسب اور نادرست نہیں ہے۔ اس وجہ سے اسے مان لو اور مجھے

۱۔ عروہ بن مسعود قریش کے نو جوانوں میں بہت فہیم و دانا تھے بدیل کی زبانی رسول اکرم (ﷺ) کی آشتی پسندی کا حال سن کر وہ بہت متاثر ہوئے تھے۔ یہ تقریر اس تاثر کا نتیجہ تھی۔

اجازت دو کہ میں اس بارے میں مزید دریافت طلب امور پر گفتگو کروں۔“
 عروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور باتیں کیں۔ آپ نے ان سے وہی باتیں
 فرمادیں جو اس سے پہلے خزاعہ کے سردار بدیل سے کہی تھیں۔

عروہ نے کہا: ”محمد (ﷺ)! کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ آپ کی قوم آپس ہی میں لڑ کر
 اپنا انفرادی وجود کھو بیٹھے اور فنا ہو جائے کیا اس سے پہلے عرب کی قومی تاریخ میں کبھی اس نوع کا
 المیہ ملتا ہے یا جزیرہ نمائے عرب کے خاکدان سے کوئی ایسی شخصیت ابھری ہو جس نے اس طرح
 کی خانہ جنگی کو ہوا یا تحریک دی ہو۔ اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر
 قریش مکہ زور آزمائی میں غالب آ جائیں تو میں آپ کے حلقہ اور جماعت میں ایسے چہروں کو دیکھ
 رہا ہوں جو یقیناً بھاگ جائیں گے اور آپ کو کسمپرسی کے عالم میں بے یار و مددگار چھوڑ دیں
 گے۔“

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ وہ اپنی فطری رواداری، تحمل اور غیر معمولی
 قوت برداشت کے باوجود بھر گئے غصہ سے بے تاب ہو گئے مداخلت کرتے ہوئے عروہ کو
 مخاطب کیا اور نہایت ہی تحقیر آمیز لہجے میں فرمایا:

أَمْضُضْ بَظَرَ اللَّاتِ
 او کہنے والے! تو اپنے بت لات کی شرم گاہ کو چاٹ۔
 کیا اول فول بکنے آ گیا ہے؟ واقعی کیا تو عقل سے اس درجہ عاری ہے کہ یہ سمجھ بیٹھا ہے
 کہ ہم بھاگ جانے والے اور حضور ﷺ کو چھوڑ جانے والے ہیں۔

عروہ ہکا بکا رہ گیا۔ دریافت کیا ”یہ کون صاحب ہیں؟“ بتایا گیا کہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
 رفیق سفر ہجرت ہیں۔

عروہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جواب دیا: ”اے عبد الکعبہ! واللہ اگر آپ کا وہ احسان مجھ
 پر نہ ہوتا اور جس کے جواب میں ہنوز کوئی احسان میں آپ کے ساتھ نہیں کر سکا ہوں۔ اگر یہ
 معاملہ نہ ہوتا تو شاید آپ کی بات کا جواب اس سے زیادہ سخت ہوتا۔“

راوی کا بیان ہے۔ عروہ گفتگو کے دوران اپنا ہاتھ حضور ﷺ کی ریش مبارک سے چھو
 دیتا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نزدیک ہی کھڑے تھے ان کے ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھا جب

۱۔ عروہ بن مسعود کا یہ کہنا بالکل غلط تھا۔ جنگ بدر واحد اور غزوہ احزاب میں عروہ دیکھ چکے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے جانثاروں اور
 رفیقوں نے کسی وقت یر بھی آپ پر آنچ نہ آنے دی۔

بھی عروہ اپنے ہاتھ کو حضور ﷺ کی ریش مبارک کی طرف بڑھاتا۔

حضرت مغیرہؓ کو اس کی یہ طرزِ ادا نہایت ناگوار گزرتی تھی۔ لہذا وہ عروہ کے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارتے ہوئے کہتے ”اپنے ہاتھ کو سرکار کی ریش مبارک سے علیحدہ رکھ۔“

عروہ نے نظر اٹھائی، حضرت مغیرہؓ کو دیکھا اور حاضرین میں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا یہ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ ہیں۔

عروہ نے کہا: ”اے احسان فراموش مغیرہ! کیا تیری بے وفائی اور ظلم رسانی کے سلسلے میں میں نے بھاگ دوڑ نہیں کی تھی؟“ ۱۔

عروہ اپنی کتکیوں سے نبی کریم ﷺ کے اصحاب اور رفقاء کے انداز و اطوار دیکھتے جاتے تھے ان کا بیان ہے کہ خدا کی قسم رسولِ خدا ﷺ جب کھنکارتے تو لعابِ دہن پاک زمین پر نہیں گرتا تھا بلکہ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچ جاتا تھا اور وہ جس کے ہاتھ میں پہنچتا تو وہ اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا تھا جب آپ کسی کو حکم فرماتے تو وہ اس کی تعمیل میں عجلت و سبقت دکھاتا اور جب حضور ﷺ کے روبرو باتیں کرتے تو اپنی آوازوں کو بہت ہی پست کر لیتے اور

حضور ﷺ کی عظمت اور آپ ﷺ کے احترام کے باعث کوئی نظر بھر کر آپ کو نہیں دیکھتا، ان کے لبھوں میں عجز اور الفاظ میں نرمی ہوتی تھی، یہ تمام انداز و اطوار دیکھ کر عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گئے اور ان سے کہا لوگو!

خدا کی قسم میں قیصر و کسریٰ کے درباروں میں جو دنیا کے عظیم الشان افراد ہیں۔ روم اور ایران بھی گیا ہوں اور اس کے علاوہ بارگاہوں میں بھی، انہوں نے اپنے خادموں کو آدابِ خدمت سکھائے ہیں انہوں نے اپنے دانشوروں سے منصوبے تیار کرا کر خاص قسم کے لوگوں کو آداب سکھائے ہیں مگر وہاں یہ بات کہاں؟ محمد (ﷺ) کے اصحاب تو پروانہ ہیں وہ ہمہ وقت اطاعت و حکم کی بجا آوری میں لذت محسوس کرتے ہیں۔

خدا کی قسم میں نے نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی تعظیم اس کے اصحاب ایسی بجالاتے ہوں

۱۔ حضرت مغیرہؓ زمانہ جاہلیت میں کچھ آزاد منش لوگوں کے ساتھ آبادی سے دور موجود تھے، موقع پا کر ایک جماعت پر انہوں نے حملہ کر دیا اور ان سے اموال لوٹ لئے، پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت مغیرہؓ نے اسلام قبول کر لیا اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا: مغیرہ! میں تمہارا اسلام تو قبول کرتا ہوں لیکن تمہارے اس قتل و غارت کے معاملہ میں جو ملت اسلامیہ میں تمہاری شمولیت سے پہلے کا واقعہ ہے تمہاری حمایت ہرگز نہیں کروں گا۔ عروہ نے اس معاملہ میں حضرت مغیرہؓ کے اسلام قبول کرنے سے قبل کچھ مدد کی تھی۔ اس وقت اس نے اسی تعاون کا آپ کو طعنہ دیا تھا۔

جیسی اصحاب محمد ﷺ کی بجالاتے ہیں۔

اس کے بعد اصل موضوع گفتگو اور سفارتی امور کے بارے میں اس نے بتایا کہ محمد (ﷺ) اسی تجویز پر قائم ہیں اور میرا مشورہ ہے کہ آپ لوگ اسے بلا تامل قبول کر لیں کیونکہ اس میں امن و سکون کی ضمانت ہے۔

بنی کنانہ کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا اگر آپ لوگ پسند کریں تو میں محمد ﷺ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ قریش نے اجازت دی تو وہ مسلمانوں کے پڑاؤ پر آیا۔ جب رسول اکرم ﷺ کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا:

یہ فلاں شخص اس قبیلہ کا ہے یہ لوگ قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں اس کے سامنے سے قربانی کے جانوروں کو گزارو اور لہیک پڑھتے ہوئے گزرو۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو کہنے لگا۔ ان حضرات کو زیارت بیت اللہ سے روکنا ہرگز مناسب نہیں۔ واپس چلا گیا اور جا کر بتایا میں نے ان جانوروں کو دیکھا جو مسلمان قربانی کے لئے لائے ہیں۔ تمام جانور قلاوے ڈالے اور اشعار کئے ہوئے تھے میں تو خیال کرتا ہوں انہیں زیارت بیت اللہ سے نہ روکا جائے۔

یہ باتیں سن کر ایک شخص جس کا نام مکرز بن حفص تھا اس نے آنے کے لئے اجازت طلب کی جب وہ آیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ ایک برا آدمی ہے اور اس کا نام مکرز ہے۔ وہ حضور ﷺ سے باتیں کر رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آ گیا اسے دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا: اب تو تمہارا معاملہ آسان ہو گیا۔

معمراوی نے بیان کیا کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کو نقل کیا کہ سہیل بن عمرو آیا اور اس نے کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان صلح نامہ تحریری ہونا چاہئے تو رسول اللہ ﷺ نے کاتب کو بلوایا اور کہا لکھو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

سہیل نے کہا: ”میں رخصت کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ لہذا آپ ﷺ بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ لکھئے جیسا کہ پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا ہم تو تسمیہ ہی لکھیں گے۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا ”بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ“ ہی لکھ دو۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطباء کے لئے بتایا ”هَذَا مَا قَاضِي عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ“ اس پر بھی سہیل کو اعتراض ہوا اور اس نے کہا: ”اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا۔ آپ ﷺ کو محمد بن عبد اللہ لکھوانا چاہئے۔“ رسول اللہ ﷺ نے

صلح نامہ حدیبیہ کے کاتب حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

فرمایا: ”میں بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں مگر تم تسلیم نہیں کرتے۔“ حضرت علی ؓ سے اس کے بعد آپ ؐ نے ”محمد بن عبد اللہ“ لکھوا دیا۔

حضور ؐ نے فرمایا: ”اس تحریر کی پہلی شرط یہ ہے کہ ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان قریش مکہ خاں نہ ہوں گے اور ہمیں بیت اللہ کا طواف اور زیارت کرنے سے نہ روکیں گے۔“ سہیل نے کہا: ”ہم یہ ننگ گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں کہ سارے عرب میں چرچا ہو کہ ہمارے دشمن زبردستی مکہ آ کر عمرہ کر گئے۔ اگر آپ ؐ اور دوسرے مسلمان آئندہ سال آ کر طواف و زیارت کرنا چاہیں تو قریش مزاحمت یا ممانعت نہیں کریں گے۔“ اس پر اتفاق کر لیا گیا اور پہلی شرط قرار دے کر صلح نامہ تحریر کر دی گئی۔

اس کے بعد سہیل نے کہا: ”دوسری شرط یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص آپ ؐ کے پاس نہ جائے گا اگرچہ وہ آپ کا دین قبول کر چکا ہو۔ اگر کوئی شخص آ جائے گا تو اسے ہمارے پاس واپس کرنا ہوگا۔“ صحابہ نے کہا: ”واہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو شخص اسلام قبول کر کے ہمارے پاس آ جائے ہم اس کو امن تعاون اور سہارا دینے کے بجائے مشرکوں میں دھکیل دیں۔“

ابھی اس دوسری شق پر بحث و گفتگو جاری تھی کہ اچانک سہیل بن عمرو نما سندہ قریش کے فرزند ابو جندل ؓ بیڑیوں سے پاؤں فگار کرتے پڑتے یہاں آ پہنچے یہ اسفل مکہ سے قید سے فرار ہو کر آئے تھے۔ مسلمانوں کے درمیان پہنچ کر وہ ناتوانی سے گر پڑے سہیل نے اپنے بیدے کو دیکھ کر کہا کہ اے محمد (ﷺ) یہ پہلا شخص ہے جس پر میں آپ سے اس شق کے تحت فیصلہ طلب کرتا ہوں اب اس کو میری طرف پھیر دیجئے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابھی تو صلح نامہ کی تحریر مکمل نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کو نافذ کیا گیا ہے۔ سہیل نے کہا خدا کی قسم اب میں آپ سے کبھی کسی چیز پر صلح نہیں کروں گا۔ حضور ؐ نے فرمایا سہیل اس کو اجازت دے دو سہیل نے کہا کہ میں اس کو مسلمانوں میں رہنے کی اجازت نہیں دوں گا بالآخر ابو جندل ؓ کو ان کے نالہ و شیون داد طلبی اور انصاف خواہی کے باوجود ان کے باپ سہیل بن عمرو کے حوالہ کر دیا۔

۱۔ ہَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ یعنی یہ وہ تحریر ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضور ؐ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا اس کو قلم زد کر دو۔ مگر فرمان نبوی کے باوجود ان کی حمیت دینی نے گوارا نہ کیا کہ رسول اللہ کے لفظ کو مٹائیں۔ عرض کیا یہ کام مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ لہذا پھر آپ نے خود اپنے دست مبارک سے مٹا دیا۔ شرط اول کا پورا متن یہ تھا: ”مسلمان اس مرتبہ واپس لوٹ جائیں آئندہ سال آئیں اور سوائے تلوار کے کہ وہ بھی میان میں ہوگی اور کسی قسم کے ہتھیار لے کر مکہ میں داخل نہ ہوں۔ ان کو صرف تین روز تک حرم میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی اور اس عرصہ میں قریش مکہ معظمہ سے باہر چلے جائیں گے۔“

ابو جندل ؓ نے کہا مسلمانو! کیا تم مشرکوں کے حوالے مجھے کرتے ہو حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ تم نہیں دیکھ رہے کہ مجھ پر کیا کچھ گزری ہے اور کیسا شدید عذاب میں اللہ کی راہ میں اٹھا رہا ہوں۔

مسلمان یہ منظر دیکھ کر ٹپ اٹھے۔ حضرت عمر ؓ کو تو تاب ضبط نہ رہی۔ حضور ﷺ سے

عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کیا آپ ﷺ نبی برحق نہیں ہیں؟“

آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ”بے شک میں نبی برحق ہوں۔“

حضرت عمر ؓ نے عرض کیا: ”کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”بے شک تم مسلمان ہو۔“

حضرت عمر ؓ نے پوچھا: ”کیا وہ لوگ مشرک اور دشمن دین حق نہیں ہیں؟“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”بلاشبہ وہ شرک کرنے والے اور دین الہی کے دشمن اور کفر و سرتابی

کی روش پر قائم ہیں۔“

ان سوالات کا جواب پانے کے بعد حضرت عمر ؓ نے ادب و تعظیم کے لہجے میں

گزارش کیا: ”اے اللہ کے سچے رسول ﷺ! براہ کرم مجھے بتائیے کہ جب حقیقت یہ ہے تو پھر ہم

دین کے معاملے میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”اے عمر ؓ! میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں اس کے حکم کے خلاف

نہیں کر سکتا۔ وہ انشاء اللہ مجھے ہرگز خوار نہ کرے گا۔“

حضرت عمر ؓ اکثر فرمایا کرتے کہ میں اس بے تابانہ جوش کے فرد ہونے پر اپنی جرأت

پر بہت پشیمان ہوا اور مجھے ہمیشہ افسوس رہے گا۔ آپ اس کے کفارے کے لئے توبہ و استغفار کے

علاوہ صدقات و خیرات اور بردے آزاد کرتے رہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے سوالات کرنے کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ

حضرت ابوبکر ؓ کے پاس تشریف لے گئے اور وہی سوالات ان سے بھی کئے۔ حضرت صدیق

ؓ نے ان کو جوابات دینے کے بعد فرمایا اے عمر ؓ سنو!

حضور ﷺ یقیناً اللہ ﷻ کے رسول ہیں اور وہ اپنے رب ﷻ کی نافرمانی نہیں کرتے اور

ان کا مددگار ہے لہذا تم حضور ﷺ کے اونٹ کی رکاب کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ خدا کی قسم حضور

ﷺ حق پر ہیں۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا: کیا حضور ﷺ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت

اللہ جائیں گے اور اس کا طواف کریں گے انہوں نے کہا یقیناً فرمایا تھا لیکن کیا یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم اسی سال جائیں گے حضرت عمر ؓ نے کہا یہ تو نہیں فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا تو تم ضرور جاؤ گے لیکن اس وقت نہیں آئندہ سال۔

۱۔ بظاہر صلح حدیبیہ دب کر ہوئی تھی لیکن اللہ ﷻ نے اس کو فتح سے تعبیر کیا اور سورہ فتح نازل ہوئی یعنی نتائج کے اعتبار سے یہ صلح حقیقت میں فتح کا دیباچہ یا آغاز تھی۔ صلح کے معاہدہ سے پہلے مسلمان کافروں سے الگ تھلگ رہتے تھے اس صلح کے بعد دونوں میں میل جول اور آمد و رفت شروع ہو گئی۔ چونکہ ہر مسلمان اسلام کی منہ بولتی تصویر تھا ان کے ارتباط اور میل جول سے اور ان کے کردار کے اثر سے کافروں کے دل خود بخود اسلام کی طرف کھینچے گئے۔ جس کے نتیجے میں اسلام بڑی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک جس کثرت سے کفار اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں میں جو اضطراب مایوسی اور دل شکستگی عام طور پر پیدا ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے اضطراب اور مایوسی دور فرمانے کے لئے ”سورہ الفتح“ نازل فرمائی۔ اس سورت میں صلح حدیبیہ کی اجمالی صورت حال بیان فرمائی ہے نزول سیکند کا ذکر اس طرح فرمایا:

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا
إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ ط
وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں پر تسلی فرمائی تاکہ
ایمان سابقہ پر مزید قوت ایمان کا ان کے لئے اضافہ ہو
جائے۔ (پ ۲۶ الفتح ۴) (ترجمہ کنز الایمان)

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ
وَالْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ط
پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مسلمانوں کو اپنی طرف سے
تاب و تحمل عطا فرمایا اور مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جے
رہنے کی توفیق دی کیونکہ وہ اس کے مستحق اور اہل ہیں۔
(پ ۲۶ الفتح ۲۶) (ترجمہ کنز الایمان)

اس سورت میں اللہ ﷻ نے نزول سیکند کے ذکر کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مسلمان جس معاہدہ کو اپنی ناکامی یا شکست سمجھ رہے ہیں وہ حقیقت میں ایک قریبی فتح ہے (یعنی فتح مکہ) دوسرے یہ کہ رسول برحق ﷺ نے حرم کعبہ میں داخل ہونے قصر اور تخلیق کے بارے میں جو خواب دیکھا تھا وہ خواب سچا ہے غریب تم حرم میں داخل ہو گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ لَا مُمْحِلِينَ
رءُ وَسُكْمٌ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ط فَعَلِمَ مَا لَمْ
تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ۝

بیشک خدا نے اپنے پیغمبر کو سچا (اور) صحیح خواب دکھایا کہ تم خدا
نے چاہا تو مسجد حرام میں اپنے سرمنڈوا کر اور اپنے بال کترا
کر امن و امان سے داخل ہو گئے اور کسی طرح کا خوف نہ کرو
گے جو بات تم نہیں جانتے تھے اس کو معلوم تھی سو اس نے اس
سے پہلے ہی جلد فتح کرادی۔

اس سورت کے آخر میں اللہ ﷻ نے صحابہ کرام ؓ سے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا اور کتب سماوی کے ذکر کے ساتھ ان حضرات کی توصیف فرمائی۔ اللہ اللہ کیا نصیب تھا قربان جانیے۔

رسول اللہ ﷺ نے بادشاہوں، امیروں اور سرداران قبائل کے ساتھ مراسلت شروع کی جس سے شہر اور دیہات کو چہ و باز اثر ہر مجلس اور ہر صحبت کا موضوع گفتگو ”اسلام“ اور ”مسلمان“ اور ”محمد ﷺ“ بن گئے۔ گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا اور لوگ کثرت کے ساتھ اسلام قبول کرنے لگے۔ علم برادران اسلام کی تعداد اور ان کی قوت میں تیزی کے ساتھ اضافہ ہونے لگا۔ (جاری ہے)

رسول اللہ ﷺ عہد نامے کی کتابت سے فارغ ہوئے تو مسلمانوں سے فرمایا: اب قربانی کے جانوروں کو ذبح کر کے حلق کر لو راوی حدیث نے بیان کیا کہ اس حکم کی تعمیل میں ایک مسلمان بھی نہ اٹھا اور پھر اس بات کو حضور ﷺ نے تین بار دہرایا۔ جب کوئی نہ اٹھا تو آپ ﷺ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور مسلمانوں کی حالتِ جمود و سکتہ کو ان سے بیان فرمایا: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ ﷻ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ اپنے جانوروں کی قربانی شروع کریں، سر موٹڈ نے والے کو بلا کر حلق کرا لیں اور اب کسی سے کچھ نہ کہیں۔

رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور کسی سے کچھ نہ کہا۔ پھر اپنے اونٹ کو ذبح کیا حلق کرایا۔ جب مسلمانوں نے یہ دیکھا تو وہ بھی اٹھے، سمجھوں نے اپنے اپنے جانور ذبح کئے اور باہم ایک دوسرے کا سر موٹڈ نے لگے۔ ان کاموں میں اب بے حد گہما گہمی اور حرکت پیدا ہو گئی تھی۔ مردوں کے بعد عورتیں آئیں اور اپنی قربانیوں سے فارغ ہوئیں۔

اس مرحلہ پر ان عورتوں کے بارے میں جو ہجرت کر کے مدینہ آئیں اور ان کے دلوں میں ایمان راسخ نہ ہوا ہو تو ان کی آمد اور ان کا وجود مسلمانوں کے لئے مضرت رساں بھی ہو سکتا تھا۔ اس لئے ان کے متعلق ارشادِ خداوندی ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَأَمْتَحِنُوهُنَّ ط
 اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ ج فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى
 الْكُفَّارِ ط لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۝

(پہلا حصہ ۱۰)

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں

(بقیہ) ان وجوہ کی بنا پر اس معاہدہ میں کفار کے ساتھ جو خفیہ سی رعایت برتی گئی تھی اس کے مقابلے میں اس عظیم الشان نفع کا حاصل ہونا حقیقت میں فتحِ عظیم و مبین تھی اور جو پہلو معاہدہ کی شرائط میں مشرکین کے لئے نفع بخش معلوم ہو رہے تھے اللہ ﷻ نے ان کے فوائد بھی مسلمانوں کو عطا فرمائے۔ حتیٰ کہ وہ خود درخواستیں کرنے آئے کہ حضور ہم تو اس سے بھرپائے مہربانی کیجئے اور اس شرط کو معاہدے سے نکال دیجئے۔ اس کے بعد ان لوگوں کو اپنی رضا اور خوشنودی کا مژدہ سنایا جنہوں نے درختِ مغیلاں کے نیچے بیعت کی تھی۔ پھر ان اسباب کا تذکرہ فرمایا جن کی وجہ سے حضور ﷺ کو جنگ سے احتراز کرنا پڑا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کے رویا (خواب) کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ برحق ہے اور یقیناً تم مسجد حرام میں داخل ہو گے لیکن ہم نے اس سے پہلے تم کو اس معاہدہ حدیبیہ کے ذریعہ ایک فتح اور کامیابی عطا فرمادی۔ خواب کی تعبیر تم کو آئندہ جلد ہی ملے گی۔

حلال نہ وہ انہیں حلال۔

(ترجمہ کنز الایمان)

سورہ ممتحنہ کے اس حکم کے نزول کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنی ان دونوں بیویوں کو طلاق دے دی جو ہنوز مشرک تھیں۔ ان میں سے ایک کے ساتھ معاذ بن ابی سفیان نے اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کر لی۔^۱

جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو ایک دن ابو بصیر ؓ نامی مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں مسلمانوں کے پاس آ گئے۔ ان کو واپس بلانے کے لئے قریش نے دو افراد کو مدینہ بھیجا چنانچہ معاہدے کے بموجب ابو بصیر ؓ کو ان کے حوالے کر دیا گیا اور وہ دونوں آدمی ان کو اپنے ساتھ لے کر مکہ کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ دوران سفر میں ذوالحلیفہ پر ر کے اور کھجوریں کھانے لگے۔ ابو بصیر ؓ نے ایک ساتھی سے کہا:

”اے فلاں! واللہ تیری تلوار نہایت عمدہ معلوم ہوتی ہے۔“ یہ سن کر اس کے دوسرے ساتھی نے تلوار کو نیام سے کھینچتے ہوئے کہا:

”واقعی یہ ایک عمدہ تلوار ہے اور مجھے خوشی ہوئی کہ ابو بصیر تمہاری شناخت اچھی ہے اور میں نے تو اس کو بار بار دیکھا اور تجربہ بھی کیا ہے۔“

ابو بصیر ؓ نے کہا: ”ذرا مجھے دینا۔“ اور تلوار لے کر اسے قتل کر دیا اور دوسرا شخص بھاگ کر مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں بے چین اور پریشان ٹھہرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر اس پر پڑی تو آپ ﷺ نے اس کی حالت دیکھ کر کہا شاید اس نے کوئی دہشت ناک منظر دیکھا ہے۔ پھر وہ حضور ﷺ کے قریب آیا اور کہنے لگا: ”میرا ساتھی قتل کر دیا گیا اور میری جان بھی محفوظ نہیں ہے۔“ اتفاقاً اسی وقت حضرت ابو بصیر ؓ بھی پہنچ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ ﷺ میرے بارے میں ایفاء عہد کر چکے ہیں کوینکہ میں ان کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ اب میرے خدا نے مجھے ان کے پنچے سے نجات دے دی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا (ابو بصیر ؓ کی طرف دیکھ کر) یہ جھگڑا لو ہے۔ (پھر فریادی شخص کی طرف دیکھ کر کہا) کاش اس کا کوئی مددگار ہوتا۔

ابو بصیر ؓ سمجھ گئے کہ حضور ﷺ کا روئے سخن کس طرف ہے انہوں نے سوچا اگر میں

^۱ حضرت عمر فاروق ؓ نے اس حکم کے نزول کے بعد اپنی ان دونوں بیویوں کو جو ہنوز ایمان نہیں لائی تھیں قید نکاح سے آزاد کر دیا۔ ان دونوں بیویوں میں سے ایک ملیکہ بنت جریول خزاعی تھی اور دوسری قریبہ مخزومیہ نامی تھی۔ تاریخ اسلام میں دیگر صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔

تھوڑی دیر ٹھہر گیا تو پھر آپ کوئی بندوبست کر کے مجھے واپس اسی شخص کے ساتھ کر دیں گے۔ لہذا وہ آنکھ بچا کر نکل کھڑے ہوئے اور سمندر کے ساحل پر مقیم ہو گئے۔

کچھ دنوں بعد ابو جندل بن سہیلؓ جن کو حدیبیہ سے واپس کر دیا تھا، قریش کے پنجہ سے دوبارہ چھٹکارا پا کر ابو بصیرؓ کے ساتھ مل گئے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جاری ہو گیا اور مکہ کے مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے بھائی ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ نے اپنی جرأت اور قوت بازو سے ایک پناہ گاہ بنالی ہے تو مکہ کے ظلم رسیدہ اور ستم کش مسلمان خلاصی پا کہ ایک ایک دودو کی شکل میں ابو بصیرؓ وغیرہ سے ملتے گئے اور جب ان کی کچھ جمعیت ہو گئی تو قریش کے کاروان تجارت پر حملے کرنے لگے۔ مجبور ہو کر قریش نے حضور ﷺ کو لکھا کہ ہم معاہدہ کی اس شرط سے باز آئے۔ اب جو مسلمان مدینہ چلا جائے گا ہم اس کی واپسی کا مطالبہ نہیں کریں گے اور مہربانی فرما کر آپ ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ کو مدینہ بلا لیں چنانچہ رسول خدا ﷺ نے ان مسلمانوں کو ساحلی مقام سے مدینہ منورہ بلا لیا اور خود قریش کی درخواست پر یہ شرط عہد نامہ سے خارج ہو گئی۔

صلح حدیبیہ کے واقعہ کو بہ تغیر الفاظ اس طریق پر بھی بیان کیا گیا ہے کہ:

امام احمد، نسائی اور حاکم رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت کی انہوں نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس درخت کے سائے میں تھے جس کا ذکر اللہ ﷻ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اس درخت کی شاخیں حضور ﷺ پر سایہ کئے ہوئے تھیں اور حضرت علیؓ اور سہیل بن عمروؓ حضور ﷺ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور سہیل بن عمروؓ حضور ﷺ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا لکھو ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ سہیل نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: ”ہم رحمٰن کو جانتے ہیں نہ رحیم کو۔ ہمارے قضیہ میں الفاظ لکھو جنہیں ہم جانتے ہیں۔“ بِاسْمِکَ اللّٰہُمَّ لکھو۔“ پھر انہوں نے وہی لکھ دیا اور لکھا کہ ”ہَذَا مَا صَلَّحَ عَلَیْہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ“ تو اس پر بھی نمائندہ قریش سہیل کو اعتراض ہوا اور کہنے لگا۔ اگر آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو پھر تو ہم نے آپ ﷺ پر ظلم کیا۔

آپ ﷺ عرب کے عام دستور کے مطابق تحریر لکھیں اور اسی سے ہم واقف ہیں۔ بالآخر آپ نے فرمایا لکھ دو ”ہَذَا مَا صَلَّحَ عَلَیْہِ مُحَمَّدٌ بن عبد اللہ۔“ اسی دوران میں جو ان آئے یہ مسلح تھے یہ حضور کے سامنے آ کر شور و غوغا کرنے لگے۔ حضور ﷺ نے ان کے لئے بددعا کی

۱۔ اس مقام کا نام عیض تھا یہ ایک ساحلی مقام تھا۔

چنانچہ اللہ ﷻ نے ان کی سماعت سلب کر لی اور وہ بہرے ہو گئے۔ پھر ہم نے ان کو پکڑ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کیا تم لوگ امان یافتہ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو چھوڑ دیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حدیبیہ کے سال گئے۔ اثنائے راہ میں ہم عقبہ ذات حنظل میں آئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آج رات اس ٹیلہ سے گزرنا ایسا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کے لئے اس دروازے سے گزرنا تھا جس کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا: **وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ** (پ البقرہ ۵۸) ”اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

تو جو کوئی آج کی رات اس ٹیلے سے گزرے گا بخشا جائے گا۔ جب ہم اس ٹیلے سے گزرے تو کچھ دیر ٹھہر گئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قریش ہماری آگ کی روشنی کو دیکھ لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو سعید ؓ! ہرگز ایسا نہ ہوگا۔

صبح کو حضور ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور اس کے بعد حمد و ثنا کے بعد فرمایا اللہ ﷻ نے اپنے فضل سے آج کی رات تمام سواروں کو بخش دیا مگر ایک شتر سوار جو سواروں کے ساتھ ہی ٹیلے سے گزرے ہیں وہ نہیں بخشا گیا۔ ہم لوگ یہ ارشاد سن کر اس شتر سوار کی تلاش میں نکلے حتیٰ کہ ہم نے اس کو پایادہ ایک بدوی غیر مسلم ساربان تھا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عنقریب ایک قوم ایسی آئے گی جن کے اعمال کو دیکھ کر تم اپنے کارناموں کو حقیر سمجھو گے۔ ہم نے پوچھا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس قوم کے بارے میں آپ ﷺ نے مطلع فرمایا کیا وہ بنو قریش ہوں گے؟“

جواب میں فرمایا: ”نہیں“ وہ یمنی لوگ ہوں گے۔ وہ رقیق القلب اور انسان دوست ہوں گے ایمان میں مخلص اور اعمال میں سرگرم۔“

لوگوں نے سوال کیا: اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! کیا وہ لوگ ہم سے بہتر ہوں گے؟“ حضور ﷺ نے جواب دیا: ”اگر کوئی ایک پہاڑ برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کرے تو وہ تم سے ایک

۱۔ یہ غیر مسلم ساربان ساحلی علاقہ کا رہنے والا تھا اور بنی حمزہ کا آدمی تھا۔ جب اس سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں چل تاکہ حضور تیرے لئے مغفرت کی دعا کریں تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم! مجھے اپنا اونٹ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تمہارے آقا میرے لئے مغفرت کی دعا مانگیں۔

مدیا اس کے نصف کے برابر حیثیت نہ رکھے گا۔ سن لو! یہی وہ فرق ہے جو تمہارے اور بعد کے مسلمانوں کے درمیان ہے۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: آپ لوگ فتح مکہ کو عربوں پر فتح تصور کرتے ہیں اگرچہ یہ غلط نہیں ہے مگر ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح مکہ قرار دیتے ہیں۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چودہ سو مسلمان تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر ایک کنواں تھا۔ ہم نے اس کا پانی نکال لیا اور ایک قطرہ اس میں نہ رہا۔

جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور کنویں کے کنارے پر بیٹھ گئے۔ ایک برتن میں پانی طلب فرمایا: وضو کے دوران اس میں کلی کی اور دعا فرمائی۔ کچھ دیر توقف کے بعد ہم اپنی اور جانوروں کی تمام ضروریات اس کے پانی سے پوری کرتے رہے مگر اس میں پانی ختم ہونا تو کیا کم بھی نہ ہوا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حدیبیہ آئے۔ ہم چودہ سو مسلمان تھے اور ان کے پاس پچاس بکریاں تھیں جن کو سیراب نہیں کر سکتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کنویں کی منڈیر پر بیٹھے اور دعا فرمائی یا لعاب دہن اقدس اس میں ڈالا اسی دم کنواں جوش مارنے لگا اور پانی بھر گیا۔ ہم نے اس سے اپنی اور جانوروں کی تمام ضروریات پوری کیں۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ناجیہ بن اعجم رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ سے حدیبیہ کے موقع پر جب پانی کے ختم ہو جانے کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر مجھے دیا اور ایک ڈول پانی منگایا اور وضو کر کے ایک کلی کنویں میں ڈال دی۔ اس کے بعد فرمایا ڈول کے پانی کو ڈال کر تیر سے اسے کھودنا پانی نکل آئے گا۔

ناجیہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ایسا ہی کیا اور فوراً بہت تیزی سے پانی ابلنے لگا اور وہ اس طرح جوش مارنے لگا جیسے ہانڈی جوش مارتی ہے حتیٰ کہ پانی کنویں کے کنارے پر آ گیا اور لوگ کناروں سے پانی لے کر پینے لگے اور تمام ضروریات پوری کیں۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا حدیبیہ کے روز ان لوگوں کو پیاس لگی جو رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ ایک برتن کے پانی سے وضو فرما رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ لوگوں میں تشریف لائے اور پوچھا کیا حال ہے؟ لوگوں نے عرض کیا

ہمارے پاس پانی نہیں ہے وضو کر سکتے ہیں نہ پی سکتے ہیں۔ صرف یہ ایک پیالے میں پانی ہے۔ حضور ﷺ نے دست اقدس پیالے میں ڈالا تو انگلیوں کے درمیان سے پانی جوش مار کر نکلنے لگا۔ جس طرح کہ چشمے سے نکلتا ہے۔ پھر ہم سب نے پیا اور وضو کیا۔ راوی حدیث سالم بن ابی جعدہ ؓ نے کہا کہ میں نے حضرت جابر ؓ سے پوچھا تم وہاں کتنے مسلمان تھے؟ انہوں نے جواب دیا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی سب کو کفایت کرتا۔ ہم صرف پندرہ سو آدمی تھے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ کے لئے روانہ ہوئے۔ گرسنگی نے اس قدر ستایا کہ ہمارا ارادہ ہوا کہ اپنی سواری کے اونٹوں کو ذبح کر دیں۔ عین اسی وقت حضور ﷺ نے حکم دیا کہ تمام کھانا ایک جگہ جمع کر دیا جائے۔ پھر ہم نے دسترخوان بچھایا اور لوگوں نے جو کچھ بھی ان کے پاس تھا لا کر رکھ دیا۔ حضرت سلمہ ؓ کا بیان ہے میں نے جھانک کر دیکھا کہ کھانے کی کتنی مقدار ہو گئی ہے تو وہ مجھ کو ایک بکری کے بچے کے برابر اونچا ڈھیر نظر آیا۔ پھر ہم کو کھانے کا حکم دیا گیا اور ہم سب چودہ سو مسلمان تھے۔ ہم سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور پھر باقی ماندہ کھانے کو لوگوں نے توشہ دانوں میں بھر لیا۔ پھر فرمایا کیا ہاتھ دھونے کو پانی ہے؟ تو ایک شخص مشکیزہ لایا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اسے پیالے میں لٹوٹا اور ہم سب نے وضو کیا اور چودہ سو افراد نے اس کو باری باری سے مشکیزوں میں بھر لیا۔

بزار طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ نے ابو خنیس غفاری ؓ سے روایت کی کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ تہامہ میں گیا۔ جب ہم غسفان پہنچے تو صحابہ ؓ نے شدت بھوک کی شکایت کی اور عرض کیا کہ ہمیں اجازت دیجئے تاکہ ہم اپنی سواری کے اونٹوں کو ذبح کر دیں۔

حضرت عمر ؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ ﷺ کے رسول ﷺ! اگر ہم نے سواری کے اونٹوں کو کھالیا تو پھر سواری کرنے سے مجبور اور پریشان ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ لوگوں کے پاس جتنا بھی کھانا ہے اکٹھا کر دعائے برکت و افزونی فرما دیں۔ پھر حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا اور اللہ ﷺ نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ تمام لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور دوسرے اوقات کے لئے توشہ دان بھر لئے۔

نبیہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں قیام کے دوران حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو قریش کی طرف بھیجا اور فرمایا: تم انہیں خبر دے دو کہ ہم ارادہ جنگ سے نہیں آئے ہیں نہ لڑائی مقصود ہے۔ ہم صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں اگر دوستانہ ماحول میں باتیں ہوں تو دعوت اسلام دینا اور نیز جو مسلمان مرد اور عورتیں مکہ میں ہیں انہیں جا کر فتح قریب کی بشارت دینا اور بتا دینا کہ بہت جلد مکہ مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والا

۱۔ قیام حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کے لئے عجیب سیاسی الجھن پیدا ہو گئی تھی۔ اس موقع پر حضور ﷺ کو واپس کرنا چاہتے تھے اور اس مقصد کے لئے جب پے در پے تین قاصد آچکے یہ تینوں افراد چونکہ سردارانِ قبائل تھے۔ قریش میں ان کا بڑا احترام تھا اور یہ صائب الرائے سمجھے جاتے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ بدیل بن ورقاء خزاعی سردار قبیلہ بنو خزاعہ

۲۔ خلیس بن علقمہ کنانی، کنان کے سردار اور احابش کے رئیس اعظم۔

۳۔ عروہ بن مسعود سردار بنو ثقیف۔

یہ قاصد آتے رہے اور پیغامات کا تبادلہ ہوتا رہا مگر کوئی حل نہ نکلا۔ حضور ﷺ نے طے کیا کہ ایک نمائندہ مسلمانوں کی طرف سے بھی بھیجا جائے اور حضور ﷺ کی نگاہ انتخاب اس کام کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر پڑی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قریش کے ساتھ میرا رویہ یہ رہا ہے اور جس قدر سختی میں نے کی ہے ان کے جذبات پر اس کا اثر ہے اس وجہ سے وہ میری بات کو کسی طرح تسلیم نہیں کریں گے۔ علاوہ ازیں میرے قبیلہ بنی عدی کا کوئی فرد بھی وہاں موجود نہیں ہے جو مجھے پناہ دے گا لہذا میری رائے ہے کہ حضرت عثمان بن عفان کو بھیج دیا جائے اس لئے وہ خاندان بنی امیہ کے ایک معزز رکن ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ جیسے ہی وہ مکہ میں داخل ہوئے ان کے قبیلے کے ایک بااثر رئیس ابان بن سعید ان کو امان دے کر اپنے ہمراہ لے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سردارانِ قریش کو حضور ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ تم اگر طواف کعبہ کرنا چاہو تو کر لو کیونکہ محمد ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کو ہم مکہ میں نہ آنے دیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی پیش کش کو رد کرتے ہوئے فرمایا: ”میں ان کے بغیر طواف نہیں کر سکتا۔“

ابان میزبان عثمان رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چند دن کے لئے روک لیا۔ ادھر مسلمانوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ وہ قتل ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایسا ہے تو جب تک ہم ان کے خون کا بدلہ نہ لے لیں گے واپس نہ ہوں گے یہ فرما کر مغیلاں کے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے جن کی تعداد ڈیڑھ ہزار سے کچھ کم تھی، قتال کرنے اور تادمِ آخر لڑنے کے لئے بیعت لی۔ اسی کا نام ”بیعت رضوان“ ہے اور قرآن پاک میں اس کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ (آلہ الفتح ۱۸) ”بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس بیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔“ (ترجمہ کنز الایمان)

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی افواہ غلط نکلی اور وہ مکہ سے واپس حدیبیہ کے مقام پر تشریف لے آئے۔

ہے اور پھر کسی مکی مسلمان کو اپنے اسلام اور عقیدہ کو چھپانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

چنانچہ حضرت عثمان ؓ مکہ میں قریش کے پاس پہنچے۔ انہیں مسلمانوں کی آمد کا مقصد بتایا اور دعوت اسلام دی۔ مگر قریش نے انکار کیا اور جنگ کی دھمکیاں دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ باتیں سن کر اصحاب ؓ کو بیعت کے لئے بلایا۔ منادی کو حکم ہوا کہ وہ ان الفاظ سے اعلان کرے:

”آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ کے پاس روح القدس نازل ہوئے ہیں اور بیعت کے لئے بلا رہے ہیں۔“

تمام مسلمانوں نے بیعت کی کہ پشت نہ دکھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ﷻ نے مشرکین پر رعب ڈالا اور انہوں نے جن مسلمانوں کو بالجبر روک رکھا تھا انہیں چھوڑ دیا اور مصالحت کی باتیں شروع کر دیں۔

ادھر مسلمانوں نے حدیبیہ میں حضرت عثمان ؓ کے واپس تشریف لانے سے پہلے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت عثمان ؓ تو طوافِ کعبہ کریں گے۔ یہ باتیں سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: ”میرا خیال ہے کہ اس صورت میں کہ ہم سب کو تو طواف و زیارت سے روک دیا گیا ہو وہ بیت اللہ کا طواف نہ کریں گے۔“

حضرت عثمان ؓ کی واپسی کے بعد لوگوں نے ان سے پوچھا: ”آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کر لیا؟“

حضرت عثمان ؓ نے جواب میں فرمایا:

”اے برادرانِ ملت! میرے بارے میں شاید آپ لوگوں نے حسن ظن سے کام نہیں لیا، واللہ اگر میں مکہ میں کسی وجہ سے ایک سال بھی مقیم رہتا تو میں بغیر رسالت مآب ﷺ کے ہرگز طواف نہ کرتا بلاشبہ مجھے قریش نے دعوتِ طواف دی تھی۔ مگر میں نے اسی وجہ سے انکار کر دیا۔“

اس بارے میں حضرت عثمان ؓ کا بیان سن کر صحابہ ؓ نے کہا آپ ﷺ نے درست فرمایا اور بے شک حضور ﷺ سب کے بارے میں زیادہ بہتر طور پر جانتے ہیں۔

امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کی کہ حدیبیہ کے دن ستر اونٹ ذبح کئے گئے۔ بکریوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ جس شب ہم حدیبیہ پہنچے اور پھر ہمیں روک دیا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون پہرہ دے گا؟

میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میں دوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم سو جاؤ گے اس کے بعد دوبارہ فرمایا: ”ہمارا پہرہ کون دے گا؟“

میں نے پھر عرض کیا: حضور ﷺ میں دوں گا۔ ارشاد فرمایا اچھا تم ہی دو۔ پھر میں پہرہ دینے لگا حتیٰ کہ شب کے اختتام اور طلوع فجر کا وقت ہوا تو حسب ارشاد رسول اللہ ﷺ کہ ”تم تو سو جاؤ گے۔“ نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گیا۔ اس وقت بیدار ہوا کہ جب سورج طلوع ہو چکا تھا جب ہم بیدار ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اللہ ﷻ نہ چاہتا تو تم ہرگز نہ سوتے۔ اس کے بعد آپ نے نماز پڑھائی اور کہا جو شخص مسلمانوں میں سو جائے اس کے لئے میرا یہی عمل سنت ہے۔

اس کے بعد مسلمان اپنی سواریوں کی تلاش میں نکلے اور ہر ایک اپنی سواری کے جانور کو ہانک لایا مگر حضور ﷺ کی ناقہ نہ ملی۔ جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو مجھ سے فرمایا: وہ فلاں مقام پر ہے اسے ہانک لاؤ۔ پس آپ نے جس طرح فرمایا تھا میں پہنچا تو دیکھا کہ اونٹنی کی رسی ایک جھاڑی میں الجھ گئی ہے۔ میں نکال کر لے آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس کی نکیل کو الجھا ہوا پایا اور وہ بغیر چھڑائے نہیں آ سکتی تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبدالرحمن بن ابی یعلیٰ ؓ سے آیہ کریمہ ”وَإِنَابَهُمْ فَتَحَا قَرِيْبًا“ (پ ۲ الف ۱۸) ”اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔“ (ترجمہ کنز الایمان) کی تفسیر میں روایت کی کہ اس سے فتح خیر مراد ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے قیام حدیبیہ ہی کے دنوں میں خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ مکہ مکرمہ میں سرمنڈائے ہوئے امن کے ساتھ داخل ہوئے ہیں تو صحابہ ؓ نے حضور ﷺ سے جس وقت آپ ﷺ حدیبیہ میں اونٹوں کو ذبح کر رہے تھے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے خواب کی تعبیر کیا ہے؟ اس وقت نزول وحی ہوا کہ:

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُوْلُهُ الرُّوْيَا بِالْحَقِّ ۖ
لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ
إِمْنِيْنَ ۖ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوسِكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۚ
لَا تَخَافُوْنَ ۝

(پ ۲ الف ۱۷) خوف۔ (ترجمہ کنز الایمان)

۱۔ یعنی ایسی صورت میں قضا نماز پڑھ لے۔

جب حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے خیبر کو فتح کیا اور آئندہ سال احرام عمرہ باندھا اور مسجد حرام میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کا خواب پورا ہو گیا۔

نبیہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کے واقعات کے سلسلے میں بنو مضر کے لئے بددعا کی کہ اے اللہ! مضر پر ایسا قحط مسلط کر دے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے عہد میں اہل مصر پر مسلط کیا تھا۔ چنانچہ مضر کے لوگ قحط کے شکار ہو گئے اور غذاؤں کی کم یابی اس حد کو پہنچی کہ انہوں نے علہز یعنی اونٹ کے خون کو اس کے بالوں سمیت پکا کر کھایا اور ابوسفیان حضور ﷺ کے دربار میں بھوک اور فاقوں کی شکایت کرنے پہنچا۔

یثم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے الاخبار میں حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا بدر میں جب ابو العاص مارا گیا تو میں اپنے چچا ابان بن سعید کی کفالت اور تربیت میں تھا۔ ابان بن سعید ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے شام گیا اور وہاں اس کو ایک سال لگ گیا، پھر وہ واپس آ گیا، وہ جہالت اور عصبيت کی وجہ سے حضور ﷺ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ اس نے سفر سے واپس آ کر پوچھا ”محمد (ﷺ) کا کیا حال ہے؟“

میرے چچا عبد اللہ نے جواب دیا: ”وہ تو پہلے سے زیادہ معزز، بااثر اور جماعتِ عظیم کے پیشوا ہیں۔“

ابان نے توجہ سے اس بات کو سنا اور خاموش ہو گیا حضور ﷺ کو برا نہ کہا۔ اس کے بعد اس نے کھانا تیار کرایا اور کھانے پر بنو امیہ کے سرداروں کو بلوایا۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو ابان نے ان سے خطاب کیا کہ:

”اے سردارانِ آلِ امیہ! میں جو کچھ کہوں اسے غور سے سنیے اور صحیح نتائج اخذ کیجئے میں ایک ایسی بستی میں تھا وہاں میں نے بکا راہب کو دیکھا۔ وہ ایک مردِ مُرتاض اور بڑا عبادت گزار تھا۔ چالیس برس سے زمین پر نہ اترتا تھا۔ ایک روز نیچے آیا تو اس کی زیارت کے لئے لوگ جمع ہو گئے۔ دیکھنے والوں میں میں بھی تھا۔ میں نے اس سے کہا: ”مجھے آپ سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔“ اس نے میرے لئے تخلیہ کر دیا۔ پھر میں نے اس سے کہا:

”اے مردِ بزرگ! میں عربی قریشی ہوں، میری قوم کا ایک شخص ”رسول اللہ ﷺ“ ہونے کا مدعی ہے۔“

راہب نے پوچھا: ”اس کا نام کیا ہے؟“

میں نے جواب دیا: ”ان کا نام محمد (ﷺ) ہے۔“
 اس نے پوچھا: ”کب سے اس کا ظہور ہوا ہے؟“
 میں نے جواب دیا: ”بیس سال سے؟“
 اس نے کہا: ”میں اس کا حلیہ اور سراپا اگر تم کہو تو بیان کروں؟“
 میں نے کسی قدر حیرت سے کہا: ”ضرور۔“

پھر اس زاہد واقفِ حال نے محمد (ﷺ) کا سراپا بیان کر دیا اور تعجب ہے کہ وہ بالکل درست ہے۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا یقین کرو یا نہ کرو بہر حال ان کا دعویٰ نبوت صحیح اور درست ہے۔ کسی کا یقین کرنا اور کسی دوسرے کا بے یقینی میں مبتلا ہونا اس کی ذات اور اس کے مقاصد میں فرق اور حرج پیدا نہیں کرتا۔ دنیا بھر کی مخالفتوں اور مزاحمتوں کے باوجود تم دیکھ لو گے کہ وہ غالب ہو کر رہیں گے۔

ہماری باتیں ختم ہوئیں، راہب صومعہ کے بالا خانے پر چڑھ گیا۔ پھر اس کو خیال آیا اور اس نے بالائی منزل سے جھانک کر کہا:

”اے تاجرِ عرب! خداتم کو راہِ راست کی توفیق دے، اگر تمہارا جانا محمد (ﷺ) کے شہر میں ہو تو مجھ غریب فقیر کا سلام کہنا۔“
 یہ واقعہ حدیبیہ کے زمانہ کا ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کا قبولِ اسلام

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے روایت کی انہوں نے کہا۔ جب اللہ ﷻ نے میرے لئے خیر کا ارادہ فرمایا تو اس نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور توفیقِ ہدایت بخشی۔ اللہ ﷻ نے صحیح رخ پر سوچنے کا انداز عطا فرمایا تو میرے دل نے کہا:

اے خالد تو محمد (ﷺ) کے خلاف ہر معرکہ میں شریک رہا اور ہر مرتبہ غیر متوقع، نادر، انوکھے اور حیرت فزا ڈھنگ پر ان کو نمایاں کامیابی ہوئی۔ ہر معرکہ کے حالات کا تجزیہ کر کے میری فکر نے بتایا۔ ان کی تعداد بہت کم، اسلحہ بہت کم، رسد اور دوسرا ضروری سامان بہت کم، افراد کی تربیت اور ان میں صلاحیتِ جنگ بہت کم، ان تمام کوتاہیوں اور بہ ظاہر محرومیوں کے باوجود ہر رزم پر ہر موقعہ پر ہر میمنہ پر ہر میسرہ پر ہر مبارزت اور ہر حملہ عام پر ان کی خلاف اسبابِ خلافِ امید اور خلافِ حالات نمایاں اور غیر معمولی کامیابیاں، تو خدا کی نصرت و امداد کا یقین دلاتی ہیں۔ ان

شعوری اور باطنی افکار کی روشنی میں پھر میں سوچتا رہتا۔
 رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں پڑاؤ کیا اور میں مقابلہ و مقاتلہ کے لئے ماتحت سواروں کو لے کر نکلا، پس مجھے حضور ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ غطفان میں ملے۔ میں قریب پہنچ گیا اور متصادم ہونے کا ارادہ کر لیا۔

ادھر حالات کی نزاکت اور خطرہ جنگ ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو ہمارے سامنے نماز دوپہر پڑھائی۔ جنگ میں مفید مطلب حیلوں کا رواج ہے، پس میں نے سوچا اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دوں اور حملہ کروں، مگر شاید خدا ساز بات تھی، میں یہ سوچتا ہی رہ گیا اور حملہ کرنے سے باز رہا۔ نیز اللہ ﷻ نے ہمارے دلی ارادے اور ایسے خیال کو کہ جو صرف ذہن میں تھا اس سے آپ ﷺ کو باخبر کر دیا اور اس کے بعد نماز عصر آپ ﷺ نے نماز خوف کے طریقہ پر پڑھائی اور نماز خوف کے طریقے کو اختیار کرنے کی وجہ سے پھر ہمارے لئے موقع نہ رہا اور میرے دل نے کہا یہ شخص اور اس کے ہمراہی مصون و مامون ہیں۔ اس کے بعد ہم جدا ہو گئے اور حضور ﷺ نے ہماری ناکہ بندی کئے ہوئے راستوں کو چھوڑ کر ایک علیحدہ دوسرا راستہ اختیار فرما لیا اور ذات الیمین کی راہ پر چل پڑے۔

پھر جب قریش سے صلح نامہ ہو گیا اور حالات پر امن و پرسکون ہوئے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ اب کون سی شے باقی رہ گئی ہے اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ عزت و کامرانی سے میں اور میری قوم بہت دور ہیں۔ حبشہ کے نجاشی نے دین اسلام اختیار کر لیا ہے اور اس کے ملک میں بھی مسلمان موجود ہیں۔ مجھے ہرقل کے پاس روم جانا چاہئے اور اس مشرکانہ دھرم کو چھوڑ کر مجھے نصرانی یا پھر یہودی ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ اب تو اپنی بے بضاعتی بھی مجھ پر واضح ہو گئی ہے لہذا ان کمزوریوں کی بناء پر مجھے عجیبوں کا ہی زیر دست اور تابع ہو جانا چاہئے۔ یا پھر جو لوگ باقی رہ گئے ہیں ان کے ساتھ اپنے گھر میں پڑا رہوں۔ بہر صورت میں شش و پنج میں تھا اور اپنی زندگی اور اس کے مقصد کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔

یکبارگی مجھے رسول اللہ ﷺ کے مکہ میں داخل ہو جانے کی اطلاع ملی کہ آپ عمرہ اور طواف کرنے اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ میں اس خبر کو سن کر فوراً روپوش ہو گیا۔ میرا بھائی ولید بن ولید حضور ﷺ کے ساتھ عمرہ کے لئے مکہ آیا اس نے مجھے تلاش کیا کہ میں قریش کے ہمراہ کس طرف نکلا ہوں، مگر وہ کسی سے پتہ نہ چلا سکا۔ پھر بے چارے نے

۱۔ یعنی اللہ نے مدد فرمائی۔ خدا تعالیٰ نے بات بنا دی۔

میرے پاس خط روانہ کیا اس میں لکھا تھا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! اما بعد! میں تم سے نہ مل سکا اور اسلام کے بارے میں ہنوز تمہاری بے خبری اور غفلت شعاری پر مجھے حیرت بھی ہے اور افسوس بھی کیونکہ اسلام تو اب عملاً نافذ ہے اور اس کی خیر و برکت اور دوسرے فلاحی نتائج مشاہدہ میں ہیں۔ جن کو دیکھا جا رہا اور محسوس کیا جا رہا ہے۔“

تمہارے بارے میں اللہ ﷻ کے رسول ﷺ نے فرمایا: خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ ﷻ انہیں لائے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا۔ اس کی مانند ذی فہم اور سلیم الطبع شخص کوئی نہیں جواب تک اسلام سے غافل اور باہر ہو۔ اگر وہ اسلام کی صفوں میں آ کر مشرکوں اور سر پھرے لوگوں کی ذلت و خواری کا موجب ہوتا تو یہ اس کے لائق تھا۔

تو اے بھائی! جو کچھ اس تاخیر سے فوت ہو گیا اس کی تلافی کرو میرے خط کو بہ غور پڑھ کر تم کو اقدام کرنا چاہئے۔“

میں خط کو پڑھ کر متاثر ہوا اور جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اسی دوران میں نے خواب دیکھا کہ قحط زدہ تنگ شہروں میں سرسبز و شاداب اور بارونق شہروں کی جانب رواں دواں ہوں۔ میں نے سوچا یہ خواب ایک بشارت ہے۔ مدینہ پہنچ کر اس خواب کو میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا: تمہارا نکلنا یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے تم کو توفیق اسلام دی اور قحط زدہ تنگ حالت کفر کی زندگی تھی۔

بہر حال حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے میں صفوان بن امیہ سے ملا اور اس سے کہا: اے ابو وہب! کیا تو اس حالت کو محسوس کرتا ہے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ ہم سب آپس میں دانتوں کی مانند ہیں اور تم دیکھ رہے ہو کہ محمد (ﷺ) نے عرب و عجم پر غلبہ پالیا ہے۔ اگر ہم ان کے پاس جا کر ان کی اطاعت کر لیں تو ان کی عظمت سے ہم کو عظمت ملے گی۔

صفوان نے منہ بنا لیا اور انکار کر دیا کہا اگر سارا عرب مسلمان ہو جائے تب بھی میں محمد (ﷺ) کے طریقوں کو اختیار نہ کروں گا۔

میں نے سوچا یہ وہ شخص ہے کہ جس کا باپ اور بھائی بدر میں مارے گئے ہیں۔ اس وجہ سے یہ سوختہ دل ہے۔ اس کے بعد میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا اور اس سے وہی باتیں کہیں جو صفوان بن امیہ سے کہی تھیں اور اس نے بھی وہی کفر و انکار کا رویہ اختیار کیا۔

۱۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل ۸ ہجری میں مشرب بہ اسلام ہوئے۔

پھر میں نے عکرمہ سے کہا مہربانی کر کے تم ان باتوں کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ اس نے اقرار کیا اور کہا میں کسی کو نہ بتاؤں گا، حضرت خالد ؓ نے کہا اب میں گھر آیا اور خادم سے سواری نکالنے کو کہا اور تاکید کر دی کہ اتنی دیر میں تیار ہو جائے کہ میں عثمان بن طلحہ کے پاس سے آ جاؤں۔

اب کچھ خیالات میرے دماغ میں حرکت کرنے لگے: عثمان میرا گہرا دوست ہے میں اس سے اپنے ارادے کا اظہار کر دوں تو کیا برائی ہے؟ میں یہ سوچ رہا تھا کہ مجھے اس کے باپ طلحہ اور دادا کا مارا جانا یاد آ گیا۔ اس کے بعد میں نے پسند نہ کیا کہ اس سے اپنا ارادہ ظاہر کر کے راز دار بناؤں۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دماغ کے ایک دوسرے زاویے میں ایک دوسرا خیال ابھرا جو یہ تھا کہ جب میں اسی لمحے کوچ کا ارادہ اور تیاری کر چکا ہوں تو پھر ذکر کر دینے سے کیا فرق پڑتا ہے اور اس میں کیا حرج ہے۔

میں نے عثمان کے پاس جا کر اپنا ارادہ بیان کیا نیز وہی باتیں کیں جو اس سے پہلے صفوان اور عکرمہ سے کی تھیں۔ مزید یہ بھی کہا کہ ”ہم اپنی حالت کے اعتبار سے لومڑی کے سوراخ کے مانند ہیں کہ اس میں ڈول پر ڈول پانی ڈالا جائے مگر سارا کا سارا نکل جائے۔“

میری باتیں توجہ سے سن کر وہ تو بلا تردد میرے خیالات سے پورا اتفاق کرتے ہوئے اسی وقت چلنے پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے کہا: ”تم میری اس اونٹنی کو راستہ میں بیٹھا پاؤ گے۔“ خالد ؓ نے بیان کیا کہ ہم نے ایک دوسرے سے طے کر لیا اور مقام یانج میں ملنے کا پروگرام بنا لیا۔ ہم علی الصبح روانہ ہو کر مقام ہدہ پہنچ گئے۔ وہاں ہم کو حضرت عمرو بن العاص ؓ مل گئے۔ انہوں نے ہم کو اور ہم نے ان کو مرحبا کہا۔ اس کے بعد ہم نے آپس میں ارادہ سفر کے بارے میں سوال و جواب کئے اور دونوں نے دعوت اسلام کو قبول کرنے کا ارادہ اور خود کو اطاعت رسول ﷺ میں دینے کا مقصد بیان کیا ہم تینوں کو بڑی خوشی ہوئی اور ساتھ میں سفر کر کے مدینہ میں داخل ہوئے اپنے اونٹوں کو ظہر حرہ میں باندھا تھا کہ کسی نے ہماری آمد کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو کر دی۔ جس کو سن کر آپ ﷺ کو مسرت ہوئی۔

دربار رسالت میں حاضر ہونے کے لئے میں نے غسل کر کے عمدہ کپڑے پہنے ہی تھے کہ میرا بھائی ولید ملنے آ گیا۔ مزاج پرسی اور نیک تمناؤں کے اظہار کے بعد انہوں نے کہا۔ آپ کی آمد اطلاع حضور ﷺ کو ہو چکی ہے جلدی چلو وہ انتظار فرما رہے ہیں۔ میں تیز قدموں سے روانہ ہوا۔ حتیٰ کہ میں نزدیک ہی پہنچ گیا۔ آپ ﷺ کا چہرہ انور مجھے نظر آنے لگا آپ

ﷺ کی نظریں مجھ پر تھیں اور تبسم فرما رہے تھے۔ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر سلام عرض کیا اور حضور ﷺ نے خندہ روئی اور شگفتہ انداز میں جواب سلام عطا فرمایا:
ازاں بعد میں نے کہا: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ“ حضور ﷺ نے کہا:
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَذَاكَ۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا:

خالد رحمہ اللہ! میں تمہارے اندر جو ہر ذاتی اور دانائی پاتا تھا اور میرا خیال تھا کہ جب کبھی تم نے اپنی ان خداداد صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے دعوتِ اسلامی پر فکر و تدبیر کیا، تم اس کو قبول کر لو گے۔

میں نے عرض کیا: اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ میں بہت مرتبہ اسلام کے لئے رکاوٹ بنا ہوں اور دین حق کے علم برداروں اور خادموں کے مقابلے میں آیا ہوں اور گھڑسواروں کو لایا ہوں۔ آپ ﷺ میرے اس عمل کی معافی کے لئے اللہ رب العزت ﷻ سے دعا فرما دیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسلام ماقبل کے تمام گناہوں کو فنا کر دیتا ہے۔

وہ معجزات جو غزوہ خیبر میں ظاہر ہوئے

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع رحمہ اللہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے، ہم رات میں سفر کر رہے تھے۔ ایک شخص نے حضرت عامر بن اکوع رحمہ اللہ سے کہا۔ کیا تم ہمیں اپنا نغمہ نہیں سناؤ گے؟ تو وہ اترے اور مسلمانوں کو حدی سنانے لگے۔ انہوں نے کہا۔

اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاَغْفِرْ فِدَاءَ لَكَ مَا بَقَيْنَا وَتَبَّتْ اَلْاَقْدَامُ اِنْ لَا قَيْنَا

اے خدا! اگر تو نہ ہوتا تو ہم نہ ہدایت پاتے اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

تو ہمیں بخش دے، ہم تجھ پر قربان ہوں۔ جب تک ہم زندہ رہیں ہم کو ثابت قدم رکھ اگر ہم دشمنوں سے جنگ کریں۔

اس نغمہ کو سن کر سرور کائنات ﷺ نے دریافت فرمایا۔ حدی گا کر اونٹوں کو کون ہانک رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا: عامر رحمہ اللہ ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”يُوحِمُهُ اللَّهُ“

ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے عامر رحمہ اللہ کے لئے شہادت واجب کر دی۔ کاش ہم اس سے مزید فائدہ اٹھاتے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب مسلمان صف بستہ ہوئے تو حضرت عامر ؓ نے اپنی تلوار لی کہ یہودی پروار کریں تو ان کی تلوار کی نوک ان کے پیر کے گھٹنے پر لگ گئی اور وہ شہید ہو گئے۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت سہیل بن سعد ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: کل اس جھنڈے کو میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ ﷻ فتح دے گا۔ دوسرے دن صبح کو آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب ؓ کہاں ہیں؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا: وہ آشوب چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ نے نہیں بلا کر اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا اور دعا فرمائی تو ان کا آشوب چشم رفع ہو گیا، کوئی تکلیف نہ رہی۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت کی کہ حضرت علی ؓ آشوب چشم کی وجہ سے خیبر کے غزوہ میں لشکر سے ردیف میں رہ گئے اور خیبر میں پہنچ کر مل گئے۔ فتح خیبر کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کل میں پرچم اسلامی ایسے شخص کے سپرد کروں گا جو اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے۔ صحابہ کرام ؓ شب میں باہم یہ تذکرہ کرتے رہے کہ دیکھیں وہ کون خوش نصیب ہے جس کو حضور ﷺ کل صبح پرچم اسلام عطا کرتے ہیں۔ چونکہ حضرت علی ؓ آشوب چشم میں مبتلا تھے لہذا ان کی طرف کسی کا خیال بھی نہیں گیا جب صبح ہوئی تو آپ نے حضرت علی ؓ کو بلوایا اور علم ان کے سپرد کر دیا اور پھر اسی روز اللہ ﷻ نے خیبر فتح کر دیا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت بریدہ ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر میں فرمایا: کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور وہ محصور یہود کے قلعہ کو فتح کرے گا۔ اس موقع پر حضرت علی ؓ موجود نہ تھے اور اس اعلان کے بعد لوگوں میں حصول علم کے لئے حسرت و اشتیاق پیدا ہو گیا۔

دوسرے روز حضرت علی ؓ کو بلایا۔ ان کی پر آشوب آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور وہ ٹھیک ہو گئیں۔ اس کے بعد علم جنگ عطا فرمایا:

امام احمد، بیہقی، ابو یعلیٰ اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت علی ؓ سے روایت کی کہ جب سے

۱۔ ”صلح حدیبیہ“ کے بعد ملت اسلامیہ کو مشرکین قریش کی طرف سے تو سکون اور فراغت مل گئی۔ خیال تھا اب مبلغین اسلام دین کی دعوت کے لئے نکلیں گے اور ہر طرف ہر قریبے ہر قبیلے اور ہر برادری میں اسلام کی دعوت و پیغام پہنچائیں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ خیبر کے یہود نے جن میں بنی نضیر اور بنی قریظہ کے لوگ بھی جلا وطنی کے بعد جا کر آباد ہو گئے تھے اسلام کے خلاف مہارت و مخالفت اور مفاربت کا طوفان اٹھایا۔ دوسرے قبائل کو ساتھ ملایا چنانچہ بنی غطفان سے مدینہ کو فتح کر کے آدھوں آدھ بانٹ لینے کا معاملہ کر لیا۔ (بقیہ اگلے صفحے پر)

حضور ﷺ نے لعابِ دہن لگایا ہے میری آنکھیں ہر بیماری سے محفوظ ہیں۔

حاکم و بیہقی رحمہما اللہ نے شداد بن الہادؓ سے روایت کی کہ ایک اعرابی شخص ایمان لایا اور ہجرت کی اور جب غزوہ خیبر واقع ہوا اور غنیمت ملی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے تقسیم فرمایا اور اس مہاجر اعرابی کو حصہ دیا۔ اس نے عرض کیا میں نے حلقہ اسلام میں شمولیت اس مال کے لئے نہیں کی ہے بلکہ میں نے تو آپ ﷺ کا اتباع اس لئے کیا ہے کہ میرے اس جگہ تیر لگے یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ پھر سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا اور پھر اس تیر کے لگنے سے میں مرجاؤں اور جنت میں پہنچایا جاؤں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ ﷻ کی تصدیق کرتے ہو تو وہ تمہاری خواہش ضرور پوری کرے گا۔

اس کے بعد لشکر مجاہدین کفار سے لڑنے گیا تو اس اعرابی کے وہیں حلق میں تیر آ کر لگا، جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس نے اللہ ﷻ کی تصدیق کی، اللہ ﷻ نے اسے سچا کر دیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ میں سبزی دیکھی تو اس کے بارے میں پوچھا یہ کیسے ہوا؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا میں ابن ابی الحقیق کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی کہ سو گئی، اسی حالت میں میں نے بحالت نیم بیداری ایک خواب دیکھا۔

(بقیہ) اگرچہ مدینہ سے خیبر کافی دور ہے ان دونوں آبادیوں کے درمیان ۸ منزل کا فاصلہ ہے لیکن مدینہ کے منافقین کو بھی مخفی طور پر یہود نے ملا لیا تھا اور ان منافق جاسوسوں کی وجہ سے خیبر کے یہود کو مسلمانوں کی ایک ایک بات کی خبر ملتی رہتی تھی۔ حضور ﷺ نے اس خطرے کو محسوس فرمایا اور پھیلنا ہوا دیکھ کر مجبوراً مقابلے کی تیاری کی اور نہایت ہی پوشیدہ طریقے سے ماہ ۷ ہجری میں تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہؓ کے ہمراہ جن میں دو سو سوار تھے مدینہ سے روانہ ہوئے اور مقام رجنج میں پہنچ کر جو بنو غطفان اور خیبر کے وسطی علاقہ میں ہے نزول فرمایا:

یہود کے پاس چھ قلعے تھے۔ مسلمانوں نے ان کو یکے بعد دیگرے فتح کرنا شروع کیا۔ مگر بنو غطفان کی ہمت نہ ہوئی اور وہ یہود ان خیبر کے ساتھ شریک جنگ نہ ہوئے۔

سب سے مضبوط اور عظیم قلعہ ”قوص“ تھا۔ جس میں یہود کا مشہور شہسوار مرحب رہتا تھا، اس قلعہ کو مسخر کرنے کی جلیل القدر صحابہؓ نے کوشش کی مگر وہ ناکام رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلا کر علم عطا فرمایا۔ مرحب نامور شجاع و شہسوار نے قلعہ سے نکل کر جنگ کی۔ حضرت علیؓ اسد اللہ تعالیٰ نے مرحب سے مقابلہ کر کے اس کو قتل کیا اور قلعہ فتح کر لیا۔

اس غزوہ میں ۹۳ یہودی مارے گئے اور صرف ۱۵ مسلمان شہید ہوئے۔ یہود نے شکست کے بعد درخواست کی کہ ہم کو معاف کر دیا جائے۔ ہم سالانہ پیداوار کا نصف غلہ ہر سال پیش کریں گے۔

چاند میری گود میں آ گیا ہے۔ میں نے یہ واقعہ خواب اسے بتایا جسے سن کر اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور کہا تو مدینہ کے بادشاہ کی تمنا رکھتی ہے۔

ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے حمید بن ہلال ؓ سے روایت کی کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اس حال میں آئی کہ آپ ﷺ مجھ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری قوم نے ایسا اور ویسا کیا ہے۔ اس کے بعد میں ابھی اپنی جگہ سے کھڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ میرا دفعۃً اندازِ پسند بدل گیا اور آپ ﷺ مجھ کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب معلوم ہونے لگے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عامم الاحول رحمۃ اللہ علیہ ابو عثمان ہندی یا ابی قلابہ رحمہما اللہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ ﷺ خیبر میں تشریف لائے تو اس زمانے میں کھجوریں تیار نہ تھیں بلکہ کچی اور خام کھجوریں درختوں میں لگی تھیں۔ مسلمانوں نے کچی کھجوروں کو یا نیم پختہ کھجوروں کو کھایا اور انہیں بخار ہو گیا جب حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے بہ طور طریقہ علاج فرمایا کہ خاصی مقدار میں پانی کو مشکیزوں کے ذریعہ ٹھنڈا کیا جائے اور صبح کی دونوں اذانوں کے درمیان وہ ٹھنڈا کیا ہوا پانی ان پر ڈالا جائے اور اللہ کا نام لیتے رہیں اور اس کی جانب سے شفاء کی امید رکھیں۔ پس اصحاب نے ایسا ہی کیا چنانچہ وہ سب بیمار حضرات بطفیل رسالت پناہی ﷺ صحت یاب ہو گئے۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن انیس ؓ سے روایت کی کہ غزوہ خیبر کے سفر میں میرے ساتھ میری زوجہ زمانہ حمل میں تھیں۔ اتفاقاً راہ میں نفاس سے ہو گئیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا تو آپ نے بتایا کھجوروں کو پانی میں بھگو دو پھر وہ پانی پلاؤ۔ تو میں نے اس پر عمل کیا اور میری بیوی کو کوئی ناگوار بات پیش نہ آئی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق علقمہ ؓ حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ ہم غزوہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک روز حضور ﷺ نے رفع حاجت کے لئے ارادہ فرمایا اور کہا:

اے عبد اللہ ؓ! دیکھو کوئی پردے کی چیز نظر آتی ہے؟ میں نے دیکھا تو ایک درخت نظر آیا۔ میں نے حضور ﷺ سے جا کر عرض کر دیا: فرمایا اور غور سے دیکھو میں نے بہ غور دیکھا تو ایک

۱۔ ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہودیوں کے سردار ابن اخطب کی صاحبزادی اور کنانہ ابن ابی الحقیق کی بیوی تھیں۔ غزوہ خیبر میں کنانہ مارا گیا اور حضرت صفیہ غنیمت میں لائی گئیں۔ حضور اکرم ﷺ نے آپ سے عقد فرمالیا۔

دوسرا درخت نظر آیا جو پہلے درخت سے بہت فاصلہ پر تھا۔ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں درختوں سے جا کر کہو کہ اللہ ﷻ کا رسول ﷺ حکم دیتا ہے کہ دونوں یکجا ہو جاؤ۔ میں نے جا کر کہا اور وہ دونوں مل گئے۔

حضور ﷺ ان درختوں کے پاس تشریف لائے ان دونوں درختوں نے آپ ﷺ کو پردے میں لے لیا۔ اس کے بعد جب حضور ﷺ ان سے الگ ہوئے تو پھر دونوں درخت اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اہل خیبر جب شکست خوردہ اور مغلوب ہو گئے تو ان کے سامنے یہ شرطیں رکھی گئیں کہ وہ اپنی جانوں اور اہل و عیال کو لے کر نکل جائیں ان کے ساتھ سونا جاسکے گا نہ چاندی۔ پھر کنانہ اور ربیع حاضر ہوئے ان دونوں سے حضور ﷺ نے فرمایا:

”تمہارے وہ ظروف کہاں ہیں جن کو تم اہل مکہ کو عاریتہ دیا کرتے تھے؟“

ان دونوں نے کہا: ”ہم لوگ اس حال میں بھاگے کہ ایک زمین ہمیں کمزور بناتی اور دوسری زمین ہمیں عزت دیتی تھی تو ایسی زبوں حالی میں ہم نے ان تمام ظروف کو خرچ کر ڈالا۔“ حضور ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا:

”اگر تم لوگ مجھ سے ذرہ برابر چھپاؤ گے اور مجھ کو اپنی فریب کاری سے اور چرب زبانی سے دھوکا اور چکمہ دینے کی کوشش کرو گے تو اس کی سزا تم کو ملے گی۔“

دونوں نے یک زبان ہو کر کہا: ”آپ ﷺ ہمارے بارے میں ایسا خیال نہ فرمائیں جو کچھ ہم نے کہا ہے اگر اس کے خلاف ہو تو سزا کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ ہم کو منظور ہوگا۔“ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک انصاری صحابی کو بلایا اور فرمایا: فلاں میدان میں ایک درخت ہے اور اس درخت کی داہنی جانب یا بائیں جانب ایک اور اس سے بلند درخت نظر آئے گا اس کے نیچے جو کچھ ہے وہ نکال کر لے آؤ تو وہ گئے اور ظروف وغیرہ لے کر آ گئے پھر ان کو گرفتار کر لیا گیا۔

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انشاء اللہ ﷻ ہم آج رات سفر کریں گے۔ ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص سفر نہ کرے کہ جس کا اونٹ کمزور یا سرکش ہو۔ اس کے باوجود ایک شخص اپنے سرکش اونٹ پر ہی روانہ ہو گیا۔ چنانچہ اونٹ نے اپنے اُس کو گرا دیا ران ٹوٹ گئی بالآخر وہ مر گیا۔ اس وقت حضور ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ سے اعلان کر دیا کہ

مرنے والے نے حکم عدولی کی جنت اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لکھا کہ کثیبہ ^۱ کے بارے میں تحقیق و تفتیش کر کے مجھے اطلاع دو کہ وہ خیبر کے اموال میں سے رسول اللہ ﷺ کا خمس تھا یا آپ ﷺ کے لئے خاص تھا۔ میں نے اس بارے میں عمرہ بنت عبد الرحمن سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب ابن ابی الحقیق سے صلح فرمائی تو نطاۃ اور شق کے پانچ حصے کئے اور کثیبہ کو اس کا ایک جزو قرار دیا اور

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پانچ گولیاں بنائیں۔ ایک گولی پر لفظ ”لِلّٰہ“ یعنی اللہ کے لئے لکھا اور بارگاہِ خداوندی میں دعا اور التجا کی ”اے خدا! اپنے حصہ میں کثیبہ کو قبول فرمالے۔ قرعہ اندازی میں سب سے پہلے جو گولی نکلی وہ کثیبہ برائے اللہ تھی اس وجہ سے کثیبہ جناب رسول اللہ ﷺ کا خمس قرار پایا اور دو حصے خالی تھے جن میں کوئی نشان نہ تھا اور وہ مسلمانوں میں اٹھارہ مساوی حصوں میں مشترک تھے۔ راوی حدیث ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے نتائج تحقیق سے مطلع کر دیا۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت سہل بن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ایک غزوہ میں مسلمان اور مشرکین کے درمیان نہایت ہی گھمسان کارن پڑا۔ مجاہدین اسلام میں ایک مرد شجاع ایسا تھا جس نے ہر مقابل کو پچھاڑا اور جس کسی پر حملہ آور ہوا اس کو زندہ نہ چھوڑا۔ اگر وہ بھاگا تو اس نے تعاقب کیا اور قتل کئے بغیر نہ لوٹا۔ خاتمہ جنگ کے بعد غازیان اسلام کی کارگزاریوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے کہا کہ:

”آج جس قدر ثواب فلاں شخص نے حاصل کیا ہے اتنا تو کسی کو ملنے کی امید نہیں۔“ یہ بات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ شخص تو دوزخی ہے۔“

مجلس صحابہ رحمۃ اللہ علیہم میں حضور ﷺ کے اس انکشاف پر تمام لوگ ششدرہ اور حیران رہ گئے اور اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں پر غور کرتے ہوئے ان کی زبان سے نکل گیا۔ جب وہ شخص دوزخی ہے تو پھر ہم کیسے جنتی ہو سکیں گے۔

ایک صحابی نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا: ”میرا تو خیال ہے وہ شخص اس حالت پر

^۱ کثیبہ ایک مقام کا نام ہے جو خیبر کے نواح میں شامل تھا۔ جس طرح حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فدک خاندان نبوت کو واپس کر دیا تھا اسی طرح کثیبہ کے سلسلہ میں بھی آپ ﷺ نے تحقیق فرمائی۔

ہرگز نہیں مرے گا۔“

حضرت سہل ؓ راوی حدیث نے بتایا کہ میں اس کے بعد اس شخص کے تجسس حال میں لگ گیا ایک مرتبہ وہ مجروح ہو گیا اور زخم پھیل کر بڑے شدید اور تکلیف دہ ہو گئے اور درد و کرب کی تاب نہ لا کر اس نے خودکشی کا ارادہ کر لیا۔ اس کے بعد اس نے تلوار کے قبضہ کو زمین پر ٹیک کر کھڑا کر لیا اور نوک کو اپنی چھاتیوں کے مابین رکھ کر زور لگا دیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی انہوں نے بیان کیا ہم رسول اللہ ؐ کے ساتھ خیبر میں تھے تو آپ نے ایک مدعی اسلام کے بارے میں فرمایا: یہ ایک دوزخی ہے۔ جب میدان کارزار گرم ہوا تو اس شخص نے بڑی جرأت اور جاں فروشی کا مظاہرہ کیا۔ حتیٰ کہ اس کے جسم پر بہت شدید زخم آ گئے۔ وہ مضطرب تھا اس کا جسم جنبش اور حرکت کی برداشت بھی نہ کر سکتا تھا اور جس کے باعث وہ سخت کرب میں گرفتار تھا۔

اصحاب میں سے کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے فلاں شخص کو دیکھا جس کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ اہل نار سے ہے۔ اس نے جان کی پروا کئے بغیر فی سبیل اللہ جہاد کیا اور میدان جنگ میں اس کی جرات مندانہ کوششیں نتیجہ خیز رہیں۔ بڑی کثرت سے زخم آئے ہیں اور شدید ٹیسیں اور تکلیف ہے۔

فرمایا: سنو! وہ اہل نار سے ہے۔ پھر اس مجروح نے درد و زخم کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لی لوگوں نے کہا حضور ؐ! آپ کا ارشاد کس قدر سچ ہوتا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن خالد ؓ سے روایت کی کہ خیبر کے موقع پر ایک صحابی فوت ہو گئے۔ رسول اللہ ؐ نے نماز جنازہ نہیں پڑھی اور فرمایا تم اپنے ساتھی کی نماز پڑھ لو یہ سن کر لوگوں کے چہروں کے رنگ اتر گئے۔ حضور ؐ نے فرمایا تمہارے ساتھی نے اللہ کی راہ میں خیانت کی ہے۔ تو پھر ہم نے متوفی کے سامان کو دیکھا تو اس میں یہود کے منکوں میں سے ایک منکا موجود پایا جس کی حیثیت دو درہم بھی نہ ہوگی۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ؐ کے ساتھ خیبر گئے ہمیں غنیمت میں سونا اور چاندی نہ ملا۔ البتہ کپڑے سامان اور دیگر اموال ملے۔ جب رسول اللہ ؐ وادی قرای کی جانب متوجہ ہوئے تو آپ ؐ کی خدمت میں ایک حبشی غلام جس کا نام مدعم تھا بہ طور پیش کش بھیجا گیا تھا۔ وہ حضور ؐ کا کام کاج کرتا رہتا ایک موقع پر وہ حضور ؐ کی سواری کس رہا تھا کہ اچانک اس کے ایک تیر آ کر لگا اور وہ مر گیا۔ مسلمانوں نے کہا اسے

جنت مبارک ہو یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ اس نے خیر کے اموال میں سے قبل تقسیم ایک چادر پوشیدہ کر لی تھی وہ مدغم پر جہنم کی آگ بھڑکا رہی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فتح خیبر کے بعد ایک زہریلی بکری یہودی طرف سے ہدیہ میں پیش کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام یہودیوں کو بیک وقت طلب فرمایا: چنانچہ سب یہودی حاضر ہو گئے۔

حضور ﷺ نے ان سے کہا: ”میں تم لوگوں سے کچھ سوالات کروں گا تم ان کے جوابات نفی یا اثبات (انکار یا اقرار) میں دینا۔“

یہود نے کہا: ”بہت اچھا۔“

حضور ﷺ نے دریافت فرمایا: ”تمہارا باپ کون ہے؟“

یہود نے کہا: ”ہمارا باپ فلاں ہے۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم نے جھوٹ کہا تمہارا باپ وہ نہیں بلکہ فلاں ہے۔“

یہود نے کہا: ”بلاشبہ آپ نے صحیح فرمایا۔“

حضور ﷺ نے پوچھا: ”تم نے مجھ کو سوغات اور تحفہ میں ایک بکری بھیجی ہے اس کو تم نے

زہر آلود کیا تھا؟“

یہود نے اثبات میں جواب دیا: ”ہاں کیا تھا۔“

حضور ﷺ نے سوال کیا: ”تمہیں اس کام پر ابھارنے کا کیا سبب ہوا؟“

یہود نے کہا: ”ہمیں خیال ہوا کہ اگر آپ ﷺ جھوٹے مدعی نبوت ہیں تو آپ ﷺ کو

ہمارے اس زہر ملانے کا علم نہ ہوگا آپ اس بکری کا دودھ یا گوشت جو کچھ استعمال کریں گے وہ

موت کا سبب بن جائے گا اور ہم آپ ﷺ سے نجات پالیں گے اور اگر آپ واقعی سچے رسول

ہیں تو پھر ظاہر ہے آپ ﷺ کو نقصان نہ ہوگا۔“

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک یہودی عورت رسول اللہ ﷺ

کی خدمت میں بکری کا سالن لے کر حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس میں سے تھوڑا سا ہی لیا تھا

کہ اللہ ﷻ نے آپ ﷺ کو آگاہ فرما دیا۔ وہ یہودی عورت بلائی گئی اور اس سے پوچھا گیا تو اس

نے جو بیان دیا وہ یہ تھا کہ:

”میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ آپ ﷺ کو ہلاک کر دوں اور اس ارادے کی تکمیل کے لئے

میں نے یہ زہر خورانی کا طریقہ اختیار کیا۔“

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ ﷻ نے تیرے غلط ارادے کی زد سے اپنے نبی (ﷺ) کو بچا لیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں نے مقام حرت میں رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ نے فرمایا نماز عشا کے بعد لوگوں کے پاس نہ جاؤ۔ قبیلہ کا ایک شخص اس کے باوجود رات کو اپنی بیوی کے پاس گیا مگر اس نے بیوی کو قابلِ اعتراض اور لائقِ ملامت حالت میں دیکھا۔ وہ ہٹ گیا اور تعرض کیا نہ مشتعل ہوا۔ البتہ وہ بے حد دل شکستہ ہوا اور بیوی کی طرف سے مایوس ہو گیا اور اس کو اپنی زوجیت سے نکالنے کے مسئلہ پر غور کرتا رہا۔ اس اقدام میں اس کے لئے دو بڑے موانعات اور رکاوٹیں تھیں اول بچوں کی پرورش اور ان سے غیر معمولی محبت دوسرے کچھ عقد نکاح کے شرائط۔

حضور ﷺ نے اس مصلحت سے رات میں اہل کے پاس جانے کی ممانعت فرمادی تھی۔ اللہ ﷻ نے اپنے محبوب ﷺ کو غیب کی تمام باتوں سے آگاہ فرمادیا تھا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر سے لوٹتے وقت رات میں سفر کیا اور جب لشکر مجاہدین پر نیند نے غلبہ کیا تو پڑاؤ کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو رات کے پہرے پر مقرر فرمایا:

سحر کے قریب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کثرت بیداری کے اثر سے بوجھل ہو گئیں اور وہ فطری طور پر اپنے کجاوے سے ٹیک لگائے ہوئے سو گئے۔ وہ جاگے نہ کوئی اور صحابی رضی اللہ عنہ حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو گیا۔^۱ (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو آخر تک بیان کیا)۔

حضور ﷺ کا یسیر بن رزام یہودی کی طرف عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو بھیجنا

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بطریق عروہ اور بطریق موسیٰ بن عقبہ حضرت شہاب رحمہم اللہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تیس سواروں پر امیر بنا کر جن میں حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یسیر بن رزام یہودی کی طرف بھیجا۔ یسیر نے حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے چہرے پر ایسا زخم لگایا جس کا اثر دماغ تک پہنچا۔

حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ ﷺ نے ان

^۱ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بطریق مالک رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ شیطان بلال رضی اللہ عنہ کے پاس ایسے حال میں آیا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ شیطان نے ان کو لٹا دیا اور اس طرح تھپکا جیسے بچوں کو تھپکا جاتا ہے یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ سو گئے۔

کے اس گہرے اور بڑے زخم پر لعاب دہن لگا دیا جس سے وہ منڈل ہو گیا۔

ان معجزات کا ظہور و صدور جو عمرہ قضاء میں ہوئے

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ قضاء کے سلسلے میں بطن یا حج تک پہنچے تھے کہ کچھ قریشی آئے اور انہوں نے کہا:

محمد ﷺ مکہ کا ہر چھوٹا اور بڑا سوچنے کا ایک ہی انداز نہیں رکھتا۔ آپ ﷺ اسلحہ لگا کر اپنی قوم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ ان سے شرط کر چکے ہیں کہ مسافرت میں عام طور پر جو اور جس قدر اسلحہ عرب رکھتے ہیں اتنا ہی آپ اپنے ہمراہ لائیں گے اور تلواریں میانوں میں ہوں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ سب ٹھیک ہے ہم معاہدہ یا قول و قرار کے خلاف نہیں کرتے۔ لہذا تم لوگ بدگمانی نہ کرو ہم حرم مکہ میں اسلحہ لگا کر داخل نہ ہوں گے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب عمرہ شریفہ کے لئے جب مکہ میں داخل ہوئے تو مشرکوں نے کہا مکہ چھوڑ کر مدینہ میں آباد ہو جانے والے صابیوں کو مدینہ کی آب و ہوا اور بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ حضور ﷺ کو اطلاع ہو گئی چنانچہ حضور ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کریں، یعنی سینہ تان کر دوڑتے ہوئے چلیں تاکہ مشرکین تمہاری توانائی کو دیکھیں۔

حضور ﷺ کا غالب لیشی رضی اللہ عنہ کو بنی ملوح پر تاخت کے لئے بھیجنا

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے جندب بن مکیث جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت غالب بن عبد اللہ لیشی رضی اللہ عنہ کو ایک مجاہدین کی جماعت پر سربراہ بنا کر بنو ملوح پر تاخت کے لئے کد یہ بھیجا۔ راوی حدیث جندب رضی اللہ عنہ کا جماعت مجاہدین میں شمول تھا۔

ہم نے علی الصبح پہنچ کر چھاپہ مارا اور ان کے تمام جانوروں کو ہانک لائے۔ انہوں نے بڑی تیزی سے خطرہ اور نقصان کا ڈھنڈورہ پیٹا اور بہت جلد پورے قبیلے کو تعاقب اور مقابلے کے لئے ہمارے پیچھے لگا دیا۔ ہماری تعداد بہت مختصر اور محدود تھی اور ان سے اس حالت میں ہمارے لئے لڑنے کا کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہوتا۔

وہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے نزدیک پہنچ گئے اور صرف ایک چھوٹی وادی ہمارے اور ان کے درمیان حائل رہ گئی۔ ہم سوچ رہے تھے کہ بہر حال اب ہمیں تلواریں سونت لینی چاہئے۔ ہم

۱۔ آج بھی طواف میں جو رمل کیا جاتا ہے وہ اسی ارشاد رسول کریم ﷺ کی اطاعت سے جو آج سے چودہ سو برس پہلے کیا گیا تھا۔

یہ سوچ ہی رہے تھے اور ہم نے پھر نظر کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ وادی بہت تیزی کے ساتھ پانی سے بھر رہی ہے۔ ہم نے باہم ایک دوسرے کو بتایا اور پھر ہم اس کرشمہ خداوندی کو آیات قدرت الہی سے ایک آیت سمجھ کر دیکھتے رہے اور دیکھتے دیکھتے وادی ایک سیل رواں بن گئی۔ آلِ ملوح کے لوگ ہم سے زیادہ اس کو حیرت و استعجاب سے منہ کھولے دیکھ رہے تھے۔

ام قرفہ کا حضور ﷺ کے قتل پر اقدام و اہتمام

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ بنی فرارہ کی ایک عورت تھی جس کا نام ام قرفہ تھا۔ اس نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کا تیس افراد پر مشتمل لشکر تیار کیا تاکہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے قتل پر مامور کرے۔ آپ ﷺ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے دعا کی ”اے خدا! اس کو اس کی اولاد پر رلا دے۔“ پھر حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ کو چند جانے والے یعنی صحابہ کے ساتھ ان سے نمٹنے کے لئے بھیجا۔ پس انہوں نے جا کر ام قرفہ اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کو قتل کر دیا۔

لشکرِ اسلام سے بارہ مجاہدین کی شہادت اور ان کا جنت الفردوس میں داخل ہونا امام احمد و بیہقی رحمہما اللہ نے بہ سند صحیح حضرت انسؓ روایت کی۔ ایک عورت آئی اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب دیکھا کہ جنت میں داخل ہوئی ہوں۔ پھر میں نے وہاں کچھ آوازوں کی جانب دیکھا تو مجھ کو فلاں اور فلاں اشخاص نظر آئے جن کو شاید اسی وقت لایا گیا تھا۔ میں نے شمار کیا وہ بارہ اصحاب تھے۔ چند روز قبل ہی حضور ﷺ نے مجاہدین کی ایک جماعت کو ایک مہم پر روانہ فرمایا تھا یہ آمدان ہی شہداء فی سبیل اللہ کی تھی۔ اس عورت نے بیان کیا:

”ان کے جسموں پر شکستہ اور بوسیدہ اور پھٹے پرانے کپڑے تھے جس سے اندازہ کر لیجئے کہ وہ تہی دست اور غریب تھے ان کے جسم تازہ تھے اور ان سے خون بہہ رہا تھا۔ پھر حکم ہوا ان فدا کارانِ اسلام کو نہر بیدخ لے جاؤ تو انہیں وہاں لے جا کر غسل دیا گیا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مانند نور افشاں ہو گئے۔ اس کے بعد تختِ طلائی پر انہیں بٹھایا گیا، جنت کی طلائی کرسیاں اور طلائی طشتوں میں پھل رکھے گئے اور میں نے بھی ان کے ساتھ میوے کھائے۔

ان ہی دنوں پیامی آیا اور اس نے بارہ مسلمانوں کی شہادت اور سریہ کی کامیابی اور فتح

کی اطلاع دی۔

سریہ موتہ کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزات

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے سریہ موتہ کے لئے پہلا امیر زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بنایا اور فرمایا اگر وہ شہید ہو جائیں تو دوسرے امیر لشکر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہوں اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو تیسرے امیر ابن رواحہ رضی اللہ عنہ ہوں۔

واقعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھ سے ربیعہ بن عثمان رضی اللہ عنہ نے عمر بن الحکم رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد سے حدیث بیان کی کہ نعمان بن زہطی یہودی آیا اور وہ لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ فرما رہے تھے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ لشکر کے امیر ہیں۔ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ امیر ہوں گے اور اگر عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس شخص کو پسند کریں امیر لشکر بنالیں۔

نعمان یہودی نے یہ سن کر کہا: ”اے ابوالقاسم (ﷺ)! اگر واقعی آپ ﷺ نبی ہیں تو جن جن اشخاص کا نام آپ نے لیا ہے وہ ضرور شہید ہوں گے کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے جن کو ایسے معرکے پیش آئے اور اس میں انہوں نے یکے بعد دیگرے امیر مقرر کئے تو وہ تقرر شدہ امیر شہید ہو گئے۔“

اس کے بعد وہ یہودی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوا اور کہا:

”اگر محمد (ﷺ) اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں تو تم ہرگز زندہ نہ آ سکو گے۔“

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ اللہ ﷻ کے رسول

ہیں۔

مندرجہ بالا حدیث کو بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔

واقعی اور بیہقی رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں سریہ موتہ میں

۱۔ فتح کی خوشخبری لانے والے نے نام بنام ان بارہ شہداء کا ذکر کیا اور گنا جن کو اس عورت نے گنا یا اور بتایا تھا۔ جب اس عورت نے اس شخص کے سامنے اپنا خواب بیان کیا تو اس نے اس کی تصدیق کی کہ شہداء یہی حضرات تھے۔

۲۔ ”سریہ“ عہد رسالت کا وہ اسلامی لشکر جس کی تیاری، ترتیب اور تنظیم وغیرہ حضور ﷺ نے فرما کر مہم پر روانہ کر دیا ہو اور بہ نفس نفیس شرکت نہ فرمائی ہو۔ ”موتہ“ ایک گاؤں کا نام ہے جو شہر بقاء کا ایک حصہ ہے اور بقاء شام میں واقع ہے۔

موجود تھا۔ میں نے وہاں مخالفین اسلام کے کیمپ میں وہ ساز و سامان، اسلحہ، گھوڑوں کے حدنگاہ تک طویلے سونا اور دیباچ و حریر کے کپڑے اور لباس دیکھا کہ میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔ میری حالت دیکھ کر ثابت بن اقرم ؓ نے کہا: ”اے ابو ہریرہ ؓ تمہیں یہ کیا ہوا کہ مخالفین اسلام کی اس کثرت و شان اور ساز و سامان کو دیکھ کر حیرت زدہ اور مبہوت ہو رہے ہو؟“

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے جواب دیا: ”ہاں بھائی ثابت ؓ واقعہ تو یہی ہے کہ ان کی اس اعلیٰ افراط سامان سے میں کچھ ضرور متاثر ہوا ہوں۔“

حضرت ثابت بن اہزم انصاری ؓ نے کہا کہ اے ابو ہریرہ ؓ تم غزوہ بدر میں موجود نہ تھے اگر موجود ہوتے تو دیکھتے کہ حق تعالیٰ نے قلت تعداد اور بے سرو سامانی کے باوجود کس طرح مدد فرمائی اور اسلامی لشکر کو نصرت عطا فرمائی، انشاء اللہ اب بھی نصرت و تائید خداوندی ہمارے شریک حال ہوگی اور ہم کامیاب رہیں گے۔

بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ روایت موسیٰ بن عقبہ ابن شہاب رحمہما اللہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے بیان کیا کہ ہم سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے سامنے سے حضرت جعفر ؓ فرشتوں کی معیت میں فرشتوں کی مخصوص پرواز کے مطابق اڑتے ہوئے گزرے اور ان کے دوبازو بھی میں نے دیکھے۔

صحابہ ؓ نے بیان کیا کہ حضرت یعلیٰ بن منیہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مجاہدین موتہ کی خبریں لے کر حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم اپنی خدمت یا فرض منصبی کی

لے تمام سرمایہ میں سریہ موتہ بہت ہی اہم اور مشہور سریہ ہے کیونکہ اس سریہ میں صعوبت، شدت اور سخت ترین جدال و قتال ہوا۔ اس سریہ کا وقوع کا باعث یہ ہوا کہ رسول خدا ﷺ نے بصرہ کے بادشاہ کے نام اسلام کی دعوت کا مکتوب تحریر کرایا اور حضرت حارث بن عمیر ازدی ؓ کو دیا کہ وہ یہ مکتوب بادشاہ بصرہ کو پہنچادیں۔ حضرت حارث ؓ ارشاد نبوی ﷺ کی تعمیل میں مکتوب لے کر روانہ ہوئے جب مقام موتہ پر پہنچے تو شرجیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کے امراء میں سے تھا ان کا راستہ روکا اور دریافت کیا کہ کہاں جا رہے ہو انہوں نے فرمایا: شام جا رہا ہوں تاکہ رسول خدا برحق ﷺ کا دعوت نامہ بادشاہ شام کو پہنچا دوں۔ شرجیل نے یکبارگی حضرت حارث ؓ پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ اس سے قبل حضور ﷺ کے کسی قاصد کو قتل نہیں کیا گیا اور نہ کسی بادشاہ کا یہ دستور تھا۔ یعنی قاصدوں کا قتل آداب سفارت کے خلاف تھا۔

حضرت حارث ؓ کی شہادت کی خبر رسول اکرم ﷺ پر بہت شاق گزری اور صحابہ کرام ؓ سے فرمایا دشمنوں کی سرکوبی کے لئے تیار ہو جاؤ چنانچہ موضع ”جرف“ میں تقریباً تیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے۔ اس کے بعد حضور ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور صحابہ کرام سے خطاب فرمایا کہ میں زید بن حارثہ ؓ کو تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں اگر وہ شہید ہو جائیں تو (حضرت) جعفر بن ابی طالب امیر بنیں اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ امیر بنائے جائیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں امیر بنالیں۔ (اللہ)

(بقیہ اگلے صفحے پر)

بجا آوری کے طور پر وہاں کے حالات بتانا چاہو تو بتا سکتے ہو ورنہ میں باخبر ہوں اور یعلیٰ میں تم کو تمام حالات مفصل طور پر جزییات کی صراحت کے ساتھ بتا سکتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا: پھر تو حضور ﷺ میں آپ ہی کی زبان مبارک سے سننا پسند کروں گا۔ پس حضور ﷺ نے اپنے بیان سے حالات و کوائف کی تصویری پیش کر دی۔ حضرت یعلیٰ نے کہا:

”اے رسولِ عربی ﷺ! فداک امی وابی! میدانِ جنگ کے یہ مربوط، مکمل اور تفصیلی حالات جس صحت کے ساتھ آپ نے بیان فرمائے میں یقین کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ بقاء کی جنگ کا کوئی مبصر اس طرح نقل واقعات پر قدرت نہ رکھ سکے گا۔“

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ ﷻ نے میرے سامنے سے زمین کے تمام حجابات اٹھا دیئے تھے اور میں بہ حیثیت مجموعی پورے لشکرِ مجاہدین کو اور انفرادی طور پر ان میں سے ہر فرد کو دیکھتا رہا ہوں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا اور علم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا

(بقیہ) اس کے بعد حضور ﷺ نے سفید علم تیار کر کے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا اور ”مخنیبۃ الوداع“ تک ان کے ساتھ متابعت فرمائی جب یہ لوگ آگے روانہ ہوئے تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کے لئے دعا فرمائی اور مناجات کی کہ حق تعالیٰ تمہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے اور سالم و غانم واپس لائے۔ چنانچہ جب دونوں لشکر آمنے سامنے آئے اور صفیں سیدھی ہو گئیں تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ علم لہراتے میدانِ کارزار میں تشریف لائے اور خوب ہی دادِ شجاعت دی یہاں تک کہ تیروں سے مجروح ہو کر شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حسب ارشاد نبوی علم سنبھال لیا۔ گھوڑے سے اتر پڑے اور لڑتے رہے یہاں تک کہ ان کا داہنا ہاتھ کٹ گیا اس وقت علم بائیں ہاتھ میں لے لیا اور بدستور جنگ کرتے رہے پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ کر گر گیا تو علم کو دونوں بازوؤں میں دبایا۔ اسی اثناء میں کسی دشمن دین نے ان کے سر پر تلوار کا بھرپور ہاتھ مارا اور وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ رہے۔

بخاری میں مروی ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جسم پر نوے سے زیادہ تیروں کے زخم تھے۔ آپ کے شہادت کی بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم لے لیا اور رجز پڑھتے ہوئے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم یہ تھا کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمان کسی کو اپنا امیر منتخب کر لیں اس وقت حضرت ثابت بن ایزم انصاری رضی اللہ عنہ نے سبقت کی اور علم سنبھال لیا اور پھر سب مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر منتخب کر لیا۔ اولاً تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو قدرے پسپائی کا سامنا کرنا پڑا لیکن حضرت قطقہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جوش دلایا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے پوری شدت کے ساتھ حملہ کیا اور مشرکوں کی ایک بڑی جماعت کو تہ تیغ کر ڈالا اس روز حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ۹ تلواریں ٹوٹیں۔ جب شام ہو گئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے مقام کو پلٹ آئے دوسرے دن پھر کارزار گرم ہوا اور جنگ موتہ کا معرکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے سر ہوا اور بارگاہ رسالت ﷺ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سیف اللہ کا خطاب ملا۔

تو وہ تینوں بزرگ شہید ہو گئے اور حضور ﷺ نے ان کی خبریں آنے سے پہلے مسلمانوں کے تمام حالات بیان فرمادیئے۔

چنانچہ معرکہ کارزار میں جس وقت حق و باطل نبرد آزما ہوئے تو سینکڑوں میل دور دراز موتہ کے میدانی مقابلہ کا حال بیان کرتے ہوئے مجلس نبوی میں حاضر صحابہ کرام ﷺ سے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح فرمایا:

”حضرت زید رضی اللہ عنہ علم اسلام لے کر بڑھے اور اب وہ شہید ہوئے۔“ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ: ”حضرت جعفر رضی اللہ عنہ علم لے کر بڑھے اور اب وہ بھی شہید ہو گئے۔“ اس کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے علم سنبالا اب وہ بڑھ رہے ہیں اب وہ بھی شہید ہو گئے۔“

پھر فرمایا: ”اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے بغیر امیر بنائے علم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔“ اور پھر اللہ ﷻ کے آخری رسول ﷺ نگاہ غیب بین والے نے فرمایا: ”اللہ ﷻ خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح دے گا۔“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے موتہ کے لئے سریہ کو روانہ فرماتے وقت سربراہی کا تعین کرتے وقت حکم دیا کہ

اے شرکائے لشکر حق اتم پر زید بن حارثہ امیر ہیں۔ وہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہیں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ امیر ہیں۔ (ﷺ)

لشکر الہی مدینۃ الاسلام سے روانہ ہو گیا اور نوع انسانی کے سب سے بڑے محسن اور مصلح اعظم سرور کائنات ﷺ نتائج و حالات معلوم کرنے کے لئے منتظر رہے۔ پھر ایک روز وہ نور مجسم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور فرمایا:

”الصَّلَاةُ جَامِعَةٌ“ کی آبادی میں گشت لگا کر منادی کر دو۔

چنانچہ فی الفور جاں نثار اٹھ کھڑے ہوئے اور شاہِ دو عالم ﷺ کی دعوت پر مسجد نبوی میں دیکھتے ہی دیکھتے اصحاب ﷺ کا کثیر اجتماع ہو گیا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد بموجب طریق سنت اما بعد کہا اور پھر ارشاد ہوا:

”میں تم کو روانہ شدہ لشکر کی خبر دیتا ہوں۔ دشمن کی ٹڈی دل فوجوں سے حضرت زید رضی اللہ عنہ

لے سریہ موتہ میں شہادت پانے والے حضرات صحابہ کے بارے میں سرور کائنات ﷺ نام بنام ان کی شہادت کا ذکر فرماتے جاتے تھے اور چشم ہائے مبارک اشکبار تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کی شہادت کی خبر دے کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد رضی اللہ عنہ نے علم لے لیا ہے اور ان کے ہی ہاتھ پر فتح ہوگی اسی دن سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا لقب سیف اللہ ہو گیا۔

نے جواں مردی سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ جان دے دی۔ اسکے بعد حضرت جعفر ؓ نے علم لیا اور لشکر غنیم پر پے در پے شدید حملے کئے، ہمت و استقلال اور ثبات و عزیمت کی انتہائی حدوں کو چھو لیا اور جان دے دی۔ اس کے بعد ہمارے تیسرے سالار حضرت عبداللہ ؓ نے اسلامی لشکر کا علم بہ طور امانت اپنے مضبوط ارادہ سے، مضبوط ہاتھوں میں، مضبوط گرفت سے پکڑا، چاروں جانب سے زور ڈالنے والوں کا زور، چاروں طرف پر زور حملے کر کے توڑ دیا، غنیم کی سپاہ کو آج پہلی بار معلوم ہوا کہ انسان اس ارادہ، اس دل گردہ اور اس زور کے بھی ہوتے ہیں۔ عبداللہ ؓ لڑتے رہے، لڑاتے رہے، کاٹتے رہے اور بالآخر انہوں نے بھی جان دے دی۔

اس کے بعد خالد بن ولید ؓ نے علم لے لیا اور وہ جوش و عزیمت کے غلبہ کی وجہ سے بلا انتظار از خود امیر ہو گئے۔

رسول اللہ ؐ نے فرمایا: ”اے اللہ! خالد تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو اس کی مدد کر۔“ یہ ساعت تھی کہ جب سے خالد ؓ کے ساتھ حضور ؐ کا دیا ہوا وصفی نام بہ طور لقب کے ملت اسلامیہ استعمال کرنے لگی اور وہ قیام و بقائے عالم تک ”حضرت خالد ؓ سیف اللہ“ ہو گئے۔

ابن اسحاق، ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ؐ میرے پاس تشریف لائے اور کہا: جعفر ؓ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں بچوں کو آپ ؐ کے پاس لائی۔ آپ ؐ نے چہرہ مبارک کو ان کے جسموں کے قریب کر دیا جیسے ان کے پاس سے خوشبو لے رہے ہوں۔ پھر آپ ؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ ﷻ کے رسول ؐ! میں آپ ؐ پر قربان ہو جاؤں، آپ نصیب دشمنان کس وجہ سے گریہ کناں ہیں؟ کیا آپ کے پاس حضرت جعفر ؓ اور ان کے ساتھیوں کی کوئی خبر آتی ہے؟ ارشاد فرمایا: ”میرے بھائی جعفر ؓ آج شہید ہو گئے۔“

واقدی، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ سے روایت کی انہوں نے فرمایا: مجھے یاد ہے جب رسول اللہ ؐ میری والدہ کے پاس تشریف لائے اور میرے

۱۔ واقدی کا بیان ہے کہ جب دشمن نے موتہ میں مسلمانوں پر حملہ کیا تو رسول اللہ ؐ منبر پر تشریف لائے اللہ ﷻ نے آپ ؐ کے اور سر زمین شام کے درمیان کے جمیع جبابات دور کر دیئے اور حضور ؐ مدینہ منورہ میں میدان کارزار کو اس طرح ملاحظہ فرما رہے تھے جیسے آپ وہاں موجود ہیں۔

والد کی شہادت کی خبر انہیں دی اور فرمایا:

”اے اسماء (رضی اللہ عنہا)! کیا تمہیں خوش خبری سناؤں؟ اللہ ﷻ نے جعفر ﷺ کو دو بازو

عطا فرمادیئے ہیں اور اب وہ جنتوں میں پرواز فرما رہے ہیں۔“

ابن جعفر ﷺ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ والدہ صاحبہ کے پاس جب تشریف لائے تو

میں اپنے بھائی سے بکری خرید رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے دعا کی ”اے خدا! عبد اللہ کی تجارت

میں برکت عطا فرما۔“ تو میں جو کچھ خریدتا یا بیچتا اللہ ﷻ اس میں میرے لئے خزانہ غیب سے

برکت عطا فرماتا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر ﷺ سے روایت کی کہ حضور اکرم ﷺ جب

ابن جعفر ﷺ کو سلام کرتے تو کہتے: ”السَّلَامُ“ عَلَیْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ۔“

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں نے دیکھا کہ جعفر ﷺ جنت میں فرشتوں کو جلو میں لئے اڑ رہے ہیں اور حضرت حمزہ ﷺ کو

بھی دیکھا وہ جنت الفردوس کے ایک اعلیٰ مقام میں تکیہ لگائے تخت نشین تھے۔

اللہ ﷻ کے نصرتِ کاملہ سے مکہ معظمہ کا فتح ہونا

اور اس موقع خاص پر معجزات نبوی ﷺ کا ظہور و صدور

نبیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ تین واسطوں سے مسور بن مخرمہ ﷺ

سے روایت کی کہ صلح حدیبیہ میں شرط تھی کہ جو کوئی رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کرنا چاہے تو وہ کر سکتا

ہے اور جو کوئی قریش کے عہد و پیمان میں آنا چاہے تو اس کو بھی اختیار ہے کہ وہ ایسا کر لے۔

چنانچہ بنو خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے اور بنو بکر قریش کے حلیف اور معاہدہ ہو گئے۔ اس معاہدہ کے سولہ

یا سترہ ماہ بعد بنو بکر بنو خزاعہ پر پانی کے قضیہ کی وجہ سے ایک رات حملہ کر بیٹھے۔ قریش نے یہ سوچ

کر کہ بنو بکر رات کی تاریکی میں حملہ آور ہوں گے اس لئے مسلمانوں کو کچھ پتہ ہی نہ چلے گا ان کی

ساز و سامان اور اسلحہ سے مدد کر دی نیز کچھ منچلے قریش بنو بکر کے ساتھ مل کر بنو خزاعہ کے خلاف

جنگ میں بھی شریک ہو گئے۔

ان دونوں قبیلوں میں جنگ ہوا رہی تھی تو عمرو بن سالم تیز رفتار سواری کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دینے روانہ ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عمرو تمہاری مدد کی جائے گی۔ آپ نے لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور اس تیاری کی وجہ اور روانگی کو کہ وہ کس طرف ہو گئی راز میں رکھا۔ ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے عروہ سے روایت کی کہ جب عمرو بن سالم خزاعی کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی طرف روانگی کے لئے لشکر کی تیاری کا حکم دیا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو خفیہ طور پر ایک مکتوب لکھا کہ:

”رسول اللہ ﷺ نے تم پر حملہ کرنے کے لئے لشکر اسلامی کو تیاری کرنے کا حکم دے دیا ہے۔“

حاطب نے یہ خط لکھ کر مدنیہ کی ایک عورت سے اجرت طے کی اور خط اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے سر کے بالوں میں رکھ کر ان کی گرہ جیسے کہ عورتیں بناتی ہیں بنالی اور روانہ ہو گئی۔ حضور ﷺ کو اللہ ﷻ نے اس واقعہ سے مطلع فرما دیا۔

حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو اس کے تعاقب میں روانہ فرمایا: ان حضرات کرام رضی اللہ عنہم نے جا کر اسے پکڑا اور اس کے پاس سے وہ خط برآمد ہوا جو اس نے حاطب رضی اللہ عنہ سے لیا تھا۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو بلا کر حکم دیا کہ تم تینوں اشخاص نخلستانِ خاخ میں پہنچو گے تو وہاں کجاوے میں اونٹ پر ایک عورت تم کو ملے گی اس کے پاس ایک خط پوشیدہ ہے تم اس خط پر قبضہ

۱۔ اس جنگ کے نتائج بنو بکر کے حق میں رہے ایک تو اس وجہ سے کہ اچانک غیر متوقع اور شب کو بہ حالت خواب خزاعہ پر حملہ کیا گیا دوسرے خزاعہ کی عددی قوت کم تھی تیسرے بنو بکر کے قریش بھی شریک اور شامل حال ہو گئے تھے۔ بنو خزاعہ نے شکست کھا کر حدودِ حرم میں پناہ لی۔ مگر بنو بکر کے سردار نوفل نے کہا ایسا موقع چھوڑنا نہ چاہیے۔ چنانچہ ان کو حرم میں بھی قتل کیا جہاں ان کے نزدیک بھی خونریزی حرام تھی۔

۲۔ عمرو خزاعی کے بعد استغاثہ کے لئے بدیل بن ورقاء خزاعی بھی ایک جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچا۔ تمام روئیداد سنائی اور معاندہ کے تحت امداد کا طالب ہوا۔

۳۔ قریش اپنی ناقص عہد کی غلطی پر پشیمان بھی تھے اور خائف بھی کیونکہ وہ حضور ﷺ کے عہد و میثاق کی بجا آوری سے خوب واقف تھے۔ جنگ کی وہی مہیب صورت جس سے سولہ ماہ قبل حدیبیہ میں بیان باندھ کے دس برس کے لئے نجات حاصل کی تھی پھر ان کے سامنے پھرنے لگی۔ اس لئے انہوں نے اپنے سردار اعلیٰ ابوسفیان کو مدینہ بھیجا کہ حضور ﷺ سے حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کے لئے کہیں اور ہماری عہد شکنی کے باعث جو ناگواری مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہوگی اس کی معذرت کر کے مسلمانوں کو بنو خزاعہ کی مدد سے باز رکھیں۔

کر لو۔ چنانچہ ہم روانہ ہو گئے اپنے گھوڑوں کو تیز کیا اور خانہ کے شاداب باغ کے قریب اس عورت کو پالیا اور خط طلب کیا۔ مگر اس نے خط کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا ایک مسافر خاتون کو تنگ نہ کرو میرے پاس کوئی خط نہیں۔

ہم نے کہا: ”تیرے جسم کو ہاتھ لگانا ہمیں پسند نہیں ہے تیرے لئے بہتر ہوگا کہ از خود وہ خط تو ہم کو دے دے ورنہ مجبوراً ہم تیری تلاشی لیں گے اگر تجھ کو برہنہ کرنے کی ضرورت محسوس کی تو ہم کو اس سے بھی دریغ نہ ہوگا۔“

حضرت علیؓ نے بیان کیا کہ بہت رد و کد کے بعد خط کو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے سے نکال کر ہمارے حوالے کیا۔ جس کو ہم لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ خط حاطب ابن ابی بلتعہؓ کی طرف سے مشرکین قریش کے نام تھا۔ جس میں انہوں نے قریش کے خلاف رسول اللہؐ کی جنگی تیاریوں کی خبر دی تھی۔

حضورؐ نے دریافت فرمایا: ”حاطب! ایسا کیوں کیا؟“

انہوں نے جواب میں عرض کیا: ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے اس معاملے کے سلسلے میں جلدی فیصلہ نہ فرمائیے۔“

حضرت حاطبؓ ایک مکرم و بزرگ صحابی اور شرکائے ”بدر“ میں سے تھے۔ ان کی یہ حرکت یقیناً سب کے لئے باعث حیرت بن گئی۔ بعض کو سخت غصہ بھی آیا چنانچہ حضرت عمرؓ نے جوش غضب میں آ کر فرمایا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں۔“

حضورؐ نے فرمایا: ”اے عمرؓ! اہل بدر کے گناہ اللہ ﷻ معاف کر چکا ہے اس نے

فرمایا ہے:

اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ لَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ
تم سے جیسا بھی عمل سرزد ہو جائے میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

اس کے بعد اللہ ﷻ نے آیت نازل فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمُ
بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ
وَأَيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ ۚ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي
وَأَبْتِغَاءَ مَرْضَاتِي فَتَسْرُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَ

مَا أَعْلَنْتُمْ ط وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝

(پہا الممتحنہ ۱)

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیغام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم چھپاؤ اور جو تم ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

(ترجمہ کنز الایمان)

ابن اسحاق ابن راہویہ حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور ”مر الظهران“ میں قیام فرمایا۔ قریش باوجود تجسس کے کوئی ایک خبر بھی نہ پاسکے اور وہ یہ اندازہ بھی نہ کر سکے کہ ہماری جانب سے جو بد عہدی اور ظلم و جور کیا گیا ہے اس کا رد عمل مسلمانوں کی طرف سے کیا ہوگا؟

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت حرم مکہ تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اور آپ ﷺ دونوں مکہ کے قریب پہنچ گئے اس وقت ایک کتیا برآمد ہوئی اور بھونکنے لگی اور جب ہم اس کے قریب پہنچے تو وہ زمین پر دراز ہو گئی۔ میری نظر اس کے تھنوں پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ ان سے دودھ جاری تھا۔“

میرا خواب سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: مادہ سگ سے مراد مشرکین مکہ ہیں جنہوں نے اول اول ہم پر رعب ڈالنے اور ہمارے کاموں میں مزاحمت کی اور جب ہم بلا کسی تردد اور مرعوبیت کے اپنی منزل کی طرف بڑھتے رہے تو وہ خود ہم سے متاثر ہو گئے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے مخبر صادق کے طور پر فرمایا: ”ابو بکر (رضی اللہ عنہ)! تم ان کے بعض افراد سے ملو گے، پس اگر تمہیں ابوسفیان ملے تو تم اسے قتل نہ کرنا۔“ چنانچہ سیدنا ابا بکر رضی اللہ عنہ سے مر الظهران میں ابوسفیان اور حکیم دونوں ملے۔

مسلم طیلسی اور بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فتح مکہ کے دن بعض انصاری نوجوانوں نے کہا حضور اکرم ﷺ کو اپنے شہر کی رغبت اور اپنے اہل خاندان کی رافت نے آلیا ہے اسی وقت آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی۔ پھر جب آپ ﷺ اخذ وحی سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

اے گروہ انصار! تم نے کہا ہے کہ مجھے اپنے شہر سے رغبت اور اپنے خاندان کی رافت نے آلیا ہے۔ اے میرے انصار! جیسا تم خیال کر رہے ہو ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ اے میرے ہمدرد ساتھیو! میں تو اللہ ﷻ کا فرمان پذیر اور اس کا رسول ہوں۔ میرا مرنا اور جینا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تم کو کس طرح چھوڑ سکتا ہوں۔ حضور ﷺ کا یہ خطاب سن کر انصار رو پڑے اور مودبانہ طور پر عرض کیا: ”خدا شاہد ہے ہم سے اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے جذبہ کے تحت ہماری زبان سے یہ نکل گیا تھا نہ کہ کسی برے خیال سے۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ تمہارے جذبات سے واقف ہیں اور میں تمہارے قول کو باور کرتا ہوں۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے پاس ذوالجوشن کلابی آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: کس وجہ سے تو نے اسلام قبول نہیں کیا ہے؟ اس نے جواب دیا:

”اے محمد ﷺ میں نے تمہاری قوم کا رد عمل دیکھا۔ اس نے آپ کی تکذیب کی آپ کو نکل جانے پر مجبور کر دیا اور آپ کے قتل کرنے کے درپے رہی۔ لہذا میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں کمزور جلاوطن اور مظلوم لوگوں کو کیوں کر قابل توجہ سمجھوں اور ان دوسرے لوگوں کو غالب اور برتر حالت میں دیکھنے کے باوجود غریب اور خارج البلد لوگوں کی جمعیت میں کیسے شامل ہوں؟ میرا یہ ارادہ موجودہ صورت حال کے تقاضہ کے مطابق ہے اور سیاسی فضا اور عینی مشاہدہ کی روشنی میں میں اس ارادہ پر نظر ثانی کرنے کی کوئی حاجت محسوس نہیں کرتا۔“

حضور ﷺ نے فرمایا: ”اے ذوالجوشن! اگر تو کچھ دن زندہ رہا تو انشاء اللہ تو جلد ہی حق کو باطل پر غلبہ پاتے دیکھ لے گا۔“

ذی الجوشن بیان کرتا ہے کہ میں ضربیہ کے مقام پر تھا کہ میرے سامنے مکہ سے آتا ہوا

۱۔ آپ ﷺ نے اپنی اس تقریر سے انصار کو یقین دلایا کہ آپ مکہ مکرمہ کو اب وطن نہیں بنائیں گے اور مدینہ منورہ ہی واپس تشریف لے جائیں گے۔

ایک سوار گزرا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا خبریں ہیں؟ اس نے بتایا کہ محمد (ﷺ) نے اہل مکہ کو مغلوب کر لیا ہے۔

ذی الجوشن کا بیان ہے کہ مجھے اس وقت احساس ہوا کہ میں نے حضور (ﷺ) کی دعوت اسلام کو رد کر کے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے بطریق قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ ابو مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی کہ فتح مکہ کے روز ایک شخص سرور دو عالم (ﷺ) سے گفتگو کے دوران بیت سے کانپنے لگا۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا تم اپنے کو قابو میں رکھو، میں اس بے چاری قریشی عورت کا فرزند ہوں جو قدیدہ کھاتی تھی۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ ”میں بادشاہ تو نہیں ہوں۔“

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ طریق عبد اللہ بن دینار (رضی اللہ عنہ) حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی کہ رسول اللہ (ﷺ) جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ نے وہاں تین سو ساٹھ بتوں کو موجود پایا۔ ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ”جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا“ (پانچابی اسرائیل ۸۱) ان کو آپ اپنے عصا سے گراتے اور وہ گر پڑتے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فتح مکہ کے موقع پر جب کہ آپ (ﷺ) مکہ کے قریب پہنچ چکے تھے فرمایا قریش میں چار اشخاص ہیں جو شرک سے متنفر ہیں اور اسلام سے رغبت رکھتے ہیں۔ لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا: وہ عتاب بن اسید (رضی اللہ عنہ)، جبیر بن مطعم (رضی اللہ عنہ)، حکیم بن حزام (رضی اللہ عنہ) اور سہیل بن عمرو (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی کہ رسول اللہ (ﷺ) نے مجھ کو ساتھ میں لیا اور خانہ کعبہ میں تشریف لا کر مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ! تو میں ایک طرف کو بیٹھ گیا۔ پھر حضور (ﷺ) میرے شانوں پر چڑھ گئے اور فرمایا کھڑے ہو جاؤ تو میں کھڑا ہو گیا، اب حضور (ﷺ) نے میری کمزوری کو محسوس کر لیا اور فرمایا بیٹھ جاؤ، تو میں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد فرمایا: اے علی (رضی اللہ عنہ)! تم میرے شانوں پر سوار ہو جاؤ، تو میں نے ایسا ہی کیا۔ حضور (ﷺ) مجھے لے کر کھڑے ہو گئے۔ مجھے بلندی کا احساس ہوا اور میری ہمت بلند ہو گئی، میں خیال کرنے لگا اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں کو چھو لوں تو میں خانہ کعبہ کے اوپر چڑھ گیا اور رسول اللہ (ﷺ) دور ہٹ گئے۔ آپ (ﷺ) نے مجھ سے فرمایا: قریش کے اس بڑے بت کو گرا دو یہ بت تائبے کا اور بڑا جسیم تھا، لوہے کی کیلوں سے جڑا

۱۔ ”قدیدہ“ سکھایا ہوا گوشت۔

ہوا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: علی بت شکنی کے دوران پڑھتے رہو ”جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا“ حق آیا اور باطل نابود ہو گیا۔ اور بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان) میں حسب ارشاد رسول ﷺ! اس آیت کریمہ کو پڑھتے رہا اور میں نے اس عظیم نصب شدہ بت کو اوندھے منہ گرا دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عباد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فتح مکہ کے روز مجھ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”تمہارے دونوں بھتیجے عتبہؓ اور معتبہؓ جو ابولہب کے بیٹے ہیں، تمہیں معلوم ہیں کہا کہاں ہیں؟“ میں نے عرض کیا: ”مجھے صحیح طور پر تو معلوم نہیں خیال کرتا ہوں کہ وہ بھی ان ہی اطراف میں چلے گئے ہوں گے جہاں کچھ قریش چلے گئے ہیں۔“ فرمایا: ”اچھا ان دونوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔“

میں سوار ہو کر مقام عرنہ میں ان کے پاس پہنچا اور ان دونوں کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو اسلام کی دعوت پیش کی جس کو انہوں نے خوش دلی اور بہ رضا قبول کیا اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اس کے بعد ان دونوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے آپ ﷺ ملتزم تک آئے دونوں کے لئے دعا کی پھر واپس تشریف لے آئے۔ میں نے دیکھا اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے بھی خوشی ہوئی اور میں نے عرض کیا:

اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! میں آپ ﷺ کو خوش دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے ان دونوں چچا زادوں کو مانگا تھا۔ پس پروردگار نے مجھے ان دونوں کو دے دیا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اوسط“ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس کا وعدہ میرے رب نے ان الفاظ میں فرمایا:

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝

(پ۲ النصر ۱۳)

! عتبہؓ نے داخل اسلام ہو کر اسلام کی خدمت بڑے جوش و خروش سے کیا۔

جب اللہ کی مدد اور فتح آئے اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے ہیں تو اپنے رب کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش طلب کرو بے شک وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

(ترجمہ کنز الایمان)

ابن سعد ترمذی، حاکم، ابن حبان، دارقطنی اور بیہقی رحمہم اللہ نے حارث بن مالک ؓ سے روایت کی کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آج سے قیامت تک سرزمین مکہ میں جہاد نہ ہوگا۔ (بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے مراد یہ لی ہے کہ اہل مکہ قیام قیامت تک روش کفر و شرک اختیار نہ کریں گے)۔ بیہقی و ابو نعیم رحمہما اللہ نے ابو الطفیل ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے فوراً بعد حضرت مجاہد اعظم خالد بن ولید ؓ کو صنم خانہ عزیٰ کو توڑنے اور ڈھانے کے لئے قبائل بنو ثقیف کے درمیان مقام نخلہ روانہ فرمایا:

حضرت خالد ؓ پہنچے اور آپ نے عزیٰ کو تین آہنی میخوں سے جڑا ہوا پایا۔ انہوں نے بت اور عمارت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور آ کر حضور ﷺ سے عرض کی کہ تعمیل کر آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کام مکمل نہیں کیا لہذا پھر جاؤ اور کام کو مکمل کر کے واپس آؤ۔

حضرت خالد ؓ پھر گئے پجاریوں اور پروہتوں نے دیکھا تو پہاڑیوں اور چٹانوں میں جا کر چھپ گئے اور دعائیں کرنے لگے ”اے الوہیت اور عظمت کے حامل عزیٰ تو اس قریشی صابی کو ”فاتر العقل“ کر دے“ کسی طرح اس کو ناکارہ اور ناکام بنادے ورنہ تیری رسوائی اور ذلت آ پہنچی۔“

حضرت خالد ؓ نے بیان کیا کہ میں نے ایک برہنہ عورت کو دیکھا جس کے بال پریشان اور سر پر خاک پڑی تھی۔ میں نے جا کر اس کے سر پر تلوار سے وار کیا وہ قتل ہو گئی۔ واپس آ کر حضور ﷺ کو بتایا آپ نے فرمایا: وہی تو عزیٰ تھی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعد بن زید اشہلی ؓ کو منات کے بت خانے کی طرف روانہ فرمایا جو مکہ مدینہ کے درمیان قدیر میں سمندر کے ساحل پر واقع تھا۔ بیس سواران کے ساتھ کر دیئے اور حکم دیا ”بت کو توڑ دو اور عمارت کو منہدم کر دو۔“

۱۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے سعید بن عمرو ہذلی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو حضور نے اپنا نشان ہر طرف روانہ فرمایا چنانچہ حضرت خالد ؓ کو عزیٰ کے بت خانے کو گرانے بھیجا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب منات کے قریب پہنچے تو مجاور پروہتوں نے پوچھا: تم لوگوں نے کیسے زحمت کی سعد رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا ہم منات کو توڑنے آئے ہیں۔ پروہتوں نے کہا: ”تمہارا تو معاملہ منات سے براہِ راست رہے گا۔“

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بت کی طرف چند قدم چلے تھے کہ معاً ایک کر یہ صورت کالی رنگت، تند خصلت اور برہنہ حالت میں ایک عورت نکلی آہ و بکا اور شور و شیون کرتی ہوئی۔

سب سے بڑے پروہت نے کہا: ”اے صاحب اختیار دیوتا منات! تو صاحب قوت اور صاحب شوکت ہے تو اپنے غیظ و غضب سے اپنے مٹانے والے کو مٹا دے۔“

جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو تلوار کا ہاتھ مارا وہ ٹکڑے ہو کر تڑپی پھر جہنم رسید ہوئی بعد ازاں منات کو ضربوں سے چور چور کر دیا گیا اور اس کی عمارت کو منہدم کر دیا گیا۔

شیخین رحمہما اللہ نے ابو الشرح عدوی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا: مکہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم ہے جو شخص اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے یعنی مسلمان ہے آئندہ کبھی بھی اس کے لئے لائق نہیں ہے کہ حرم کی حدود میں جنگ و قتال کرے خون ریزی کرے حدودِ حرم کے درخت کاٹے یا جانوروں کا شکار کرے۔ یہ میرے لئے بھی ہے کیونکہ فتح کے دن میرے لئے اجازت بھی دن کی ایک گھڑی میں تھی۔

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابِ فیل سے مکہ کی حفاظت کی مگر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اہل مکہ پر غالب کر دیا۔ لوگو! آگاہ رہو حرم مکہ میں خون ریزی حرام ہے اور میرے لئے بھی صرف ایک بار دن کے ایک خاص حصے میں ایک گھڑی کے لئے حلال ہوا تھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ چند واسطوں سے حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہمیں پہنچی انہوں نے بیان کیا کہ ہجرت مدینہ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعوتِ اسلام دی۔ میں نے کہا حیرت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے امید رکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لوں گا۔ آبائی اور موروثی دین کو چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نیا دین قبول کر لوں گا۔

زمانہ جاہلیت میں دو شنبہ اور پنج شنبہ کو کعبہ طواف کے لئے کھولا جاتا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کعبۃ اللہ میں داخل ہونا چاہا۔ مگر میں نے سختی سے روک

یعنی حرم کعبہ میں جدال و قتال کی اجازت آج کے دن مجھے کچھ دیر کے لئے عطا ہوئی تھی اب آئندہ ابداً بادل و جدال و قتال حرم کعبہ میں منع ہے اب اس کی پہلی حرمت پھر اسی طرح لوٹ آئی ہے۔

دیا۔ آپ ﷺ نے تحمل و برداشت سے کام لیا اور فرمایا: اے عثمان رضی اللہ عنہ! یاد رکھو وہ وقت کچھ دور نہیں ہے کہ خانہ کعبہ کی چابی ایک صاحب اختیار کی حیثیت سے میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا تولیت کے ساتھ چابی عطا کروں گا۔

میں نے کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ) کیا اس وقت قریش مرچکے ہوں گے یا پھر وہ ذلت و رسوائی کو برداشت کر لیں گے؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا تھا ”عثمان رضی اللہ عنہ! ایسا نہیں ہے اس دن قریش کو عزت اور معافی ملے گی۔ یہ فرما کر آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد میں آپ ﷺ کو کعبہ کے اندر داخلہ سے نہ روک سکا۔ لیکن آپ ﷺ کی باتیں میرے دل میں گھر کر گئی تھیں۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ حضور ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا پھر میں نے مسلمان ہو جانے کا ارادہ کیا تو میری قوم نے مجھے جھڑکا اور سختی کے ساتھ خائف کر دیا۔

فتح مکہ کے روز حضور ﷺ نے کعبۃ اللہ کی چابی مجھ سے طلب فرمائی میں نے چابی دی اور آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لے کر پھر مجھ ہی کو عطا فرمادی اور کہا یہ چابی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ تم سے کسی کا چابی لینا دراصل ظلم سے چھین لینے کے مترادف ہے۔ ہوگا۔

میں حضور ﷺ سے جدا ہو کر چند قدم چلا تھا تو مجھے آواز دی میں پلٹ کر حاضر ہوا تو

۱۔ رسول خدا ﷺ اور آپ کے اصحاب اور حق کے پرستاروں پر ۲۰ سال چند ماہ تک مشرکین مکہ طرح طرح کے ظلم ڈھاتے رہے اور طرح طرح کے طوفان اٹھاتے رہے اس کے بعد ۷ رمضان المبارک ۸ ہجری کو فتح مکہ کے بعد جب وہ ایسی حالت میں قید ہو کر آئے کہ ان میں سے ہر ایک بھیا تک سزا کے خوف سے لرزاں اور ترساں تھا اور ان میں سے ہر ایک مایوسی اور ناکامی کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا خوف سے ان کے چہرے زرد پڑ گئے تھے۔ اس وقت سرور کوئین ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا:

”اے جماعت قریش! آج تمہارا وہ غرور اور گھمنڈ کہاں ہے؟ سنو! اللہ ﷻ نے تمہارے اس جاہلیت کے غرور اور تکبر اور نسب کے فخر کو مٹا دیا، تمام آدمی آدم کی اولاد ہیں اور حضرت آدم خاک ہی سے بنے تھے۔

قریش نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا شرم و ندامت سے ان کی نظریں زمین میں گڑی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا! اے قریشی سردارو! تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔

سرداران قریش نے جواب دیا: ”آپ ﷺ ہمارے شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہیں۔“ یہ جواب پا کر لسان نبوت ﷺ سے یہ کلمات جاری ہوئے: ”إِذْهَبُوا فَإِنَّكُمُ الطُّلَقَاءُ لَا تَشْرِيْبُ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَعْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔“ جاؤ تم آزاد ہو آج تم پر کوئی ملامت یا گرفت نہیں ہے اور اللہ ﷻ بھی تم کو معاف فرمادے گا وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

۲۔ ابھی تک یہ چابی حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی نسل میں برقرار ہے اور کعبہ کی تولیت کو مسلمانوں نے ان ہی کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔

آپ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے پوچھا:

عثمان رضی اللہ عنہ! کیا وہ بات پوری نہ ہوئی جو میں نے تم سے کہی۔ فوراً مجھے آپ ﷺ کا وہ فرمان یاد آ گیا جو آپ نے ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مجھ سے فرمایا تھا یہ سن کر میں نے عرض کیا آپ ﷺ نے جو فرمایا وہ بالکل صحیح ثابت ہوا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ ﷻ کے رسول ﷺ ہیں۔

وہ معجزات جو غزوہ حنین میں واقع ہوئے

شیخین رحمہما اللہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ تم لوگ حنین میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں ہم لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے مگر سرور کونین ﷺ نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ فرمائی ہوازن بڑی ماہر تیر انداز قوم تھی جب ہمارا ان سے مقابلہ ہوا اور ہم نے ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور لوگ مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو انہوں نے ہم پر سامنے سے تیر اندازی شروع کر دی جس کے بعد مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ ہم نے اس وقت دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سواری کی لگام ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ اور حضور ﷺ کی زبان پر تھا:

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

یعنی میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں ہے میں ابن عبدالمطلب ہوں۔

۱۔ ”فتح مکہ“ کے بعد بنی ثقیف اور ہوازن کے قبائل جو مکہ اور طائف کے درمیانی علاقوں میں آباد تھے یہ نہایت جنگجو اور سرکش قوم تھی۔ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو کر آئے۔ مالک بن عوف ایک نامور شجاع ان کا سپہ سالار تھا۔ سرور دو عالم ﷺ کو جب خبر ملی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر مکہ سے مقابلے کے لئے نکلے۔ اسلامی فوج کی تعداد بارہ ہزار تھی اور ساز و سامان بھی وافر تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ہمیشہ تھوڑی تعداد اور ناکافی سامان کے باوجود بڑی بڑی افواج پر غالب آتے رہے تھے۔ اس وقت اپنی اس کثرت اور شوکت کو دیکھ کر کہنے لگے کہ اب ہمارے اوپر کون غالب آ سکتا ہے؟ مجاہدین اسلام کا یہ وقتی تفاخر اور عارضی خیال نظر جس میں مادی اسباب اور وسائل پر ان کی نگاہیں کچھ زیادہ ہی پڑنے لگیں تھیں۔ بارگاہ خداوندی ﷻ میں ناپسند ہوا اور جنگ کے اولین حملے اور پہلے یہی مرحلے میں جب مشرکین ہوازن نے مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کی تمام مسلمانوں کا ضبط و نظم درہم برہم ہو گیا اور انتشار پھیل گیا سب کے پیر اکھڑ گئے اور میدان جنگ چھوڑ بیٹھے۔

سرور کونین ﷺ نے یہ دیکھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے جو بلند آواز تھے فرمایا کہ ”لوگوں کو پکارو اور کہو قضاء و قدر کے فیصلوں سے فرار نہیں صبر و ثبات کا دامن اپنے ہاتھوں سے چھوڑ دینا مسلمانوں کا کام نہیں۔“

ان کی آواز اور اس اعلان کو سن کر پہلے انصار چلے اور ان کی تعداد ایک سو ہو گئی انہوں نے پورے جوش اور جذبے سے دینی حمیت میں سرشار ہو کر غنیم پر حملہ کیا۔ پھر بقیہ مسلمان بھی آگئے اور وہ بھی دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ بنو ثقیف اور ہوازن نے اپنی روایتی بہادری کا ثبوت دیا مگر نتائج جنگ اور فتح و کامرانی اللہ ﷻ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کے لئے مقوم اور مقدر کر دی تھی۔ مشرکین چند گھنٹوں کی زور آزمائی کے بعد نہ جم سکے اور سراسیمہ ہو کر بھاگے۔

مسلمانوں کو غنیمت میں چھ ہزار عورتیں اور بچے چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بھیڑ بکریاں اور (بقیہ اگلے صفحے پر)

بخاری نے تاریخ میں اور ابن سعد و حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عیاض بن حارث نظری ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین میں مٹھی بھر کنکریاں لیں اور مخالف لشکر کی طرف پھینکیں تو پھر وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے عبد الرحمن مولیٰ اُمّ برثن رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ ان سے مشرکین حنین میں سے ایک شخص نے کہا:

جب ہم مسلمانوں کے مقابل ہوئے اور حملہ عام کا آغاز ہوا تو مسلمان اتنی دیر بھی میدان میں نہ رکے کہ جتنی دیر میں چرواہا ایک بکری کا دودھ نکالتا ہے ہم نے ان کے پاؤں اکھڑ دیئے ہم نے

(بقیہ) چار ہزار اوقیہ چاندی ملی۔

قرآن حکیم میں اس واقعہ کا ذکر سورہ توبہ میں اس طرح ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ لَا يَوْمُ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شِئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمُ مُدْبِرِينَ ۝ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ (پہلے توبہ ۹)

بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو ہم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔ (ترجمہ کنز الایمان)

اموال غنیمت میں سے زیادہ تر حصہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے روساء قریش کو جو نئے مسلمان ہوئے تھے۔ تالیف قلوب کے لئے دینا پسند فرمایا۔ اس عطا پر مدینہ کے بعض انصار کو ملال ہوا۔ انہوں نے آپس میں کہا سرکارِ دو عالم ﷺ نے اپنے قبیلے اور قوم کو تمام مال تقسیم کر دیا اور ہم کو محروم رکھا۔ دریاں حالیکہ خود قریش ہماری ہی تلواروں سے سیدھے ہوئے ہیں۔ مصیبت ہم اٹھاویں اور غنیمت دوسرے لے جائیں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے جب ان باتوں کا چرچا سنا تو حضرت انصار کو جمع کر کے پوچھا کہ کیا تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟ انصار نے جواب دیا کہ ہمارے بعض نوجوانوں نے بے شک اس قسم کی باتیں کہیں ہیں لیکن سنجیدہ اور ذمہ دار لوگوں میں سے کسی نے کچھ نہیں کہا اور نہ ان کا ایسا خیال ہے۔ پھر آپ نے انصار صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ:

”کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم لوگ گمراہ تھے اللہ ﷻ نے میری بدولت تم کو ہدایت دی۔ تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق اور الفت پیدا کر دی تم لوگ نادار تھے میری وجہ سے اللہ نے تم کو غنی کر دیا۔“

انصار صحابہ کرام ہر بات پر احساس کرم کے ساتھ عرض کرتے رہے ”لا ریب“ بے شک بالکل درست۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فضل و کرم اور اس کے رسول ﷺ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے۔

ان کے جوابات پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”نہیں اے انصار! مدینہ تم مجھ کو جواب دے سکتے ہو کہ ساری دنیا نے تم کو جھٹلایا اور ہم نے تائید اور تصدیق کی۔ سب نے تم کو چھوڑ دیا اور ہم نے سینہ سے لگایا تم محتاج تھے اور ہم نے حاجت روائی کی اور میں تمہاری ان سب باتوں کی تصدیق اور اعتراف کروں گا۔ اے جماعت انصار! کیا تم اس بات کو پسند نہ کرو گے کہ لوگ اپنے گھروں کو اونٹ اور بکری لے کر جائیں اور تم محمد ﷺ کو اپنے گھر لے کر چلو۔“

یہ پراثر تقریر سن کر انصار روتے رہے حتیٰ کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس ترجیحی سلوک کی وجہ بیان کی اور بتایا کہ یہ لوگ اسلام میں نو وارد ہیں۔ تالیف قلوب کی خاطر ان کو زیادہ مال دے دیا گیا ہے۔ ان کے کسی استحقاق کی وجہ سے نہیں دیا گیا ہے شکوہ بخنی کرنے والے نوجوان بھی پشیمان تھے۔ آپ ﷺ سے خواستگار معافی ہوئے اور آپ ﷺ نے معاف فرما دیا۔

ان کے تعاقب میں آگے بڑھ رہے تھے کہ اسی اثناء میں ہماری نظر ایک سوار پر پڑی جو سفید خچر پر تھا ہم نے بہ غور دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے چاروں طرف آس پاس سفید و حسین چہروں والے افراد تھے۔ انہوں نے ہم تعاقب کرنے والوں پر ایک خاص انداز سے نگاہ ڈالی اور پھر کہا: ”شَاهَتِ الْوُجُوهُ اِرْجِعُوْا“ تو ہم بھاگ پڑے اور وہ لوگ ہمیں تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہمارے حلقوم کو چھید رہے ہیں اور شانوں پر چڑھے بیٹھے ہیں۔

ابو القاسم بغوی، بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بہ طریق ابن المبارک رحمہ اللہ حضرت ابو بکر ہذلی رحمہ اللہ سے انہوں نے عکرمہ رحمہ اللہ سے اس طرح روایت کی کہ شیبہ بن عثمان رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حنین میں جہاد کیا تو مجھ کو اپنے باپ عثمان اور چچا کی یاد آ گئی۔ ان دونوں کو حضرت علی رحمہ اللہ اور سید الشہداء حضرت حمزہ رحمہ اللہ نے قتل کیا تھا۔ میرے اندر بے پناہ جوش انتقام بھڑک اٹھا پس میں نے ارادہ کر لیا کہ محمد ﷺ سے انتقام لوں گا۔

میں حنین کے میدان جنگ میں پہنچا۔ میری نظروں نے حضور ﷺ کو تلاش کر لیا مگر آپ کے قریب داہنی جانب عباس رحمہ اللہ تھے۔ میں نے سوچا یہ آپ ﷺ کے چچا ہیں آپ ﷺ کی بھرپور مدافعت کریں گے۔ جب میں نے دوبارہ ماحول کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ آپ ﷺ کے بائیں جانب ابوسفیان بن حارث رحمہ اللہ کھڑے ہیں سوچا یہ چچا زاد برادر ہیں ان کو بھی سچی اور پوری ہمدردی ہوگی۔ پھر میں اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے پیچھے کی طرف اس قدر قریب آ گیا کہ وہاں سے تلوار کا وار بآسانی کر سکتا تھا کہ معا ایک آگ کا شعلہ بالکل میرے قریب سامنے کی طرف فروزاں ہوا۔ میں پیچھے ہٹ گیا۔ عین اسی وقت حضور ﷺ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا:

شیبہ! قریب آؤ میں آگے بڑھا تو حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھا جس سے تمام کدورت اور خصومت کا بخار میرے دل سے نکل گیا اور آپ ﷺ کی شخصیت میرے واسطے دنیا کی ہر شے سے زیادہ محبوب ہو گئی۔

حضور ﷺ نے فرمایا: شیبہ! مشرکین سے جہاد کرو۔ اس کے بعد عباس رحمہ اللہ سے فرمایا کہ مہاجرین کو بلاؤ اور انصار کو بھی آواز دو۔ شیبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اصحاب رحمہ اللہ کے اس جذبہ اخلاص، محبت اور ایثار کو بیان کرنے کے لئے میں کون سا اسلوب بیان اختیار کروں اور کس شے سے اس کو تشبیہ دوں؟ پھر شیبہ رحمہ اللہ نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا: ایک ناقہ کی اپنی اولاد سے محبت ضرب المثل ہے حضور سرور دو عالم ﷺ کے صحابہ رحمہ اللہ کو اس سے بھی کہیں زیادہ محبت اپنے سردار ﷺ سے تھی۔

میں دیکھ رہا تھا حضرت عباس رحمہ اللہ نے بس اعلان ہی کیا تھا اور مہاجرین و انصار اس مرکز برکات ذات والا صفات ﷺ کی جانب کھینچے آ رہے تھے گویا مہتاب کی طرف خلاء میں کواکب و کہکشاں کا ایک لڑی میں پرویا ہوا قافلہ۔ ان آنے والوں نے ہر طرف سے آ کر ہجوم کر لیا پھر آپ ﷺ نے زمین پر سے کنکریاں لیں اور مشرکین بنو ثقیف اور ہوازن کی طرف پھینکا اور فرمایا ”شَاهَتِ الْوُجُوهُ“

حَمَّ لَا يَنْصَرُونَ۔“ پس تمام مشرکین ہزیمت کھا کر بھاگ پڑے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عطیہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ عطیہ ان لوگوں میں سے تھا جس نے نبی ﷺ سے ہوازن کے قیدیوں کے بارے میں باتیں کی تھیں اور پھر تمام صحابہ ﷺ نے اپنے اپنے حصے میں آئے ہوئے قیدیوں کو واپس کر دیا تھا۔ مگر ایک شخص نے قیدی کو نہیں لوٹایا۔ حضور ﷺ نے دعا کی کہ اے خدا تو اس کا حصہ ضائع کر دے۔ پس وہ نو عمر دو شیرہ لڑکیوں اور نو جوان مضبوط غلاموں کے پاس سے گزرتا اور ان کا چھوڑتا گیا۔ اس کی نگاہ ایک سن رسیدہ بوڑھی عورت پر پڑی اس نے کہا یہ عورت مجھے مطلوب ہے اس لئے کہ یہ قبیلہ کی ماں ہے لوگ آئیں گے اور مناسب فدیہ دے کر لے جائیں گے۔

اس انتخاب پر عطیہ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا عجیب رہا اس کا انتخاب۔ اس نے ایک ایسی ضعیفہ کو پسند کیا ہے جو نہ آنکھوں سے ٹھیک دیکھتی ہے نہ کانوں سے ہر آواز سنتی ہے اس کے منہ میں نہ دانت ہیں نہ ٹھوس جسم۔

بے چاری کا کوئی ولی وارث بھی نہ تھا۔ معزز گھرانہ بھی نہ تھا کہ قبیلہ کی عزت ہو۔ حضور ﷺ نے جس شخص کو بددعا دی تھی مجبوراً چند دن انتظار کے بعد اس بڑھیا کو آزاد کر دیا۔

غزوہ تبوک اور سلسلہ غزوات میں اس کی اہمیت اور معجزات کا ظہور

ابن اسحاق حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت ابن مسعود ؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ جب تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو کچھ افراد پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ابوذر ؓ بھی بعد میں آ کر لشکر میں شامل ہوئے تھے کچھ مسلمانوں نے دیکھ کر عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! کوئی شخص راہ میں ہے اور ہماری طرف آ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوذر ؓ ہوں گے۔ جب وہ مزید آگے بڑھے کچھ لوگوں نے مزید غور کیا تو وہ پہچان گئے اور کہنے لگے ہاں اے اللہ ﷺ کے رسول ﷺ وہ تو ابوذر ؓ ہی ہیں۔ حضور ﷺ نے کہا: اللہ ﷺ ابوذر ؓ پر رحم فرمائے وہ تنہا ہی چلتے ہیں تنہا ہی مریں گے اور تنہا ہی اٹھائے جائیں گے۔

تو زمانے کے لوگوں کو جو ایذا پہنچی وہ انہیں بھی پہنچ کر رہی۔ وہ ربذہ میں جا کر رہے اور وہیں یکہ و تنہا رہ کر زندگی گزار دی اور وہیں وفات پائی۔ ان کے پاس صرف ان کی زوجہ اور غلام تھا۔ ان کا جنازہ شاہراہ عام پر لا کر رکھ دیا گیا۔ اسی وقت ایک قافلہ وارد ہوا۔ قافلہ میں حضرت ابن مسعود ؓ تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ ابوذر ؓ کا جنازہ ہے تو اشکبار ہوئے حضور ﷺ کا ابوذر ؓ کی تنہائی کے بارے میں جو قول اوپر بیان ہوا اس کو بیان کیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت کی کہ جب ہم غزوہ تبوک پر روانہ ہوئے تو ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا: انشاء اللہ تم کل صبح چشمہ تبوک پر پہنچ جاؤ گے مگر چاشت سے پہلے پہنچنا نہ ہوگا۔ تو جو لوگ یا فرد وہاں پہنچے وہ چشمہ کے پانی کو نہ چھوئے نہ استعمال کرے۔

حضور ﷺ چشمہ پر پہنچے وہ تسمہ کی مانند تھا اور کسی قدر اس سے پانی نکل رہا تھا۔ حضور ﷺ نے

برتن میں پانی لیا اور اس سے چہرہ انور اور دست مبارک دھوئے اس کے بعد وہ پانی چشمہ میں ڈال دیا تو پھر اس سے بہ کثرت پانی جاری ہو گیا، تمام لوگوں نے اسے استعمال کیا۔ اس کے بعد فرمایا: اے معاذ (رضی اللہ عنہ)! اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ اس چشمہ کے پانی سے باغات بھر جائیں گے۔ چنانچہ چشمہ آج بھی جاری ہے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت کی کہ ایک روز تبوک کے موقع پر جب لشکر اسلام کو بھوک نے بے تاب کر دیا تو حضور (ﷺ) سے سواری اور بار برداری کے اونٹوں کو ذبح کرنے کے لئے اجازت طلب کی گئی۔

یہ سن کر حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ایسا کیا گیا تو سواری کے جانور کم ہو جائیں گے۔ اے اللہ (ﷺ) کے رسول (ﷺ)! بچا ہوا سامان خورد و نوش اور آذوقہ لوگوں سے جمع کرا کر اس میں ان کے لئے دعائے برکت فرمادیں تو مجھے امید ہے کہ اللہ (ﷺ) اس میں برکت فرما دے گا۔

حضور (ﷺ) نے دسترخوان طلب فرما کر پس خوردہ سامان خورد و نوش کو اس پر جمع کرنے کا حکم دیا۔ وہ تھوڑا تھوڑا اور دانہ دانہ ہو کر ڈھیر ہو گیا۔ آپ (ﷺ) نے دعا فرمائی اور لشکر مجاہدین سے فرمایا کہ توشہ دانوں میں اچھی طرح بھر لو! چنانچہ پورے لشکر نے ایسا ہی کیا اور سب کے برتن پر ہو گئے۔ دسترخوان پر پھر بھی باقی رہا۔ اللہ (ﷺ) کی برکت اور قدرت کے اس عام مشاہدہ اور معجزے کے ظہور کے بعد آپ (ﷺ) کی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا ہوئے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ پھر مطلع فرمایا اس کلمہ کے اقرار و شہادت کے بعد جو بھی اللہ (ﷺ) سے اس حال میں ملے گا کہ اسے اس میں شک نہ ہو تو اسے جنت سے روکا نہ جائے گا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طریق ابو خالد خزاعی یزید بن یحییٰ حضرت محمد بن حمزہ بن عمرو اسلمی (رحمہم اللہ) سے اور انہوں نے اپنے والد اور دادا سے روایت کی کہ حضور (ﷺ) جب تبوک کے غزوہ میں تشریف لے جا رہے تھے تو میں ایک گھئی کے مشکیزہ پر مامور تھا۔

ایک روز میں نے حضور (ﷺ) کے ارشاد پر کھانے کی تیاری کا ارادہ کیا دیکھا تو مشکیزہ میں گھئی بہت ہی تھوڑا رہ گیا تھا۔ پس میں نے مشکیزہ کو دھوپ میں رکھ دیا تاکہ ہر طرف سے پگھل کر یکجا ہو جائے۔ میں آرام کے لئے ذرا دراز ہوا اور نیند آ گئی۔ تھوڑے ہی وقفہ میں آنکھ کھل گئی۔ مشکیزہ اٹھانے پہنچا تو اللہ (ﷺ) کی شان اور حضور (ﷺ) کے معجزے سے مشکیزہ گھئی سے لبریز ہی نہ تھا بلکہ اس کے دہانے سے گھئی باہر نکل کر بہہ رہا تھا۔ میں نے گھبرا کر اس کا دہانہ دبایا اور اٹھا لایا۔

سرور کونین (ﷺ) کو بتایا تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: اگر عمرو اس کے دہانے کو نہ دباتے تو گھئی سے تمام وادی بھر جاتی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے واقعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا بنی سعد کا ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں رسول اللہ (ﷺ) کے پاس تبوک میں حاضر ہوا۔ آپ (ﷺ) صحابہ (رضی اللہ عنہم) کے درمیان

تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ ساتویں شخص تھے۔ یعنی کل نفوس سات تھے۔

میں نے اسلام قبول کیا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا ہمیں کھانا کھاؤ۔ پس انہوں نے دسترخواں بچھایا اور تھیلی سے چند کھجوریں نکالیں جو گھی اور پنیر سے تڑھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کھاؤ تو ہم سب حاضرین نے کھجوریں کھائیں اور سب شکم سیر ہو گئے اس وقت میں نے کہا:

اے اللہ ﷻ کے رسول ﷺ! اگر میں تنہا کھانے والا ہوتا تو یہ ساری کھجوریں کھا جاتا۔ (یعنی قدرِ قلیل کھجوریں اتنے افراد کو کافی ہو گئیں)۔

دربارِ نبوت ﷺ میں دوسرے دن میں پھر حاضر ہوا۔ اس موقع پر دس اشخاص اور بھی موجود تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہم کھانا کھائیں گے۔ وہ تھیلی کے اندر ہاتھ ڈال کر خرے تلاش کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر فرمایا:

اے بلال رضی اللہ عنہ! بہت نکلے گا، تھیلی کو دسترخوان پر الٹ دو! اور ذی العرش (یعنی اللہ ﷻ) سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔ انہوں نے تھیلی کا منہ نیچا کر کے جھٹکا دیا، کھجوریں کپڑے پر آ گئیں۔ ان کی مقدار میرے اندازے میں دو مد ہو گئی۔ حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک کھجوروں پر رکھا اور پھر ہاتھ کو ہٹاتے ہوئے کہا: بسم اللہ کر کے شروع کرو میں نے اور تمام لوگوں نے جس قدر کھا سکتے تھے کھائیں، پھر بھی دسترخوان پر اتنی ہی کھجوریں باقی رہ گئیں۔

میں تیسرے روز پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس روز چند اشخاص اور زیادہ ہو گئے میرے خیال میں بارہ یا تیرہ افراد ہوں گے۔ اس روز بھی کھانے کا وقت تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ ہم کھانا کھائیں گے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ وہی تھیلی لائے اندر کے خرے کھانے کے کپڑے پر الٹ دیئے۔ حضور ﷺ نے پھر دست مبارک رکھا اور ارشاد فرمایا: بسم اللہ کرو۔ چنانچہ ہم سب نے سیر ہو کر کھائے اور بلال رضی اللہ عنہ نے جتنے خرے نکالے تھے کم سے کم اتنے ہی بچے ہوئے پھر تھیلی کے اندر بھر لئے۔ اس طرح تین دن مسلسل مجھے یہ معجزہ دیکھنے کا موقع ملا۔

واقعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اسلامی لشکر رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں غزوہ کے لئے رواں دواں تھا۔ اثنائے راہ میں پیاس لگی، پھر وہ اس درجہ شدید ہو گئی کہ پیاس کے غلبہ سے زبانیں تالوؤں پر چمٹ گئیں۔ حضور ﷺ نے پیالے میں تھوڑا پانی طلب فرمایا اور قطرے قطرے جگہ جگہ سے لے کر دو تین گھونٹ پانی جمع کر کے پیش خدمت کیا گیا۔ حضور ﷺ نے پیالے کے پانی میں انگلیاں ڈبو دیں، پس آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی اہل پڑا جس کو ذخیرہ کر لیا گیا اور تمام لشکر جس میں تیس ہزار مجاہد، بارہ ہزار اونٹ اور بارہ ہزار گھوڑے تھے سب کے سب خوب سیراب ہو گئے۔ راوی حدیث ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:

تبوک میں چار معجزے ظہور میں آئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ واپس آ رہے تھے سخت گرمی، تپش اور حرارت کی وجہ سے دو مرتبہ کے بعد پھر تیسری بار تشنگی لوگوں پر غالب آ گئی۔

حضور ﷺ نے حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو تلاش آب کے لئے روانہ فرمایا۔ وہ تلاش کرتے ہوئے مقام تبوک اور حجر کے درمیان پہنچے تو وہاں انہوں نے ایک عورت کے پاس مشکیزہ میں قلیل سا پانی دیکھا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے باتیں کیں اور حضور ﷺ کے پاس اس عورت کو لے کر آ گئے۔ حضور ﷺ نے وہ پانی رو برو رکھا اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا: ”اے لوگو! آؤ پانی پیو اور اپنے اپنے برتن بعد کے لئے بھی بھرو اور تمام اونٹوں اور گھوڑوں کو بھی سیراب کر دو۔“

ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ حبش عسرت کی کیا کیفیت تھی تو آپ نے فرمایا کہ ہم سخت گرمی کے موسم میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے ایک منزل پر جب ہم نے قیام کیا تو ہمیں ایسی شدید پیاس نے گھیرا گویا یہ گرمی ہماری جان نکال لے گی۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ اللہ ﷻ سے دعا کیجئے حضور ﷺ نے دعا کے لئے دست ہائے مبارک بلند فرمائے ابھی دست مبارک نیچے نہ آنے پائے تھے کہ آسمان پر گڑگڑاہٹ ہوئی بادل چھا گئے اور خوب بارش ہوئی اہل لشکر نے اپنے تمام برتن پانی سے بھر لئے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابی حمید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نصرانیوں کے حملہ کی خبر سن کر تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر وادی قری میں ایک خاتون کے

۱۔ سریہ موتہ جو جمادی الاولیٰ ۸ھ میں حضرت حارث رضی اللہ عنہ سفیر رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی بنا پر تھا اور جس میں حضرت زید رضی اللہ عنہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ علیہم داران اسلام واد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تھے اس کا انتقام لینے کے لئے شام کے دالی عثمان نے عربی النسل عیسائیوں کا ایک بڑا لشکر ترتیب دیا اور قیصر روم سے بھی امداد و تعاون کی اپیل کی جس پر اس نے بھی چالیس ہزار فوج بھیج دی۔ غسانی نے مسلمانوں کے مرکز مدینہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا تھا۔ حضور ﷺ نے بھی مقابلہ کی تیاری شروع کی۔ ہر مسلمان قبیلے سے فوجی اور مالی امداد طلب فرمائی۔ اس زمانے میں بلاد اسلام میں زبردست قحط تھا اور موسم کی گرمی نہایت ہی شدید۔ ان وجوہ سے لشکر کی تیاری میں بہت دشواریاں پیش آئیں۔ منافقین نے مسلمانوں کو بہکانے کے لئے سرگرمیاں شروع کر دیں۔ وہ مشورہ اور ترغیب دیتے کہ خرموں اور کھجوروں سے لدے ہوئے تیار باغوں کو چھوڑ کر اس آتش ناک موسم میں ہرگز نہ جاؤ۔ قرآن حکیم نے ان کے تو جیہی قول کو سورۃ توبہ میں بیان کرتے ہوئے ان کی کج اندیشی پر اظہار افسوس کیا ہے:

وَكَيْفَ هُوَ أَنْ يُجَاهِدُوا بَأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ ط قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ط لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝

اور انہیں گوارہ نہ ہوا کہ اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑیں اور بولے اس گرمی میں نہ نکلو تم فرماؤ جہنم کی آگ سب سے سخت ہے۔ کسی طرح انہیں سمجھ ہوئی۔

(ترجمہ کنز الایمان)

(پ التوبہ ۸۱)

بڑے اور با اثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے حلقہ ہائے اثر میں جا کر جہاد کے لئے اعانتیں لیں اور اہل کرم صاحب مقدور صحابہ رضی اللہ عنہم کے تعاون خصوصاً حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی کوششوں اور ایثار کی بدولت عہد رسالت ﷺ کی سب سے بڑی فوج کا سامان حرب رسد اور دوسری تمام ضروریات مہیا ہوئیں اور دیکھتے دیکھتے تیس ہزار لشکر مسلح آراستہ اور پیراستہ ہو گیا جس میں فوجی شترسواروں کے علاوہ صرف بار برداری کے بارہ ہزار اونٹ اور بارہ ہزار گھوڑے تھے۔ اس لشکر کو لے کر حضور ﷺ ماہ رجب ۹ھ میں روانہ ہوئے اور مقام تبوک میں جو مدینہ منورہ سے چودہ منزلوں کے فاصلہ پر دمشق کی طرف ہے قیام فرمایا۔ مگر غسانی لشکر مقابلہ کے لئے نہیں آیا۔

ایہ کے حکمران یوحنا نے آ کر مصالحت کی اور جزیہ دینا قبول کر لیا۔ نیز باجگوار (محصول دہندہ) اور اسلام کا سخت دشمن تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تھوڑے سے سواروں کے ساتھ جیسے روایت متن میں آپ نے پڑھا روانہ فرمایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کو پکڑ لائے۔ حضور ﷺ نے رحمت عام کے تحت اکیدر کی جاں بخشی فرمادی اور اس نے جزیہ دینا منظور کر لیا۔

میدان تبوک میں دس دن تک قیام فرمایا۔ غسانی مقابلے پر نہ آیا اور نہ وہ جنگ کرنے کی ہمت کر سکا۔ بلا خسروہ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرکز ملت اسلامیہ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ بدر سب سے پہلا اور یہ سب سے آخری غزوہ تھا۔

باغ کے پاس سے گزرے۔ سرور کونین ﷺ نے فرمایا تم اس باغ کی کھجوروں کا تخمینہ لگاؤ۔ ہم نے تخمینہ لگایا۔ سرور ذیشان ﷺ کا اندازہ دس وسق تھا۔ اس عورت سے کہا تم اپنی کھجوروں کا ناپ تول کر لینا اور ہم انشاء اللہ تمہارے پاس واپس آئیں گے۔

ہم میدان تبوک میں تھے کہ ایک روز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آج رات میں شدید ہوا اور سخت جھکڑ چلیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص باہر نکل کر ہوا کے تھپڑوں میں کھڑا نہ ہو اور جس مجاہد کی تحویل میں کوئی جانور اونٹ یا گھوڑا ہو اس کو چاہئے کہ وہ اس کے پیروں کو باندھ دے۔ چنانچہ آندھی آئی اتفاق کہئے یا لا پرواہی کہ ایک شخص کھڑا تھا ہوا کے زور اور تھپڑوں نے اسے لے جا کر جبل طے کے پاس ڈال دیا۔

جب ہم واپسی کے وقت وادی قری سے گزر رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے مالکۃ باغ سے دریافت کیا تمہاری کھجوریں کتنی ہوئیں؟ اس نے بتایا دس وسق۔

بیہتی رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ ؓ سے روایت کی کہ تبوک سے واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد ؓ کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدر کی طرف دومتہ الجندل بھیجا اور فرمایا اکیدر تم کو جنگل میں شکار کرتا ملے گا تم اس کو گرفتار کر لو گے اور دومہ فتح ہو جائے گا۔

حضرت خالد ؓ جب پہنچے اکیدر شکار کرنے کے لئے گائے کا تعاقب کر رہا تھا۔ پس حضرت خالد ؓ نے بڑھ کر اس کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا اور اس طرح غزوہ میں یہ چار اہم معجزات ظہور میں آئے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالْمَنَّةُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ أَمَّا بَعْدُ تَرْجَمَةُ كِتَابِ مُسْتَطَابٍ "الْخَصَائِصُ الْكُبْرَى فِي مَعْجَزَاتِ خَيْرِ الْوَرَى جُلْدُ أَوَّلِ الْمَسْمُومَةِ بِهِيَ "الْغَنَمَةُ الْعَظْمَى" فِي تَرْجَمَةِ "الْخَصَائِصُ الْكُبْرَى" مُكْمَلٌ هُوَ.

وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

غلام معین الدین نعیمی

جلد اول ختم شد

This image shows a page from an illuminated manuscript. The central focus is a large, bold calligraphic inscription in black ink, likely in a stylized Arabic or Persian script. The text is surrounded by elaborate, hand-painted decorations. These include swirling floral motifs, foliate patterns, and intricate line work in shades of gold, green, and brown. The background of the page is a light, textured surface, possibly parchment or paper, which is further embellished with faint, larger-scale decorative elements. The overall composition is highly ornate and visually striking.

بسم الله الرحمن الرحيم
 الحمد لله رب العالمين
 والصلاة والسلام على
 سيدنا محمد وآله
 وبعد
 أما بعد
 فإن هذا كتاب
 في تاريخ
 الإسلام
 من
 سنة
 ١٢٠٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٠١
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٠٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٠٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٠٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٠٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٠٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٠٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٠٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٠٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٢١٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢١١
 هـ
 من
 سنة
 ١٢١٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢١٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٢١٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢١٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٢١٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢١٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٢١٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢١٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٢٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٢١
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٢٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٢٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٢٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٢٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٢٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٢٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٢٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٢٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٣٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٣١
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٣٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٣٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٣٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٣٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٣٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٣٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٣٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٣٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٤٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٤١
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٤٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٤٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٤٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٤٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٤٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٤٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٤٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٤٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٥٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٥١
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٥٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٥٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٥٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٥٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٥٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٥٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٥٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٥٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٦٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٦١
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٦٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٦٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٦٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٦٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٦٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٦٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٦٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٦٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٧٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٧١
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٧٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٧٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٧٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٧٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٧٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٧٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٧٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٧٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٨٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٨١
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٨٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٨٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٨٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٨٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٨٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٨٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٨٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٨٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٩٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٩١
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٩٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٩٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٩٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٩٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٩٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٩٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٢٩٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٢٩٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٠٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٠١
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٠٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٠٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٠٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٠٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٠٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٠٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٠٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٠٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٣١٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣١١
 هـ
 من
 سنة
 ١٣١٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣١٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٣١٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣١٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٣١٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣١٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٣١٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣١٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٢٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٢١
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٢٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٢٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٢٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٢٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٢٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٢٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٢٨
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٢٩
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٣٠
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٣١
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٣٢
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٣٣
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٣٤
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٣٥
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٣٦
 هـ
 إلى
 سنة
 ١٣٣٧
 هـ
 من
 سنة
 ١٣٣٨
 هـ